

# ایک روزی

یعنی

اسلام آباد چانگام کے مسلمانوں کی مذہبی اور علمی رہنما،  
حسان عجم، داؤد نعم، قطب الشاہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب  
ولیبی چانگامی ثم مرشد آبادی قدس سرہ ان کے والد محترم  
پیر و مرشد خلفاء اور متوسلین کے حالات اور کارنامے اور ان  
کی شاعری کا مفصل تنقیدی جائزہ

محمد طبع الرحمن

۲۷

۲۹۷۶۹۲

۹۳۰  
20976

DATA ENTERED

آئینہ ویسی

- مولفہ و مصنفہ — سب درگاہ ویسی، غلام غلامان محمد مطبع الرحمن ٹیکہ کالج ٹیکہ
- مورخہ — اتوار ۵ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق مارچ ۱۹۷۶ء
- مطبوعہ — لیبل لیتھو پریس۔ رمنڈ روڈ، ٹیکہ
- کتبہ — عبدالخالق۔ سوز دانا پوری
- تعداد اشاعت — ایک ہزار
- قیمت — پندرہ روپے

12/4/28

# انتساب

محترم المقام مُرشد زادہ جناب محمد عسک الدین خاں صاحب مہ فیوضہ  
استاد شعبہ تعلیمات اسلامی، مُسلم یونیورسٹی، علی گڑھ  
کے نام

گرج قبول افتد زبے عز و شرف



حَسَنانِ عِجْمِ دَاوُدِ نَعْمِ قُطْبِ ارشاد  
حضرت صوفی سید فتح علی صاویسی چانگامی ثم مرشد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

- آبائی وطن۔ اسلام آباد چانگام، مشرقی بنگال  
والد محترم۔ مولوی صوفی سید وارث علی صاحب شہید (خلیفہ امیر المؤمنین سید احمد شہید)  
پیدائش۔ ۱۲۴۱ھ، مطابق ۱۸۲۵ء = ۱۲۳۲ھ منگلہ فصلی  
تعلیم۔ مدرسہ دہشتہ۔ تھانہ جگت، بلچہ پور، ضلع ہوڑہ  
پیر و مرشد۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری (خلیفہ امیر المؤمنین سید احمد شہید)  
سلاسل طریقت۔ عالیہ قادریہ، عالیہ چشتیہ اور عالیہ نقشبندیہ مجلہ دیہ  
ملازمت۔ پولیٹیکل نیشن آفس۔ ٹیپا برج۔ کلکتہ  
شادی۔ پٹناسی تھانہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد (سرکار شریف آباد)  
اولاد امجاد۔ سید محمد مصطفیٰ علی صاحب اور بی بی سیدہ زہرا قدس سرہا  
انتقال۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۸۸۶ء۔ ۲۰ اگست ۱۲۹۳ھ منگلہ فصلی  
مراد مبارک۔ ۲۴/۱ منشی پارالین۔ لالہ بگن۔ مانک تلا۔ کلکتہ ۶۔  
تصنیف۔ دیوان ویسی (فارسی) مطبوعہ ۱۸۹۸ء۔ ۱۹۲۲ء اور فروری ۱۹۳۵ء  
اصناف سخن۔ ۱۷۵ غزلیں؛ ۲۳ قصیدے اور ۶ متفرقات  
تعداد اشعار۔ ۳۳۷ (نعتیہ اشعار۔ ۳۲۱)  
دہنامور خلفاء۔ مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عیسیٰ اور مولانا شاہ محمد الکریم صاحب عیسیٰ



# ارشاد فیض بنیاد

شیخ طریقت غوث نام ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت  
مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فرجہ  
منکر انوار ضلع اعظم گڑھ یو پی

ڈاکٹر محمد مطیع الرحمن صاحب آپٹنہ ویسی لکھ کر  
ایک بڑی کمی پوری کر دی۔ اس کتاب کا بڑا محرک ڈاکٹر  
صاحب کا دینی شغف اور اہل اللہ سے محبت معلوم ہوتا  
اللہ جل شانہ ابھر کاستی بنائے اور نفع ہو۔

محمد سعید خاں

نزد جامع مسجد اعظم گڑھ  
۸ جون ۱۹۷۶ء

# یدر بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جلا سکتی ہے شمع گشتہ کو موجِ نفسِ ان کی  
الہی! کیا پھپھا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں  
تمنا دردِ دل کی ہو تو مگر خدمتِ فقیروں کی  
نہیں ملتا یہ گوہرِ بادشاہوں کے خریدنیوں میں  
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو  
یدر بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں  
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو  
وہ رونقِ انجن کی ہے انہیں خلوتِ گزینوں میں  
کسی ایسے شر سے چھونک اپنے خرمِ دل کو  
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوش چہینوں میں

(حکیم الامت علامہ اقبال)



## عرض حال

انیسویں صدی عیسوی کے بلند پایہ شیخ طریقت عاشق صادق اور باکمال شاعر قطب الشاد حضرت مولوی سید فتح علی صاحب دہلوی قدس سرہ ۱۸۲۵ء میں چائنگام میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۶ء میں ان کا کلکتہ میں انتقال ہوا۔ نعتیہ کلام پر مشتمل ان کا فارسی دیوان پہلی بار کلکتہ سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا اور تیسری بار ۱۹۳۵ء میں کانپور سے۔

اگست ۱۹۶۹ء میں جب ہادیان و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں قبلہ عالم قدس سرہ خانقاہ نیڈل شریف ضلع ہوگلی میں مقیم تھے اور اللہ کے فضل و کرم سے اس ناچیز کو خدمت عالی میں پہلی بار حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، تو حصول شرف بیعت سے ایک روز قبل بدھ ۶ اگست ۱۹۶۹ء کو دیوان دہلی مطبوعہ ۱۹۳۵ء کا ایک نسخہ وقتی مطالعہ کے لئے عنایت فرمایا۔ اور پینہ واپس ہونے سے قبل کلکتہ جاکر دلی دال تبرستان نشی پارالین، مانگ تھلا کلکتہ میں حضرت ولیؒ کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ التوار

۱۰ اگست ۱۹۶۹ء کو انک تہذیبی حضرت مولوی کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

دیوان ویسی میں دیئے ہوئے چند نامکمل پرانے پتوں کی مدد سے کچھ دشواری کے بعد اکتوبر ۱۹۶۹ء میں راجہ ننگال بی بی زہرا قدس سرہا کے پوتے جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہ سے رابطہ قائم ہوا اور کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ نومبر ۱۹۶۹ء میں دیوان ویسی کا ایک نسخہ کلکتہ سے منگوا یا حضرت صوفی صاحب کے سلسلہ سے واسطہ ایک بزرگ ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ، گوشہ نشین خانقاہ کانکھولی شریف۔ گاردون ایرج کلکتہ نے ۱۹۵۵ء میں حضرت صوفی صاحب قدس سرہا کے متعلق ایک مختصر مگر نہایت ہی کارآمد تصنیف حیات ویسی کے نام سے بنگلہ اور اردو میں شائع کیا تھا۔ اس کا ایک نسخہ ۱۹۶۴ء کے موسم گرما میں اعظم گڑھ کے ایک صاحب ذوق وکیل کے یہاں دیکھنے کا موقع ملا۔ میری گزارش پر مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ نے اس کتاب کا ایک نسخہ روانہ کیا، جو ۸ اگست ۱۹۶۴ء کو ملا۔

مارچ ۱۹۶۳ء میں شجرہ طریقت کی ترتیب و تدوین کے بعد قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہا کے حالات اور ان کی شاعری کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ ۱۹۶۴ء کے موسم گرما میں کتاب تیار ہو گئی اور اس کا مسودہ صاف کر کے اوائل جون ۱۹۶۴ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہا کی خدمت بایرکت میں اعظم گڑھ حاضر ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے مختلف نشستوں میں بکمال توجہ و محبت



کتاب کے مسودہ کی سماعت فرمائی۔ لفظ ویسی کی تحقیق کے سلسلہ میں دارالمصنفین کی لائبریری سے کتاب میں منگوا کر پوری طرح اطمینان حاصل کیا۔ کہیں کہیں عبارت میں ترمیم و تنسیخ کیا۔ غلطیوں کی تصحیح فرمائی۔ کتاب کو پسند فرمایا۔ مسرت شادمانی کا اظہار فرمایا اور محترم المقام جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب کی گزارش پر ۸ جون ۱۹۷۷ء کو کتاب کے متعلق چند دعائیہ کلمات بھی تحریر فرمائے۔

آئینہ ویسی کا جو ابتدائی مسودہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی منظوری کے لئے پیش کیا گیا تھا وہ زیر نظر کتاب کا صرف ایک تہائی حصہ تھا۔ اعظم گروہ سے واپسی کے بعد کتاب کی طباعت و اشاعت میں تاخیر ہوئی اور اسی دوران بنگال کے چند بزرگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا اور امیر المؤمنین حضرت سید احمد رضا شہیدؒ کے خلفا اور ان کے متوسلین کے متعلق گراں قدر معلومات حاصل ہوئیں جن کا کچھ حصہ کتاب میں شامل کرنا مناسب سمجھا۔

کتاب کے ابتدائی مسودہ میں حضرت مولانا سید فتح علی صاحب ویسیؒ کے آبائی وطن اسلام آباد چانگام کے متعلق دور اسلامی کے حالات بہت مختصر تھے لیکن بعد میں مختلف ذرائع سے مفصل معلومات حاصل ہونے پر تاریخی پس منظر اسلامی اقتدار اور مذہبی خدمات کے تین ابتدائی ابواب کو قدرے شرح و بسط سے بیان کر کے چانگامی مسلمانوں کی اہمیت اور ان کی بیش بہا خدمات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے کئی بار اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ

حامد حسن صاحب علویؒ کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ولی اللہی شاخ میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے حالات مطبوعہ میں اور تمام بزرگوں سے متعلق کتابیں باسانی مل جاتی ہیں۔ لیکن حضرت سید احمد شہیدؒ کے بعد کے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات اور ان کے کارناموں کے متعلق کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ چنانچہ زیر نظر تصنیف میں جہاں امیر المومنینؒ کے نامور خلیفہ اور حضرت صوفی صاحبؒ کے پیرو مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ وہاں حضرت امیر المومنینؒ کے دوسرے خلفاء حضرت مولانا امام الدین بنوگالیؒ حضرت مولانا کریمت علی جون پوریؒ اور حضرت گلزار ملاجہ اور ان کے خلفاء اور متوسلین کے بھی مختصر حالات پیش کئے گئے ہیں۔

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ کے خلفاء میں حضرت مولانا شاہ محمد الیومکر صاحب صدیقیؒ اور شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب عباسیؒ اور ان دونوں بزرگوں کے خلفاء اور متوسلین کی وین اد ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ بیسویں صدی عیسوی کی تین عظیم المرتبت ہستیوں حضرت سید عبدالباری شاہؒ حضرت حافظ حامد حسنؒ صاحب علویؒ اور حضرت مولانا محمد سعید خاں قبلہ عالم قدس سرہ کی گراں قدر خدمات اور ان کے شاندار اذریں کارناموں کو مفصل طور پر پیش کر کے حضرت صوفی صاحبؒ کے سلسلہ کے بزرگوں کے بارے میں کتاب کو بڑی حد تک جامع اور مکمل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ابتدائی مسودہ میں



ان تہنوں کے بزرگوں کے حالات شامل نہ تھے۔ ممکن ہے کہ ان تہنوں بزرگوں کے سلسلہ میں بعض تفصیلی حالات عام لوگوں کے لئے بہت زیادہ دلچسپی کا باعث نہ ہوں۔ لیکن سلسلہ سے وابستہ لوگوں کے لئے ان باتوں کی بڑی اہمیت ہے اور کہنے والے دور میں جب ملت اسلامیہ کی تازہ ترین مرتبہ کی جائے گی اور مشہور نشان میں اچھائے اسلام کی تحریکوں کا جائزہ لیا جائے گا، تو اس وقت ان باتوں کی بہت زیادہ اہمیت ہوگی اور جہاں تک رافضیہ کا تعلق ہے

لذیذ بود حکایت درازتر گفتم

آئینہ ولیسی کے دوسرے حصہ میں قطب الاشراف حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی کی فارسی شاعری اور ان کے نعتیہ کلام کا مختلف زاویہ نگاہ سے جائزہ لیا گیا ہے اور دوسرے اساتذہ فارسی کے کلام سے ان کے اشعار کا مقابلہ اور موازنہ کر کے ان کی شاعری کی قدر و قیمت واضح کرنے اور فارسی شاعری کی حیثیت سے ان کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر عنوان کے تحت ان کے کلام کا کافی نمونہ پیش کیا گیا ہے اور اخیر میں ان کی ۲۷ مکمل غزلیں پیش کی گئی ہیں۔ تاکہ ان مکمل غزلوں کی روشنی میں حضرت صوفی صاحب کی فارسی شاعری اور ان کی غزل گوئی کے محاسن کا اندازہ لگایا جاسکے۔

آئینہ ولیسی کی ترتیب و تدوین میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

یا جن حضرات کے خطوط کی روشنی میں کوئی واقعہ درج کیا گیا ہے۔ ہر جگہ

فٹ نوٹ میں اس کا مفصل حوالہ دیا گیا ہے اور کتاب کے آخر میں کتابیات کے عنوان سے ان تمام کتابوں کے نام مقام اور سال اشاعت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اور اسی عنوان کے تحت ان ۳۲ آدمیوں کے نام اور پتے بھی دیئے گئے ہیں، جن کے خطوط سے مدد لی گئی ہے۔ جن دوستوں اور بزرگوں نے مزارات وغیرہ کے عکس بھیجے ہیں ان کے نام اور پتے بھی ایک الگ عنوان کے تحت درج کر دیئے گئے ہیں۔

ادبی، مذہبی اور سیاسی شخصیتوں، تاریخی اور جغرافیائی تماموں کی ضروری حوالوں کے ساتھ فٹ نوٹ میں وضاحت کی گئی ہے، جس سے پڑھنے والوں کو آسانی ہو اور اگر خواہش ہو تو اس سلسلہ میں متعلقہ کتابوں کا براہ راست مطالعہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں۔

ہر جگہ، بحری سال کے ساتھ عیسوی سال اور کہیں کہیں ضرورت کے لحاظ سے ہنگامہ فصلی سال بھی دیا گیا ہے تاکہ سال اور تاریخ کے تطابق میں آسانی ہو متعلقہ علاقوں اور مقامات کی وضاحت کے لئے کتاب میں کل ۷ نقشے دیئے گئے ہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کی تحریر اور ان کے دستخط بزرگوں کے مزارات اور چند کتابوں کے صفحات کے کل ۲۱ عکس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔

کتاب کا بیشتر حصہ چھپنے کے بعد جو ضروری باتیں معلوم ہوئی ہیں، وہ اور

۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۷ء کو ہادیہ و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت



مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ عالم قدس سترہ کے انتقال پر ملال اور منگراؤ  
فعلِ عظم گدھے میں اُن کی تدفین اور مزار مبارک کے متعلق تمام حالات کتاب کے  
آخر میں بطور غمبہ شامل کر دیئے گئے ہیں۔

آئینہ وسیعی اعلیٰ حضرت پروردگار قبلہ عالم قدس سترہ کی نگاہ  
کرم اور اُن کی دعائے نیم شبی کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔ مگر چاہے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس  
سترہ نے اپنے ایک ناچیز اور ادنیٰ ترین غلام کی کاوشوں کے تقریباً تمام حصے کا  
مطالعہ فرمایا تھا اور انہیں بہ نظر احسان دیکھا تھا۔ لیکن کتاب کو آخری شکل میں  
دیکھنے سے تقریباً ہم روز قبل وہ اپنے مولا سے جاملے۔ کتاب کی اشاعت میں جو  
غیر معمولی تاخیر ہوئی اس میں میری کوتاہی سے زیادہ میری بے بسی کا دخل ہے۔  
ناچیز راقم السطور کو اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا مکمل احساس ہے۔  
حتیٰ الامکان کتاب کو مفید اور کارآمد بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کالج میں  
درس و تدریس کے مشاغل اور بعض انتظامی امور کی ذمہ داریوں کے ساتھ آئینہ وسیعی  
کی کتابت اور طباعت کی ہر منزل میں سارا کام خود تنہا انجام دینا پڑا ہے۔  
حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیعی قدس سترہ کے حالات کے  
سلسلہ میں مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ کی کتاب حیاتِ وسیعی نے بنیاد کا  
کام کیا ہے۔ مولانا نے اپنے بہت سے خطوط کے ذریعہ میری مدد کی ہے اور بہت ساری  
بھی۔ ڈھاکہ سے محترم المقام الحاج الحافظ مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین  
صاحب اداام اللہ فیوض نے کتاب کی تدوین کے سلسلہ میں تقریباً ۳۵ خطوط لکھے۔

کتابیں بھیجیں۔ بزرگوں کے مزادات اور کتابوں کے عکس روانہ کئے۔ دوسروں سے خطوط لکھوائے۔ حضرت صوفی صاحب کی اولاد اجداد اور اُن کے خلفاء مریدین اور متوسلین کے حالات مرتب کرنے میں مجھے مولانائے محرم کے خطوط سے بہت مدد ملی ہے۔

مولانا محمد اطہار الحق صاحب کے خطوط سے ملے پائش (پرکنہ نظام پور) ضلع چانگام، مولانا عبدالشہان صاحب کے خطوط سے فرفرا شریف ضلع ہوگلی اور ڈاکٹر محمد اہو تباب صاحب کے خطوط سے منگل کوٹ ضلع بدوان اور وہاں کے بزرگوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوئیں۔ میری گزارش پر میرے برادر طریقت اور کرم فرما جناب حاجی غلام کبریا صاحب نے ڈھاکہ سے سید مرتضیٰ علی کی کتاب ہسٹری آف چٹاگانگ کی ایک جلد روانہ کی۔ جس سے ابتدائی ابواب کی ترتیب اور اضافہ میں بہت مدد ملی۔

محبت گرامی قدر جناب الحاج پروفیسر سید شاہ امین احمد صاحب کاظمی صدر شعبہ عربیہ پٹنہ یونیورسٹی سے مدد و رسول حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور عزیز ڈاکٹر سید انوار احمد صاحب صدر شعبہ فارسی پٹنہ لالچ سے حضرت شیخ یوسف گداؤر اُن کی کتاب تحفۃ البصائر کے متعلق میری معلومات میں اضافہ ہوا اور مدد ملی۔ عزیز ڈاکٹر حبیب المرسلین صاحب لکچر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی نے آئینہ ولیسی کے اخیر میں حضرت ولیسی کی مکمل غزلوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا مفید مشورہ دیا۔ میرے اقبال کے نواسے الحاج بابو



محمد اسرار الحق خان صاحب محترم نے حضرت حافظ حامد حسن صاحب مولویؒ کے خلفاء کی فہرست روانہ کی۔ میں ان تمام حضرات کا ممنون احسان ہوں۔ ان کے علاوہ جن بزرگوں، دوستوں، معززینوں نے کسی طرح سے بھی اس کتاب کی تدوین میں میری مدد کی ہے، خطوط لکھے ہیں۔ مزارات کے عکس بھیجے ہیں، مشورے دیئے ہیں۔ بہت افزائی کی ہے اور جن کی کتابوں سے میں نے مدد لی ہے، ان سب کا رہن مہنت اور شکر گزار ہوں۔

اس موقع پر جناب مولوی غفران احمد صاحب رضوی قادری مرحوم (پوکھریہ - تھانہ پوری - ضلع سیتا موہی - بہار) کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جنہوں نے بچپن میں اس ناچیز کو والد مرحوم کی نگرانی میں نہایت ہی خلوص اور محبت کے ساتھ فارسی زبان و ادب کی تعلیم دی تھی۔ وہ تعلیم آئینہ و سی کی تدوین کے وقت کام آئی۔ اللہ پاک ان کی برکات کو اپنی رحمت کے پھولوں سے بھر دین اور ان کا مقام بلند فرمائیں۔

یونیورسٹی فلیٹ لا کالج کمپاؤنڈ  
پٹنہ ۶۱

سب درگاہ و نسی اور غلام غلام  
ناچیز

محمد مطیع الرحمن

۱۲۸۲ھ ۲۸ صفر المنظر ۱۳۹۶ھ  
مطابق ۲۹ فروری ۱۹۷۶ء

# آئینہ روینی

فہرست مضامین  
حصہ اول

- ۱۔ اسلام آباد چانگام کا تاریخی پس منظر
- چانگام اور اراکان کے ساحل پر عرب مسلمانوں کی آمد <sup>۱</sup>؛ عذوم <sup>۲</sup>؛  
حضرت شرف الدین بہاری <sup>۳</sup>؛ حضرت سید مختیار ماسی سوار <sup>۴</sup>؛  
حضرت صوفی سید محمد دائم <sup>۵</sup>؛ حضرت بدر الدین بدر عالم زائد <sup>۶</sup>؛  
منا <sup>۷</sup>؛ خواجہ شہاب الدین حق گو <sup>۸</sup>؛ عذوم سید اشرف جہانگیر سمنانی <sup>۹</sup>؛  
مظ <sup>۱۰</sup>؛ شاہ رکن الدین رکن عالم <sup>۱۱</sup>؛ حضرت جلال عینی <sup>۱۲</sup>؛ سپہ سالار  
سید نصیر الدین <sup>۱۳</sup>؛ سید قتال <sup>۱۴</sup>؛ شاہ چاند اولیا <sup>۱۵</sup>؛  
شاہ محسن اولیا <sup>۱۶</sup>؛ حضرت سلطان بایزید بسطامی <sup>۱۷</sup> کی درگاہ <sup>۱۸</sup>؛  
شیخ فرید <sup>۱۹</sup> کا چشمہ <sup>۲۰</sup>؛ حضرت سید محمد یوسف شاہ پیر <sup>۲۱</sup>؛  
حضرت جلال جلی <sup>۲۲</sup>؛ شاہ ملا سکین <sup>۲۳</sup>؛ شاہ عمر <sup>۲۴</sup>؛ قاضی ہر گل <sup>۲۵</sup>؛  
حضرت حامد شاہ <sup>۲۶</sup>؛ سہمی اولیا <sup>۲۷</sup>؛ شاہ عین الدین <sup>۲۸</sup>؛



شاہ احمد شہزادہ؛ حضرت شاہ امانت اللہ صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی؛  
 شاہ وعظ الدین صاحب مدظلہ العالی؛ مولانا سید محمد علی مدظلہ العالی؛ مولانا سید نور الحق مدظلہ العالی؛  
 سید شاہ ابوالقاسم مدظلہ العالی۔

## ۲۔ چانگام پر اسلامی اقتدار

۴۵

نور الدین مبارک شاہ؛ علاء الدین حسین شاہ مدظلہ العالی؛ ناصر الدین  
 نعت شاہ؛ داؤد خاں قرانی مدظلہ العالی؛ پرتگالی بحری قزاقوں کے مظالم؛  
 مغل صوبہ دار نواب اسلام خاں مدظلہ العالی؛ نواب قاسم خاں؛ نواب ابراہیم خاں  
 نواب خانہ زاد خاں، نواب قاسم خاں جوینی

۵۳، نواب اسلام خاں شہیدی مدظلہ العالی، سلطان شجاع مدظلہ العالی؛ امیر الامراء نواب  
 شاکستہ خاں مدظلہ العالی؛ چانگام پر مغل فوج کا حملہ اور قبضہ مدظلہ العالی؛ بزرگ امیر خاں؛  
 میر تقی؛ رائو پر قبضہ مدظلہ العالی، جامع مسجد چانگام مدظلہ العالی، نصیر آباد کی مسجد مدظلہ العالی،  
 حمزہ خاں کی مسجد مدظلہ العالی، الساک کی مسجد؛ دہنزاری؛ دیوان ہاٹ کی مسجد مدظلہ العالی؛  
 مسجد جولا بار؛ مسجد ولی بیگ خاں؛ چارباگ کی مسجد؛ مسجد قدم مبارک؛ فوجدار  
 یسین خاں مدظلہ العالی؛ ادھو خاں؛ ضلع چانگام کی آبادی اور مسلمان مدظلہ العالی؛ چانگام  
 میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیسی کا خاندان مدظلہ العالی۔

## ۳۔ چانگامی مسلمانوں کی مذہبی خدمات

۷۱

بنگال میں وشنوی تحریک کے اثرات؛ سید سلطان مدظلہ العالی؛ شیخ پران مدظلہ العالی؛  
 خاتجی محمد صاحب مدظلہ العالی؛ نصر اللہ خاں مدظلہ العالی؛ محمد خاں مدظلہ العالی؛ شیخ مطلب مدظلہ العالی؛

سید محمد شفیعؒ، سید حکیمؒ ۷۸، نوازش خاں ۷۹، قمر علیؒ، عبد الباقیؒ

صدیقیؒ ۸۰، محمد فصیحؒ، محمد جانؒ، شیخ منصورؒ، محمد وزیر علیؒ ۸۱، علاؤ

۸۱، اخوندگار شاہ عبد الکریمؒ ۸۲، علی رضاؒ، سید محمد مقیمؒ ۸۶، محمد علی

عادل پوریؒ ۸۷، سید نور الدینؒ ۸۸، خان بہادر حمید اللہ خاں نقشبندی مجددیؒ ۸۸

۴۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بنگالی رفقاء کے کار ————— ۹۲

حضرت سید احمد شہید بریلویؒ، بنگالی مجاہدین، مولوی امام الدین بنگالیؒ ۹۶

۵۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ ————— ۱۰۲

حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے شرف بیعت، حاجی چاندؒ، مولانا محمدی

انصاریؒ ۱۰۳، نگر ضلع بیرکھوم، صوفی صاحبؒ کے انتقال کی تاریخ،

پرگنہ نظام پور، شیر شاہ سہر، نظام شاہ سہر (لوگنڈل) ۱۰۴، اراکانی

راجاؤں پر اسلامی اثرات، دولت وزیر بہرام خاں ۱۰۵، فتح آباد، میر سرائے

اویسے یاش ۱۰۶، صوفیہ روڈ، صوفیہ نوریہ مدرسہ، حضرت صوفی نور محمد صاحب

نظام پوریؒ کی ہمیشہ کی اولاد ۱۰۷، مولانا عبد الغنی صاحب مدظلہ، جامع

مسجد چانگام کی واکزاری ۱۰۸، احادیث النجاشی، مولانا امام الدین بنگالیؒ

کا وطن ۱۰۹، اُن کی وفات کی تاریخ، سعد اللہ پور ضلع نواکھالی، تبرکات

عالمیہ ۱۱۰۔

حضرت مولانا کریمت علی صاحب جون پوریؒ ۱۱۱، مولانا حافظ احمد

جون پوریؒ ۱۱۲، مولانا حافظ عبدالرب جون پوریؒ ۱۱۳، مولانا شاہ محمد عقیق



پدر پوریؒ ۱۳۲؛ حضرت مولانا شاہ گلزار ملازم ۱۳۶؛ خواجہ لاسکر ملازم؛  
حضرت شاہ حسن اللہ صاحب صدیقی نقشبندیؒ ۱۳۷؛ شاہ عبدالعزیز صاحب  
مجددیؒ؛ جناب الحاج سید ابوالبشر محمود حسین صاحب ظہر ۱۳۹۔

۶۔ مولوی سید وارث علی صاحب ۱۴۱

۷۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ونسیؒ کی پیدائش اور تعلیم ۱۴۶

تاریخ پیدائش؛ مدرسہ دہسہ قلعہ پورہ ۱۴۷؛ حضرت مولانا

شاہ صوفی غلام قادر صاحب؛ فارسی زبان و ادب پر عبور کامل۔

۸۔ حصول بیعت اور تعلیم طریقت ۱۴۸

۹۔ سلاسل طریقت ۱۴۹

طریقہ عالیہ نقشبندیہ؛ طریقہ عالیہ قادریہ؛ طریقہ عالیہ چشتیہ

۱۰۔ ملازمت ۱۵۰

نواب واجد علی شاہ اختر والی اودھ ۱۵۱؛ ٹیپا بیج ۱۵۲؛ پولشیل  
نیشن آفس ۱۵۳؛ ملازمت سے استعفا

۱۱۔ شادی ۱۵۴

بی بی فاطمہ قیس نیرا؛ سرکار شریف آباد؛ مخدوم شاہ محمد غزنوی غٹ  
راہی پیرج؛ شاہ عبداللہ گجرانی ۱۵۶

حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی ۱۵۶؛ حضرت امام ربانی

سرمندیؒ سے ملاقات اور شرف بیعت ۱۵۸؛ شہزادہ خرم شاہ جہاں

کی دربار میں حاضری منہ ۱۶؛ شاہ جہانی مسجد، پیر نوکھر منگل کوٹ منہ ۱۶۱؛ رشید  
شہزاد لیدی کا خزانہ عقیدت؛ مکتوبات حضرت امام ربانیؒ اور حضرت شیخ حمید  
بنرگالیؒ منہ ۱۶۳؛ خلافت نامہ منہ ۱۶۵؛ مزار مبارک کی صفائی اور مرتب منہ ۱۶۷۔  
حضرت ذاکر علی القادریؒ منہ ۱۶۹؛ شاہ طفیل علی قادریؒ منہ ۱۷۱؛ سید مہر علی  
قادریؒ منہ ۱۷۱؛ سید مرشد علی القادریؒ؛ سید شاہ ارشد علی قادریؒ منہ ۱۷۲۔  
اخوند کاران صدیقیؒ منہ ۱۷۲؛ حاجی بہرام سقہ بردوانیؒ منہ ۱۷۳؛ بردوان  
منگل کوٹ ضلع بردوان منہ ۱۷۴؛ پناسی ضلع مرشد آباد منہ ۱۷۵۔

## ۱۲۔ انتقال \_\_\_\_\_ منہ ۱۷۶

مزار مبارک کے کتبے؛ قطعہ تاریخ وفات؛ مدرسہ دارالفتون  
مانک تہ۔

## ۱۳۔ ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ \_\_\_\_\_ منہ ۱۸۱

## ۱۴۔ اولاد اعباد \_\_\_\_\_ منہ ۱۸۵

سید محمد مصطفیٰ علیؒ؛ مولانا سید مسعود الرحمن صاحب منہ ۱۸۶؛ جناب  
الحاج سید محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ منہ ۱۸۸؛ سید شہید عالم صاحب بارہ پٹالا؛  
آزیزیل مشر حبیبش عبدالرحمن چودھری؛ راجہ بنگال حضرت بی بی سیدہ زہراؒ منہ ۱۸۹؛  
بی بی سیدہ زہرا کی اولاد منہ ۱۹۰؛ جناب سید عبدالمتین صاحب منہ ۱۹۱؛ اولاد کا  
شجرہ نسب منہ ۱۹۲۔

## ۱۵۔ اخلاق و عادات \_\_\_\_\_ منہ ۱۹۳



۱۶۔ کشف و کرامات \_\_\_\_\_ ۱۹۴

مولانا شاہ سعادت حسین صاحبؒ؛ سائیں توکل شاہؒ

۱۷۔ خلفا اور مریدین \_\_\_\_\_ ۱۹۹

مولوی ایاز الدین صاحبؒ ص ۲۰۲، صوفی نیاز احمد صاحبؒ ص ۲۰۳، کارا اوتی  
شہر بدوان ص ۲۰۶، مسٹر فضل الرحمن مرحوم ص ۲۰۷، مولانا صوفی اکرام الحق صاحب  
ص ۲۰۸، مولوی عبدالعزیز صاحبؒ چند در ضلع ہوگلی ص ۲۱۱، مولوی اکبر علی صاحبؒ،  
ص ۲۱۲، مولوی امجد علی صاحبؒ ص ۲۱۵، مولوی احمد علی صاحبؒ، مولوی عبدالقادر  
صاحبؒ، شاہ دیدار بخشؒ، شیخ قربان علیؒ۔ شیخ داہد علیؒ ص ۲۱۶، مرزا اثر علیؒ  
ص ۲۱۷، مولوی عطار الرحمنؒ، مولوی سید ذوالفقار علی صاحبؒ، مولوی  
عطار الہی صاحبؒ ص ۲۱۹، میر شاعر علی عرب تیمور مرحوم ص ۲۲۱، شاہ بقار اللہ  
صاحبؒ، مولوی قاضی خدازادہ صاحبؒ ص ۲۲۲، منشی شرافت اللہ صاحبؒ  
ص ۲۲۴، مولوی مبین اللہ صاحبؒ ص ۲۲۵، مولوی عبدالقادر صاحبؒ ص ۲۲۶،  
شاعر محمد مرزا حق، مولوی گل حسین صاحب خراسانی ص ۲۲۸، حافظ محمد ابراہیم  
صاحبؒ، منشی صداقت اللہ صاحبؒ ص ۲۲۹۔

۱۸۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ \_\_\_\_\_ ۲۳۰

۱۹۔ فر فر شریف \_\_\_\_\_ ۲۳۴

سیرام پور ضلع ہوگلی ص ۲۳۷

۲۰۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ \_\_\_\_\_ ۲۴۲

مدرسہ صوفیہ نوریہ طے یاش اور مدرسہ فتحیہ فرزا شریف ص ۲۴۴؛ اولاد؛  
 خلفا؛ مولانا شاہ ابوالنصر محمد عبدالحی صاحب مدظلہ ص ۲۴۹؛ مولانا محمد روح اللہ  
 صاحب ص ۲۵۰؛ مولانا عبدالحق صاحب ص ۲۵۱؛ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن  
 عرف نسیمی بیگم ص ۲۵۱؛  
 مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب جلالی ص ۲۵۲؛ مولانا محمود بخت بختیاری  
 مدظلہ ص ۲۵۵؛ مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ؛ حیات دہلی ص ۲۵۶؛  
 مولوی تمیز الدین خان مرحوم ص ۲۵۹؛ مولوی سید حاتم علی مدظلہ ص ۲۶۳؛  
 مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ص ۲۶۳؛ خان بہادر ابوالخیر  
 محمد صدیق ص ۲۶۸؛ نواب زادی عصمت آرا بیگم صاحبہ ص ۲۷۰؛ الذاہر  
 جلیل صاحب ص ۲۷۱۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ص ۲۷۵؛ انتقال؛ علمی کارنامے ص ۲۸۱؛  
 محمد صفی اللہ صاحب ص ۲۸۰؛ مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی کے مریدین ص ۲۸۸  
 ۲۸۹۔ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب عیسیٰ —————  
 شہنشاہ جارج پنجم سے ملاقات ص ۲۹۳؛ اولاد ص ۲۹۴؛ مولانا ابوالبرکات  
 محی الدین صاحب ص ۲۹۶؛ بحیثیت نظمیں ص ۲۹۸؛ خلفا اور مریدین ص ۳۰۱۔  
 قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ ص ۳۰۲؛ بال گڑھ ضلع  
 بوگلی ص ۳۰۳؛ محلہ بالی شہر بوگلی ص ۳۰۴؛ نل ڈانگا ضلع بوگلی میں قیام ص ۳۰۵؛  
 حضرت کریم بخش علوی سے شرف بیعت ص ۳۰۸؛ حضرت مولانا شاہ غلام اسمانی

سے شرفِ بیعت ۳۱۱ء؛ کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ کا سفر ۳۱۲ء؛ حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی تربیت؛ مولوی عبدالقادر صاحبؒ ۳۱۵ء؛ چھناؤں مرحوم (نابینا) ۳۱۶ء؛ وزیر مرحوم؛ اجودھیا کا سفر ۳۱۸ء؛ انتقال ۳۲۰ء؛ جذب و کیف ۳۲۲ء؛ اندراجِ انتہاست فی الہدایت ۳۲۵ء؛ خلفا اور مریدین ۳۲۷ء؛ سوانح حیات ۳۲۹ء؛ خانقاہِ بندیل شریف ۳۳۰ء۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ ۳۳۱ء؛ حضرت کریم بخش علویؒ کا سلسلہ عالیہ چشتیہ ۳۳۳ء؛ کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ ۳۳۴ء؛ حضرت مولانا شاہ غلام سلیمانؒ کے دربار میں ۳۳۶ء؛ چانگام کا سفر ۳۳۷ء؛ معمولات ۳۳۶ء؛ انتقال ۳۵۱ء؛ اولاد ۳۵۲ء؛ قوتِ تاثیر اور علمی تبحر ۳۵۸ء؛ مولانا فیض احمد صاحب بہاریؒ ۳۵۹ء؛ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے اخلاقِ حسنہ ۳۶۱ء؛ مریدین اور متوسلین کے لئے وصیت ۳۶۲ء؛ خلفاء ۳۶۸ء۔

طوکار احمد اللہ صاحبؒ ۳۶۰ء؛ الہ آباد ۳۶۱ء؛ حافظ محمد ظہور صاحبؒ؛ مولانا محمد یحییٰ ضلع اعظم گڑھ؛ مولانا عبدالسمیع صاحبؒ ۳۶۲ء؛ ہفتیاں ضلع پورنیہ ۳۶۴ء؛ صوفی عبدالحکیم صاحب ہفتیاں ۳۶۶ء؛ ضلع پورنیہ کی مسلم آبادی؛ مولانا شبلی مرحوم ندواؤں ۳۶۷ء؛ حافظ محمد نسیر صاحبؒ چانگام ۳۶۹ء؛ ضلع اکیاب (برما) کے خلفاء ۳۸۱ء؛ رنگوں (برما) کے خلفاء ۳۸۳ء؛ ماسٹر محمد عیسیٰ صاحب کوریا پارہ ۳۸۴ء؛

الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ مدظلہؒ ۳۸۵ء؛ نوادری ضلع



اعظم گروہ ۳۸۷؛ چھتے پور ضلع اعظم گروہ ۳۹۰؛ تعلیم ۳۹۳؛ شبلی نیشل  
ہائی اسکول اعظم گروہ ۳۹۴؛ حرمین شریفین کی زیارتیں ۳۹۴؛ تہلیفی دورے  
اور سفر ۳۹۵؛ جہانوں کی تواضع ۳۹۷؛ روزانہ کے معمولات ۳۹۸؛ لباس  
اور طعام ۳۹۹؛ منکرانوں ضلع اعظم گروہ ۴۰۰؛ اولاد ۴۰۳؛ جناب عبداللہ  
خان صاحب ۴۰۵؛ جناب محمد عبداللہ خان صاحب ۴۰۶؛ جناب محمد افتخار  
صاحب؛ پیغام عمل ۴۱۱؛ خلفاء اور مریدین ۴۱۲؛ (مریدین کے سلسلہ میں ۵۲۲)  
پر غیمہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۲۲۔ حضرت صوفی سید فتح علی شاہ صاحب ولیسی رح کا تخلص ۴۱۷

۲۳۔ دیوان ولیسی ۴۱۸

## حصہ دوم

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی رح کی شاعری

۱۔ حضرت ولیسی قدس سرہ اور عشق رسولؐ ۴۲۶

۲۔ حضرت ولیسی رح کی غزل گوئی ۴۳۰

۳۔ نعت نویسی کی روایت ۴۳۳

شیخ شرف الدین سعدی شیرازیؒ ۴۳۳؛ مولانا جلال الدین رومیؒ؛

خواجہ ابوالحسن خسروؒ ۴۳۶؛ مولانا نور الدین عبدالرحمن جامیؒ ۴۳۷؛ شیخ

ابوالفیض فیضی، حضرت مرزا جان قدسیؒ ۴۳۹؛ مرزا اسد اللہ خاں غالبؒ

علامہ اقبالؒ صاحبؒ، مولانا احمد رضا خان صاحب بریلویؒ، ایک ہنگامی شاعر۔

۴۔ حضرت ولیسی قدس سرہ اور لغت رسولؐ \_\_\_\_\_ ۴۴۵

۵۔ اثباعت سنت رسولؐ \_\_\_\_\_ ۴۵۰

۶۔ مدح و توصیف رسولؐ \_\_\_\_\_ ۴۵۴

۷۔ محبوب کے منظرِ حسن اور رنگِ تغزل \_\_\_\_\_ ۴۵۸

۸۔ اے خوشا شہرے کہ آں جاد لبرست \_\_\_\_\_ ۴۶۲

۹۔ آرزوئے دیدارِ جمالِ جاناں \_\_\_\_\_ ۴۶۳

۱۰۔ القابِ محبوب \_\_\_\_\_ ۴۶۷

۱۱۔ منقبتِ شاہ اولیاء و غوث الاعظمؒ \_\_\_\_\_ ۴۶۹

۱۲۔ متفرقات \_\_\_\_\_ ۴۷۳

مرثیہ مولوی محمد شاہ رحمہ : تاریخ وفات اہلیہ حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی

۴۷۴ : خط بنام شمس العلماء مولانا محمد سعید عظیم آبادی ۴۷۵

۱۳۔ حضرت ولیسی رحمہ اور اساتذہ فارسی \_\_\_\_\_ ۴۷۸

خواجہ حافظ شیرازیؒ ۴۷۹ : خواجہ امیر خسروؒ ۴۸۶ : عرفی شیرازیؒ ۴۸۷

خواجہ معین الدین چشتیؒ ۴۸۸ : حکیم سنائیؒ ۴۸۹ : حکیم افضل الدین

خاقانیؒ ۴۹۱۔

۱۴۔ حضرت ولیسیؒ اور ان کی شاعری کے متعلق دوسروں کے خیالات \_\_\_\_\_ ۴۹۴

نواب سدریق حسن خاں مرحوم، حاجی عبدالغفور صاحبؒ ۴۹۷ : ڈاکٹر محمد شہید اللہ

- مرحوم ۱۷۹۸ء؛ مولانا محمد سعید احمد اکبر آبادی؛ مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب عمقری
- مولانا امیر الدین احمد ص ۵۰۰؛ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب ص ۵۰۱؛ مولانا
- ابو محفوظ الکریم صاحب معصومی ص ۵۰۱؛ ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب ص ۵۰۲۔
- ۱۵۔ حضرت ویسی رح کو نواح عقیدت ————— ۵۰۲
- مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب تذکرہ پوری؛ مولانا شاہ عبدالرحمن
- صاحب عمقری ص ۵۰۲
- ۱۶۔ خاتمہ کتاب ————— ۵۰۲
- ۱۷۔ انتخاب غزلیات ————— ۵۰۸
- ۱۸۔ کتابیات ————— ۵۲۸
- کتابیں؛ نقشے، ۵۳۶؛ خطوط مرسلہ ۵۳۶
- ۱۹۔ عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب مرسلہ ————— ۵۳۹
- ۲۰۔ ضمیمہ امینہ ویسی ————— ۵۴۲
- نواب سید محمد صاحب مرحوم ۵۴۲؛ جناب سید ابوالبشر محمود حسین صاحب
- ۵۴۳؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے مزار شریف کے کتبے
- جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ۵۴۴؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی
- کے ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ ۵۴۴؛ اولاد اجداد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
- ویسی رح ۵۴۵؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے خلفاء اور مریدین
- ۵۴۶؛ آرام باغ ضلع ہوگلی ۵۴۷؛ روضہ شریف کا سالانہ جلسہ ۵۴۸



مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے خلفا اور مریدین ۵۴۸ء اولاد  
 امجد حضرت حامد حسن صاحب تلویح ۵۵۵ء جناب ابوبکر اسرار الحق نا  
 صاحب مدنیوفہ ۵۵۵ء جناب مولانا خلیص الرحمن صاحب، ڈھاکہ ۵۵۲ء  
 معذرت یہ سلسلہ فہرست مریدین حضرت قبلہ عالم قدس سرہ ۵۵۵ء -  
 شیخ طریقت غوث زمان ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا  
 محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کا انتقال پر ملال ۵۵۵ء  
 اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار پر انوار ۵۶۲ء

---

# فہرست نقشہ جات

صفحہ	پیمانہ فی انچ	نقشہ	سلسلہ وار نمبر
۳۶	۳۲ میل	ضلع چانگام	۱۔
۴۰	۱۶ میل	ضلع چانگام (شمالی حصہ)	۲۔
۴۱	۱۶ میل	ضلع چانگام (جنوبی حصہ)	۳۔
۹۴	۱۶ میل	معرکہ زارہ صوبہ سرحد	۴۔
۹۶	ایک میل	پنجتار (مخلاتہ سوات صوبہ سرحد)	۵۔
۱۰۱	۳۵۲ گز	مشہد بالا کوٹ (ضلع ہزارہ، صوبہ سرحد)	۶۔
۱۱۸	خاکہ	ملے یاش (میرسرے، ضلع چانگام)	۷۔
۱۴۲	۲۱۵ گز	قلعہ پنجتار (صوبہ سرحد)	۸۔
۱۵۵	۸ میل	سرکار شریف آباد (پنجاب)	۹۔
۱۷۷	۸ میل	کلکتہ	۱۰۔
۱۸۲	۵۸۴ گز ۸ انچ	مانک تلا - کلکتہ	۱۱۔
۲۲۳	۹ میل	چندور، کان پور، فرخا شریف (ضلع بوگلی)	۱۲۔

صفحہ	پیمانہ فی انچ	نقشہ	سلسلہ وار عبارت
۲۲۰	۱/۲ میل	فوز شریف اور بنڈیل شریف (ضلع ہوگی)	۱۳-
۳۳۵	۴ میل	کونڈا، پھتے پور، نوناری (ضلع اعظم گڑھ)	۱۴-
۴۰۱	۴ میل	منگرا نواں، نوناری اور اعظم گڑھ	۱۵-
۵۵۶	۲۰۰ گز	شمالی حصہ موضع منگرا نواں ضلع اعظم گڑھ	۱۶-
۵۶۷	۲۴ گز	مزار پیر انوار اور مسجد منگرا نواں شریف	۱۷-



# فہرست عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب

مقابل صفحہ

عکس

سلسلہ وار نمبر

- ۱۔ بالا کورٹ ضلع ہزارہ (گنہارندی اور پکی) صوبہ سرحد، پاکستان ۹۲
- ۲۔ گڑھی حبیب اللہ خان ضلع ہزارہ۔ صوبہ سرحد، پاکستان ۹۴
- ۳۔ مرقداؤ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری۔ پاش ضلع چارنگام ۱۱۸
- ۴۔ احادیث الخوانین (تاریخ حمید) ص ۲۰ مصنفہ خان بہادر حمید اللہ خان مرحوم ۱۲۵
- ۵۔ مزار مبارک مولانا کرامت علی صاحب جون پوری۔ رنگ پور ۱۳۰
- ۶۔ مزار مبارک ادریس حضرت شاہ حسن اللہ صاحب موساری کھولا۔ ڈھاکہ ۱۳۸
- ۷۔ دستخط مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی ۱۵۳
- ۸۔ مزار مبارک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالی۔ منگل کورٹ ضلع بردوان ۱۶۰
- ۹۔ خلافت نامہ حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالی۔ منگل کورٹ ضلع بردوان ۱۶۶
- ۱۰۔ مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی۔ مانک تلہ۔ کلکتہ ۱۶۶
- ۱۱۔ لوح مزار پیر اوزار حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی۔ مانک تلہ۔ کلکتہ ۱۷۸
- ۱۲۔ تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی ۲۰۹
- ۱۳۔ تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی ۲۱۰

سلسلہ وار فقیر	عکس	مقابلہ صفحہ
۱۳۔ مرقد النور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ فرزند شریف ضلع ہوگلی		۲۲۷
۱۵۔ مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسیؒ فرزند شریف ضلع ہوگلی		۲۹۱
۱۶۔ مزار پیرانوار حضرت سید عبدالباری شاہؒ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی		۲۳۰
۱۷۔ خانقاہ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی		۲۳۰
۱۸۔ دیوان و تہی مطبوعہ ۱۸۹۸ء کاسٹریک		۴۱۸
۱۹۔ گنبد خضریٰ		۴۲۶
۲۰۔ مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ فیض آباد وڈ۔ گوندہ		۳۵۲
۲۱۔ مزار پیرانوار حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب منگراڈاں شریف ضلع فیض آباد		۵۷۰

# در بار رسالت اکبر میں

یاد صبا کی موج سے نشوونما خالص  
میری نفس کی موج سے نشوونما آرزو  
خونِ دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش  
ہے رگ ساز میں اں صبا ساز کا لہو

فرصت کش مکش مدہ اس دل بے قرار را  
یک دو گن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتا  
کنید آئینہ رنگ تیرے محیط میں حیا  
عالم آب و خاک میں تیرے طور و فروغ  
ذرہ ریک کو دیا تو نے طلوع آفتاب  
شوکتِ بنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود  
فقرِ جنید و یارِ یزدت تیرا حال نقاب  
شوقِ ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام  
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیرہ وقار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے  
طبعِ زمانہ تازہ کر جلوہ بے حجاب سے

(ببل باغ حجاز علامہ اقبالؒ)





## ۱۔ اسلام آباد چالنگام کا تاریخی پس منظر

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے پہلے عرب مسلمان  
کاٹھیاواڑ، کوئٹہ، مالابار اور کابل و منڈل کے ساحلی مقامات کی طرح چالنگام اور  
اراکان کے ساحل پر آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں تجارت اور تبلیغ دین

۱۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق (اردو ترجمہ)۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء۔ ص ۲۵۳، بحوالہ  
اراکان راج سنگھ سامنتیہ (اراکان دربار کا ننگالی ادب) ڈاکٹر انعام الحق۔ ”یہ واقعہ ہونگ جہاں  
میں سے ”ہاتویانگ“، ”ساندھیا“، ”یامہات چندرا“ (۸۱۰-۶۷۸) کے دور کا ہے کہ عرب  
تاجروں نے چنگام آکر مستقل سکونت اختیار کرنا شروع کی۔ کسی حد تک ان عرب تاجروں کی بدولت  
یہ تھا کہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں اس علاقہ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ ہسٹری  
آف چٹاگانگ (انگریزی) سید رفیع علی۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ج ۱-۹، بحوالہ ۱۔ ابن خردادہ متوفی  
۳۰۰ھ (۹۱۲ء) ابوالقاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن خردادہ۔ کتاب المسالک والممالک ۲۵۰ھ۔ ۲۔  
المسعودی۔ متوفی ۳۴۵ھ (۹۵۶ء) ابوالحسن علی مسعودی مصری۔ کتاب تاریخ الزمن۔ [بقیہ عیشہ ص ۲ پر]

کے خیال سے پہنچے تھے۔ لیکن چونکہ علاقہ بہت پیچیدہ پہاڑوں اور گھنے جنگلوں سے بھرا تھا  
 درائع آمدورفت کی دشواری تھی اور اندر کے جنگلی علاقوں میں نہایت غیر مہذب اور  
 وحشی قومیں آباد تھیں۔ اس لئے یہ عرب مسلمان اندرون ملک میں نفوذ نہ کر سکے اور ان  
 کی تجارتی اور تبلیغی کاوشیں چاٹگام اور اراکان کے علاقہ میں صرف ساحل سمندر کی  
 بتلی سی دھچی تک محدود رہیں۔ کچھ عرب مسلمان آباد بھی ہوئے۔ مقامی خوردتوں سے  
 شادیاں کیں۔ چنانچہ آج بھی چاٹگام کے بعض علاقوں اور اراکان کے ساحل پر مسلمانوں  
 میں عرب خون کی آمیزش ملتی ہے۔ عرب مسلمانوں کے اثرات کا نتیجہ ہے کہ آج بھی عام  
 ہندوستانیوں کے مقابلہ چاٹگام کے مسلمان سمندر پر چھائے ہوئے ہیں۔ وہ کثیر تعداد  
 میں ملکی اور غیر ملکی جہازوں کی کمپنیوں میں ملازم ہیں۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں جاتے ہیں۔ کلکتہ  
 میں ان چاٹگامی جہازرانوں کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ تقسیم ہند کے بعد جب کہ نفرت و  
 حقارت بے اعتمادی اور بددلی جنوں کے کالے بادل چھائے ہوئے تھے، ان چاٹگامی  
 مسلمانوں کے بغیر کلکتہ کی بندرگاہیں پندرہ بیس سال تک کام چلانا مشکل تھا۔ پاکستان  
 کی بحری فوج میں بنگالی مسلمانوں کی اکثریت تھی اور ان میں معتد بہ تعداد چاٹگامی مسلمانوں

رقیبہ حاشیہ ص ۱۲۱ مروج الذہب و معادن الجواہر ۳۰۳ھ - ۳۰۳ھ سلیمان - سلسلہ التواریخ ۲۳۸ھ  
 ۶۹۱۵

اورنگ آبادی (پیدائش ۲۹۳ھ - کتاب ۵۲۹ھ)؛ مضمون بنگال میں اسلام (عہد مغلیہ سے  
 ۶۱۰۹۹ ۱۱۵۴

قبل) احمد حسن دانی - ماہ ذی الحجہ - ستمبر ۱۹۵۳ء - ص ۲۷۔

لہ ہسٹری آف چٹاگانگ - سید مرتضیٰ علی ص ۱۳۷ "مسلم سوسائٹی"

ہی کی تھی۔ تبلیغی کاموں سے مسلمانوں کی بے اعتنائی اور شمالی ہندوستان کے عظیم اسلامی مراکز سے کافی دور ہونے کے باوجود آج بھی وہاں کی ہواؤں میں بوئے یمن اور دہا کی نواؤں میں رنگِ حجاز کے زندہ جاوید ثبوت ملتے ہیں۔

تیرہویں صدی عیسوی میں مشرقی ہندوستان کے عظیم المرتبت روحانی پیشوا اور عارف کامل حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری رحمہ اللہ کی تعلیم عرصہ تک بنگال میں ڈھاکہ کے پاس دارالحکومت سنار گاؤں میں اس دور کے مشہور فاضل علامہ

۱۔ ہٹری آف چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی صاحبہ ۱۵۶۱ھ (القرن) سوئیک بہر (سوک الجہ) گورپارہ (قطرہ) اور سراندیب وغیرہ؛ اراکانی زبان میں۔ تھوراناکی (سلطان)۔

۲۔ مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین بہاری فردوسی رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مخدوم شیخ یحییٰ مینری رحمہ اللہ پیدائش منیر شریف ضلع پٹنہ (بہار) ۲۶ شعبان ۱۱۶۱ھ جولائی ۱۷۶۲ء۔ وفات بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) ۶ شوال ۱۲۸۲ھ۔ جنوری ۱۳۸۰ء۔ تاریخ پیدائش "شرف اکیں" اور تاریخ وفات "پر شرف" ہے۔ شرف بیعت حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی سے حاصل تھا ۱۱۹۱ھ۔ ۱۲۹۲ء مکتوبات صدی۔ مکتوبات دو صدی۔ مکتوبات بست و ہشت۔ معراج المعانی۔ معراج المعانی۔ معراج المعانی۔ خوان پر راحت القلب۔ فوائد عینی۔ عقائد مشرقی۔ موسس المریدین اور شرح آداب المریدین آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ تاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۱۷ کرنٹ اسٹڈیز پٹنہ کالج ۱۹۵۸ء۔ ص ۱۱۷۔ آپ کو شیخ محمد اکرام خان ۱۹۹۹-۵۱ء تحفہ بہار۔ مولانا عبد المتین بہاری ص ۲۰۹ تاریخ سلسلہ فردوسیہ جمعین الدین در دلی ۲۲۲-۱۳۷۔ ۳۔ ضلع ڈھاکہ مشرقی بنگال (بنگلہ دیش) کے نابھین گنج۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۱۷)



شیخ شرف الدین توامہ بخاری کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ علاقہ چاٹگام میں دین مبین کی تبلیغ و اشاعت کا شدید احساس تھا۔ چنانچہ جب سلسلہ زایدیہ کے مشہور بزرگ حضرت بدر الدین بدر عالم زایدی میرٹھی آپسے ملنے کے لئے بہار شریف تشریف لائے تو آپسے ان کو علاقہ چاٹگام میں دین اسلام کے تبلیغی کاموں پر مامور کر کے وہاں روانہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بدر عالم چاٹگام میں پتھر کے تختہ پر تیرتے ہوئے پہنچے تھے اور آپ کی اس کرامت سے وہاں کے لوگ بہت متاثر ہوئے اور کافی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ ان دنوں چاٹگام میں اجٹا اور شیطاٹین کا بڑا زور تھا اور وہ لوگوں کو بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ حضرت بدر عالم نے ان لوگوں سے صرف ایک چراغ کی جگہ مانگی۔ چراغ روشن کرتے پر ان کی روحانی طاقت کا اظہار ہوا اور تمام جن پری دیو۔ بھوت بھاگ گئے۔ چنانچہ آج بھی شہر چاٹگام کی سب سے بلند پہاڑی فیری ہٹس (پری پہاڑی) پر جہاں سرکاری کچھریاں اور حکام کے مکانات ہیں۔ کشتی چاٹگام ڈویزن کی کوٹھی کے سامنے حضرت بدر الدین بدر عالم زایدی کا چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اور اس کے اخراجات ہندو مسلمان اور فرنگی سب دیتے ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۱ کا] سب ڈویزن میں ڈھاکہ شہر سے پندرہ میل پورب میگھنادی کے قریب مشرقی بنگال کا قدیم دارالحکومت ۱۳۵۱ء سے ۱۹۰۸ء تک مشرقی بنگال کے گورنر کی اقامت گاہ اور شیرشاہ کی بنوائی ہوئی گرینڈ ٹرنک روڈ کی مشرقی حد۔ امپریل گز میٹروپولیٹن انڈیا، جلد سبست و سوم ص ۸۱ لے چاٹگام ضلع گز میٹیر۔ ایس ایس۔ او سیلی۔ کلکتہ ۱۹۰۸ء ص ۵۶۔

سترھویں صدی عیسوی میں شہاب الدین طالش نے لکھا ہے کہ ”قلم چاٹنگام  
میں بلندی پر ایک مزار ہے جس کو پیر بدر کا آستانہ کہتے ہیں۔ ماگھ مندرکین نے اس  
آستانہ میں کچھ موانعتا وقف کئے ہیں۔ ماگھ قبائل کے لوگ حضرت بدر عالمؒ کے بہت  
معتقد ہیں۔ زیارت کے لئے آتے ہیں اور چڑواھا پیش کرتے ہیں۔“

چاٹنگام ضلع گزیٹیر کے مصنف نے لکھا ہے کہ ابھی تک سمندر میں کام کرنے والے  
ملاح پنج پیر کے ساتھ پیر بدرؒ کے ناک کی دہائی دیتے ہیں :-

آماراچی پولان پان گاجی آچھے ٹیکھابان

۱۔ شہاب الدین طالش ابن دلی محمد نے ۶۶۶ھ میں فارسی میں تاریخ آسام لکھی تھی جس میں  
شہنشاہ اورنگ زیب کے سپہ سالار اور بنگال کے صوبہ دار میر جلد کی مہم آسام ۱۰۷۷ھ = ۱۶۶۶ء  
کا حال لکھا تھا۔ شہاب الدین طالش کچھ دنوں تک چاٹنگام میں قیام پذیر تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں  
چاٹنگام کی ابتدائی تاریخ بھی لکھی ہے جس میں فخر الدین مبارک شاہ (۲۹ - ۶۱۳۳۸) کی فتوحات  
کا ذکر ہے۔ یہ کتاب علاقہ چاٹنگام میں فخر الدین مبارک شاہ کی فتوحات کے ۳۲۵ سال بعد لکھی گئی۔  
تاریخ چٹاگانگ۔ سید رضی علی مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء ص ۱۳؛ میر بہادر علی حسینی نے فورٹ ولیم  
کالج کلکتہ میں شہاب الدین طالش کی کتاب تاریخ آسام کا ۱۲۶ھ = ۱۸۰۵ء میں اردو میں ترجمہ کیا  
منشی کریم الدین نے طبقات الشعراء میں اس ترجمہ کا ذکر کیا ہے۔ فرانسیسی زبان میں یہ ترجمہ ۱۲۶۱ھ  
۱۸۴۵ء میں شائع ہوا۔ تاریخ داستان اردو۔ مولانا حامد حسن قادری ص ۱۱۰

۲۔ چاٹنگام ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس۔ ادمیلی۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۰۸ء۔ ص ۵

شیرے گنگا دریا پنج پیر بدر بدر بدر

سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ علاقہ چٹاگانگ میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت سید مختیار ماہی سوارؒ بارہ اولیاء کے ساتھ ساندھ پیا اور چٹاگانگ آئے۔ جن میں بدر عالمؒ، حاجی خلیلؒ، شاہ مسند اولیاءؒ، شاہ قتالؒ، شاہ عمرؒ، شاہ بادلؒ، چاند اولیاءؒ، شاہ جرادؒ، شرف الدینؒ اور تین اور بزرگ تھے۔

حضرت سید مختیار ماہی سوارؒ کی اولاد کو چٹاگانگ میں بڑا عروج حاصل ہوا۔

پندرہویں صدی عیسوی کے اخیر میں آپ کی تیسری پشت میں مجلس اعلیٰ راستی خاں چٹاگانگ کے حکمران ہوئے۔ انہوں نے ۸۷۷ھ - ۸۷۸ھ - ۸۷۹ھ میں بہت ہزاری کے پاس فتح آباد میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی۔ راستی خاں کے دو بیٹے پراگل خاں اور مینا خاں تھے۔ بنگال کے عربی النسل سلطان سید علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۹ء - ۱۵۲۹ء) کے زمانہ میں جب شہزادہ ناصر الدین نصرت شاہ نے چٹاگانگ کو پھر سے فتح کیا، تو پراگل خاں چٹاگانگ کے گورنر مقرر ہوئے۔ ان کا صدر مقام ضلع چٹاگانگ کے شمالی حصہ میں فینی ندی کے کنارے میرسرے تھانہ کے پراگل پور میں تھا۔ پراگل خاں نے علم و ادب کی سرپرستی میں نمایاں حصہ لیا۔ پراگل خاں کے بیٹے نصرت خاں

۱۔ چٹاگانگ ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او سیلی ص ۵۶

۲۔ تاریخ چٹاگانگ (انگریزی) سید مرتضیٰ علی مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۲ء۔ ص ۱۸

۳۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۸



عرف چوٹی خاں اور مینا خاں کے بیٹے جعفر خاں تھے۔ پراگل خاں کے بعد ان کے بیٹے چوٹی خاں چاٹنگام کے گورنر ہوئے۔ یہ دونوں باپ بیٹے نامور جنرل ہوئے ہیں۔ ان دونوں نے اتریں پیر اراجہ کو اور دکن میں اراکانیوں کو دبایا۔ ننگہ زبان کے شاعر سری کاراندری کے مطابق چوٹی خاں کے خوف سے پیر اراجہ پہاڑوں میں چھپ گیا اور بعد میں ہاتھوں اور گھوڑوں کا اندرانہ پیش کر کے چوٹی خاں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ پراگل پور میں پراگل خاں اور چوٹی خاں کے بنوائے ہوئے تالاب اور مساجد موجود ہیں اور ان کا خاندان اب تک یہاں آباد ہے۔

سید سلطان رح کے شاگرد اور خلیفہ، ننگہ زبان کے نامور شاعر، صحابہ کھٹا (اصحاب نامہ)، مقتول حسین، قیامت نامہ، دیچال نامہ، حنیفر لڑائی اور قاسمیر لڑائی کے مصنف محمد خاں (۱۶۵۰-۱۷۸۰ء) مجلس اعلیٰ رستی خاں کی ساتویں پشت میں تھے۔ حضرت سید نجیب رامی سوار رح کی اولاد میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں چاٹنگام کے حضرت صوفی سید محمد دایم رح بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں چاٹنگام کے مشہور صاحب خانقاہ بزرگ حضرت صوفی شاہ امانت اللہ صاحب رح

۱۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۱-۲۰؛ تاریخ بنگال۔ سرحد و ناتھ سرکار جلد دوم، ڈھاکہ ۱۹۲۸ء۔ ص ۵۰۔ ۵۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق۔ کراچی ۱۹۵۷ء۔ ص ۲۱۱-۲۰۰؛ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶۷

۳۔ حضرت صوفی شاہ امانت اللہ رح پیر و مرشد کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان رہے۔ [بقیہ مہم]

سے بیعت تھے۔ صوفی شاہ امانت اللہ صاحبؒ ڈھاکہ کے شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ  
 کے خلیفہ تھے۔ شہر چاٹگام میں جیل خانہ کے اتر اور لال دگی کے پورب آپ کا مزار  
 مرجع خلایق ہے۔ ہر سال یکم ذی الحجہ کو آپ کا ترس ہوتا ہے۔ صوفی سید محمد دایم چاٹگام  
 سے ڈھاکہ آئے اور جناب شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ کی ہدایت کے مطابق پٹنہ عظیم آباد  
 آئے۔ سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کے مشہور بزرگ حضرت منعم پاکباز اور پھلواری شریف

[ یقینہ حاشیہ ص ۷ ] دہلی کشمیر اور لکھنؤ کا سفر کیا۔ مرشد آباد میں شرف بیعت حاصل ہوا۔ پیر کے حکم  
 سے چاٹگام جا کر ضلع جج کے دفتر میں چرپا سہی مقرر ہوئے۔ پھانسی کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کراچی  
 کا اظہار ہوا۔ ملازمت ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ ۳۰ ذی قعدہ ۱۸۷۷ھ = فروری ۱۸۷۷ء کو  
 وصال ہوا۔ عین جاریہ۔ شہیدہ احمد اللہ صاحب۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۲ء۔ ص ۲۱-۱۸ اور ضمیر  
 بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ مصنفہ مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل مدرسہ عالیہ فنی۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ کشمیری الاصل تھے تین واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت خواجہ  
 محمد معصومؒ اور چار واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ تک پہنچتا ہے  
 پہلے مرشد آباد۔ پھر ڈھاکہ آئے۔ ۱۰۷۲ھ = ۱۶۶۱ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۹ رمضان المبارک  
 ۱۱۵۸ھ = اکتوبر ۱۷۴۵ء کو انتقال فرمایا۔ جہانگیر ڈھاکہ میں جہاں آپ کا مزار ہے۔ وہ محلہ میدان میاں صاحب  
 کہلاتا ہے۔ شاہ امانت اللہ صاحب چاٹگامی اور لکھنؤ کے صوفی شاہ پیر محمد صاحب آپ کے نامی خلیفہ تھے۔ رود کوثر۔  
 شیخ محمد اکرام ص ۶۶-۲۶۵ اور عین جاریہ صوفی شاہ سید احمد اللہ صاحب سجادہ نشین میدان میاں صاحب ڈھاکہ  
 ۱۹۶۲ء۔ ص ۱۶  
 ۲۔ حضرت منعم پاک بازؒ حضرت شمس الدین حقانی فاروقی کی اولاد میں ہیں جن کا مزار لکھی سرائے

کے شاہ نعمت اللہ قادری <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> سے اکتساب فیض کیا اور ڈھاکہ واپس آکر تبلیغ دین اور <sup>مدرسہ</sup> بڑا  
خلق کے کاموں میں مصروف ہوئے۔ باقی زندگی اپنی خانقاہ دائرہ عظیم پورہ میں بسر کر دی۔  
آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ڈھاکہ۔ پیرا۔ نواکھالی اور چانگام کے اضلاع میں  
آپ کے مریدین اور متوسلین کی بہت کافی تعداد تھی۔ احکام شرعی کے سختی سے پابند تھے۔  
خانقاہ میں طلباء کی کثیر تعداد رہتی تھی۔ جن کی تعلیم و تدریس کے لئے علماء مقرر تھے اور  
سب قیام و طعام اور لباس کا انتظام خانقاہ کے منکر سے ہوتا تھا۔ یکم شعبان ۱۲۱۲ھ =  
دسمبر ۱۷۹۹ء کو وصال ہوا۔

صوفی سید محمد دائم <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے عوفی احمد اللہ صاحب <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>

[بقیہ عائشہ ص ۸۷ کا] ضلع مونگیر کے پاس موضع بیلوری میں ہے۔ آپ شیخ پورہ ضلع مونگیر (بہار) کے پاس  
قصبہ بچپنہ میں ۱۸۸۲ء = ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم سے فراغت پانے کے بعد ۲۰ سال میں سید

خلیل الدین قادری سے بیعت ہوئے تیس سال کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے۔ شاہ فراد کے خلیفہ سید اللہ  
ابوالعلائی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> سے خلافت حاصل کیا اور بیٹہ واپس آکر ۲۳ سال تک رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ ۱۳۰۳ھ  
۱۸۸۵ء = ۱۳۰۱ھ کو بیٹہ میں انتقال ہوا۔ ملائین کی مسجد کے بیرون صحن میں دفن ہوئے۔

کیفیت العارفین شاہ عطا حسین گیلادی ص ۱۲۳-۱۱۱۔ اور تذکرۃ الصالحین حبیب اللہ مختار ص ۲۲

۱۔ حضرت شاہ نعمت اللہ قادری <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>۔ تاج العارفین شاہ محمد حبیب اللہ قادری <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> کے صاحبزادے

۱۲۔ محمد <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> = ۲۶ جون ۱۳۰۴ھ کو پھلواری شریف ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے انتقال کے

بعد ۱۱۹۱ھ = ۱۸۷۲ء میں ان کے جانشین ہوئے۔ ۲۹ شعبان ۱۲۲۲ھ = جنوری ۱۸۳۲ء کو وصال

ہوا۔ رابعان وطن۔ شاہ محمد حبیب بیلوادی ص ۶۲-۶۳۔

پھر دو کے صاحبزادے عوفی لقیۃ الشرح مجاہدہ نشیں ہوئے۔ ان کے بعد عوفی لقیۃ الشرح  
صاحب کے صاحبزادے شاہ ولی الشرح جانشیں ہوئے۔ ان کا ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۲ء  
میں وصال ہوا۔ عوفی احمد الشرح صاحب کے صاحبزادے عوفی وجہ الشرح صاحب کے  
۱۲۱۸ھ = ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ ۱۲۷۸ھ =  
۱۸۶۱ء میں وصال ہوا۔ آپ کے زمانہ میں جہانگیر نگر ڈھاکہ کا دائرہ عظیم پورہ تصنیف  
و تالیف کا مرکز بن گیا۔

حضرت سید نجیاریا ہی سوار در کے ساتھ آنے والے بزرگوں میں حضرت بلند عالم  
کے متعلق سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ ”وہ علاقہ چٹاگانگ  
میں بدرالدین علامہ، بدرپیر، بدر شاہ اور بدر اولیاء کے ناموں سے مشہور ہیں۔  
شہر چٹاگانگ کے بخشی بازاد میں اس نام کے ایک بزرگ کامزا رہے۔ جہاں ہر سال  
۲۹ رمضان کو عرس ہوتا ہے۔ روایات کے مطابق وہ فخر الدین مبارک شاہ  
(۵۲ - ۶۱۳۲۶) کے عہد حکومت میں چٹاگانگ پر مسلمانوں کے پہلے حملہ کے وقت  
تشریف لائے۔ ان کے اثرات سے مقامی آبادی کا بڑا حصہ جو زیادہ تر بودھوں پر  
مستقل تھا۔ مشرق بہ اسلام ہوا۔ اس علاقہ کے ملاح آپ کے بہت معتقد ہیں۔ روایات کے  
مطابق وہ پتھر کے تختہ پر تیرتے ہوئے آئے تھے۔ ڈاکٹر وائسز کے مطابق وہ بدرالدین

لے رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء۔ ص ۴۶۷، عین جاریہ۔ سید احمد الشرح صاحب مجاہدہ نشیں  
میدان میاں صاحب ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ص ۷۳-۷۸



بدر عالم تھے ہیں۔ جن کا دسمبر ۱۹۴۲ء میں انتقال ہوا اور بہار شریف کی چھوٹی عور گاہ میں دفن ہیں۔ وہ حضرت جلال الدین بخاری (۱۲۹۱-۱۱۹۲ء) کے خلیفہ شیخ فخر الدین زامی کے پر پوتے ہیں۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ ان کو شیخ شرف الدین کجی مینری نے بہار شریف بلایا تھا۔ اپنے سفر کے زمانہ میں انہوں نے ہندو ملاجوں کی کثیر تعداد کو دھرم اسلام میں داخل کیا اور کچھ زمانہ تک چاٹگام میں مقیم رہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام نیواڈیسن) ۱۹۴۲ء

ڈاکٹر انعام الحق مسلم بنگالی ادب میں لکھتے ہیں کہ ”بدر الدین مبارک علامہ عرف بدر شاہ، جو سلطان فخر الدین مبارک شاہ (۱۳۴۹-۱۳۳۴ء) کے زمانے میں ضلع چاٹگام میں رہتے تھے۔ اور پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ابن بطوطہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ درویش بدر الدین علامہ عرف بدر پیر، نے سلطان فخر الدین کے ایک جرنیل بادل خاں کو چاٹگام فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ بدر پیر کانبگال پر جواثر تھا۔ اس کا آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج بھی مشرقی بنگال کے باغی جب طوفانی ندیوں میں گھر جاتے ہیں تو پکارتے ہیں: ”الشہی پنج پیر بدر بدر“

نیتی شاسترورتا، ساعت نامہ اور خان جان چوڑا کے مصنف اور بنگلہ زبان کے مشہور شاعر منزل کے بارے میں ڈاکٹر انعام الحق رقمطراز ہیں کہ ”ساعت نامہ میں منزل ایک جگہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے پیر شاہ بدر الدین کی ہدایت پر لکھی

۱۵ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ۱۵۷-۱۵۶ ۱۵ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق

۳۱ ۱۵ مسلم بنگالی ادب ۳۳

تھی۔ شاعرِ مقیم کے بیان کے مطابق منزل چٹاگانگ کے رہنے والے اور ایک صوفی شاعر تھے۔  
 علم الساعت علم تصدوت کی ایک کتاب ہے اور کسی عربی کتاب کو برسی آزادی کے ساتھ  
 نیکو ماحول کے مطابق ڈھال دیا گیا ہے۔ منزل یقینی طور پر ۱۲۴۷ء سے پہلے اور بعد میں  
 تیار ہوئے تھے۔ اگر وہ پندرہویں صدی کے اوائل میں نہ تھے، تو یقینی طور پر پندرہویں صدی  
 کے وسط کے شاعر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان اُس قدر پرانی ہے۔

اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ”پیر بدرالدین بدر عالم بہاری نے کالنا ضلع بردوان  
 میں اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ چاٹگام بھی گئے تھے۔  
 بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ چاٹگام کے بدر شاہ (جن کا ذکر پنچھوں میں بدر عالم  
 کے نام سے آیا ہے) اور بدرالدین بدر عالم بہاری ایک ہی بزرگ کے دو نام ہیں۔  
 ان کا انتقال ۱۲۴۷ء میں بہار میں ہوا۔ اگرچہ ان کا ایک فرعی مرقہ کالنا میں اب  
 بھی موجود ہے۔“

چاٹگام کے حکمران راستی خاں کی اولاد میں محمد خاں (۱۶۵۰-۱۶۵۸ء) نامور شاعر  
 ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب حلیفہ لڑائی میں چاٹگام کے پیر بدر کی شان میں مدح  
 و توصیف کے اشعار لکھے ہیں۔ انہوں نے اپنی دوسری کتاب مقتول حسین (۱۶۲۶ء)

۱۔ محمد مقیم اٹھارہویں صدی عیسوی کے بنگالی شاعر۔ گل بکاؤلی۔ فیض المقتدی اور ایوب نمبر کھتا

کے مصنف ۱۷۴۳ء میں حیات تھے۔ ۲۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۸۳-۸۲

۳۔ مسلم بنگالی ادب ص ۸۲ ۴۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۰۷

میں لکھا ہے کہ چانگام پر فخر الدین مبارک شاہ کے حملہ کے وقت اس علاقہ میں حاجی خلیلؒ اور بدر الدین علامہؒ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول تھے۔ فخر الدین مبارک شاہ کے جرنیل قادر خاں غازی جس نے چانگام کو فتح کیا۔ ان دونوں بزرگوں سے ملا اور ان کی بہت عزت افزائی کی۔

سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ بدر الدین علامہ دہلی بدر پیر ہیں جن کے مانجھی بہت معتقد ہیں۔ شاہ جلالؒ جو ۱۳۰۳ھ میں سلہٹ آئے۔ ان کے ساتھ آنے والوں میں ایک بدر پیرؒ بھی تھے، جو بعد میں گیارہ دوسرے بزرگوں کے ساتھ سلہٹ جنوبی حصہ میں ترائف کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ خادم پور ضلع ٹیپل کے احوالگیسودرازؒ اور مدن پور ضلع مہین سنگھ کے شاہ سلطان رومیؒ بھی تھے۔ ان بزرگوں نے مقامی

لے "تاریخ چٹاگانگ ص ۱۳۔ لے نتر و کونا ضلع مہین سنگھ (مشرق بنگال) کے قریب

مدن پور میں حضرت شاہ سلطان رومیؒ کی درگاہ ہے۔ اس کو درگاہ مدن کہتے ہیں۔ جب آپ اس مقام پر آکر آباد ہوئے تو یہاں کے کوچہ راجہ نے آپ کو زبردستی مار ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن بعد میں آپ کی شخصیت اور بزرگی سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کیا اور وہ موضع درگاہ کے اخراجات کے لئے ہمیشہ کے لئے آپ کے حوالہ کر دیا۔ ۱۸۲۹ء میں جب سرکار انگریزی نے اس لاخراج موضع پر قبضہ کرنا چاہا تو ۱۸۲۰ء کے ایک پرانے کاغذ کے مطابق جاگیردار سید جلال الدین محمد کو موضع واپس کر دیا گیا۔ اس کاغذ میں لکھا ہے کہ شاہ محمد سلطان رومیؒ اپنے پیرومرد شاہ سرخ قل انطیہ اور بہت سارے خدام کے ساتھ ۴۴۵ = ۱۵۳۰ء میں یہاں آباد ہوئے۔ بستی کی پوری آبادی آپ کے دس خادموں کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ مہین سنگھ ضلع گریٹر ٹیپل۔ آف لے۔ پیر سے ۱۹۱۴ء سے ۱۵۲۔

ہندو راجہ اچک نارائن کو شکست دیا ہو سکتا ہے کہ علاقہ ترات کی فتح کے بعد بدرپور  
چٹاگانگ گئے ہوں۔ بدرالدین بدر عالم جو بہار کی چھوٹی درگاہ میں دفن ہیں۔ وہ  
سلطنت کے بدرپور سے مختلف ہیں۔ سترلوں صدی عیسوی میں چانگام میں نظام شاہ پور  
کے وزیر خزانہ اور بنگالہ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی کتاب ”لیلیٰ مجنوں“ میں حضرت  
بدرپور کا ذکر کیا ہے۔ چانگام شہر میں ایک چھوٹی سی پہاڑی کا نام ”بدرپتی“ ہے۔ مسٹر  
بلوخ مین اور سمنس العلماء ہدایت حسین صاحب لکھا ہے کہ حضرت بدرالدین بدر عالم  
جن کا سن ۱۲۴۰ء میں انتقال ہوا اور جو بہار کی چھوٹی درگاہ میں دفن ہیں، وہ چانگام  
تشریف لائے تھے اور کچھ دنوں یہاں قیام فرمایا تھا۔ اس کا زیادہ امکان ہے کہ  
چٹاگانگ کے بدرپور وہی بدرالدین بدر عالم ہیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم نے اپنی تصنیف  
”مسلمانان بنگال کی سماجی تاریخ“ میں لکھا ہے کہ دونوں ایک ہی بزرگ ہیں۔ ۱۹۶۲ء  
میں جناب محمد صدیق خاں نے بدرپور کے متعلق تمام حوالوں کا مفصل جائزہ لے کر  
نابست کیا کہ چانگام کے بدرپور اور بدرالدین بدر عالم جو بہار میں دفن ہیں ایک ہی  
شخص ہیں اور حضرت بدرالدین بدر عالم کی پیدائش میرٹھ میں ہوئی تھی۔  
حضرت بدرالدین بدر عالم زاپوری جو بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) کی  
چھوٹی خانقاہ میں دفن ہیں۔ ان کے حالات کسی مستند کتاب میں نہیں ملتے اور نہ کہیں  
اپنی تاریخ پیدائش کا پتہ چلتا ہے۔ مسٹر وائٹ، مسٹر بلوخ مین، چانگام ضلع گزٹیر



کے مصنف مسٹر اس۔ اس۔ او میلی، شمس العلماء ہدایت حسین، ڈاکٹر عبد الکریم، محمد صدیق خاں، ڈاکٹر انعام الحق اور سید مرتضیٰ علی سب نے آپ کا سال وفات ۱۲۴۲ھ تسلیم کیا ہے۔ مدرسہ عزیز یہ بہار شریف عتلیٰ نالندہ کے پرنسپل جناب مولانا محمد عبد المتین صاحب نے اپنی کتاب تحفہ بہار میں لکھا ہے کہ آپ کا ۲۷ رجب ۱۲۴۲ھ (دسمبر ۱۸۲۷ء) کو بہار شریف میں وصال ہوا۔ سید مرتضیٰ علی نے تاریخ چٹاگانگ میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اراکان کے بودھ راجاؤں نے بنگال کے مسلمان سلاطین کی ماتحتی قبول کر لی تھی۔ اپنے ناموں کے ساتھ کچھ اسلامی نام بھی شامل کر لیا تھا اور اپنے سکوں پر کلمہ لکھوانا شروع کیا تھا۔ اسی دور میں سلطان جلال الدین محمد شاہ کے عہد حکومت میں حضرت بدر الدین بدر عالم نے اپنے کچھ رفقاء کار کے ساتھ چار گام تشریف لائے اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔

سلطان جلال الدین ابوالمنظر محمد شاہ نے ۱۲۱۷ء سے ۱۲۳۱ء تک جو دہ سال بنگال میں حکومت کی۔ یہ بھانڈویا اور دیناج پور کے ہندو راجہ کنس نارائن یا گنیش کے بیٹے تھے اور بنگال کے مشہور و عالی پیشوا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے نامور بزرگ۔

۱۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱

۲۔ راجہ کنس نارائن یا گنیش نے خواجہ حافظ شیرازی (۱۳۸۹ - ۱۳۱۵ھ) کے محاصرہ اور منہلی زبانی کے شاعر و دیباچی ٹھاکر (۱۴۵۰ - ۱۳۶۰ھ) کے مرئی سلطان غیاث الدین اعظم شاہ (۱۴۱۰ - ۱۳۸۹ھ) کو سازش سے قتل کرا دیا تھا۔ اور گورنمنٹ مختصر مدت کے لئے برائے نام دو بادشاہوں کے بعد (بقیہ ص ۱ پر)

حضرت نور قطب عالمؒ (متوفی ۱۲۱۵ھ) کے فیض شرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ان مصنفین کے خیالات کی روشنی میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالمؒ کا وجہ ۸۲۲ھ = دسمبر ۱۴۱۴ء میں انتقال ہوا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۱۵ کا] ۱۲۱۵ء میں خود سلطنت پر قابض ہو گیا۔ بہت سے علماء اور مشائخ کو قتل کیا۔ مسلمانوں پر سخت ظلم ڈھایا۔ ایسے نازک حالات میں شیخ طریقت حضرت نور قطب عالمؒ کو معاملات ملکی میں دخل دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ آپ نے جون پور کے سلطان ابراہیم شاہ شرقی (۱۴۳۶-۱۴۰۲ء) کو جسے آپ کے پیر بھائی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ (کچھوچھ شریف۔ ضلع فیض آباد) سے کمال عقیدت تھی، خط لکھا۔ چنانچہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء میں بنگال پر حملہ کیا۔ اس حملہ کے اثرات سے بچنے کے لئے گنیش نے اسلام قبول کرنا چاہا۔ لیکن اس کی دھرم پتی سے مانع ہوئی۔ آخر اس نے اپنے بیٹے جردو (جٹ بل) کو حضرت نور قطب عالمؒ کے ذریعہ اسلام قبول کرایا۔ تاکہ جونپور کی فوج واپس چلی جائے اور سلطنت اس کے خاندان میں باقی رہے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے واپس جانے کے بعد راجہ گنیش نے اپنے بیٹے جردو کو پھر منہ و بنانے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت نور قطب عالمؒ کے فیض کے باعث جردو نے مڑنے سے انکار کر دیا اور گنیش کے بعد ۱۲۱۶ء میں وہی جلال الدین ابو مظفر محمود شاہ کے نام سے حکمران ہوا۔ اس کے زمانہ میں بنگال میں اسلام کو بڑی سرعت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمس الدین احمد شاہ (۱۴۴۲-۱۴۳۱ء) حکمران ہوا۔ سلطان جلال الدین نے پانڈوا شریف کے قریب مشہور اخلاقی روضہ تعمیر کرایا جس میں وہ خود۔ ان کی بیگم اور ان کے بیٹے احمد شاہ دفن ہیں۔ اب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۲-۵۳ [بقیہ ۱۶ پر]

انبار صدائے عام پٹنہ کی مئی ۱۹۵۵ء کی ایک اشاعت میں بہار شریف کے  
 جناب شاہ شمیم اختر صاحب کا ایک مضمون حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ کے بارے  
 میں شائع ہوا تھا۔ اس میں موصوفت لکھتے ہیں کہ ”حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ  
 آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ بہت دنوں تک دہلی میں رہے۔  
 جون پور ہونے ہوئے بہار شریف آئے۔ پھر مخدوم الملک نے آپ کو چاٹ گام روانہ کر دیا۔  
 جب کئی بار بہار شریف میں سیلاب بڑی تباہی ہوئی، تو حضرت مخدوم الملک نے  
 روحانی طاقت کے ذریعہ سیلاب کو روکنا چاہا۔ شہر کے ایک گوشہ میں خود رہے۔ دوسرے  
 گوشہ میں اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم احمد چرم پوش سہروردیؒ اور تیسرے گوشہ  
 میں حضرت نور قطب عالمؒ کے خلیفہ حضرت فرید الدین طویل بخشؒ کو مامور کیا اور چوتھے  
 گوشہ کے لئے حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ کو بنگال سے طلب کیا۔ حضرت بدرالدین  
 بدر عالمؒ سبکدو سواروں کے ساتھ ذی الحجہ ۷۸۲ھ (اپریل ۱۳۸۰ء) میں بہار شریف  
 تشریف لائے۔ آپ کے آنے سے قبل شوال کے مہینہ میں حضرت مخدوم الملک کا وصال  
 ہو چکا تھا۔ آپ کچھ دنوں بہار شریف کی چھوٹی درگاہ میں رہے۔ پھر محلہ سوہ ڈیہہ میں منتقل  
 ہو گئے۔ جہاں شہنشاہ فیروز شاہ کے حکم سے آپ کے لئے ایک شاندار مسجد تعمیر کی گئی۔ جس کا

[بقیہ حاشیہ ملاحظہ فرمائیے]

بحوالہ ریاض السلاطین؛ المدخل گزٹیر۔ جی۔ ای۔ لمبورن۔ کلکتہ۔ ۱۹۱۸ء؛ مسلم بنگالی ادب، ڈاکٹر  
 انعام الحق ص ۲۴۴-۲۴۵؛ ابن ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم، کالی کنکرت وغیرہ۔ ص ۲۴۴-۲۴۵؛

تاریخ بنگال۔ جلد دہم سرکار۔ جلد دوم ص ۱۲۹-۱۳۰۔

کتبہ آج بھی چھوٹی درگاہ میں حضرت کے رستہ پر موجود ہے۔ گیارہ سال بہادر شریف  
میں لے گئے۔ تشریف آوری کے وقت عمر شریف ۸۱ سال کی تھی۔ ۲۵ رجب ۱۲۹۳ھ  
(جولائی ۱۸۷۶ء) کو وصال ہوا۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے دادا کا نام خواجہ شہاب الدین حق کوہ  
تھا۔ آپ کی حق گوئی اور بادشاہ کو ظالم کہنے کے باعث شہنشاہ جو ناخاں محمد تغلق  
(۱۳۵۱-۱۳۲۴ء) نے آپ کو فصیل قلعہ سے نیچے گرا کر شہید کر دیا تھا۔ مولوی محمد عالم  
شاہ فریدی نے اپنی کتاب مزارات اولیائے دہلی میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۱۲۹۳ھ  
۳۲۹-۳۳۰ھ میں پیش آیا۔ شاہ شمیم اختر صاحب بہاری نے لکھا ہے کہ چالنگام  
سے بہادر شریف تشریف آوری کے وقت عمر شریف ۸۱ سال تھی۔ اس طرح حضرت  
بدر الدین بدر عالمؒ کی تاریخ پیدائش ۱۲۹۳ھ = اکتوبر ۱۸۷۶ء متعین ہوگی۔  
دادا کی شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۲۹ سال تھی۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے والد کا نام حضرت فخر الدین ثانی  
تھا۔ ان کا مزار دہلی میں حوض شمس پر ہے۔ لیکن ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے  
جناب پروفیسر حسین عسکری صاحب اپنے ایک مضمون میں حضرت مخدوم سید  
اشرف بہانگیر سمنانیؒ (کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد) کے مکتوبات کے سلسلہ میں

۱۔ آپ کو شریخ محمد اکرام ص ۶۲-۶۳؛ مضمون شاہ شمیم اختر صاحب بہادر شریف ص ۱۷۱-۱۷۲؛

مزارات اولیائے دہلی مولوی محمد عالم شاہ فریدی ص ۶۶۔ تحفہ بہادر مولانا محمد عبد المتین ص ۱۶



میں نقطہ نظر ہیں کہ جب دیناج پور کے راجہ کنٹن یا گنیش نے گوڑ کے تخت شاہی پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے خلاف حضرت نور قطب عالمؒ نے جون پور کے سلطان ابراہیم شرقی سے مدد طلب کی تھی۔ اُسی موقع پر حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے سلطان ابراہیم شرقی کو خط لکھا تھا اور اس پر زور دالا تھا کہ وہ حضرت نور قطب عالمؒ کی گزارش پر ضرور توجہ کرے۔ کیونکہ بنگال کی قابل فخر سرزمین میں بیشمار مشائخ عظام اور اولیائے کرام مدفون ہیں۔ صوبہ بنگال کا کوئی شہر، کوئی قصبہ اور کوئی دیہات ایسا نہیں ہے جہاں ان متبرک ہستیوں کے قدوم بمینت لزوم نہ پہنچے ہوں۔ مگر جب ان میں سے اکثر کا انتقال ہو چکا ہے۔ لیکن ان عظیم المرتبت بزرگوں کی اولاد اور ان کے معتقدین زندہ ہیں۔ آپسے خاص طور پر دیوگاؤں، ہسوں، دیوتلہ، نار کوئی اور

لہ دیوگاؤں سے غالباً دیو کوٹ، یاد پوری کوٹ (دھرمہ) مراد ہے، جو مغربی دیناج پور ضلع میں ضلع کے صدر مقام بانر گھاٹ سے تقریباً ۲۵ میل اتر چم اور دیناج پور شہر سے ۸ میل دکن پور بھاہانڈ کے کنارے گنگارام پور تھا۔ کا صدر مقام ہے۔ قصبہ گنگارام پور سے ایک میل کے فاصلہ پر دھالی دیگی ایک شاندار تالاب ہے۔ اس کے کنارے ایک مسجد ہے اور حضرت طاعطار الدین رح (متوفی ۱۳۵۵ھ) کا مزار ہے۔ بنگال کے آزاد مسلمان حکمرانوں کے زمانہ میں ایک بڑی فوجی چھاؤنی تھی۔ گنگارام پور سے کچھ اتر بان نگر میں آثار اسلامی بہت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مشہور فاتح بختیار خلجی کا دیوی کوٹ میں انتقال ہوا تھا۔ یہاں ایک بڑا میدان لگتا ہے۔ دیناج پور ضلع گزیٹیر ص ۱۳۴۔ مسلم بنگالی ادب ص ۳۲ اور ص ۵ لہ ہسوں (مٹھ راجہ) ضلع مغربی دیناج پور (مغربی بنگال) میں سب ڈویژن کے ۱۲ بقیعہ شیعہ ص ۲ پر

سناہ گاؤں کا ذکر کیا ہے۔ سناہ گاؤں کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ وہاں حضرت  
مخدوم شرف الدین مینریؒ کے استاد حضرت شرف الدین قوامیؒ (سودہ خاں ہیں اور  
وہیں حضرت بدر الدین بدر عالم ندائیؒ کے والد کو عروج حاصل ہوا۔ جناب احسن دانی  
نے اپنے مضمون 'بنگال میں اسلام' (عہد مغلیہ سے قبل) مطبوعہ ماہ نوکراچی ستمبر ۱۹۵۳ء  
میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے اس خط کو رقم ۱۳۵۱ء کا ذکر کیا ہے۔  
حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے بارے میں اب تک یہ تسلیم کیا  
جاتا تھا کہ وہ سمنان (ایران) میں ۶۸۸ھ = ۱۲۸۹ء میں پیدا ہوئے اور بحساب قمری

[بقیہ حاشیہ ص ۱۹ کا]

صدر مقام رائے گنج سے پھمیل اتر اور قاسم پور کنوڑ سے دو میل دکن کی طرف کے قریب واقع ہے  
یہاں حضرت مولانا شیخ سلمان سہروردیؒ اور امام غزالیؒ کی کتاب احیاء العلوم کے شارح مولانا  
تقی الدین سہروردیؒ کے مرادات ہیں۔ حضرت شیخ سلیمان سہروردیؒ، حضرت مخدوم احمد چرم پور  
بہار شریف کے پیر مولانا علاء الدین سہروردیؒ (پورینی بھاگل پور) کے پیر و مرشد ہیں۔

۳ دیوڑہ مالہ سے گنگارام پور اور دیناج پور جانے والی سڑک پر مالہ ضلع کے گجول تھانہ میں  
پانڈوا سے پھمیل اتر پورب سنکرول کے پاس ہے۔ یہاں حضرت جلال تبریک کا چلہ ہے۔

۴ مالہ کوئی کا صحیح محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ سرحد و ناتھ سرکار کا خیال ہے کہ یہ گھوڑا گھاٹ  
ضلع دیناج پور کے پاس تھا۔ تاریخ بنگال جلد دوم ص ۳۶

۵ ضلع ڈھاکہ، بنگلہ دیش میں ڈھاکہ سے ۵۵ میل پورب مشرقی بنگال کا قدیم دارالحکومت۔ ۶ کہ کرنت  
اسٹریٹ۔ پینڈہ کلج۔ مارچ ۱۹۵۸ء مضمون تعویذ و سطلی کے بہار میں ۷ ماہ نوکراچی ستمبر ۱۹۵۳ء

۱۲۰ سال کی عمر میں ۸۰۸ھ = ۱۴۰۵ء میں کچھوچھ شریف ضلع فیض آباد (اودھ) میں انتقال فرمایا۔ کچھوچھ شریف میں مزار مبارک پر ”وصالش بتاریخ نسبت ہشتم ماہ محرم درشتہ ثمان و ثمان ماہ“ درج ہے۔ ”اشرف المومنین“ اور ”بدایہ سید قطرہ آب“ سے بھی ۸۰۸ھ خارج ہوتا ہے۔ راجہ گنیش نے ۱۴۱۴ء میں گوڑ کی سلطنت پر قبضہ کیا تھا۔ اور اسی سال یعنی ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء میں سلطان ابراہیم شرقی نے بنگال پر حملہ کیا تھا۔ اگر حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رح نے سلطان ابراہیم شرقی کو بنگال پر حملہ کی ترغیب دیتے ہوئے خط لکھا تو یقیناً آپ کا وصال ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء کے بعد ہوا ہے اور محرم ۸۰۸ھ = جولائی ۱۴۰۵ء میں آپ کی وفات کی تاریخ صحیح نہیں ہے۔ آپ کے پیر بھائی حضرت نور قطب عالم رح کا ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء میں انتقال ہوا۔

خیر حضرت مخدوم سمنانی رح کے مکتوب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالم نامی رح کے والد حضرت فخر الدین ثانی رح عرصہ تک سنار گاؤں میں مقیم تھے۔ جناب شہید سید محمد نے اپنے ایک مضمون ”بنگال دوش کے آئینہ میں“ غلام حسین زید پوری کی فارسی کتاب ریاض السلاطین (مرتبہ ۸۸۷ء) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سلطان علاؤ الدین حسین شاہ بڑا دین دار، عادل، الودع اور نامور حکمران گذرا ہے اور وہ

لے داستان تاریخ اُردو۔ مولانا حامد حسن قادری ص ۱۷ اور مقدمہ سیرۃ الشریف۔ مرتبہ منشی

امیر احمد علوی ص ۷۱-۷۲ لے ناہنہ کراچی۔ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ ص ۳۸



حضرت غلام شاہ فخر الدین زاہدی کامریہ تھا۔ جو بہار شریف (بٹنہ) میں رہتے تھے۔  
 یہ غلام شاہ فخر الدین زاہدی کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ کیونکہ سید علاء الدین حسین شاہ کا  
 زمانہ ۹۳۷ھ سے ۱۰۵۸ھ تک ہے۔ وہ دہلی کے بادشاہ بہلول لودی اور سکند  
 لودی کا ہم عصر ہے اور حضرت فخر الدین ثانیؒ محمد تعلق اور فیروز تعلق کے زمانہ میں تھے۔  
 حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی ایک ہمیشہ کی شادی حضرت شیخ علاء الدین  
 علاء الحق بنگالی ابن شیخ اسعد لاہوریؒ سے ہوئی تھی۔ حضرت علاء الحقؒ نے پانڈو اور  
 ضلع مالہ میں ۸۰ھ = یکم رجب ۲۰ مارچ ۱۳۹۸ھ کو انتقال فرمایا۔ ان  
 کے صاحبزادے حضرت نور قطب عالمؒ جو حضرت بدر الدین زاہدیؒ کے حقیقی بھائی  
 ہیں، ان کا پانڈو و اشرفیت میں ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ھ وصال ہوا۔ حضرت شیخ عبد الحق علی  
 محدث دہلویؒ نے آپ کا سال وفات ۸۱۳ھ = ۱۴۱۰ھ لکھا ہے اور ڈاکٹر انعام  
 نے ۸۱۹ھ = ۱۴۱۶ھ تسلیم کیا ہے۔ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی دوسری ہمیشہ  
 نظام المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ (۱۳۲۵-۱۶۳۸ھ) کے  
 حقیقی چچا زاد بھائی حضرت جمال اولیاءؒ کے صاحبزادے سید امیر مہمؒ سے ہوئی تھی۔  
 جن کو حضرت نظام المشائخؒ کے خلیفہ حضرت عثمان انجی سراج آئینہ ہند (متوفی ۱۰۵۸ھ)

۱۰ حضرت نظام المشائخؒ کے چچا کا نام حضرت سید محمد بخاریؒ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت جمال اولیاءؒ کا  
 مزار بھونگر ضلع نل گونڈہ (اندھرا پردیش) میں ہے۔ آپ کی اولاد بہار شریف ضلع نالندہ، خسرو پور ضلع بٹنہ  
 لودی کٹرہ، بٹنہ سیٹی، دریا پور اور سبزی باغ بٹنہ میں ہے۔ ان کو احباب سید اختر حسین سبزی باغ۔ بٹنہ ملک



(۱۳۵۷ھ) اپنے ساتھ گڈنے گئے تھے حضرت سید ابراہیم چشتیؒ کے صاحبزادے  
حضرت فرید الدین طویل بخشؒ ہیں۔ جن کا مزار محلہ چاند پورہ بہار شریف میں ہے۔  
یہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے دوسرے بھائی اور حضرت نور قطب عالمؒ  
کے خالہ زاد بھائی اور ان کے خلیفہ ہیں۔ چاند پورہ بہار شریف میں ایک مسجد  
۱۷۱۰ھ = ۱۳۱۰ء کی ہے۔

حضرت بلید الدین بدر عالم زاہدیؒ کے ایک صاحبزادے حضرت غلام شہاب الدین  
تقالؒ کا مزار چوکی حسن، تھانہ برہہ ریا، ضلع سیوان (بہار) میں ہے۔ لیکن ان کی  
تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت غلام شاہ رکن الدین رکن  
عالمؒ صاحب ولایت شہر فرید کا مزار موضع زاہدی پور (متصل چک حاجی عوف  
شیخ پورہ پرگنہ سکندر پور مشرقی) ضلع بلیا میں قصبہ سکندر پور سے تین میل یعنی ۱۴  
کیلومیٹر پویل ہے۔ آپ یہاں ۸۷۷ھ = ۱۴۷۶ء میں تشریف لائے اور  
۱۱ ذی الحجہ ۹۱۱ھ = ۱۵۰۶ء کو انتقال فرمایا۔ یہ تاریکین مزار شریف کے

۱۰ مضمون "تصوف غبار وسطی کے بارے میں" پروفیسر حسین عسکری، کزنٹ اسٹیڈیز، پٹنہ، بھارت۔  
جنوری ۱۹۵۸ء مسک (عسکری صاحب نے حضرت فرید الدین طویل بخشؒ کی وفات کا سال ۸۷۷ھ =  
۱۴۷۶ء تحریر فرمایا ہے جو ان کے خالہ زاد بھائی حضرت نور قطب عالمؒ کی وفات کے ۷۶ سال بعد ہے۔  
اس لئے کچھ مشکوک ہے۔)

۱۱ زاہدی پور ضلع بلیا کی درگاہ میں حضرت غلام رکن الدین رکن عالمؒ کے مزار پر جو کتبہ ہے۔ اس میں  
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ پر)

باہر کندہ ہیں۔ لیکن دوسرے ذرائع سے ان کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔ حضرت  
 لکن الدین رکن عالمؒ کے صاحبزادے حضرت مخدوم بڑے زاہدیؒ کا مزار بھی چوکی  
 حسن ضلع سیوان (بہار) میں ہے۔ لیکن یہاں بھی کوئی کتبہ نہیں ہے اور تاریخ وفات  
 معلوم نہیں ہو سکی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے ایک بھائی مخدوم صدر الدین صدر عالمؒ  
 چھپرہ ضلع سارن کے پاس گھگھٹا میں آرام فرما ہیں۔ لیکن ان کا بھی کوئی حال معلوم  
 نہیں ہے۔ شیرازہ ہند چون پور کے مؤلف جناب سید اقبال احمد نے لکھا ہے کہ  
 مخدوم سید صدر الدین شاہ زاہدیؒ جو بہار شریف ضلع پٹنہ کے سید بدر الدین بدر  
 عالم زاہدیؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ وہ مخدوم شاہ حسام الدین مانک پوریؒ  
 سے اجازت و خلافت حاصل کرنے کے بعد چون پور آئے۔ ۵ رمضان المبارک ۹۳۳ھ  
 = ۱۲ اکتوبر ۱۵۲۶ء کو انتقال ہوا۔ ملا ٹولہ شہر چون پور میں دکن طرف اہلی کے  
 درخت کے نیچے مزار ہے۔ جناب شاہ شمیم اختر صاحب بہاری نے بھی اپنے مضمون میں  
 لکھا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالمؒ دہلی سے چون پور آئے جہاں آپ کے بچے بھائی کا مزار ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۲۳ کا]

آمارۃ ۸۷۱ھ کے نیچے ۱۲۳۸ء اور دھمال ازلی الحجۃ ۱۱۱۱ھ کے نیچے ۱۴۷۷ء صبح ہے جو غلط ہے  
 راقم الحروف نے اقرار کیا کہ ۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء زاہدی پور میں کتبہ کی پوری عبادت تاریخوں کے ساتھ نوٹ کی تھی  
 یہاں ہجری سال کو صحیح مان کر عیسوی سال درست کر دیا۔ ۱۱۱۱ھ جو جناب شاہ ذکی اشرف صاحب  
 چوکی حسن، تھانہ برہنہ ضلع سیوان (بہار) میں ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء۔

ہو سکتا ہے کہ گھٹھا ضلع سارن (بہار) کے زاہدی بزرگ اور چون پور  
 کے مخدوم صدر الدین زاہدی کے ناموں میں کچھ فرق ہو۔ لیکن صاحب شیراز ہند  
 کی تحریر میں بعض سخت تضاد کے باعث ان کا بیان محل نظر ہے۔ اگر حضرت بدر الدین  
 بدر عالم زاہدی رح کی تاریخ وفات رجب ۸۴۴ھ (۱۴۴۱ء) تسلیم کی جائے  
 تو ان کے بڑے بھائی کی تاریخ وفات سے ۸۹ سال کا فرق ہوتا ہے اور ۸۹۳ھ  
 (۱۴۸۹ء) سے ۹۰ سال کا فرق ہوتا ہے۔ دونوں صورتیں ناممکن ہیں۔ دوسرے  
 حضرت حسام الدین مانک پوری رح خلیفہ ہیں حضرت نور قطب عالم رح کے جو بھائی  
 ہیں حضرت بدر الدین زاہدی رح کے حضرت نور قطب عالم کا ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء  
 میں اور حضرت حسام الدین مانک پوری رح کا ۸۸۲ھ = ۱۴۷۹ء میں وصال ہوا۔  
 یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت نور قطب عالم کے بڑے ماموں کا ان کے ۱۱۵ سال بعد انتقال  
 ہوا ہو۔ اس لئے چون پور حضرت عبداللہ زاہدی رح کی تاریخ وفات لکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے دادا حضرت خواجہ  
 شہاب الدین حق گو شہید رح کے واقعہ شہادت ۷۳۰ھ = ۱۳۲۹ء  
 ان کے برادر نسبتی حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق رح کی تاریخ وفات یکم رجب ۸۸۸ھ  
 = ۱۴۸۵ء ان کے کسٹمر فیروز شاہ تغلق (۱۳۸۸-۱۳۵۱ء) کی تاریخ وفات

۱۳ اردیبہان ۷۹۰ھ = ستمبر ۱۳۸۸ء۔ اُن کے بھائی حضرت نور قطب عالم رح کے  
 سال وفات ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء۔ اُن کے پوتے حضرت رکن الدین رکن عالم رح (زاہدی  
 پور ضلع بلیا) کا تاریخ وفات ۱۱۱۱ھ = ۱۵۰۶ء اور حضرت مخدوم الملک شرف  
 الدین بہاری رح کی تاریخ وفات ۸۲۲ھ = جنوری ۱۳۸۰ء کی روشنی میں ہم  
 اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی کی عمر، چائے گام سے بہار شریف  
 کو واپسی اور اُن کے انتقال کی جو تاریخیں جناب شاہ شمس اختر صاحب نے لکھی ہیں وہ صحیح  
 ہیں۔ یعنی وہ میرٹھ میں ۸۰۱ھ = اکتوبر ۱۳۰۱ء میں علاء الدین خلجی کے عہد حکومت  
 میں پیدا ہوئے اور بہار شریف ضلع ناہنود (بہار) میں ۲۵ رجب ۷۹۳ھ = جولائی  
 ۱۳۹۱ء کو بنگال کے سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کے عہد حکومت میں انتقال فرمایا۔  
 بنگلہ زبان کے شاعر اور ساعت نامہ کے مصنف مزمل نے اپنے پیر کا نام  
 شاہ بدر الدین لکھا ہے۔ اگر اُن کے پیر حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح ہیں تو مزمل  
 پندرہویں صدی عیسوی کے وسط کے نہیں، بلکہ چودھویں صدی عیسوی کے وسط کے  
 شاعر ہیں۔ کالنا ضلع برہمان میں بلہ صاحب نامی بزرگ کے مزار کے سلسلہ میں جو ڈاکٹر  
 انعام الحق نے لکھا ہے کہ وہاں حضرت بدر عالم رح نے اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ اور وہاں  
 ان کا ایک فرضی مقبرہ موجود ہے۔ برہمان گزیر میں لکھا ہے کہ "ضلع کے دو اور  
 بزرگ جن کی ہندو اور مسلمان دونوں یکساں عزت کرتے ہیں۔ وہ کالنا کے بلہ صاحب

۱۵ روزانہ صدائے عام۔ پٹنہ۔ مئی ۱۹۵۵ء کی ایک اشاعت



اور مجلس صاحبؒ ہیں۔ دونوں کے مزارات دریا کے کنارے ایک میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یہ دونوں بھائی تھے اور چار سو سال قبل تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے یہاں گئے تھے۔ دونوں مزارات کے درمیان زائرین بالکل محفوظ رہتے ہیں اور ندی میں مزارات کے درمیان گھڑیاں بھی انسان کو نہیں بکڑتا۔ ان دونوں مزارات پر مٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکھوڑے بچھول اور مٹھائیاں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ نے تبلیغ دین کے سلسلے میں کالنا ضلع برہدوان میں قیام فرمایا ہو۔ لیکن یہاں کے بدر صاحبؒ مجلس صاحبؒ کے بھائی سمجھے جاتے ہیں اور ان کا زمانہ (۱۵۱۷ء) سولہویں صدی کے آغاز کا ہے اور راقم الحروف کے خیال میں یہ حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ سے مختلف بزرگ ہیں۔

سلہٹ کے راجہ گوڑ گوہر نے برہان الدین نامی ایک مسلمان پر سخت ظلم ڈھایا۔ بچہ کی پیشکش کے موقع پر گائے ذبح کرنے کے جرم میں ان کے نو مولود بچہ کو قتل کر دیا گیا اور ان کا ایک ہاتھ کاٹ لیا گیا۔ انہوں نے گوڑ کے مسلمان بادشاہ سلطان فروز شاہ دہلوی (۱۳۲۲ء - ۱۳۰۱ء) کے دربار میں فریاد کی۔ چنانچہ گوڑ گوہر کی سرکوبی کے لئے بادشاہ نے اپنے بھائی سکندر غازی کی ماتحتی میں فوج روانہ کی۔ اس فوج کو گوڑ گوہر کے مقابلہ میں ناکامی ہوئی، تو سکندر غازی کی طرف سے لئے سپہ سالار سپہ

لے برہدوان ضلع گزئیٹر سب سے سی۔ کے پٹرسن ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۸ء

نصیر الدین کی ماتحتی میں ایک اور فوج بھی گئی۔ مسلمان گورنر گوہر کی فوجی طاقت اور اس کی جادوگری سے کچھ ہراساں تھے۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ جلال محمد دہلویؒ اپنے مریدوں اور معتقدوں کے ساتھ اس علاقہ میں مصروف کار تھے۔ سکندر غازی اور سپہ سالار نصیر الدین حضرت شاہ جلال محمد دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دعا اور مدد کی درخواست کی۔ حضرت جلال دہلویؒ نے دعا کی اور اپنے ۳۶۰ مریدوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔ آپ نے بہادر پور میں براک ندی کو اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر عبور کیا۔ سپہ سالار نصیر الدین جن کی نماز فجر کبھی قضا نہیں ہوتی تھی، انہوں نے راجہ کی آہنی کمان کو چڑھایا۔ گورنر گوہر فرار ہو گیا اور ۱۷۰۳ھ = ۱۳۰۳ء میں سلہٹ فتح ہو گیا۔ شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں لکھا ہے کہ ”شاہ جلال محمد قطب بود“ سے تاریخ وفات نکلتی ہے اور حضرت کا وصال ۲۰ ذی قعدہ ۱۷۰۳ھ یعنی ۱۸ مئی ۱۳۰۴ء کو ہوا۔ لیکن ڈاکٹر انعام الحق نے اپنی کتاب ”مسلم بنگالی ادب“ میں حضرت شاہ جلال محمد دہلویؒ کا سال وفات ۱۳۲۶ھ تسلیم کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن بطوطہ ۴۶-۱۳۲۵ء میں بنگال سے گذرا، تو وہ سلہٹ جا کر حضرت شاہ جلال دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ۱۳۱۷ھ میں جب وہ چین پہنچا، تو اسے حضرت شاہ جلال دہلویؒ کی وفات کی خبر معلوم ہوئی۔

۱۷۰۳ء آب کوثر، شیخ محمد اکرام ۱۳۶۳-۳۵۵ھ؛ حضرت شاہ جلال سلہٹ میمنون سید مرتضیٰ علی۔

ماہ نوکراچی۔ مئی ۱۹۵۹ء ۵۲؛ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ۷۷

حضرت جلال مجرّد یعنیؒ کے سلسلہ میں بدر پیرؒ کا ذکر آتا ہے۔ تاریخ چٹاگانگ کے مصنف سید مرتضیٰ علی کا یہ خیال صحیح ہے کہ سلہٹ کے بدر پیرؒ بہار شریف کے حضرت بدر عالمؒ سے مختلف ہیں۔ کیونکہ ۱۳۰۳ھ میں سلہٹ کی فتح کے وقت حضرت بدر الدینؒ بدر عالم زاہدیؒ کی عمر دو تین سال سے زیادہ نہ تھی۔ شہر چٹاگانگ کے بخشی بازار محلہ میں بدر اولیاءؒ نامی ایک بزرگ کامزاد ہے۔ جہاں ہر سال ۲۹ رمضان کو عرس ہوتا ہے قیاس غالب ہے کہ جنوبی سلہٹ کی فتح کے بعد حضرت بدر پیرؒ چٹاگانگ کے علاقہ میں آئے اور یہاں بخشی بازار محلہ میں اُن ہی کامزار ہے۔ جنوبی سلہٹ کے علاقہ تراف کے سلسلہ میں مدن پور ضلع مہمن سنگھ کے حضرت شاہ سلطان رومیؒ کا نام آیا ہے۔ یہ سلہٹ کے حضرت شاہ جلال مجرّد یعنیؒ سے ڈھائی سو سال قبل اس علاقہ میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آئے تھے۔ کیونکہ سن ۱۰۵۳ھ کے ایک پیر کا غز کے مطابق ۱۰۵۳ھ میں آپ کے یہاں آکر آباد ہونے کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو سلہٹ کے حضرت جلال مجرّد یعنیؒ کے ساتھ شامل کرنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ شیخ الاسلام حضرت احمد جام زندہ پیلؒ

لے شیخ الاسلام حضرت احمد النامقی الجامیؒ چھٹی صدی ہجری کے اکابر صوفیہ میں گز رہے ہیں۔ ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۵ھ میں انتقال ہوا۔ حشت کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ مودود حشتی (متوفی ۱۵۲۷ھ = ۱۱۳۳ھ کے ہم عصر تھے) [بقیہ حاشیہ مندرجہ]

کی اولاد میں تھے۔ چنانچہ آپ کے دادا شیخ شہاب الدین حق گوہرؒ، جو بڑے صاحبِ صدق و بزرگ گذرے ہیں۔ انہیں کچھ لوگ شیخ زادہ جام بھی کہتے تھے۔ ان ہی کو بادشاہ محمد تغلق نے فصیل قلعہ سے نیچے گر کر شہید کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے جدِ اعلیٰ حضرت شہاب الدین کبیرؒ کعبہ شریف میں امام تھے۔ وہاں سے بشارت نبویؐ کے مطابق میرٹھ آئے اور وہاں سکونت اختیار کی حضرت شہاب الدین کبیرؒ۔ ان کے بیٹے حضرت فخر الدین زاہدیؒ اور حضرت فخر الدین زاہدیؒ کے تین بیٹوں کا مزار شہر میرٹھ میں ہے۔ شہر میرٹھ میں ایک محلہ زاہدی نام کا موجود ہے۔ حضرت شہاب الدین حق گوہرؒ حضرت فخر الدین زاہدیؒ کے بیٹے تھے۔ ان کا مزار دہلی میں تغلق آباد میں فصیل قلعہ کے پاس ہے۔ حضرت بدر عالم زاہدیؒ کی والدہ حضرت فخر الدین ثانی زاہدیؒ کی زندگی کا بڑا حصہ بنگال کے قدیم دار الحکومت سنار گاؤں میں گزرا۔ آپ دہلی میں حوض شمسی کے پاس آرام فرما رہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۱]

علامہ الرحمن جامیؒ نے نفحات الانس میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ انیس اطالین، مفتاح النجات، بحر الحقیقت وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ قاضی المشاہیر میں سال وفات ۵۳۵ھ = قمری ۱۱۳۲ھ لکھا ہے۔ ۱۸ سال تک جنگوں اور پہاڑوں میں عبادت کی تھی۔ سیرت الشریف جلد اول ص ۱۷ اور قاموس المشاہیر جلد اول ص ۶۶-۶۵

۱۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۳۔ ۲۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۴ بحوالہ ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۴۸۔ ۳۔ تحفہ بہار مولانا محمد عبدالمبین صاحب ص ۱۶۰۔ ۴۔ میرٹھ ضلع گزیٹیر راج۔ آب نیول الہ آباد



۱۳۴۷ھ میں فخر الدین مبارک شاہ (۴۹-۶۱۳۳۸) کے عہد حکومت میں چائگام

پہلے مسلمانوں کے پہلے حملہ کے وقت حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی چائگام میں موجود تھے۔ بنگال میں ۴۶-۶۱۳۴۵ میں افریقی سیاح ابن بطوطہ کی سیاحت کے وقت بھی وہاں آپ کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ چائگام کی بدرتی پہاڑی آپ کے نام پر ہے۔ اور فیضی پلنریہ آپ ہی کے نام کا چراغ جلتا ہے۔ بنگلہ زبان میں چٹی پٹی کے دیا کو کہتے ہیں۔ اور آپ نے جو چراغ روشن کیا تھا۔ اسی کی وجہ سے اس مقام کا نام چٹی گاؤں ہو گیا۔ سمندر میں کام کرنے والے ملاح آپ ہی کے نام کی دہائی دیتے ہیں۔ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی سلطان غیاث الدین تغلق (۲۴۲-۶۱۳۳۱) سلطان محمد عادل تغلق شاہ (۵۱-۶۱۳۲۴) اور سلطان فیروز شاہ تغلق (۸۸-۶۱۳۵۱) کے دور حکومت میں تھے۔ آپ کی ایک شادی سلطان فیروز شاہ تغلق کی صاحبزادی بی بی فہمیدہ سے ہوئی تھی اور دوسری شادی پر تھوڑی راج پورہان کے خاندان میں۔ دوسری بی بی کا نام بی بی ننھی تھا۔ ان سے ایک بڑے حضرت سلطان زاہدی اور ایک صاحبزادی بی بی ابرار تھیں۔ اور بی بی فہمیدہ سے آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ بہار شریف ضلع نالندہ میں حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاریؒ کے مزار مبارک سے تقریباً نصف میل پورب دکھن محلہ نکیہ کلاں میں آپ کا مزار ایک احاطہ کے اندر ہے۔ اس کو چھوٹی درگاہ کہتے ہیں۔ آپ کے مزار شریف پر آسید جل جاتے ہیں۔ اس لئے بہت سے لوگ آپ کو

۱۔ تاریخ چنگاؤں۔ سید مرتضیٰ علی ص ۹۔ بحوالہ چائگام مردم شماری رپورٹ ۱۹۶۱ء ص ۱۳-۱

جلو پیر بھی کہتے ہیں۔

آپ کے زمانہ میں بنگال میں حضرت عثمان انجی سرلج آئینہ ہند (متوفی ۱۳۵۷ھ) ان کے خلیفہ اور آپ کے برادر نسبتی حضرت مخدوم علاء الدین علاء الحق (متوفی ۱۳۹۸ھ) آپ کے بھانجے حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۵۱۴ھ)؛ دیوی کوٹ (دہلیہ) ضلع دیناج پور کے مولانا شاہ عطار (متوفی ۱۳۵۵ھ)۔ شمس الدین محمد الیاس کے دور حکومت کے حضرت راجہ بیابانی (متوفی ۱۳۵۴ھ)؛ فرزند شریف ضلع بونگل کے شاہ انور علی حلی (متوفی ۱۳۷۵ھ) اور سلہٹ کے حضرت جلال مجر دینی (متوفی ۱۳۴۷ھ) دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول تھے۔

حضرت بختیار ماہی سوار (ج) کے ساتھ آنے والے بارہ ادویہ میں سے حضرت بدر الدین بدر عالم زاہری (ج) کے سوا دوسرے بزرگوں کے مفصل حالات معلوم نہیں ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ بزرگ چاٹگام اور سیتا کنڈ کے مابین کو میرا سٹیشن کے پاس بارہ ادویہ نامی بستی میں آباد ہوئے۔ وہاں ایک ساتھ بارہ پرانی قبریں دکھائی جاتی ہیں۔ شاہ قتال (ج) کا مراد شہر چاٹگام کے شمالی مضافات قتال گنج (قتل گنج) میں ہے۔ عام طور پر ان کو قتال پیر کہتے ہیں۔ مغل عہد حکومت میں سرکاری کچھریاں قتال گنج ہی میں تھیں۔ شاہ چاند ادویہ (ج) چاٹگام سے آٹھ میل جنوب مشرق کی طرف پائیٹا میں سری مٹی ندی کے کنارے آرام فرما ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت چاند ادویہ (ج)

سولہویں صدی عیسوی میں دہلی سے چٹاگام آئے۔ اور لنگوٹ بند لہے۔

حضرت بدر عالمؒ کے ساتھ آنے والے بزرگوں میں ایک نام حضرت شاہ  
محسن اولیاء رحمہ کا ملتا ہے۔ پہلے آپ کو جھپاری میں سنبھاندی کے کنارے  
دفن کیا گیا۔ لیکن جب ندی کی دھارا بدل گئی، تو آپ کی قبر بھٹالی کو منتقل کی گئی۔  
آپ کی صاحبزادی کا نام نرمی بی بی تھا۔ جن کی شادی آپ کے بھتیجے شاہ سکندرؒ سے  
ہوئی تھی۔ ان کے بیٹے شاہ قطب الدین رحمہ تھے۔ ان کی اولاد اب تک جھپاری میں  
آباد ہے۔ یہاں طغری کا ایک کتبہ ہے جس میں ۸۰۰ھ = ۱۳۹۷ء کی تاریخ درج ہے۔  
شہر چٹاگام سے چار میل اتر، پچھم نصیر آباد میں حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ  
کی درگاہ ہے۔ اس کو سلطان بایزید بسطامیؒ کا چلہ کہتے ہیں۔ چلہ کی سادہ مگر باوقار  
مربع عمارت ایک ٹیلہ کے اوپر ہے اور ٹیلہ کے دامن میں خہر عالمگیری کی ایک شاندار  
مسجد ہے، جس کا رد کار اور مرکزی قبة قابل دید ہے۔ ابھی تک حضرت سلطان بایزیدؒ  
کے متعلق تحقیق نہیں ہو سکی ہے کہ یہ کون بزرگ ہیں اور یہاں کب تشریف لائے۔ ڈاکٹر  
انعام الحق کا خیال ہے کہ فی الحقیقت یہ حضرت شاہ سلطان بلخیؒ کی درگاہ ہے۔  
جو ساندوہپ سے نصیر آباد آئے تھے۔ دوسروں کا کہنا ہے کہ نویں صدی عیسوی میں  
دنیا کے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ بسطامیؒ تبلیغ اسلام کے سلسلہ

۱۵۰۰ء تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ۱۵۸۰ء۔ ۱۵۸۰ء تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ۱۵۸۰ء۔ ۱۵۸۰ء۔

اور مسلم بنگالی ادب ۵۰۰ء۔ ۱۵۰۰ء تاریخ چٹاگانگ ۱۲۰۰ء۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ

کے پیر و مرشد حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ۔ ایران میں شاہ رود کے پاس بسطام میں ۱۶۰۰ھ = ۱۷۷۷ء  
(باقی حاشیہ ص ۳۴ پر)

میں چائنگام تشریف لائے اور چھ سال تک یہاں مقیم رہے۔ لیکن خواجہ بازید بسطامیؒ  
(۸۷۵ - ۶۷۷) کے چائنگام تشریف لانے کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ حضرت  
سلطان سخی سروردؒ کبھی مشرقی پنجاب میں تشریف نہیں لائے۔ لیکن جالندھر اور  
لودھیانہ کے تمام سلطانی ہندو جاٹوں کی بستی میں آپ کی درگاہ موجود ہے۔ اس کو  
زیارت کہتے ہیں۔ ہر جمعرات کو زیارت صاف کی جاتی ہے اور اس میں رات کو چراغ  
جلا یا جاتا ہے اور اجیر شریف میں غوث الاعظم حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ  
کے تشریف نہیں لانے کے باوجود حضرت خواجہ بزرگ سرورؒ کے مزار مبارک کے سامنے

بقیہ حاشیہ ۳۳ کا

میں پیدا ہوئے اور ۱۵ شعبان ۱۲۶۱ھ = ۲۶ مئی ۱۸۷۵ء کو وصال ہوا۔

۱۷ حضرت احمیدؒ (سلطان سخی سروردؒ کے داتا) کو سی کوٹ میں پیدا ہوئے۔ حضرت غوث الاعظمؒ اور  
شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سروردیؒ سے فیض حاصل کیا۔ لاہور سے ۷۰ میل سو دھڑہ میں پھر گئی  
سال دھونکل میں ہے۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے شاہ کوٹ تشریف لے گئے۔ ۱۱۱۸ھ میں شہید ہوئے۔ مزار  
مبارک شاہ کوٹ (سخی سرور) میں ہے۔ ہندو آپ کے بہت معتقد ہیں۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرامؒ ۱۹۵۸ء  
امپریل گزٹیفکیشن انڈیا حیدرست ویکم ص ۳۹

۱۸ سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام غوث الاعظم حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ ایران کے ضلع جیلان  
دگیلان کے گاؤں نائف (نہف) میں یکم رمضان المبارک ۴۷۷ھ = مارچ ۱۰۷۸ء کو پیدا ہوئے اور ۱۱  
بیح الآخر ۵۶۱ھ = ۱۴ فروری ۱۱۶۶ء کو بغداد شریف میں وصال ہوا۔

۱۹ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ۱۴ رجب ۵۳۷ھ = فروری ۱۱۲۳ء کو غلام سحستان میں پیدا  
(باقی حاشیہ ۳۵ پر)



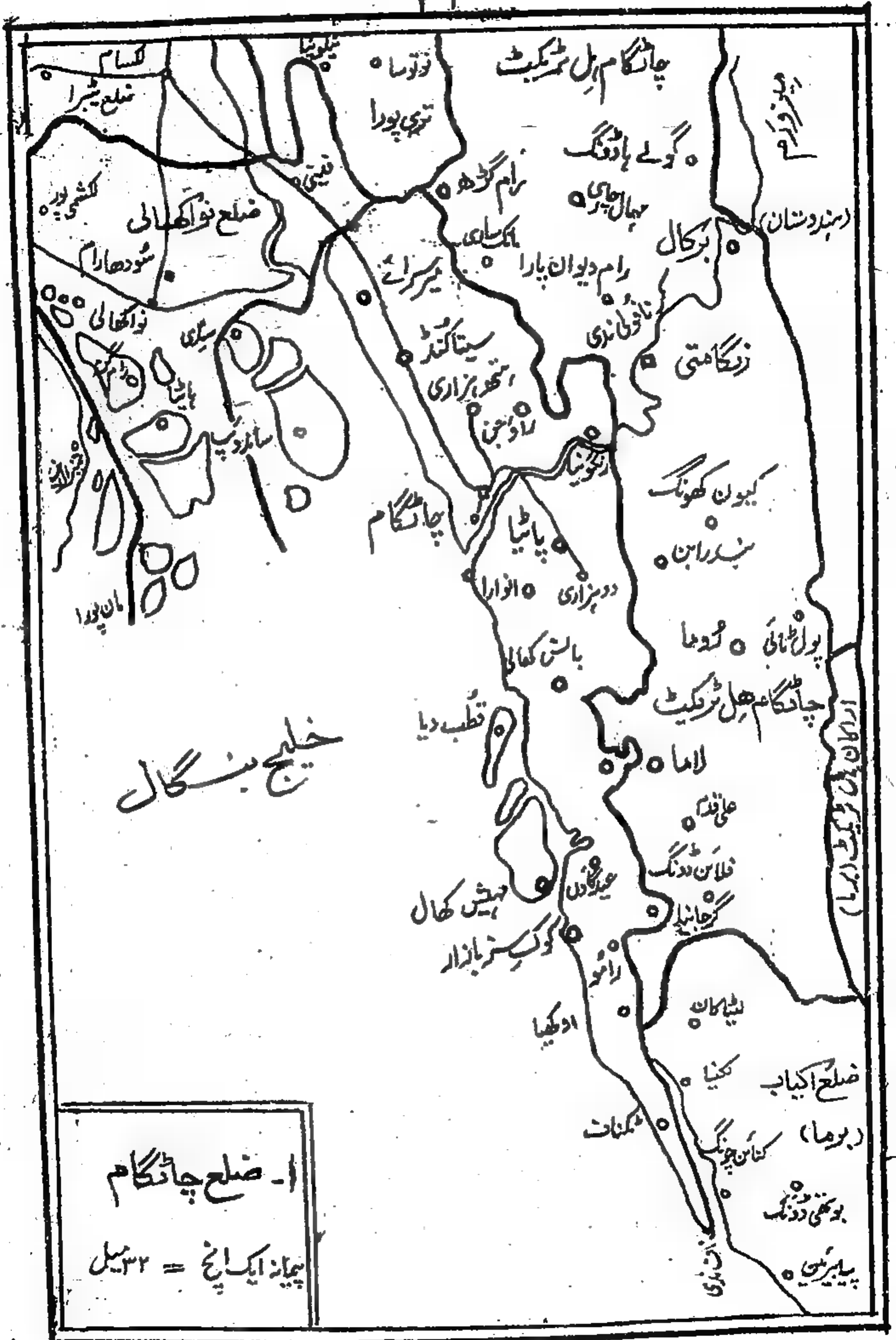
تار اگر وہ پہاڑی کے راستہ پر آپ کا چلہ تعمیر ہوا۔ جہاں حضرت غوث الاعظمؒ کے ایک عقیدت مند نے بغداد شریف سے آپ کی درگاہ کی ایک اینٹ لا کر اپنے سید کے اوپر دفن کرایا۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کے سلسلہ کے کسی بزرگ نے ازراہ حقیقت مندی آپ کے نام سے یہ چلہ تعمیر کرایا ہو اور چونکہ عام طور پر اسے حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی درگاہ یا آپ کا چلہ کہتے ہیں اس لئے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ درگاہ شریف آپ کے نام سے تعمیر کی گئی ہے۔ آپ کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے۔

شہر چاٹگام سے ایک میل اتر ایک چشمہ ہے جس کو شیخ فرید کا چشمہ کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں یہ روایت مشہور ہے کہ اس مقام پر شیخ فریدؒ نے اٹنا لٹک کر چلہ کیا تھا اور یہ چشمہ آپ کے آنسوؤں سے جاری ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس چشمہ کے سلسلہ میں شیخ فریدؒ سے حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ (۱۲۶۵-۶۱۱۷ھ) مراد ہیں۔ جو عام طور پر بابا فریدؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار مبارک (اجودھن) پاک پٹن، پاکستان میں بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ لیکن بابا صاحبؒ کبھی چاٹگام شریف نہیں لائے اور

بقیہ جلد ۳۴ ص ۲۷

۱۰۔ محرم ۵۶۱ھ = ۱۶ نومبر ۱۱۶۵ء کو اجیر شریف شریف لائے اور ۶ رجب ۵۶۳ھ = ۶ اپریل ۱۱۶۷ء کو اجیر شریف (راجستھان) میں وصال ہوا۔

۱۱۔ حضرت شیخ کبیر بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ ملتان میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین نختیار کاکیؒ کے خلیفہ اور نظام المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الہیؒ اور حضرت مخدوم (باقی جلد ۳۴ ص ۲۷)



یہودیوں کی عیسوی سے قبل چاٹگام کا علاقہ مسلمانوں نے فتح نہیں کیا لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی عقیدت مند نے اس پہاڑی چٹمہ کو آپ کے نام سے اس لئے منسوب کر دیا ہو کہ اس علاقہ کے مسلمان حضرت بابا صاحب کی عظمت اور بزرگی سے واقف ہو سکیں۔

حضرت سید محمد یوسف جو شاہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا مزار چاٹگام سے تقریباً پندرہ میل دکن پوربست کا نیامیں ہے۔ روایت کے مطابق آپ کا تعلق ایک شاہی خاندان سے تھا لیکن دنیاوی عیش و آرام سے الگ ہو کر درویشی اختیار کر لی اور ست کانیاں آباد ہوئے۔ سلسلہ شطاریہ میں شاہ پیر نام کے ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جن کا میرٹھ میں ۱۶۳۰ء میں انتقال ہوا۔ ۱۵۰۵ء میں حضرت جلال علیؒ (۱۵۲۳-۱۶۴۲ء) چاٹگام تشریف لائے۔ ان کا مزار پھاٹک چاری تھانہ کے جلال آباد میں ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۳۵ کا ۲]

علامہ الدین صابریہ کلیر شریف کے پیر و مرشد ہیں۔ ۵ محرم ۱۲۶۲ھ = ۱۷ اکتوبر ۱۸۴۵ء کو پاک پٹن (اجودھن) ضلع ساہی وال (سابق ضلع مونٹ گومیری) میں وصال ہوا۔ راحت القلوب اور اسرار الاولیاء آپ کے دو ملفوظات ہیں۔ جنوبی پنجاب میں اسلام کی اشاعت آپ کی کوششوں کی رہنمائی ہے۔ باب کوثر شیخ محمد اکرام ص ۲۵۵-۲۴۴ لے تاریخ چٹگانگ۔ سید رفیع علی ص ۱۵۷

۱۵ میرٹھ گزٹ میں لکھا ہے کہ شہر نیپاہ کی دیوار کے ۹ دروازوں میں ایک کا نام شاہ پیر دروازہ ہے۔ یہ دروازہ شاہ پیر کے مقبرہ کے پاس ہے۔ سنگ سرخ کا یہ شاندار مقبرہ ملکہ نورجہاں نے ۱۶۲۸ء میں ایک فقیر کی یادگار بنوایا تھا۔ شاہ پیر محلہ بھی آپ کے ناکہ آباد ہے۔ میرٹھ ضلع گزٹ راج۔ آر نیول آباد سن ۱۹۰۶ء۔ ۲۷۲ لے تاریخ چٹگانگ۔ سید رفیع علی ص ۱۵۸ لے تاریخ چٹگانگ ص ۱۹

شہر چاٹگام کے چاند پور محلہ میں شاہ ملا مسکین کا مزار ایک ٹیلہ کے اوپر ہے۔  
 درگاہ کے پاس ایک مسجد ہے جو پٹھانوں کے عہد کی معلوم ہوتی ہے۔ آپ حضرت بدیر  
 کے کچھ دنوں بعد چاٹگام آئے۔ آپ کے ساتھ آنے والوں میں شاہ نور شاہ اشرف رح  
 کا بی شاہ رح۔ بندہ رضا شاہ رح اور شاہ مبارک علی رح تھے۔ ان بزرگوں کے مزارات  
 بھی حضرت ملا مسکین رح کے مزار کے پاس ہیں۔

چاٹگام سے رانمو اور کوکس بازار کو جانے والی بچہ سڑک پر چاٹگام سے  
 تقریباً ۲۵ میل دھن چکر یا تھانہ ہے۔ تھانہ کے پورب ایک چھوٹی سی وادی میں حضرت  
 شاہ عمر کا مزار ہے۔ ضلع نواکھالی کے پرگنہ عمر آباد میں آپ کی ایک درگاہ ہے اور  
 شاید پرگنہ کا نام بھی آپ ہی کے نام پر ہے۔ دہلی کے شہنشاہ محمد شاہ (۱۷۴۸ء -  
 ۱۷۶۹ء) نے آپ کی گذارش پر اس پرگنہ کو حسن الشراں اور شہنشاہ الشراں  
 دو بھائیوں کے نام مال کی معمولی سالانہ آمدنی پر بند و بست کر دیا تھا۔ زیادہ تر لوگوں  
 کا خیال ہے کہ نواکھالی کے شاہ عمر اور چکر یا کے شاہ عمر ایک ہی بزرگ ہیں۔

میرزا تھانہ میں گیل لیا دیکھی کے کنائے قاضی مرگل (متوکل) کی درگاہ  
 ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد حکومت میں دہلی میں  
 قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے اور بادشاہ سلیم کے ناراض ہو جانے کے بعد

۱۹ تاریخ چٹاگانگ ۱۵۸ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۸

۱۵۸ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹ - ۱۵۸

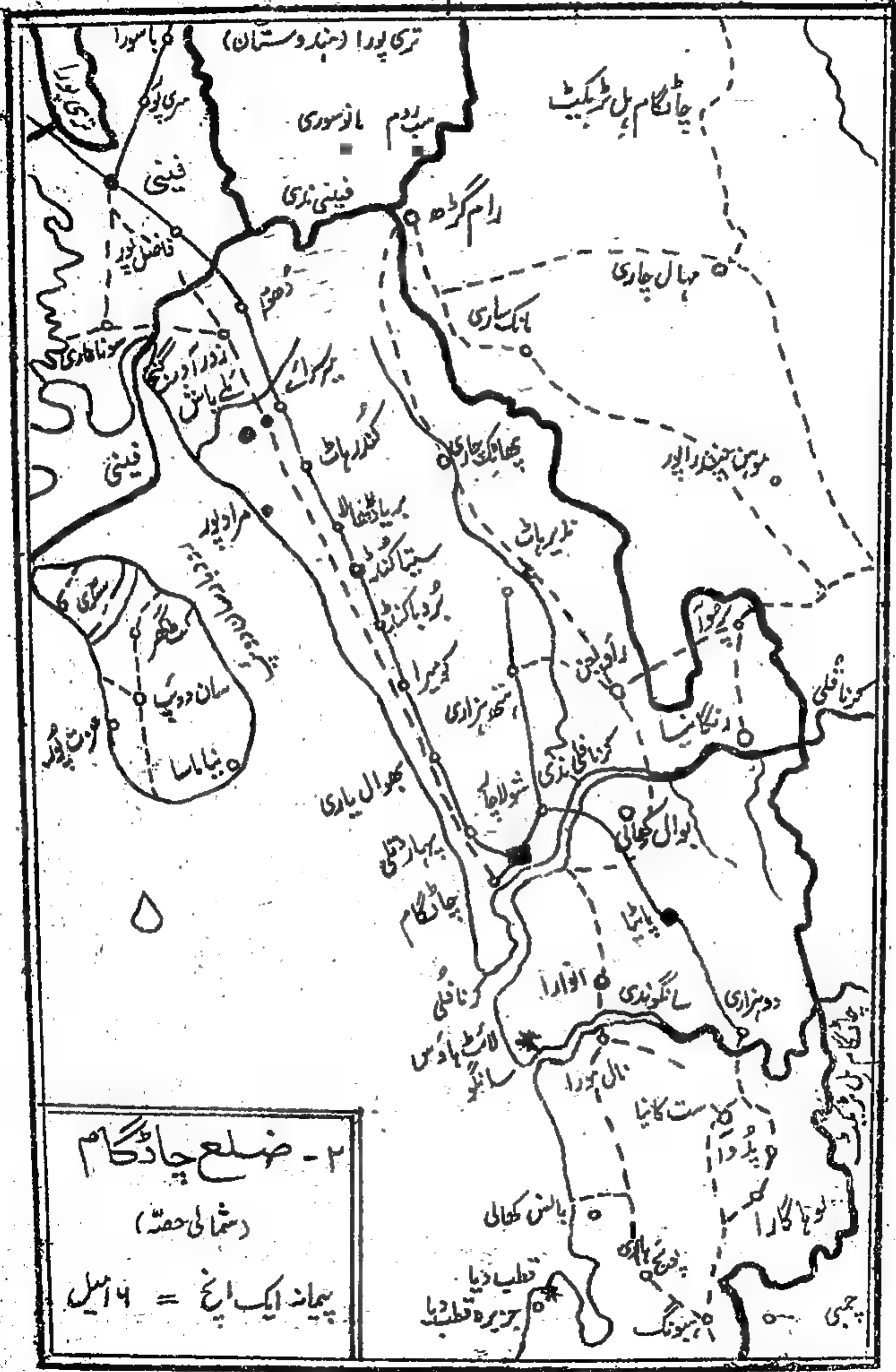


دہلی سے چار گام چلے آئے اور باقی ماندہ زندگی تبلیغ و اشاعتِ اسلام اور عبادت و ریاضت میں گزاری۔

پھاٹک چاری (فتح چاری) تھانہ کے کفایت نگر میں حضرت حامد شاہؒ کی درگاہ ہے۔ پہلے اس درگاہ میں بہت بڑی جاگیر تھی۔ حامد شاہؒ کے مورت اعلیٰ عرب سے ہندوستان آئے اور دار الحکومت گوڑ میں آباد ہوئے۔ ۱۵۷۳ء میں منعم خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں گوڑ میں پلگ پھیلا اور حامد شاہؒ کے دادا گوڑ سے چار گام چلے آئے۔ حامد شاہؒ کے والد کا نام عبدالقادر تھا۔ حامد شاہؒ کی اقامت کے بعد کفایت نگر میں جنگل صاف کر کے آبادی ہوئی۔ پھاٹک چاری چار گام سے پندرہ میل شمال مشرق اور میرٹھ سے آٹھ میل مشرق قدرے جنوب کی طرف ہے۔

کرناٹلی ندی کے کنارے مرزا خیل میں ہمیں ادلیا کی درگاہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہمیں ادلیا پہلے ایک ہندو حجام تھے۔ ابوارام اور ہمیش چندر ان کے دو بیٹے تھے ان تینوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بیٹوں کا نام عتیق اللہ اور محمد شریف رکھا گیا۔ یہ تینوں بڑے نامور بزرگ گزرے ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیرؒ نے ان لوگوں کو جاگیریں عطا کیں۔ نوابارہ اور شرف بھاطما میں ذمہ عتیق اللہ اور ذمہ محمد شریف ان دونوں بزرگوں کے نام پر ہیں۔

حضرت صفوی نور محمد صاحب نظام پوریؒ (متوفی ۱۸۵۸ء) اور ان کے خلیفہ



۲- ضلع چادگام

(شمالی حصہ)

پیمانہ ایک انچ = ۱۶ میل

قطب دیا  
جزیرہ قطب دیا

چچ



قطب الارشاد حضرت صوفی سید رفیع علی صاحب دہلوی (متوفی ۱۸۸۶ء) کے معاصرین میں جناب شاہ معین الدین صاحبؒ کی درگاہ شہر چانگام کے مضافات میں پہاڑ تلے سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ تقریباً ۳۵ سال قبل حیات تھے۔ جناب شاہ احمد علی صاحبؒ کی درگاہ پچھانک چاری تھانہ کے بیچ بھنڈار نامی مقام میں ہے۔ یہ ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۰۵ء میں ان کا وصال ہوا۔ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور صاحب معرفت بزرگ گذرے ہیں۔ ہر سال ہاتھ مہینہ کی دسویں تاریخ کو ان کے عرس میں چانگام اور اس پاس کے اضلاع سے ہزاروں ہزار زائرین شریک ہوتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے صاحب خانقاہ بزرگ جناب شاہ امانت اللہ صاحبؒ کا تعلق بھی اس دور سے ہے۔ فروری ۱۹۷۷ء میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت بختیار ماسی سوارؒ کی اولاد میں حضرت صوفی شاہ دائمؒ کے سلسلہ میں قبل آپ کا ذکر آچکا ہے۔ آپ ضلع جج کی عدالت میں چیراسی کا کام کرتے تھے۔ مولانا سیدہ احمد اللہ صاحب نے اپنی کتاب عین جاریدیہ میں تذکرہ اولیاء ننگالہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہمیشہ کھالی کا ایک شخص اپنے ایک سنگین مقدمہ کے ضروری کاغذات گھر چھوڑ آیا تھا۔ اس کے وکیل نے بتلایا کہ اگر کل تاریخ سماع کے وقت وہ کاغذات پیش نہیں کئے جاسکے، تو وہ مقدمہ ہار جائے گا۔ چانگام سے اس کا مکان بہت کافی فاصلہ پر تھا اور دو تین روز سے کم میں کاغذات لے کر واپس آنا



ممکن نہ تھا، وہ سخت پریشان ہوا۔ شام کو گھر جاتے وقت اس کا دلنا پیٹنا دیکھ کر آپ بہت متاثر ہوئے۔ آپ کی ایک کرامت کا اظہار ہوا۔ صبح تک وہ کاغذات لے کر چاٹ گام واپس آگیا اور مقدمہ حبیت گیا۔ تاکید شدید کے باوجود اس شخص نے کرامت کے اس راز کو ظاہر کر دیا۔ آپ کی شہرت ہو گئی۔ ملازمت سے عسکری دس ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور رشتہ ہدایت میں مشغول ہو گئے چاٹ گام میں آپ کے اور بھی چند کرامتوں کا اظہار ہوا۔ اس علاقہ کے بہت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ ہر سال یکم ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ ہزار ہا ایک عالی شان عمارت ہے اور مرجع خلایق ہے۔

جناب شاہ وعظ الدینؒ ۸۰۵ھ میں کان کھالی تھانہ رنگو نیا میں پیدا ہوئے۔ بارہ زمین دوزکروں میں چلہ کشی کرتے رہے۔ چاٹ گام اور اکیاب کے علاقہ میں۔ آپ کے مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت کافی تھی۔ ۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا کان کھالی ہی کے مولانا سید تاج علی رحمانی و فارسی کے زبردست عالم اور مشہور بزرگ گذلے ہیں۔ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۵ء میں صال ہوا۔ ان بڑے بیٹے

۱۔ دود کوثر۔ شیخ محمد اکرام علیؒ؛ ۲۔ عین جاریہ۔ شاہ احمد اللہ صاحب۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۲ء۔

ضمیمہ ۱۔ بحوالہ تذکرہ اولیائے برکاتہ مصنفہ مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل علیہ فنی اور تاریخ

چٹاگانگ۔ سید تفسی علی ص ۱۶۰-۱۵۹

مولانا سید نور الحق صاحب (۱۹۲۸ء-۸۶ء) کو اپنے زمانہ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔  
 میرٹھ ڈھاکہ اور پٹانگام میں کثیر تعداد میں لوگ ان سے مرید ہوئے۔ تقریباً اسی دور  
 میں جناب شہید ابوالقاسم بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ بریا کھالی تھانہ راولپنڈی  
 میں ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ بیچ بھنڈاڑ تھانہ پھاٹک چاری کے شاہ احمد اللہ صاحب  
 کے خلیفہ تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جے نگر تھانہ رنگو نیا میں ان کا انتقال ہوا۔

## ۲۔ چاٹگام پر اسلامی اقتدار

مسلمانوں نے بنگال کا صوبہ تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز میں فتح کر لیا تھا۔ ۱۳۰۳ء میں سکندر غازی اور سپہ سالار سید نصیر الدین نے حضرت جلال دینیؒ کی مدد سے سلہٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن چودھویں صدی عیسوی کے وسط تک وہ میگھنا ندی کے پورب نہیں بڑھ رہے تھے۔ سنار گاؤں کے فخر الدین مبارک شاہ (۱۳۳۸-۱۳۴۹ء) بنگال کے پہلے آزاد مسلم حکمران تھے۔ جنہوں نے ۱۳۴۷ء میں میگھنا ندی کے پورب نو اٹھالی۔ پیرا۔ چاٹگام اور سلہٹ کے علاقوں کو فتح کیا۔ اسی

سے سنار گاؤں میں نجیات الدین بہادر شاہ کی دوبارہ سرکوبی اور خاتمہ کے بعد سلطان محمد بن تغلق کے رضاعی بھائی تاتار خاں جو ہم طور پر بہرام خاں کے نام سے مشہور ہیں، گورنر تھے۔ ۱۳۳۶ء میں ان کے انتقال کے بعد فخر الدین مبارک شاہ حکمران ہوئے۔ ۱۳۳۸ء میں انہوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ انہوں نے دس سال حکومت کی۔ ان کے بعد ان کا لڑکا اختیار الدین غازی شاہ حکمران ہوا۔ ۱۳۵۲ء میں حاجی شمس الدین محمد الیاس نے سنار گاؤں کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکرت وغیرہ ص ۲۲۳-۲۲۴؛ تاریخ بنگال۔ سر جردن ماٹھ سرکار۔ جلد دوم ص ۹۰-۹۱ اور ص ۱۰۵۔ ۱۰۶ چاٹگام ضلع گزٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی ص ۲

بادشاہ کے عہد حکومت میں اس کے جنرل قدردخان غازی نے چاٹگام پر حملہ کیا تھا۔  
 اس جنرل کے نام پر چاٹگام ضلع کے راؤ جن تھانہ میں قتل پور (قدر پور) بستی ہے۔  
 جہاں ایک قدیم مسجد بھی ہے۔ اس علاقہ میں حاجی محمد خلیلؒ اور حضرت بدر الدین بدر عالمؒ  
 نے اسلام پھیلایا۔ فاتح جنرل قدردخان غازی نے ان دونوں مبلغین اسلام سے ملاقات  
 کر کے ان کی عزت افزائی کی تھی۔ فخر الدین مبارک شاہ نے دارالحکومت سنار گاؤں  
 کو ایک اعلیٰ درجہ کی سڑک کے ذریعہ چاٹگام سے ملانے کی کوشش کی۔ چنانچہ  
 چاند پور سے چاٹگام تک پختہ سڑک بنوائی۔ چاٹگام میں مسجدیں اور مقبرے تعمیر کرائے۔  
 ۱۲۶۶ھ - ۱۲۶۷ھ میں مشہور افریقی سیاح ابن بطوطہ چاٹگام آئے تھے ان  
 کے سفر نامہ سے اسلامی فتوحات اور قیام سلطنت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بنگالی  
 شاعر محمد خاں نے ۱۲۶۷ھ میں اپنی کتاب "مقتول حسین" میں اور ۱۲۶۷ھ میں شہاب الدین  
 طالش نے اپنی کتاب "علاقہ چاٹگام" میں فخر الدین مبارک شاہ کی فتوحات کا ذکر کیا ہے۔  
 ۱۲۸۷ھ - ۱۲۹۳ھ میں حضرت سید نجیہ ماہی سوار کے پر پوتے اور چاٹگام کے  
 حاکم مجلس اعلیٰ راستی خاں نے ہتھ ہزاری کے پاس فتح آباد میں گورکھ کے حبشی سلطان  
 رکن الدین باریک شاہ (۱۲۷۸-۱۲۸۸ء) کے عہد میں فخر علی کی یادگار میں جو مسجد  
 تعمیر کرائی تھی، اس کے کتبہ سے بھی اس علاقہ میں مسلمانوں کی حکومت کا ثبوت ملتا ہے۔  
 ۱۲۹۵ھ میں حبیب عینی سفیر چاٹگام آیا تھا، تو اس وقت بھی وہاں مسلمانوں



۱۵ کی حکومت قائم تھی۔ لیکن ۱۵۱۲ء میں چانگام پر ٹیبرا کے راجہ دھنیا مانکیا (۱۵۱۵ء-۱۵۱۳ء) کا قبضہ ہو گیا تھا۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد گوڑ کے عربی النسل سلطان علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸ء-۱۵۱۳ء) نے گوڑا کے پاس قصبہ نامی مقام میں ٹیبرا راجہ کو شکست دیا اور بادشاہ کے بیٹے ناصر الدین نصرت شاہ (۱۵۱۸ء-۱۵۱۳ء) نے بغدادی مہاجر الفاحسین کی ترغیب سے چانگام پر حملہ کر کے وہاں پھر اسلامی اقتدار قائم کر دیا۔

۱۵ چانگام ضلع گزٹڈ ایریا ۲۲ ۱۵ سلطان علاء الدین حسین شاہ پہلے گوڑ کے حبشی سلطان کے وزیر تھے۔ ۱۵۱۳ء میں اُنہی نے سلطنت میں ان کو بادشاہ بنایا۔ ۲۶ سال حکومت کی اور ۱۵۱۸ء میں انتقال ہوا۔ یہ عربی النسل تھے، لیکن شادی ایک شاہنگالی خاندان میں ہوئی تھی۔ بہت ہی دین دار و وسیع النظر اور عالی خیال حکمران تھے۔ اڈیسیہ، مگدھ، کوچ بہار، آسام اور چانگام کو فتح کیا، اکثریت مساجد اور مدرسے تعمیر کرائے۔ اُن کے لئے اور بزرگوں کی مزارات کی نگہداشت کے لئے ہزاروں میگھے زمین وقف کی ہر سال حضرت نور قطب عالم کے مزار کی زیارت کے لئے پانچ سو شریف جلتے تھے۔ اسی خانقاہ کے اخراجات کے لئے بہت بڑی جائداد وقف کی جس کو بائیس ہزار ہی کہتے ہیں۔ گوڑ میں داخل دروازہ بنوایا اور گوڑ کے پاس سعد آباد میں حضرت عثمان انجی سراج آئینہ ہند کا منبر تعمیر کرایا۔ بنگالی زبان کی سرپرستی کی۔ ان کے عہد حکومت میں مناسنگل - دیاسندیر اور پراگلی جہا بھارت بنگلہ زبان میں لکھی گئی۔ بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) کے حضرت غلام شاہ فخر الدین زبیدی کے مرید تھے۔ (رود کوثر - شیخ محمد اکرام صفحہ ۴۵، مسلم بنگالی ادب صفحہ ۵-۴۸، مالہ گزٹڈ ایریا ۱۹-۱۹، ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۳۴)؛

۱۶ ماہ ذی قعدہ ۱۹۶۲ء (۱۹۶۳ء) - ۱۷ ناصر الدین نصرت شاہ اپنے باپ کی طرح لائق و فائق (باقی حاشیہ ۴۸ پر)

اس فوجی جہم میں بغدادی تاجر الفاحسین اور چاٹنگام کے سابق حاکم سید راستی  
خاں کے بیٹے بنزل پیرا گل خاں نے شہزادہ کی بہت مدد کی تھی۔ شہزادہ نصرت  
شاہ نے چاٹنگام سے ۸ میل پر فتح آباد کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس زمانہ میں  
بہت کافی آبادی مسلمان ہو گئی۔

۱۵۳۸ء تک مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ پھر ماگھ قبائل حاوی ہو گئے، بعض  
لوگوں کا خیال ہے نصرت شاہ کے انتقال کے فوراً ہی بعد ۱۵۳۲ء پیرا کے راجہ  
بجے مانکیا (۶۱۵۲۸ - ۷۰) نے چاٹنگام پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ۱۵۵۶ء میں جب  
بجے مانکیا نے چاٹنگام پر حملہ کر کے آٹھ مہینوں تک شہر کا محاصرہ کیا، تو بنگال کے  
حکمران بہادر شاہ کے رشتہ دار اور چاٹنگام کے گورنر مبارک خاں نے پیرا کی فوج  
کو بڑی طرح شکست دیا تھا۔ بعد میں جب پٹھان فوجی کھانے پکانے میں مشغول تھے  
تو پیرا کی فوج نے دوبارہ حملہ کر کے مسلمانوں کی شکست دی۔ مبارک خاں کو گرفتار

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷ پر]

حکمران تھا۔ اس نے تربہت کو فتح کیا۔ گوڑ میں بڑا سونا مسجید اور قدم رسول تعمیر کرایا۔ مہابھارت کا بنگالی مذاہب  
زبان میں ترجمہ کرایا۔ ۱۵۱۸ء میں حکمران ہوا اور ۱۵۳۳ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ (مسلم بنگالی ادب  
مادرہ گریڈ ۱۹ - ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۴۷)

۱۵ الفاحسین بغداد کے رہنے والے ہوئی تاجر تھے۔ اُن کے پاس سمندر میں جانے والے ۱۴ جہاز تھے۔  
بعد میں نصرت شاہ کے خاندان سے اُن کے ازدواجی تعلقات قائم ہوئے۔ (تاریخ چٹاگانگ - سید تفسی علی  
صف ۲؛ تاریخ بنگال سر جلد و ناتھ مرکار جلد دوم صف ۱۵۵ بحوالہ احادیث الخوین مصنفہ جمید اللہ خان  
صفحہ ۱۸-۱۷)

کر لیا اور پٹھاری چلتی کی ترغیب دی وہی کے سامنے قربان کر دیا۔ ۱۵۷۳ء میں بنگال کے بادشاہ داؤد خاں قرانی نے چاٹگام پر قبضہ کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ پٹھرا کے راجہ ادے مانکیا کے بہنوئی رتاگن نارائن نے باون ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن ڈاکھالی ضلع کے قندال نامی مقام پر پٹھرا کی فوج کو شکست ہوئی۔ تیس ہزار پٹھرا کے فوجی مارے گئے۔ پانچ ہزار پٹھان شہید ہوئے۔ اس فتح کے بعد داؤد خاں قرانی نے مزید فوج فروز خاں آئی اور جمال خاں پٹی کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ ان دونوں نے پٹھرا پر حملہ کیا اور کوٹلا کے پاس مہر گل نامی مقام پر پٹھرا راجہ کو پھر شکست دی۔ ضلع چاٹگام میں راجہ ٹوڈر مل کی بندوبستی میں سلیمان پور مہال کا نام ملتا ہے، جو داؤد خاں قرانی کے والد سلیمان خاں قرانی کے نام پر اس فتح کی یادگار میں ہے۔ ۱۵۷۶ء میں داؤد خاں قرانی کے انتقال کے بعد اس علاقہ پر اراکان راجہ کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۵۸۵ء میں جب سیاح رالف فیچ یہاں آیا تھا تو اس وقت اراکانیوں کا قبضہ تھا۔

بنگال کے بحری قزاقوں کی مدد سے اراکانیوں اور ماگھ قبائل نے مسلمانوں پر بہت ظلم ڈھایا۔ ہزاروں ہزار کو تہ تیغ کر دیا اور بہت سے لوگوں کو غلام بنا لیا۔ ۱۵۹۰ء میں پرتگالیوں نے فتح خاں کو شکست دے کر جزیرہ ساندوپ پر قبضہ کر لیا۔ ہندوؤں نے پرتگالیوں کی ماتحتی قبول کی اور ان کی مدد سے بہت مسلمان

مارے گئے۔ ان بحری قزاقوں کے ظلم و تشدد سے ساحلی علاقے ویران ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان بحری قزاقوں کے حملوں کو روکنے کے خیال سے گورنر اسلام خاں نے ۱۶۱۱ء میں صوبہ کا دارالحکومت راج محل سے جہانگیر نگر ڈھاکہ منتقل کر دیا۔ ۱۶۱۲ء میں اراکانیوں اور پرتگالیوں کی مشترکہ فوج نے بنگال پر حملہ کیا لیکن ناکام رہے۔ اراکانی راجہ نے پھر دوبارہ حملہ کیا۔ بھگوا (نواکھالی) کا مغل فوجدار فرار ہو گیا لیکن مرزا نور الدین اور دوسرے مغل حکام نے بہادری سے مقابلہ کر کے راجہ کو جنوری ۱۶۱۶ء میں پوری طرح شکست دیا۔ اراکان کا راجہ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ اراکانیوں کو مرزا مرادینے کے لئے بنگال کے صوبہ دار قاسم خاں نے فروری ۱۶۱۶ء میں عبدالبنی کی ماتحتی میں ایک فوج چائنگام روانہ کی۔ چائنگام سے بنس میل شمال مغرب کی جانب کٹ گھر نامی مقام میں اراکانیوں کا ایک نامکمل قلعہ تھا جہاں

سے اعتقاد الدولہ شیخ علاء الدین اسلام خاں فتح پور سیکری کے حضرت شیخ سلیم چشتی (متوفی فروری ۱۶۲۷ء) کے پوتے اور بابا فرید گنج شکرؒ کی اولاد میں تھے۔ ان کی شادی شیخ مبارک ناگوری کی صاحبزادی لاڈلی بیگم سے ہوئی تھی۔ ۱۶۱۷ء میں شہنشاہ جہانگیر نے ان کو بنگالی کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اگست ۱۶۱۳ء میں اُن کا انتقال ہوا۔ لاش فتح پور سیکری (ضلع آگرہ) لا کر دفن کی گئی۔ جہاں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی مدگاہ کے احاطہ میں ان کا شاندار مقبرہ موجود ہے۔ ان کے بعد نواب قاسم خاں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے وہ اُن کے بھائی تھے۔ نواب اکرام خاں ان کے صاحبزادے تھے (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۷۸؛ تاریخ بنگال سرحد و ناحہ سرکار جلد دوم ص ۲۸۸-۲۸۷)



ایک لاکھ پیدل فوج، چالیس سو ہاتھی اور ایک ہزار جنگی کشتیاں موجود تھیں عبداللہی بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھا اور قلعہ پر اچانک حملہ کیا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ اراکانی مغلوب ہو کر قلعہ چھوڑنا ہی چاہتے تھے کہ عبداللہی نے اپنے چند حکام کے مشورہ سے جنگی کارروائی دوسرے روز کے لئے ملتوی کر دی۔ اس غلط فیصلہ سے دوسرے روز لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا پھر عبداللہی نے اراکانی قلعہ کا محاصرہ کیا۔ چند مہینے بعد سرد کی کمی کے باعث مغل کمانڈر کو محاصرہ اٹھالینا پڑا اور وہ مئی ۱۶۱۶ء میں ڈھاکہ واپس آیا۔ اس ہم میں چار لاکھ کام کے پرگتہ نظام پور پر شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فوج کی واپسی کے بعد پھر ماگھوں نے قبضہ کر لیا۔

صوبہ دار ابراہیم خاں نے مارچ ۱۶۲۱ء میں پیرا کو فوجی مرکز بنا کر چائنگام پر حملہ کیا۔ راستہ سیدھا ضرور تھا لیکن پہاڑی اور جنگلی علاقہ ہونے کے باعث سخت دشوار گزار تھا۔ راستہ کی دشواری، سرد کی کمی اور وبائی امراض کے پھیلنے کے باعث صوبہ دار کو ناکام واپس آنا پڑا ۱۶۲۵ء میں بنگال کے صوبہ دار کے اشارہ پر چائنگام میں ماگھ سرداروں نے بغاوت کی۔ اناکانی راجہ تھپیری تھوڈا نے حملہ کر کے نہ صرف بغاوت کو دبا دیا۔ بلکہ ۱۶۲۶ء میں بنگال پر حملہ کر کے مچھوا (نواکھالی) پر قبضہ کر لیا۔ اور مچھوا کے فوجدار مرزا باقی کی ناکامی کے بعد آگے بڑھتا ہوا ڈھاکہ کے مضافات تک آ گیا۔ صوبہ دار خانہ زاد خاں قبلی نے دارالحکومت ڈھاکہ کو اپنے ماتحتوں پر چھوڑ کر راج محل چلے آئے تھے مغل حکام نے اراکانی راجہ کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان کو شکست ہوئی۔ اراکانی راجہ نے شہر کو

ٹوٹ لیا۔ بہت کافی مال غنیمت اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا۔ قیدیوں کے ساتھ جانوروں کا سا برتاؤ کرتا تھا۔ صوبہ دار خانہ زاد خاں دار الحکومت اور اس کے باشندوں کے حفاظت میں بالکل ناکام رہے۔

صوبہ دار شیخ اسلام خاں (۱۳ - ۱۶۰۸ء) نے اراکانیوں کی طاقت کو بڑھے نہیں دیا۔ ان کے بعد تین صوبہ دار قاسم خاں (۱۷ - ۱۶۱۳ء)۔ ابراہیم خاں (۲۳ - ۱۶۱۷ء) اور خانہ زاد خاں (۲۶ - ۱۶۲۵ء) کے زمانہ میں اراکانیوں سے

۱۰ نوادہ شیخ قاسم خاں جو عام طور پر شیخ فتح خاں کے نام سے مشہور تھے حضرت شیخ سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے پوری ضلع آگرہ کے پوتے تھے اور صوبہ دار ننگالہ شیخ اسلام خاں کے بھائی تھے۔ اپنے بھائی کی وفات کے بعد ۱۶۱۳ء میں ننگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۶۱۷ء میں بادشاہ نے ان سے تاراض ہو کر ان کو واپس بلا لیا۔ (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۳۷-۱۳۶) تاریخ ننگال سرحد و ناتھ سرکار۔ جلد دوم ص ۹۸-۲۸۹

۱۱ نواب ابراہیم خاں فتح جنگ چہار ہزار منصب دار تھے۔ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے نواب قاسم خاں کے بعد ۱۶۱۷ء میں ننگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ شہزادہ ترم کی بغاوت کے زمانہ میں اپریل ۱۶۲۲ء میں گزنی لڑائی میں مارے گئے۔ ان کی بی بی روح پرور خاتون نے عہد عالم گیری میں انتقال کیا۔ (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۵۰) تاریخ ننگال سرحد و ناتھ سرکار۔ جلد دوم ص ۳۰۹-۲۹۸

۱۲ نواب خانہ زاد خاں کا نام مرزا امان اللہ تھا۔ وہ عہد چہانگیری کے نامور سردار زمانہ بیگ بہایت خاں (متوفی ۱۶۳۲ء) کے بڑے بھائی تھے۔ ۱۶۲۵ء میں شہنشاہ چہانگیر نے ان کو ننگال (بقیہ ملاحظہ ہو ص ۵۳ پر)

لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن اراکانیوں کے مقابلہ اس علاقہ میں مغلوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔ ابراہیم خاں شہزادہ خرم کی بغاوت کے زمانہ میں ۱۶۲۲ء میں مارے گئے۔ اراکانی راجاؤں کے حملوں کو روکنے میں ناکامی کے باعث شہنشاہ جہانگیر قاسم خاں اور خانہ زاد خاں سے سخت ناراض ہوئے اور ان دونوں صوبہ داروں کو واپس بلا لیا گیا۔ ۱۶۲۸ء میں عہد شاہ جہانی میں قاسم خاں جوینی صوبہ دار مقرر ہوئے انہوں نے سلطنت کے اس دور دراز صوبہ میں مغل شہنشاہ کا اقتدار پھیلانے کی طرح بحال کر دیا۔

[بقیہ حاشیہ ص ۵۲ کا]

کا صوبہ دار مقرر کیا۔ لیکن دو سال کے اندر واپس بلا لیا۔ عہد شاہ جہانی میں ان کو پنج ہزاری منصب ملا اور خان زمان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ شاعر تھے اور امانی تخلص کرتے تھے۔ ایک کتاب موسومہ 'مجموعہ' اور ایک دیوان یادگار ہے۔ ۱۶۳۷ء میں دولت آباد (اورنگ آباد کن) میں انتقال کیا۔

قاموس المشاہیر ص ۲۱-۲۲۔ تاریخ بنگال سیر و جہد و ناکہ سرکار۔ جلد دوم ص ۱۵-۱۳۳۔

۱۔ اب قاسم خاں جوینی ایران کے شہر سبزوار کے رہنے والے تھے۔ ان کی شادی نور جہان بیگم کی ایک بہن منترہ خاتون سے ہوئی تھی۔ شاہ جہاں کے دربار میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ فدائی خاں کے بعد ۱۶۲۸ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ہوگلی میں پرنگالہ تاجروں نے ایک قلعہ بنا کر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے صوبہ دار نے قلعہ کا حاصر کر کے پرنگالیوں کی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۶۳۲ء میں انتقال ہوا۔ شاعر تھے۔ قاسم تخلص تھا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔ (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۶)۔ ایروالسن ہسٹری آف انڈیا جلد دوم۔ کالی کنکرت۔ وغیرہ ص ۲۷۲۔

۱۶۳۷ء میں جب اسلام خاں مشہدی بنگال کے صوبہ دار ہو کر آئے، تو ایک طرف درادی برہمن پتر میں اہوم راجہ کو دیا یا اور ہاتھ تک قبضہ کر لیا اور دوسری طرف چاٹگام علاقہ کے ماگھ راجہ کو اپنی سیاست اور حکمت عملی سے ملا لیا اور مغل شہنشاہ کی ماتحتی میں آگیا۔ اس کے باوجود اراکانیوں اور پرتگالیوں کے مظالم جاری رہے۔

ماگھ گورنر ملکیت لینے پر ۱۶۳۸ء میں اراکانی راجہ نے حملہ کیا۔ دریائے فیتی کو پار کر کے اس نے مغل علاقہ میں پناہ لیا۔ صوبہ دار کے حکم سے جو گدیہا کے مغل تھانہ دار

لہ تو اب اسلام خاں مشہدی کا اصلی نام میر عبد السلام تھا۔ عہد جہانگیری میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ عہد شاہ جہانی میں شش ہزاری منصب اور عمید الدولہ کا خطاب ملا۔ پہلے بکرات میں تھے، پھر بنگال کی صوبہ دار اور پرموہ میں وزیر سلطنت مقرر ہوئے اور مجدد الملک کا خطاب پایا۔ ہفت ہزاری منصب پاکو دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۲ نومبر ۱۶۵۷ء کو انتقال ہوا۔ مزار اورنگ آباد دکن میں ہے۔

تاریخ المسماہ جلد اول ص ۷۸۔

۲۔ بلانی آسام کے اہوم راجہ برہمنی النسل تھے۔ ان لوگوں نے بعد میں ہندو مذہب اختیار کر لیا۔ ان کا دار الحکومت سب گڑ ضلع کے قریب (اگر گادوں) میں تھا۔ مغل سلطنت کے سرکاری علاقوں پر مسلسل حملے اور ۱۶۵۸ء میں گجراتی پر قبضہ کر لینے کے بعد بنگال کے صوبہ دار میر محمد علی ۱۶۶۶ء کے موسم سرما میں ۱۲ ہزار سپاہی اور ۳۰ ہزار پیادے قریب اور طاقوہ دریائی بیڑہ کی مدد سے اہوم راجہ پر حملہ کیا۔ اراکھ ۱۶۶۶ء کو الہا کے دار الحکومت پر قبضہ کر کے ان کی طاقت کا خاتمہ کر دیا اور ان کو بھگوانے پر مجبور کیا۔

— اپریل گزٹ پٹر آف انڈیا جلد ششم صفحہ ۲۹-۲۷، جلد سبب دوم۔ ص ۴۹-۳۲۸۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ پر]



نے حملہ آوروں کو بھگا دیا۔ منگت رے چودہ ہاتھیوں اور ۹ ہزار آدمیوں کے ساتھ  
 ڈھاکہ آیا۔ صوبہ دار نے اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا اور اس کے قیام و طعام  
 کا مناسب انتظام کر دیا۔ اسی زمانہ میں چانگام کے علاقہ میں خانہ جنگی کی کمی کیفیت  
 پیدا ہوئی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنگال کے وہ دس ہزار پاشندے جن کو  
 پرتگالیوں اور اراکانیوں نے غلام بنا رکھا تھا وہاں سے فراد ہو کر واپس آنے میں  
 کامیاب ہوئے۔ ان تمام بانوں کا بدلہ لینے کے لئے اراکانی راجہ نے پرتگالیوں  
 سے دوستی کر کے سمندر کی طرف سے بنگال پر زبردست حملہ کیا۔ لیکن صوبہ دار اسلام  
 خاں مشہدی نے مقابلہ کر کے اس حملہ کو ناکام بنا دیا۔

عہد شاہ جہانی میں نواب اسلام خاں مشہدی کے بعد بادشاہ کے دوسرے  
 بیٹے شاہ شجاع شاہ ۳۹ء سے ۶۶ء تک اکیس سال بنگال کے صوبہ دار رہے

۱۔ بقیہ حاشیہ ص ۵۵ کا

ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۴۹۲؛ تاریخ بنگال سرحد و ناٹھ سرکار۔ جلد دوم صفحہ ۳۲۵  
 ۳۔ آسام کے ضلع کامروپ میں برہم پتراندی کے آثار اور گہاٹی سے تقریباً پندرہ میل شمال مغرب کی  
 طرف ہجو ایک تاریخی مقام ہے۔ یہ ہندوؤں اور بودھیوں کا متحد استھان اور مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے  
 یہاں پیر غیاث الدین ادیشا کی بنوائی ہوئی ایک مسجد ہے۔ اس کا مسلمانوں کی نظر میں بڑا احترام ہے  
 اور اس کو پاؤ مکہ کہتے ہیں۔ امپریل گزیٹیئر آف انڈیا جلد سیزدہم ص ۵۷ اور ڈسٹ آسام۔ محکمہ  
 سیاحت آسام ص ۱۷ چانگام ضلع گزنیئر۔ ایس۔ ایس۔ اوپلی صفحہ ۲۹-۳۰ اور تاریخ  
 چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ خلی صفحہ ۳۸-۳۹ سلطان شجاع (شاہ جہاں بادشاہ کا دوسرا بیٹا)  
 (بقیہ حاشیہ ص ۵۵)

اُن کے زمانہ میں امن و امان رہا۔ پٹرا کے راجہ نے آزادی کا اعلان کر دیا تھا، اُس کو انہوں نے مغلوب کر کے پھر مغل سلطنت کا باجگزار بنادیا۔ کوہلا کے پاس شاہ شجاع کے نام کی ایک مسجد ہے، جس کے اخراجات کے لئے پٹرا ضلع کی شجاع نگر بستی وقف تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پٹرا کے راجہ گووند مانیکا نے جذبہ احسان مندی کے تحت شاہ شجاع کی یادگار میں یہ مسجد بنوایا تھا۔ پٹرا ضلع کے داؤد کندھی سے چائگام ہوتے ہوئے اراکان کی طرف جو اونچی اور بختہ سڑک جاتی ہے۔ اس کو لوگ اب تک شاہ شجاع روڈ کہتے ہیں۔ اس سڑک کے کنارے داؤد کندھی سے کوہلا تک بہت ساری مسجدیں ملتی ہیں۔ یہ سب شاہ شجاع کی بنوائی ہوئی ہیں۔

ستمبر ۱۷۵۷ء میں بادشاہ کی علالت کے بعد شاہ شجاع نے بنگال میں اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور دار الحکومت کی طرف بڑھے لیکن شہزادہ داراشکوہ

[بقیہ طیشہ ۵۵ کا]

۱۲ مئی ۱۷۱۶ء کو اجیر شریف میں پیدا ہوئے۔ ۱۷۳۲ء میں ایران کے شاہی قاندان کے دستمرمنا صفوی کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ ۱۷۳۳ء میں دکن کی جم پر بھیجے گئے۔ ۱۷۳۹ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ فطری طور پر ذہین، عالی دماغ، ہم دل اور انصاف پسند تھے۔ اعلیٰ فوجی صلاحیت بھی تھی۔ میرٹھ سے شکست کھانے کے بعد مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا اور اراکان میں پناہ لیا۔ جہاں ۱۷۶۱ء میں برہمی بنے کسی اور نے لہی کے عالم میں شہرہا ہوئے۔ قابوس المشاہیر جلد اول صفحہ ۹۹-۲۹۸۔ ایڈوانس پری آڈینڈ یا صفحہ ۸۳-۲۸۲۔ لٹ۔ پٹرا ضلع گزٹری۔ جی۔ ای۔ ویسٹر الہ آباد سن ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۲۰ لٹ۔ پٹرا گزٹری صفحہ ۱۵ اور تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی صفحہ ۵۱

کے بیٹے سلیمان شکوہ نے ان کو بنارس کے پاس شکست دے کر ننگال واپس آنے پر مجبور کیا۔ اورنگ زیب کے مقابلہ پہلے آجین کے پاس دھرمت میں (فتح آباد۔ ۱۱۵ اپریل ۱۶۵۸ء) اور پھر آگرہ کے پاس بموگرٹھ میں (۲۹ مئی ۱۶۵۸ء) داراشکوہ کی شکست کی خبروں سے ان کی ہمت افزائی ہوئی۔ اور انہوں نے جھیل سلطنت کے نئے ایک کثیر فوج کے ساتھ دہلی کی طرف پیش قدمی کی۔ ۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو دہلی میں اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ ۱۵ جنوری ۱۶۵۹ء کو الہ آباد سے ۹۵ میل پچھم صلیح فتح پور کے کچھوہ نامی مقام پر دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ شاہ شجاع کو بڑی طرح شکست ہوئی۔ اورنگ زیب کے سپہ سالار اور میرٹھ نے ان کا پیچھا کیا اور ۱۶۶۰ء میں مالوہ صلیح میں شاندرہ کے پاس ان کو پھر شکست دیا۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہ اراکان جاتے ہوئے پہلے ٹبراکے راجہ گووند مانکیا سے ملے۔ وہ ان کے ساتھ محبت سے پیش آیا۔ صلیح چانگام میں جہان شہزادہ نے جون ۱۶۶۰ء میں نماز عید الفطر ادا کی تھی۔ اس مقام کو عید گاہ کہتے ہیں۔

۱۔ قاموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۲۹۹ اور ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۴۸۔

۲۔ اللہ گزیٹیر صفحہ ۲۳

۳۔ عید گاہوں چانگام اراکان دو ڈیر دو لہ ہزاری اور لہو کے درمیان کوکستر بازار سے تقریباً دس میل اتر پورب اور تقریباً اتنا ہی فاصلہ رامو سے اتر کی طرف ہے۔

شاہ شجاع نے اراکانی راجہ سے گدازش کی تھی کہ انہیں کچھ دنوں کے لئے پناہ دی جائے اور مکہ معظمہ جانے کے لئے ان کے اپنے خرچ سے جہازوں کا سامان کر دیا جائے۔ ملکات سے وہ برتگالی جہازیں آئے اور ۲۶ اگست ۱۶۶۱ء کو اراکان کے دارالحکومت لار و ہونگ پہنچے۔ پہلے تو ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا گیا۔ لیکن آٹھ مہینوں کے انتظار کے بعد بھی ان کے لئے جہاز کا سامان نہیں کیا جاسکا۔ اراکانی راجہ سردا تھوڈا نے ان کی بڑی لڑکی کا مطالبہ کیا جس کو غیرت مند شہزادہ نے پسند نہیں کیا۔ اوائل فروری ۱۶۶۱ء شہزادہ کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا گیا۔ بنگال کے صوبہ دار میر محمد نے شاہ شجاع کے اہل و عیال کی رہائی اور ان کو بچانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ۱۶۶۳ء میں اراکانی راجہ نے ان لوگوں کو کشتی میں بٹھا کر غرق کر دیا اور اپنے دارالحکومت کے بہت سے مسلمانوں کو ان لوگوں کی ہمدردی کے باعث قتل کر دیا۔ چانگام اور اراکان کے علاقہ میں شاہ شجاع کی صاحبزادی کی مصیبت بھری داستانِ حیات دردناک دیہی گیت کی شکل میں رائج ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کی طرف مشرقی بنگال کے دیہی گیتوں کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے اس میں یہ دردناک کہانی بھی شامل ہے۔

عبدالمکرمی میں جب امیرالامراء نواب شاکر خاں بنگال کے صوبہ دار

۱۷ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۵۲-۵۳

۱۷ امیرالامراء نواب شاکر خاں کا نام مرزا ابوطالب تھا یہ وزیر سلطنت عین الدولہ (بقیہ حاشیہ ص ۵۹ پر)



ہو کر آئے، تو انہوں نے اراکانی راجہ کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ اراکانیوں اور بحری قزاقوں کے مسلسل حملوں کے باعث بنگال کے ساحلی علاقوں میں رعایا کی تباہی اور بربادی کے علاوہ صوبہ دلا کو اراکان کے دارالحکومت مورہ پونگ میں اپنے بھانجہ شاہ شجاع اور ان کے لڑکوں کے بے گناہ قتل کئے جانے کا بھی عہدہ تھا۔ میگھنا کے دہانہ پر ڈھاکہ اور چانگام کے درمیان ساندویپ کا جزیرہ واقع ہے۔ دلاور خاں صوبہ دار ابراہیم خان کے زمانہ میں بحریہ کا افسر تھا۔ اراکان کے راجہ نے جب ساندویپ سے اپنے ماتحت پرنسپالی حکمرانوں کو نکال دیا، تو کچھ ہی دنوں بعد دلاور خاں ساندویپ پر قابض ہو گیا۔ گرچہ وہ اپنے کو صوبہ دار کھاتا تھا، مگر اس کا بیٹا شریف منسوب دار بھی تھا۔ لیکن وہ ساندویپ پر آزادانہ حکومت کرتا تھا۔ دلاور خاں

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸ کا]

آصف خاں کے بیٹے ہوئے اور وہ جہاں کے بھتیجے تھے۔ ۱۹۳۱ء میں ہمارے حاکم اور ۱۹۴۱ء میں وزیرِ سلطنت ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں گجرات کی مہم پر اور ۱۹۵۶ء میں گوکندھ کی مہم پر بھیجے گئے۔ ۱۹۵۹ء میں دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ بڑی کامیابی ہوئی۔ پونا کو فتح کر لیا۔ ۱۹۶۳ء میں بنگال کی صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۸ء میں انتقال ہوا۔ اگر وہ اپنے بارے میں دقن کے گئے۔ قلموں الشاہیر جلد دوم ص ۱۳

۱۵ دلاور خاں دلال راجہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے تقریباً ۵۰ سال تک ساندویپ کے جزیرہ پر ایک آزاد حکمران کی حیثیت سے بڑے عہد و ظلم، تشدد اور سختی کے ساتھ حکومت کی اور صوبہ دار بنگالہ اور اراکانی راجہ کی مخالفت کے باوجود آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اس کے خلاف فوجی مہم میں امیر البحر ابو الحسن کے علاوہ ابن حسین بھمال خاں، مراد خاں، کیسخت خاں اور محمد بیگ نے حصہ لیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸ پر)

کو اراکانی راجہ کے خلاف فوجی مہم کے سلسلہ میں بھلوا (نواکھالی) آنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے حکم کو منظور کر لیا۔ لیکن حاضر نہیں ہوا۔ چنانچہ چار گام پر حملہ کرنے سے پہلے ساندویچ میں دلاور خاں کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ راستہ میں دشواری نہ ہو۔ امیر البحر ابوالحسین نے ۹ نومبر ۱۶۶۵ء کو حملہ کیا۔ بعد میں مزید ملک روانہ کی گئی۔ دلاور خاں اور اس کے ۹۲ فوجی گرفتار ہوئے۔ ساندویچ فتح ہو گیا۔

قتل و غارتگری اور بے گناہ انسانوں کو غلام بنانے میں اراکانی اور پرتگالی ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ لیکن کبھی دونوں میں لڑائیاں بھی ہوتی تھیں۔ چنانچہ چار گام میں اراکانی راجہ کو شکست دینے کے لئے پرتگالی فرنگیوں کو الگ کرنا ضروری تھا۔ چار گام کے فرنگیوں کو لکھا گیا کہ اگر وہ لوگ اراکانی راجہ کا ساتھ چھوڑ کر مغل صوبہ دہلی ماتحتی میں آجائیں، تو انہیں اراکان راجہ کے مقابلہ لیا دہ آسانیاں دی جاسکتی ہیں۔ اور اگر نافرمانی کی تو ایک ایک کو ختم کر دیا جائے گا۔ اس دہلی کا اچھا اثر ہوا۔ پرتگالیوں نے بغاوت کر دیا۔ ان کا سردار کپتان مورائس چالیس جہازوں میں پرتگالیوں کو سولہ کر کے بھلوا (نواکھالی) کے مغل تھانہ والہ فرہاد خاں کے پاس آیا۔ کچھ پرتگالی ساندویچ میں اتر گئے۔ باقی ڈھاکہ آئے۔ نواب شہرستہ خاں نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کے ساتھ اچھا بندھاؤ کیا۔ ڈھاکہ سے ۱۲ میل دکن الہ کے لئے نوآبادی قائم کی گئی اور قراخ دلی کے ساتھ ان کو

(بقیہ ماحشیہ صفحہ ۵۹ کا)

تھا۔ گرفتاری کے وقت اس کی عمر ۸۰ سال تھی۔ تاریخ پٹنا کانگ صفحہ ۵۹-۶۰

مناسب مراعات دی گئیں۔

چانگام پر حملہ کے لئے ایک تیز دست بحری بیڑہ تیار کیا گیا جس میں چھ سات  
قسم کے چھوٹے بڑے کل ۲۸۸ جہاز تھے۔ بیڑہ ہزار فوج جمع کی گئی۔ نواب شائستہ  
خاں کی عمر ۸۰ سال تھی۔ وہ خود ڈھاکہ میں رہے۔ صوبہ داکہ کے بڑے بیٹے بزرگ  
امید خان اس فوجی ہمہ کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ ۲۵ دسمبر ۱۶۶۵ء کو تین ہزار فوج  
بحری بیڑہ میں امیر البحر ابن حسین کی ماتحتی میں اور دس ہزار فوج خشکی کے راستہ  
سے خود سپہ سالار کی ماتحتی میں روانہ ہوئی۔ بڑی اور بحری فوج میں ہمیشہ رابطہ قائم رکھا  
گیا، تاکہ امیر البحر کو تلوں اور زمینوں سے بحری قزاقوں کو نکلانے میں دشواری نہ  
ہو۔ سپہ سالار کی مدد کے لئے اختصا ص خان اور سرانداد خان اور دوسرے جنرل تھے۔  
ڈھاکہ سے میر تقی کو اور نواح سے منو خان اور دوسرے زمینداروں کو فریاد خان  
اور فرنگی سردار کپتان مورائس کے ساتھ روانہ کیا گیا۔

۱۰ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۱ بہار گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۲ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۳ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۴ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۵ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۶ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۷ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۸ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۱۹ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷  
۲۰ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷



سپہ سالار بزرگ امید خاں بڑی تیز رفتاری سے بڑھے۔ دریائے فنی  
 کو پار کر کے بعد ایک بستی کا نام بزرگ امید نگر رکھا گیا۔ یہاں فوجی چوکی قائم کی گئی  
 امیر البحر دریائے فنی کے دہانہ سے آگے بڑھا تا کہ فوجی چوکی پر فنی ندی ہو کر بحری  
 حملہ کا خطرہ نہ رہے۔ سپہ سالار جنگلوں کو صاف کرتے ہوئے اور راستہ بتاتے ہوئے بڑھے  
 پہلے بٹھے۔ اس لئے کچھ تاخیر ہوئی تھی۔ ۲۲ جنوری ۱۶۶۶ء کو ابو حسین اپنے بحری بیڑہ  
 کے ساتھ کبیرا آگئے۔ جہاں کبھی تبلیغ دین کے لئے بارہ اولیاء کا قافلہ اُترا تھا۔ سپہ سالار  
 ابھی تین کوس پیچھے تھے۔ ۲۳ جنوری کو اراکینوں کا بحری بیڑہ کٹھالیاس سے آگے بڑھا۔ سمندر  
 میں طوفانی کیفیت تھی۔ لیکن ابو حسین نے آگے بڑھ کر بڑی ہمت اور بہادری سے مقابلہ  
 کیا۔ اراکینوں کو شکست ہوئی۔ ۲۴ جنوری کو پھر مقابلہ ہوا اور اراکینوں کا بحری بیڑہ کرنا فلی کے  
 دہانہ میں داخل ہوا۔ یہاں پھر بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں فرنگیوں اور نوارا کے زبید اور متورخا  
 نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اراکینوں کے بہت سے جہاز ڈوب دیے گئے اور چھ قسم کے چھوٹے بڑے  
 کل ۳۳ جنگی جہازوں پر قبضہ کیا گیا۔ رات میں فاتح فوج شہر چارگام سے کچھ نیچے جہازوں میں رہی۔

دوسرے روز ۲۵ جنوری ۱۶۶۶ء کو چارگام کے قلعہ کا محاصرہ کر کے گولہ باران  
 کی گئی۔ قلعہ کی اراکینی فوج اپنے بحری بیڑہ کی تباہی کے بعد کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن ایک  
 روز تک بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۲۶ جنوری کی صبح کو قلعہ کے فوجیوں نے ہتھیار  
 ڈال دیے۔ متورخاں کے سپاہیوں نے قلعہ اور شہر کو کچھ نقصان پہنچایا۔ ۲۷ جنوری ۱۶۶۶ء  
 کو سپہ سالار بزرگ امید خاں قلعہ چارگام میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ بہت کم مال غنیمت  
 ہاتھ آیا۔ دو ہزار ماگھ قیدی بنائے گئے۔ ہزاروں ہزار ہنگامی کسان جنہیں ان ماگھ  
 بحری قزاقوں نے گرفتار کر کے اپنا غلام بنالیا تھا، آزاد کر دیئے گئے اور اپنے اپنے



گھروں کو واپس ہوئے۔ اراکانی راجہ کی ماتحتی میں جو ماگھ گورنر یہاں متعین تھا اور جس نے ہتھیار ڈالا تھا۔ اس کو ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔ ندی کے دوسرے کنارے پر قلعہ میں جو ماگھ تھے۔ انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور اس قلعہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

سیالپور بزرگ (مید خاں) نے قلعہ میں داخل ہونے پر امن و امان کا اعلان کر دیا اور تمام لوگوں کو یقین دلایا کہ ان کے جان و مال بالکل محفوظ رہیں گے۔ فوج کو سختی سے ممانعت کر دی گئی کہ رعایا پر کسی قسم کا جبر و دباؤ اور ظلم و ستم نہ ہونے پائے۔ بزرگ امیر بزرگ اور چانگام کے درمیان شاہ راہ کی حفاظت کے لئے میرٹھ میں فوجی چوکی قائم کی گئی۔ چانگام اور اراکان کے درمیان چار دن کے راستہ پر رامو کی بندرگاہ میں اراکانوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس کی حفاظت پر فوجیوں کی ایک کثیر تعداد مامور تھی۔ میرٹھ یعنی کہ اس قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ دشوار گزار راستوں، گھنے جنگلوں اور خطرناک ندیوں کو پار کرتے ہوئے بارہ دنوں کے بعد وہ رامو کے پاس پہنچے۔ کل ہو کر قلعہ پر حملہ کیا۔ اراکانی راجہ کے بھائی راوی نے سخت مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر اپنے فوجیوں کے ساتھ پہاڑوں میں فرار ہو گیا۔ میرٹھ یعنی نے ان کا تعاقب کر کے ان میں سے بہت سے لکھوں کو قتل کیا اور بہت کافی گرفتار ہوئے۔ یہاں بھی نیگالی مسلمانوں کی ایک کافی تعداد مقیم تھی۔ ان کو ہار کر دیا گیا۔ سیالپور کو معلوم ہوا کہ اراکانی راجہ ایک نئی اور تازہ دم فوج رامو بھیج رہا ہے۔ فوجیوں نے سینا خاں، جمال خاں اور دوسرے فوجی حکام کو میرٹھ یعنی کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

لہ رامو ضلع چانگام کے جنوبی حصہ میں ساحل سمندر سے تقریباً آٹھ میل (اندازاً دو تین کے صدر مقام) کوکسز بانڈار سے ۹ میل پوربند سے دھن باگھ کھالی ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہ چانگام سے تقریباً ۶۵ میل اور شرک کے ذریعہ ۵۷ میل کے فاصلہ پر ہے۔ عید گاہ یہاں ۱۵ میل اتر، ادھیما پندر ۵ میل دھن اور گر جانیا آٹھ میل اتر اور پوربند ۱۵ اور دسویں صدی عیسوی میں عرب تاجر یہاں کی روہی یا روہماہ سلطنت کا ذکر کرتے ہیں۔ (چانگام گزیر پٹری ۱۸۸۸ء)۔

رامو سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر حفاظت کے لئے ایک فوجی دستہ متعین تھا اور کامیوں  
کی ایک بڑی فوج نے سات ہاتھیوں کے ساتھ یکایک اس فوجی دستہ پر چھا کر کے اس کو منتشر  
کر دیا۔ جب میر تقی کو یہ حال معلوم ہوا، تو اپنی فوج کا کچھ حصہ لے کر فوراً روانہ ہوئے۔  
ایک ندی کے کنارے تک پہنچے۔ ندی بہت گہری تھی اور اس کے جنوبی کنارے پر دشمن  
جنگی تیاریوں میں مشغول تھا۔ لیکن فوج نے بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ بحفاظت  
دریا پار کر کے دوسرے کنارے پر اراکانیوں کا مقابلہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ دشمن  
شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ میر تقی نے ان کا تعاقب کر کے ۸۰ توپیں اور بہت سا  
جنگی سامان چھین لیا۔

برسات کا زمانہ شروع ہو گیا۔ برسات میں چٹاگانگ سے رامو تک کا علاقہ سیلاب سے  
ڈوب جاتا تھا۔ ذرائع آمد و رفت اور ریل و رسائل کی دشواری کے پیش نظر سپاہ نے میر تقی  
کو واپس آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ رامو سے میر تقی اسراہوں، اندیشہ والوں اور وفادار کسانوں کے  
ساتھ چٹانگام کے قریب دھن کول، چلے آئے۔ عالم گیر نامہ میں مغل فوج کے رامو تک  
جانے اور وہاں کے دشوار گزار راستوں کا ذکر ہے۔

مغل فوج کی کامیابی اور چٹانگام کی فتح کی خبر شہنشاہ عالم گیر کو فوری اطلاع میں  
ملی۔ مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا۔ اور اس فوجی ہم سے والیہ تمام امراء اور حکام کو اعزاز  
و افتخار سے نوازا۔ امیر الامراء و اب شاہ خاں صوبہ دار کو بادشاہ نے اپنی ایک قیمتی مہر تاجدار  
لے سید رفیع علی نے اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں اس ندی کا نام تماموہاری لکھا ہے۔ جو مشکوک ہے۔ کیونکہ  
دشمن کی فوج ندی کے دھن کول اور تماموہاری رامو سے تقریباً ۲۵ میل پورب پہاڑی علاقوں میں آئے  
تھے اور پھر تقریباً اتنے ہی فاصلہ پر آڑ میں چکرایکے پاس پھم گئے گذرتی ہے۔ دونوں حالات میں تماموہاری  
کا نام صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ رامو کے دھن کول کے قریب الی ندی ہو سکتی ہے۔

دو ہاتھی مع ہودج، دو آراستہ گھوڑے اور ایک غلعت خاص عطا کیا۔ ان کے شاندار کارنامہ کے سلسلہ میں تعریف و توصیف کا ایک شاہی فرمان جاری ہوا۔ سپہ سالار بزرگ امیر خاں، امیر البحر ابن حسین، میر مرتضیٰ اور محمد بیگ اباکش کو ترقی دی گئی۔ ابن حسین کو منصوبہ خاں اور میر مرتضیٰ کو مجاہد خاں کا خطاب ملا۔ شاہ شاہ کے حکم سے شہر چانگام کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ مسلمان نو بیویں، علما اور سرداروں کو چانگام میں جاگیریں دی گئیں۔

تقریباً ایک سو سال تک چانگام پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد اکتوبر ۱۷۸۱ء میں بنگال کے نواب ناظم میر قاسم علی خاں نے مڈا پور اور بردوان کے ساتھ چانگام کا ضلع بھی انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔

بزرگ امیر خاں چانگام کے پہلے مغل گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے قلعہ چانگام میں ۱۷۶۶ء میں ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اس مسجد پر قطعات تاریخ کے دو فارسی کتبے لگے ہوئے ہیں جن میں ایک قلعہ تاریخ یہ ہے:

خداوند سلاطین قدر دین را  
رواج دین پاک مصطفیٰ کرد  
خرد گفته بگو تاریخ تعمیر  
بجالم کعبہ ثانی بنا کرد

۸۷ ۱۰ھ

۱۔ اس وقت بڑے عظیم ہندوپاک میں اسلام آباد نام کے تین مقامات ہیں۔ (۱) اسلام آباد چانگام سابق مشرقی پاکستان موجودہ بنگالہ دیش میں (۲) اسلام آباد اہانت ایک ضلع جنوبی کشمیر ریاست جوں کشمیر منڈلا میں اور (۳) پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ضلع راولپنڈی، پنجاب پاکستان میں۔ قلعہ نواب میر قاسم علی خاں سید امتیاز صوبہ دار گجرات کے پوتے اور بنگال کے نواب میر جعفر کے داماد تھے۔ انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے ستمبر ۱۷۶۳ء میں ان کو بنگال کا نواب بنایا۔ انہوں نے انگریزوں کے دباؤ میں بردوان، مڈا پور اور چانگام کے زرخیز اضلاع ان کے حوالہ کر دیے۔ خراج کو گھٹایا۔ مالی اور فوجی اصلاحات نافذ کیں۔ دارالحکومت مشد آباد سے مونگیر منتقل کر دیا۔ بعد میں انگریزوں کی دخل اندازی اور ریشہ دوانی کی وجہ اختلاف پیدا ہوا۔ ۷ جولائی ۱۷۶۳ء کو انگریزوں نے انہیں معزول کر کے — (بقیہ حاشیہ ص ۶۶ پر)



۱۷۶۰ء میں انگریزی اقتدار کے بہت دنوں تک اس مسجد کو بطور میگزین استعمال کیا گیا۔ پھر اس میں محکمہ تعمیرات عامہ کا گودام رہا۔ ۱۹۳۸ء کے زلزلہ میں اس کی لائبریری زمین پر الیسٹ انڈیا کمپنی نے قبضہ کر لیا۔ ایک بار شاد درمیدار مسلمانوں کی کوششوں سے تقریباً ایک سو سال بعد ۱۹۵۶ء میں یہ مسجد واکھڑا ہوئی۔ شہر سے چار میل کے فاصلہ پر نصیر آباد میں حضرت خواجہ بایں بدایسٹامی کی مدگاہ کے متصل عہد عالم گیری کی ایک دوسری شاندار مسجد ہے جو نقش و نگار اور حسن و خوبصورتی کے لحاظ سے قابل دید عمارت ہے۔ جس زمانہ میں نواب شہتہ خاں کے دوسرے بیٹے جعفر خاں چانگام میں فوجدار کے عہدہ پر فائز تھے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۶۵ کا]

یہ بیٹے میر جعفر کو پھر نواب بنایا۔ ۱۷۶۰ء کو پہلے گریباصلی مرشد آباد میں اور پھر ۲ اگست کو اڈانا لاصلی سنبھال پر گزرتے ہوئے نواب میر قاسم علی خاں کو انگریزوں کے مقابلہ شکست ہوئی۔ ۲ اکتوبر ۱۷۶۱ء کو بکسر کی لڑائی میں نواب میر قاسم علی خاں شجاع الدولہ (نواب و وزیر اودھ) اور بادشاہ شاہ عالم کی متحدہ فوج کی شکست کے بعد بنگال میں مسلمانوں کے اقتدار کا آخری چراغ گل ہو گیا۔ گوالیار کے پاس گوالیار میں لڑے۔ وہاں سے جو دھپور گئے۔ پھر دہلی آئے۔ دہلی کے پاس موضع کڑوال میں ۱۷۶۴ء میں نہایت تنگی کے عالم میں انتقال کیا۔ شال فرخٹ کے پتھر تکفن ہوئی۔

تاریخ المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۷، جدید تاریخ مہند کا لصاب، سرکار اودھ، سندھان مرشد آباد ۳۶

۱۔ تالیف چٹاگانگ ص ۶۵۔ ۲۔ خط الحاج مولانا سید ابوالشیر محمد شہید الدین صاحب غفرلہ

جدد ماتھ باک لین۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۹۷۵ء (بقیہ حاشیہ ص ۶۵ پر)



(۸۷ - ۱۶۸۷) سید حمزہ خاں چودھری نے باغ حمزہ خاں میں ۱۰۹۳ھ سے ۱۶۸۷ھ میں مسجد تعمیر کرائی۔ ان کے نام پر ایک حمزہ دیکھی بھی ہے۔

حمزہ خاں سید رحمت خاں کے پوتے اور شہید شمشیر خاں کے بیٹے تھے۔ ان کا خاندان ۱۵۷۳ء میں گڑ کی تباہی کے بعد چانگام کے ہالی شہر میں آکر آباد ہوا۔ ان کا ۱۵۹۲ء میں انتقال ہوا۔ جعفر خاں کے ایک بخشی حمید نے ایسا تھانہ بناس کھالی میں ۱۶۸۷ء میں تالاب کھودوایا اور مسجد تعمیر کرائی۔ دامو سے میر مرتضیٰ کی واسی کے بعد بزرگ امید خاں نے سانگو ندی کو مغل حکومت کی سرحد قرار دیا اور یہاں اراکینوں کے حملہ سے شہر کی حفاظت کے لئے ہزاری عہدہ کے دو حکام کو متعین کیا جس مقام پر یہ دونوں افسر آباد ہوئے، اس کو دو ہزاری کہنے لگے۔ ان ہزاری حکام میں سے ایک ادھو خاں تھے۔ ان کو ساٹھ مواضعات جاگیر میں دیئے گئے۔ انہوں نے سانگو ندی کے پار ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔ ہزاری ادھو خاں کے بھائی نواب بہادر خاں رول کھنڈ کے ناظم تھے جعفر خاں کے بعد بہادر خاں کے بیٹے مظفر خاں چانگام کے فوجدار مقرر ہوئے۔

عظیم خاں کلا کہ صوبہ دار بنگالہ (۱۶۳۲-۳۷) کے بڑے بیٹے فدائی خاں ۱۶۸۹ء سے ۱۶۹۳ء تک چانگام کے فوجدار تھے۔ ان کے زمانہ میں شہباز

(بقیہ حاشیہ ص ۶۷ کا) : صوفی فتح علی صاحب دسی راج کے پر بھائی خاں بہادر حمید اللہ خاں

مفتی اعظم ہند الخواتین (تالیف حمید) راہ نجات اور گزارشات شہادت لہ تالیف چانگام ص ۶۵

دیوان ہاٹ میں ۱۱۰۰ھ ۱۶۹۳ء میں مسجد تعمیر کرایا۔ ۱۶۹۹ء میں نواب شاہ تہ  
 خاں کے تیسرے بیٹے عقیدت خاں فوجدار تھے۔ ان کے دیوان محمد خاں نے بولا پارا  
 میں ایک مسجد بنوائی اور اس کے قریب تالاب کھودوایا۔ ۱۷۱۳ء سے ۱۷۲۳ء تک  
 نیک ولی بیگ خاں چانگام کے فوجدار تھے۔ انہوں نے چانگام میں ایک شاندار  
 مسجد تعمیر کرائی جو ان کے نام سے مشہور ہے۔ لکھنؤ سے شاہ مجاہد الدین کے صاحبزادے  
 شاہ عبداللہ کو بلوا کر مسجد کا خطیب مقرر کیا۔ اور اس میں کافی جائداد وقف کی۔  
 اس مسجد کے بیرونی صحن میں عہد مغلیہ میں بہت بزرگوں کو دفن کیا گیا۔ بیچ بھنڈا  
 تھانہ پھانگ چارہی کے شاہ احمد اللہ صاحب (۱۹۰۵-۱۸۲۷ء) اور ان کے  
 بیٹے مولانا غلام الرحمن صاحب نے کافی دنوں تک اس مسجد میں چلکشی کی تھی۔  
 فوجدار ولی بیگ خاں قدل پور۔ نظام پور اور ساندوہ پ کی مسجدوں کی خطا  
 اور مرمت کے لئے بھی کافی جائداد وقف کی۔ چانگام کا چوک بازار (انہی کا  
 آباد کیا ہوا ہے۔ ہتھ ہزاری تھانہ کی چار یا بستی میں انہوں نے ایک دوسری  
 مسجد بنوائی اور وہاں تالاب کھودوایا۔ ان کی قبر چانگام کے غمایت بازار  
 میں ہے۔

۱۷۲۳ء سے ۱۷۲۷ء تک حسین خاں چانگام کے فوجدار تھے۔ انہوں  
 نے ۱۱۳۶ھ ۱۷۲۳ء میں تین گنبدوں کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔  
 اس کو قدم مبارک کی مسجد کہتے ہیں۔ مسجد کے پہلو میں دو کمرے ہیں۔ شمالی کمرے  
 میں قدم مبارک کا نشان ہے۔ ڈھاکہ میں مغل فن تعمیر کی مسجدوں کے انداز

پر یہ مسجور بنوائی گئی اور بادی جود کافی تبدیلی اور حرمت کے اس کا متعلفن تعمیر نمایاں ہے  
 یسین خاں نے شمشیر غازی سے قدم مبارک کا نشان حاصل کر کے اس مسجد میں  
 نصب کیا تھا۔ اور دس ہزار سالانہ آمدنی کی جائداد جس کا نام رسول نگر تھا۔ اس مسجد  
 کی ضروریات کے لئے وقف کیا۔ وقف لاخراج کو الیٹ انڈیا کمپنی نے ضبط  
 کیا۔ اور ماہانہ خرچ کے لئے صرف پچاس روپیہ اور سالانہ اخراجات کے لئے  
 چھ سو روپے منظور کیا۔

فوجدار یسین خاں کے زمانہ میں اراکینوں نے آخری بار چاٹنگام کو فتح  
 کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اُن کا بحری بیڑہ یکا یک کرنا فلی ندی میں داخل ہوا۔  
 اور چاٹنگام پر حملہ کیا۔ یسین خاں کو شکست ہوئی۔ لیکن دوسرا ہی کے قلعہ دار  
 اڈھو خاں کے بیٹے شیر جمال خاں نے اکر مقابلہ کیا اور اراکینوں کو شکست  
 دے کر بھگا دیا۔ سانگو ندی کے کنارے شیر جمال خاں کی جاگیر میں مزید اضافہ  
 کیا گیا۔

۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ضلع چاٹنگام کی آبادی تیرہ لاکھ تریس ہزار  
 ۲۵۰ تھی۔ ان میں مسلمان نو لاکھ ۶۸ ہزار ۵۴۴ یعنی پوری آبادی کا ۷۲ فی صد  
 تھے۔ مسلمانوں میں ۹ لاکھ ۵۴ ہزار ۵۴۴ شیخ تھے۔ یہ زیادہ مقامی نومسلموں  
 کی اولاد ہیں۔ ۹ ہزار سیّد اور ۲ ہزار بھٹیاں تھے۔ کچھ عرب تاجروں کی بھی آبادی

۱۔ تالیخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۴۲-۶۲ اور ص ۱۳۷  
 ۲۔ چاٹنگام ضلع گزیٹر۔ ایس۔ ایس۔ اویسی، کلکتہ ۱۹۰۸ء ص ۵۹



تھی۔ پٹھان اور سادات زیادہ تر اُن بیرونی مسلمانوں کی اولاد ہیں، جو فوجی کارروائیوں کے زمانہ میں وہاں بھیجے گئے تھے۔ وہاں مختلف غلاموں پر مامور ہوئے اور اُن کو جاگیریں دی گئیں۔ اُن میں سے کچھ اُن مسلمان بزرگانِ دین کی بھی اولاد ہیں جو تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے چاٹگام گئے تھے اور وہیں آباد ہو گئے جیسے حضرت بختیار ماسیؒ۔ حضرت صوفی سیاح علی صاحب سیسیؒ انیسویں صدی عیسوی کی پہلی اڑھائی میں اسلام آباد چاٹگام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا شاہ صوفی سید وارث علیؒ تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ سادات کا یہ خاندان کب چاٹگام جا کر آباد ہوا۔ تجا سہ غالبؒ کے ۱۵۱۲ء میں میرا کے ہندو راجہ دھنیا مانکیا (۱۵۱۵ء-۱۵۶۳ء) نے چاٹگام پر قبضہ کر لیا۔ اور بغدادی تاجر الفاحسین کی ترغیب سے گوڑ کے مسلمان سلطان علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸ء-۱۵۹۳ء) کے بیٹے ناصر الدین نصرت شاہ (۱۵۱۸ء-۱۵۳۲ء) نے پٹنہ راجہ کے خلاف فوجی کارروائی کر کے چاٹگام پر پھر سے اسلامی اقتدار قائم کر دیا۔ اسی وقت سادات کا یہ خاندان گوڑ کی شاہی فوج کے ساتھ چاٹگام جا کر آباد ہوا۔ عہدِ اکبری میں منعم خاں صوبہ دار نیگالہ کے زمانہ میں گوڑ میں سخت وبائی بھاری پھیلی۔ اس سے ۱۵۷۳ء میں شہر ویران ہو گیا۔ اس زمانہ میں یہاں علماء، شرفاء اور اُمراء کا بہت سا خاندان منگل گوڑ ضلع بردوان کے پاس سرکار شریف آباد میں اور کچھ خاندان چاٹگام جا کر آباد ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت شاہ صوفی سید وارث علیؒ کے مورث اعلیٰ کا خاندان بھی اسی زمانہ میں چاٹگام منتقل ہوا ہو۔

۱۔ والدہ ضلع گڑھی پٹیہ۔ جی۔ ای۔ لیمبور لاکھنؤ ۱۹۱۸ء ص ۲۲-۲۱۔ ۲۔ سرکار شریف آباد۔ ندیا بنگلی (بقیہ حاشیہ ص ۱ پر)



### ۳۔ چٹاگامی مسلمانوں کی مذہبی زندگی

جب سو لوہوں صدی عیسوی میں شری حقیقہ کی دشمنی تحریک، ہندوؤں میں نشاطِ ثانیہ کے احساس، بالائی ہند اور باہر کے مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو جانے اور بنگلہ زبان میں اسلامی ادب کی کمی کے باعث بنگالی مسلمانوں کے بچے طبقہ کے عقائد میں خلفشار پیدا ہوا تو عام مسلمانوں کو مشترکات و خیالات سے محفوظ رکھنے کے لئے جن دردمند اور دیندار مسلمانوں نے بنگلہ زبان میں اسلامیات پر کتابیں لکھیں، ان میں علامہ چٹاگام کے سید سلطان کا نام سرفہرست آتا ہے۔ آپ نے

[بقیہ حاشیہ ص ۷۱ کا]

کے پیغمبر بعد از احمد مرشد آباد کا ہمدانی علاقہ جس میں ۲۶ پرگنے شامل تھے۔ اس کا صدر مقام منگل گڑھ ضلع برہمن پور تھا۔ یہاں بہت علماء و شائخ گورے آکر آباد ہو گئے تھے۔ موجودہ ضلع برہمن پور کا کنوا اور ضلع مرشد آباد کا کاندی سب ڈویژن۔ برہمن پور ضلع گڑھ مرشد آباد ضلع گڑھ مرشد و دھورہ <sup>۲۶۱</sup> ضلع بنگال میں دشمنی تحریک بانی شری حقیقہ نوادیہ ضلع ندیا (مغربی بنگال) میں ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۳ء میں انتقال کیا۔ راجہ کی پرورش پروردیا اور برہمن ضلع متھرا میں ہندوؤں کے ایسی مقامات کی نشان دہی کی۔ ندیا ضلع گڑھ مرشد۔ جے۔ ای۔ ای۔ گڑھ مرشد ۱۹۱۰ء ص ۵۰

سید سلطان بنگال کے قدیم ترین شہر میں سے ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں چکر اسٹالہ خانہ پانیا ضلع چٹاگام میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے میر خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ کچھ دنوں پراگل پور (بقیہ حاشیہ ص ۷۱ پر)

سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں بنی بنگشا (قصص الانبیاء)، اوقات رسول (وفات رسول)، شب معراج، رسول وبعث، ابلیس نامہ، بیون پرادیپ (چراغ زندگی)، حکیم راجہ لڑائی اور معرفی کان لکھانی بنگشا (قصص الانبیاء) ایک رزمیہ نظم ہے۔ یہ ضخیم کتاب حضرت سید سلطان کا شاہ کار ہے۔ اس میں عقیدہ توحید کی تلقین کی ہے۔ کام نہایت مشکل تھا۔ لیکن وہ پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ اوقات رسول مختصر تصنیف ہے۔ یہ ۱۵۵۶ء میں اکبر اعظم کی تخت نشینی کے وقت لکھی گئی۔ شب معراج ۱۵۸۶ء میں لکھی گئی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی فتوحات کا بیان ہے۔ رسول وبعث ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غزوات رسول کا ذکر ہے۔ ابلیس نامہ (نور فہوش نامہ بنی بنگشا کے فوراً بعد لکھی گئی۔ اس میں بتلایا ہے کہ عظمت کے زوال کا حقیقی سبب غرور اور تکبر ہے۔ بیون پرادیپ (چراغ زندگی) میں اسلامی تصوف اور مسائل شریعت کو پیش کیا ہے۔ یہ کتاب حدیث 'مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ' کی تفسیر ہے۔ اس میں ناسوت، ملکوت، جنوت، لاہوت۔ ذکر۔ رابطہ اور مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے۔ حکیم راجہ لڑائی چھوٹی سی کتاب ہے۔ یہ رسول وبعث کا ایک حصہ ہے۔ معرفی کان میں سید سلطان کی صوفیانہ نظموں شامل ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۷۱ کا]

(قصیدہ شکر براگھل تھاں) میں مقیم ہے۔ یہ حضرت شاہ حسینؒ کے خلیفہ تھے۔ طویل عمر پاکر ۱۶۴۸ء میں انتقال کیا۔ مسلم نگاری ادب، ڈاکٹر انعام الحق۔ اردو ترجمہ کراچی ۱۹۵۷ء ۱۸۲-۱۶۰، لاد کوثر شیخ محمد اکرام ۵۴-۴۵۱۔ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶۷

سید سلطان رح کے معاصرین میں شیخ پیران رح نے نور نامہ اور نصیحت نامہ لکھا  
نور نامہ میں تخلیق کائنات اور نور محمدی کا بیان ہے۔ نصیحت نامہ کسی غریب یا فاری  
کتاب کا ترجمہ ہے۔ حاجی محمد صاحب رح نے نور جمال اور صیحت نامہ لکھا۔ نور جمال  
میں شریعت اور طریقت کے اصولوں اور توحید و جود کی اور توحید شہودی کے  
نظریوں سے بحث کی ہے۔ صورت نامہ میں ایمان کی نشانیوں اور دوسرے مذہبی  
مسائل کا بیان ہے۔

سید سلطان رح کے جانشینوں میں نصر اللہ خان رح نے شریعت نامہ ،

۱۵ شیخ پیران رح (۱۶۱۷-۱۶۵۰) ضلع چانگام میں سیتا گنڈ کے رہنے والے تھے۔ یہ کفایت  
المصلیہ (۱۶۳۹ء) کے مصنف شیخ مطلب کے والد تھے۔ مسلم ننگالی ادب ۸۲-۱۸۰ اور  
تاریخ چٹاگانگ ۱۶۷

۱۶ حاجی محمد رح شیخ پیران رح سے کچھ پہلے گذرے ہیں۔ شیخ پیران رح نے اپنی کتاب نصیحت نامہ  
میں ان کی تصنیف "صورت نامہ" کی بڑی تعریف کی ہے۔ ان کا راز ۱۵۵۰ء سے ۱۶۳۰ء کے درمیان  
تسلیم کیا گیا ہے۔ بزرگ انسان تھے۔ ان کے بہت سے مرید تھے، جن میں محمد شفیع بہت مشہور ہیں۔  
مسلم ننگالی ادب ۱۸۷-۱۸۲

۱۷ نصر اللہ خان رح کے مورث اہلی گور کے رہنے والے تھے۔ حمید الدین خاں کے بیٹے برہان الدین خاں  
روڈنگ کے ادا کلن راجہ منگ۔ ساک دان (۱۴۳۴-۱۴۴۰ء) کے یہاں ذخیرہ افسر تھے۔ ان کے بعد  
ان کے بیٹے ابراہیم خاں اور پھر ابراہیم خاں کے بیٹے شجاع الدین خاں اس (بقیہ حاشیہ ص ۷۳ پر)

جنگ نامہ، موسسہ سوال (سوالات موسمی) اور ہدایت الاسلام لکھا شریعت نامہ  
 میں دین اسلام کے اصول و ضوابط کو نہایت خوبصورتی سے نظم کیا ہے اور شریعت  
 کے اوامر و نواہی سے بحث کی ہے۔ جنگ نامہ رسول و جے، کے قسم کی تصنیف  
 ہے۔ اس میں جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے۔  
 موسسہ سوال مکالمہ کی شکل میں ایک مظلوم تصنیف ہے۔ اس میں کوہ طور  
 پر موسیٰ علیہ السلام کی ذات باری تعالیٰ سے ہم کلامی اور معراج نبویؐ کے  
 موقع پر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف ملاقات اور  
 ہم کلامی کی روشنی میں نماز پنج گانہ اور تلاوت قرآن پاک کی اہمیت واضح  
 کی ہے۔ یہ کتاب کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔

سید سلطانؒ کے نامور شاگرد محمد خاںؒ نے صواب رکھا اصحاب نامیہ، مقتول  
 حسین، قیامت نامہ، دجال نامہ، حنیفر لڑائی اور قاسمیر لڑائی لکھا۔ بنگال کے  
 [بقیہ حاشیہ ص ۷۳ کا]

عزیز علیہ پر مامور ہوئے۔ شجاع الدین خاں کے بیٹے بابو خاں تارک الدنیا ہو گئے اور فقیر ہو گئے، کے نام سے  
 مشہور ہوئے۔ یہ شاعر نور اللہ خاں کے مددگار تھے۔ نور اللہ خاں کے ولید منصور خاں اتھوئہ کار کو سادہ دیکھنے کے  
 مسلم کا نظریہ خاں نے بہت نوازا تھا۔ نور اللہ خاں ضلع چانگام کے گورکھنر باز اور سب ڈویژن میں رہائش کے  
 رہنے والے تھے۔ یہ ۱۵۶۱ء کے قریب پیدا ہوئے۔ اور ۱۶۲۵ء کے قریب انتقال ہوا۔ حضرت حمید الدینؒ کے  
 خلیفہ تھے۔ چٹاگانگ ص ۱۶، مسلم بنگالی ادب ص ۱۹-۱۸۷

۱۸ نور اللہ خاںؒ ہتھ ہزاری ضلع چانگام کے رہنے والے تھے اور چانگام کے مشہور حکمران راسخی خاں کی ساتویں  
 (بقیہ حاشیہ ص ۱۷)



حسین شاہی خاندان (۱۵۳۸-۱۷۹۳ء) کے فرمانرواؤں نے بنگالی ادب کو ترقی دینے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ہندوؤں کی مذہبی کتاب رامائن اور مہابھارت کا سنسکرت سے بنگلہ میں ترجمہ کرایا۔ علامہ الدین حسین شاہ (۱۵۱۹ء-۱۷۹۳ء) کے دور حکومت میں چائنگام کے گورنر پراگل خاں نے پرمیسور نامی شاعر جو کونڈرا کے نام سے مشہور ہے، اُس سے مہابھارت کا دوسرا بنگلہ ترجمہ کرایا۔ یہ کتاب پراگلی مہابھارت کے نام سے مشہور ہے اور بہت مقبول ہوئی۔ پراگل خاں کے بیٹے چوٹی خاں نے سری کاراندی شاعر سے مہابھارت کے کچھ حصہ کا بنگلہ میں ترجمہ کرایا۔

مہابھارت کے درمیانہ واقعات کی منظوم کہانیاں بنگالی ہندوؤں کے علاوہ مسلمان گھرانوں میں بھی پڑھی جاتی تھیں۔ بنگلہ زبان میں عالم مسلمانوں کے لئے اسلامی تاریخ سے وابستہ اس طرح کی کوئی منظوم کہانی موجود نہ تھی۔ حضرت سید سلطانیؒ کو اس کمی کا شدید احساس تھا چنانچہ اپنی کتاب شب معراج کے دیباچے میں بڑے درد انگیز سیرایہ میں اس کمی کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنی قابل قدر تصانیف بنی بنگشا، رسول و جے اور

[بقیہ حاشیہ ص ۷۴ کا]

پشت میں تھے۔ مہتمم سیرایہ میں بنگلہ کی راستی خاں کی بنوائی ہوئی ایک پرانی مسجد ہے۔ محمد خاں مشہور مبلغ دین حضرت بختیار شاہی سوارہ کی اولاد میں تھے۔ یہ ۱۵۸۷ء کے قریب پیدا ہوئے اور ۱۶۵۷ء کے بعد انتقال کیا۔ یہ حضرت سید سلطانؒ کے سب سے نامور غزا گرد اور خلیفہ گزائے ہیں۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۷؛ مسلم بنگالی ادب ص ۲۱۱-۲۱۰

۱۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکرت وغیرہ ص ۲۰۷

۲۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۲۰۸؛ تاریخ بنگال۔ سرحد و ناحہ سرکار ص ۱۵۲

شب معراج کے ذریعہ بڑی حد تک اس کمی کو پورا کیا۔ سید سلطانؒ کے بعد ان کے  
 لائق اور نامور مرید اور شاگرد محمد خاںؒ نے ان کی ہدایت کے مطابق دینی اور ملی خدمات  
 کے اس سلسلہ کو بڑے جوش اور خلوص و عزم اور ارادے کے ساتھ جاری رکھا۔  
 ۱۰۵۶ھ - ۱۲۵۵ھ میں مقتول حسینؑ لکھا۔ مقتول حسینؑ ان کی سب سے ضخیم شاندار  
 اور کامیاب تصنیف ہے۔ اس کے کئی ابواب ہیں۔ دوسرے باب میں اصحاب  
 کہف کا قصہ نظم کیا ہے۔ تیسرے باب کے ساتویں باب تک سیدنا حضرت امام حسنؑ  
 اور سیدنا حضرت امام حسینؑ کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ میدان کربلا میں  
 حضرت امام حسینؑ اور ان کے عوار اور اقرباء کی شہادت کے جانگزاں واقعات  
 کو بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔ تاریخی نوعیت کی اس مذہبی کتاب کو جس میں  
 واقعات کی تفصیل کے ساتھ ساتھ بلند خیالی دل آویزی اور دیگر شاعرانہ خوبیاں بھی موجود ہیں۔  
 مسلمانوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ محرم کے مہینہ میں چار گام کے مختلف  
 علاقوں میں اس کتاب کو بلند آواز سے پڑھنے کا رواج ہے۔

اصحاب نامہ میں خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ذکر ہے۔  
 قیامت نامہ میں روز قیامت کا تصور پیش کیا ہے۔ قیامت نامہ ان کی کتاب مقتول  
 کا گیارہواں باب ہے۔ اصحاب نامہ بھی مقتول حسینؑ کا ایک حصہ ہے۔ دجال نامہ  
 قیامت نامہ سے الگ ایک تصنیف ہے۔ تاسمیر لڑالی میں حضرت قاسمؑ کی سرگذشت

اور اُن کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے۔ حنیف لڑائی ایک کامیاب تصنیف ہے۔  
 اس کا آغاز ایک طویل و عالیہ نظم سے ہوتا ہے۔ جس میں مقامات مقدسہ، انبیاء کے کرام  
 بزرگانِ دین اور مقدس و متبرک کتابوں کی تعریف و تصنیف کی گئی ہے۔ اس کے  
 اخیر میں چانگام کے بدر پیر کی مدح و ثنا بھی ہے۔ یہ کتاب سیرِ پیرِ خاں کی تصنیف  
 حنیفہ اور کائر اپری سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ ضلع چانگام کے بالکل جنوبی حصہ  
 میں شاہ پیر کا جزیرہ (شاہ پریدپ) ہے وہ حنیفہ اور کائر اپری کے قصبہ سے  
 منسوب ہے۔

شیخ مطلبؒ نے ۱۶۳۸ء میں فقہ اسلامی پر ایک کتاب "کفایت المصلین"  
 لکھا۔ اس میں مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق جیسے نماز۔ روزہ اور وضو  
 وغیرہ کے مسائل بیان کئے ہیں۔ اس سے قبل ننگر نہ بان میں فقہ اسلامی پر کتابیں  
 لکھنے کا رواج نہ تھا۔ اس لئے مصنف نے برطانیہ کی معذرت کا اظہار کیا ہے

۱۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۸-۲۰۷

۲۔ شیخ مطلبؒ اور نامہ اور نصیحت نامہ کے مصنف شیخ پران کے بیٹے اور سیتا کنڈ کے رہنے والے  
 تھے۔ یہ بارہ بیترہ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی پرورش ایک دیندار بزرگ مولوی رحمت اللہ صاحب  
 نے کی۔ ان کے حکم سے انہوں نے کفایت المصلین لکھی۔ کتاب میں اپنے عمن اور استاد مولوی رحمت اللہ  
 کا ذکر بڑی محبت کے ساتھ کیا ہے۔ اپنے پیر جناب حسینؒ اور ان کے بیٹے سید محمد شفیع کا بھی احترام  
 ذکر کیا ہے۔ تاریخ جٹا کانگ مکتبہ ۱۶۷۱ء، مسلم ننگالی ادب ۲۲۱-۲۱۷ء، ۱۵۹۵ء میں پیدا ہوئے اور  
 ۱۶۶۰ء میں انتقال کیا۔

سید محمد شفیعؒ نے نور نامہ اور ساعت نامہ لکھا۔ نور نامہ کا دوسرا نام نور قدیل بھی ہے۔ یہ نور جمال اور صورت نامہ کے مصنف حاجی محمدؒ (۱۶۲۰-۱۷۵۰ء) کے شاگرد تھے۔ سید محمد شفیعؒ نے اپنی کتاب نور نامہ میں نور محمدیؒ کی اہمیت سے بحث کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں نور محمدیؒ سے پیدا ہوئی ہیں یہ اندویش ضلع چانگام کے شاعر عبدالحکیمؒ نے نور نامہ نصیحت نامہ۔ کاروالا (کر بلا) اور یوسف زلیخا لکھا۔ نور نامہ میں مذہبی باتوں کے علاوہ اس امر سے بھی بحث کی ہے کہ عام مسلمانوں کی واقفیت اور بھلائی کے لئے منگل زبان میں کتابیں لکھنا ضروری ہے۔ نصیحت نامہ کا دوسرا نام شہاب الدین نامہ ہے یہ کتاب ان کے پیر حضرت شہاب الدینؒ کی سوانح حیات نہیں ہے۔ بلکہ مذہبی مسائل کے متعلق ایک نہایت کارآمد اور مفید تصنیف ہے جس میں گمراہی سے بچنے اور راہ راست پر چلنے کی تدبیریں بتائی گئی ہیں۔ عقیدت اور برکت کے خیال سے انہوں نے اس کتاب کو اپنے پیر و مرشد کے نام سے معنون کیا ہے۔ کاروالا میں واقعات کر بلا کا ذکر ہے اور یوسف زلیخا ایک طویل بیانیہ نظم ہے جس میں قرآن شریف کے احسن القصص کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ اور حضرت ملا عبد الرحمان جامیؒ کی کتاب یوسف زلیخا سے کافی متاثر ہیں ان کی کتابیں بہت مقبول ہوئیں۔

ملا عبدالحکیمؒ ساہواری کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام عبد الرزاق تھا۔ یہ سکھارام میں پیدا ہوئے ان کے استاد اور پیر و مرشد کا نام شہاب الدین محمدؒ تھا۔ ان کا زمانہ ۱۶۲۰ء سے ۱۶۹۰ء تسلیم کیا گیا ہے۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۶۸-۱۶۹۔ مسلم نگالی ادب ص ۲۳۲-۲۳۳



نوازش خاںؒ، ضلع چانگام میں ست کانیاتھانہ کے گاؤں سکھ چاری کے لیسنے والے تھے۔ انہوں نے دوسراری کے پٹھان خاندان کے شاندار کارناموں کے متعلق ایک کتاب پٹھان پر استغشا (پٹھان کی مدح سرائی) لکھا۔ سپہ سالار بزرگ امید خاں نے سانگو ندی کے کنارے ادھو خاں کو قلعہ دار مقرر کیا تھا۔ اور فوجدار یسین خاں کے زمانہ میں ادھو خاں کے بیٹے شیر خاں خاں نے اراکائیوں کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ نوازش خاں نے ایک مذہبی کتاب بھی لکھا ہے جس کے ایک بیان میں انساں اور اس کے جسم کے درمیان معرکہ دکھایا گیا ہے اور دوسرے بیان میں ریاکاری کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔

شاعر قمر علیؒ ضلع چانگام میں پاٹیا تھانہ کے گاؤں کارو ڈانگا کے لیسنے والے تھے۔ انہوں نے ۱۹۶۱ء میں ایک مسلمان عالم منشی منعم مسلم کی ہدایات کے مطابق ایک کتاب سیریں، تصنیف کی۔ اس میں مسلمانوں کے روزمرہ کے قوانین اخلاقی سے بحث کی گئی ہے اور ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ وہ فارسی

۱۔ مسلم بنگالی ادب ۲۳۸-۲۳۵ء؛ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۸

۲۔ مسلم بنگالی ادب ۳۹-۲۳۸ء؛ سید مرتضیٰ علی نے تاریخ چٹاگانگ میں ان کو بوال کھالی تھانہ کے کردل ڈنگا کا باشندہ لکھا ہے۔ ص ۱۶۸ تھانہ بوال کھالی پٹیا تھانہ کے متصل اتر ہے۔  
ڈاکٹر انعام الحق مسلمان عالم کا نام منعم مسلم اور سید مرتضیٰ علی منشی منعم لکھے ہیں۔

کی اچھی صلاحیت رکھتے تھے اور ماہر موسیقی بھی تھے۔ عبد الباقی نے ۱۰۹۶ھ = ۱۶۸۴ء میں امیر نامہ لکھا۔ اس کے واقعات فارسی کتاب داستان امیر حمزہ سے ماخوذ ہیں۔ عبد الباقی نے بھی اس کتاب کو بنگلہ زبان میں پیش کرنے پر معذرت کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق لکھتے ہیں کہ عبد الباقی چیل پور کے رہنے والے تھے اور ان کا وہاں کے صدیقی خاندان سے تعلق تھا۔

محمد فصیح، سید سلطان رح کے شاگرد اور مقتول حسین کے مصنف محمد خاں کے ہم عصر تھے۔ ان کا زمانہ ۱۱۹۱ھ سے ۱۲۶۸ھ تسلیم کیا گیا ہے۔ چھبیس صفحات کی ایک چھوٹی سی کتاب مناجات، ان کی یادگار ہے۔ کتاب کے اخیر میں حمد اور نعت بیان کیا ہے۔ یہ ایک نہایت کارآمد ہندی کتاب ہے اور زبان و بیان کے لحاظ سے بہت مقبول تصنیف۔ شاعر محمد جان نے بنگلہ زبان اور عربی رسم الخط میں نماز نامہ لکھا۔ اس مذہبی کتاب کو بنگلہ رسم الخط میں لکھنا گناہ عظیم سمجھا ہے۔ شیخ منصور نے ۱۲۰۳ھ میں سرنامہ، لکھا جو فارسی نظم اسرار الموسیٰ، کا خلاصہ ہے۔ تصوف اور معرفت کی اس ضخیم کتاب میں کل ۹ ابواب ہیں۔ شیخ منصور کے والد قاضی غیسلی چاٹگام علاقہ کے پیر تھے۔

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۷۱-۲۸۰۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۸۔

۲۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۷۱-۲۸۱ ۳۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۷۲-۲۷۳

۴۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۷۶-۲۷۵

محمد وزیر علی بہت ہزار ہی تھانہ کے گاؤں چار یا میں پیدا ہوئے تھے۔

انہوں نے سلاطین میں اپنے بڑے بھائی وزیر علی کی خواہش پر ”شاہ نامہ“ یا نسل روشن اسلام آباد“ لکھا۔ ۱۴۵ صفحات کی ایک ضخیم تصنیف ہے۔ اس میں چائنگام کی تاریخ اور یہاں کے بزرگان دین کے حالات ہیں۔ محمد وزیر علی کے بھائی وزیر علی بہت ہی با اثر رئیس تھے۔ انہوں نے چائنگ چاری تھانہ میں بہت ہزاری کی سرحد پر وزیر ہاٹ آباد کیا۔ سلاطین میں اس قصبہ کی بنیاد رکھی گئی اور سات برسوں میں مکمل ہوا۔ وزیر ہاٹ بہت ہزاری کے اتریل کا آخری اسٹیشن ہے۔ علاوہ کاشمیر نیکال کے چند ممتاز مسلمان شاعروں میں ہوتا ہے۔ یہ ضلع چائنگام کے تھانہ بہت ہزاری کے جوہر گاؤں میں ۱۶۱۷ء میں پیدا ہوئے کرناٹلی اور ہلدائی کے مقام اتصال پر شہر تاریخی مقام فتح آباد ہے۔ چائنگام کی فتح کے بعد ناصر الدین نصرت شاہ نے اس کو اپنا صدر مقام بنایا تھا۔ مجلس خاں فتح آباد کے حاکم تھے اور شاعر علاوہ کے والد ان کے مصاحبین میں تھے۔ ان کے عہد شاہ علی دادا حکومت گور سے چائنگام آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کے والد پرتگالی بحری قزاقوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ علاوہ بھی زخمی ہوئے لیکن کسی طرح جان بچا کر اراکان پہنچے اور راجہ تھادو منسور (۱۶۵۲-۱۶۷۵ء) کے محافظ دستے میں مقرر ہوئے۔ ۱۶۶۶ء میں شاہ شجاع کی شہادت کے وقت

۱۶۷۵ء مسلم ننگالی ادب ۱۶۷۵-۱۶۷۶ء تاریخ چائنگام ۱۶۷۹ء

ان کو قید کر دیا گیا۔ لیکن جلد ہی رہا کر دیئے گئے۔ زندگی کے آخری چند سال انہوں نے اپنے وطن جوہرا میں بسر کیا۔ ۱۶۸۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ جوہرا میں علاول تالاب اور علاول مسجد ان کی یادگار اب تک موجود ہے۔  
علاول نے ۱۶۵۱ء میں حضرت ملک محمد صاحب جالسی رح کی مشہور تصنیف پدماوت کا بنگلہ میں آزاد ترجمہ کیا۔ پھر ۱۶۶۰ء سے ۱۶۶۴ء تک چار سال میں نظامی گنجویؒ کی کتاب ہفت پیکر اور اس کے بعد عہد فروز شاہی کے

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۷۰-۲۶۴۔

۲۔ حضرت ملک صاحب جالسیؒ ۸۹۹ھ = ۱۴۹۳ء میں جالسی ضلع رائے بریلی (اودھ) کے محلہ کچاد میں پیدا ہوئے اور ۹۳۹ھ = ۱۵۳۲ء میں ایٹھی ضلع رائے بریلی میں انتقال کیا۔ حضرت خردم سید شرف جہانگیر سمنانیؒ کے سلسلہ میں حضرت محی الدین چشتیؒ کے مرید تھے۔ ایٹھی کا راجہ آپ کا بہت معتقد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے راجہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ ہندی کے پریم مارگی شاعروں میں آپ کا نام سر شریست ہے۔ پدماوت، اکھراوت اور آخری کلام تین کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ پدماوت ایک منظوم انسانیہ اور تیشلی داستان ہے۔ یہ اودھی زبان اور فارسی رسم الخط میں لکھی گئی۔ اس کا سن تصنیف ۹۳۶ھ = ۱۵۲۰ء ہے۔ اکھراوت میں مسائل تصوف اور آخری کلام میں اسلامی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔  
تالیخ ادب ہندی۔ ظہیر الدین خلوی، ہندی ادب کی تالیخ۔ ڈاکٹر محمد حسن ص ۹-۸۵، رسالہ نیادہ رکھنو۔ ستمبر

۱۹۷۲ء ص ۲۲

۳۔ شیخ نظام الدین، نظامی گنجویؒ ایران کے شہر گنجر کے رہنے والے تھے۔ ۵۰۳ھ = ۱۱۰۹ء میں (تقریباً شیعہ ۸۳۰ھ) (تقریباً شیعہ ۸۳۰ھ)



فارسی شاعر یوسف گداز کی کتاب تحفہ (مرتبہ ۱۳۹۲ء) کا چار سال میں ہنگامہ میں ترجمہ کیا۔ ۱۶۴۳ء میں سکندر نامہ کا ترجمہ مکمل کیا۔ علاوہ کے ادبی کارناموں میں تحفہ ایک مذہبی تصنیف ہے۔ فقہ اسلامی کی یہ کتاب اب تک ہنگامہ کے مسلمانوں میں بہت مقبول ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۸۳ کا]

پیدا ہوئے ۶۰۶ھ = ۱۲۰۹ء میں انتقال ہوا۔ فارسی کے مسلم الثبوت استاد ملنے جلتے ہیں۔ بحرن سراج بیلی و مجنوں۔ خسرو شیریں۔ ہفت پیکر اور سکندر نامہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ سکندر نامہ ایک مذہبی مثنوی ہے، جو ۵۹۴ھ = ۱۲۰۰ء میں مکمل ہوئی۔ ایک دیوان بھی یادگار ہے۔ قاموس المشاعر علیہ دوم ۶۵-۶۴۲ھ لے۔ شیخ یوسف گداز، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی (المتوفی ۷۵۷ھ = ۱۳۵۶ء) کے خلیفہ تھے، انہوں نے اپنے بیٹے ابو الفتح کے لئے چند موعظت اخلاق و نصیحت اور قانون شریعت کی ایک کتاب تحفۃ النصائح لکھی، جس میں پانچ ایواب اور کل ۷۸۶ اشعار ہیں۔ کتاب کے اخیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی اس منظوم تصنیف کو ۲۰ جمادی الثانی ۷۹۵ھ = ۱۳۹۲ء کو مکمل کیا۔ اس کتاب کا ایک نسخہ خدابخش اوٹیل لائبریری پٹنہ میں، دو نسخے انڈیا آفس لائبریری میں نمبر ۱۲۷۶ اور ۱۲۷۷ اور ایک نسخہ سینٹ پیٹرس برگ کی لائبریری میں ہے۔ آخر الذکر میں اس کا سن تصنیف ۷۵۲ھ = ۱۳۵۱ء لکھا ہے جو زیادہ قرین قیاس اور صحیح ہے۔ شیخ یوسف گداز کا ۷۷۴ھ = ۱۳۷۲ء میں انتقال ہوا۔ دکنی زبان میں ملا قبطی نے ۱۰۴۶ھ = ۱۶۳۶ء میں شیخ یوسف دہلوی کی کتاب تحفۃ النصائح کا ترجمہ اسی ردیف اور قافیہ میں کیا۔ سلک السلوک اور طوطی نامہ کے مصنف مولانا فیاض الدین نخشب بدایونی (متوفی ۸۵۲ھ) تاریخ فیروز شاہی کے مصنف حضرت ضیاء الدین برنی، دوسری تاریخ فیروز شاہی کے مصنف شمس سراج عقیف، مشہور مثنوی فتوح السلاطین کے مصنف عصامی، عہد فیروز شاہی کے نامور علما مولانا احمد کھار (غری) (بقیہ حاشیہ ۸۳ پر)

شاہ عبدالکریمؒ اخوند کار سے ہزار مسائل، تیمم انصاری، دلائل مجلس،  
 اور نور نامہ لکھا۔ ہزار مسائل اسی نام کی ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ جس میں  
 اسلامی قوانین جمع کئے گئے ہیں۔ دلائل مجلس ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔  
 اس میں اولیائے کرام، اصحاب رسولؐ اور صوفیائے کبار کے حالات ہیں۔  
 نور نامہ ایک مذہبی تصنیف ہے جس میں نور محمدی کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔  
 علی رضاؒ (۱۷۸۰-۱۷۹۵ء) اوش کھان ضلع چانگام کے رہنے  
 والے تھے۔ اُسی مقام پر ان کا مقبرہ بھی موجود ہے۔ یہ کانؤ فقیر کے نام سے مشہور  
 ہیں۔ انہوں نے سراج القلوب، جنان ساگر اور یوگ قلندر لکھا۔ جنان ساگر میں

[بقیہ حاشیہ ص ۸۳ کا]

مولانا خواجگی اور قاضی عبدالقادر دہلوی ان کے ہم عصر تھے۔ خواجہ بخش لائبریری کٹلاگ، آب کوثر، شیخ  
 محمد اکرام، تاریخ ادب اردو رام بابو سکسینہ ص ۲۵-۲۶

شاہ عبدالکریمؒ اخوند کار اراکان کے دار الحکومت مرو ہانگ (۱۷۸۵-۱۷۹۳ء) میں رہتے تھے۔ ان کے  
 مورث اعلیٰ رجمیاں بکری خنگی کے حکم میں علی عہدہ پر فائز تھے۔ اور ان کو راجہ نے خطاب بھی دیا تھا۔ ان کے دادا  
 حسن علی خنگی کے حکم میں مترجم تھے۔ ان کے والد کا نام علی اکبر تھا۔ مرو ہانگ میں راجہ اتی بار کے ہستم خزانہ  
 کی فرمائش پر انہوں نے ۱۷۹۸ء میں دلائل مجلس، لکھی تھی مسلم ننگالی ادب ص ۷۲-۷۳

شاہ علی رضاؒ ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کے پیر و مرشد کا نام قیام الدینؒ تھا۔ علی رضا کی اولاد

(بقیہ حاشیہ ص ۸۵ پر)

تصوف اور یوگ کی آمیزش ملتی ہے اور یہ شہزادہ دارا شکوہ کی کتاب 'مجمع البحرین' کے قسم کی تصنیف ہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۸۴ کا]

موقع اوش کھائن میں موجود ہے۔ ان کے بیٹے کا نام شرافت اللہ تھا۔ جو شکوہ ۱۸ء تک حیات تھے۔

مسلم بنگالی ادب ص ۳۱۰؛ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۹

۱۵ شہزادہ دارا شکوہ قادری شہنشاہ شاہ جہاں کا بڑا بیٹا۔ ۳ مارچ ۱۶۱۵ء کو اجیر شریف میں پیدا ہوا

سنسکرت کی تعلیم بنارس میں حاصل کی۔ حضرت میاں میر لاہوری (متوفی ۱۶۳۵ء) کا بڑا معتقد تھا۔

۱۶ اپریل ۱۶۱۷ء کو حضرت میاں میر کے خلیفہ بٹا شاہ قادری (متوفی ۱۶۶۶ء) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۱۶۲۷ء

میں سفینۃ الاولیاء اور ۱۶۵۵ء میں مجمع البحرین تصنیف کی۔ سفینۃ الاولیاء میں دنیا کے اسلام کے اہم بزرگان دین

کے حالات ہیں اور مجمع البحرین مسلمان صوفیوں اور ہندو یوگیوں کے عقاید کا مجموعہ ہے۔ تصوف اور یوگ کو

ایک ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سیر اکبر میں پیشدروں کے ۵۰ ابواب کا ترجمہ ہے۔ دارا شکوہ نے

بھاگوت گیتا کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس شہزادہ کو شاہ بلند اقبال کا خطاب دیا تھا اور اسے

فہمین پور خلافت لکھتا تھا۔ حصول تاج و تخت کی لڑائی میں دارا شکوہ کو پہلے (جلین کے پاس دھرمت رنج آباد)

میں (اپریل ۱۶۵۸ء) اور پھر آگرہ کے پاس سوگرٹھ میں (مئی ۱۶۵۸ء) اور اخیر میں اجیر کے پاس دلوپارانی

(اپریل ۱۶۵۹ء) میں شکست ہوئی۔ ان کو بلوچستان میں درہ بولن کے پاس دادر میں گرفتار کر لیا گیا اور

عقائد اسلامی سے انحراف کے جرم میں ۲۹ اگست ۱۶۵۹ء کو دہلی میں قتل کر دیا گیا۔ بقرہ ہمالیوں میں دفن ہوئے

رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۳۹۴-۳۹۵؛ قابوس المصابر جلد اول ص ۲۳۲-۲۳۳؛ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا

ص ۸۲-۸۳؛ رسالہ آجکل مارچ ۱۹۷۴ء ص ۳۵؛ مضمون مجمع البحرین

علی رضاؒ کے مرید سید محمد مقیمؒ نے گل بکاؤلی، فیض المقتری اور ایوب  
نیر کتھا (پنیر ایوب کا قصہ) لکھا۔ گل بکاؤلی ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔

لیکن اس میں طبع زاد لکڑے بہت ہیں۔ نہایت ہی دلولہ انگیز انداز میں حمد و نعت لکھا  
ہے صحابہ کبارؓ، ائمہ کرام اور ۱۴ صوفیوں کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ اس میں  
سات آسمان، سات سمندر، زمین کے سات طبقات اور ہفت اقلیم کا ذکر کیا ہے۔ اپنی  
اس منظوم تصنیف میں انہوں نے بنگال کے سابق اور ہم عصر شاعروں کی ایک فہرست  
بھی پیش کی ہے جو بہت کارآمد ہے۔ اپنے خاندان کے حالات لکھے ہیں اور شاہ غازی شریف  
ضلع چانگام کے شاہ شہاب الدینؒ کے متعلق نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ  
کتاب ۱۹۷۶ء میں چانگام پرائگریزی اقدار کے چند سال بعد لکھی گئی ہے۔ اپنی کتاب  
'فیض المقتری' کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے حکم سے کلام  
مریگاؤتی اور ایوب نیر کتھا۔ تین مذہبی کتابیں لکھیں۔ فیض المقتری جنگ پلاسی

سید محمد مقیمؒ نواپارہ ضلع چانگام کے رہنے والے تھے۔ نواپارہ اور اجن علاقہ میں ہے اور  
جدید بنگالی ادب کے مشہور شاعر نذیر حسین کی بھی جائے پیدائش ہے۔ سید محمد مقیم کے مورث اعلیٰ قینی ضلع  
نواکھالی کے رہنے والے تھے۔ سیاسی وجوہات کی بنا پر وہاں سے فتح آباد ضلع چانگام چلے گئے۔ وہاں سے  
عظیم پور، پھر نواپارہ میں آکر آباد ہوئے۔ ان کے دادا کا نام سید محمد افضل اور والد کا نام سید محمد  
دوست تھا۔ بچپن میں مقیم ہو گئے۔ بیوی حسین چودھری نے ان کو تعلیم دلوائی۔ مسلم ننگالی  
ادب ۱۹۵۱-۲۱ - تاریخ پڑھا لائے ص ۱۷۰

۲۔ شیخ بہان چشتیؒ کے مرید قطبین چشتیؒ نے ہندی میں ۹۰۰ شعروں میں ایک منظوم تمثیلی داستان  
(بقیہ حاشیہ ص ۸۷ پر)



(۱۵۷۷ء) کے سولہ سال بعد ۱۷۷۳ء میں لکھی گئی۔

محمد علی جوہر چالگام میں عادل پور، عظیم نگر کے رہنے والے تھے اور ۱۷۷۳ء میں حیات تھے۔ انہوں نے لیلانگ کے زمیندار یوسف حفیظ کی تجویز پر حیرت الفقه نامی کتاب لکھی۔ اس میں سوال و جواب کی شکل میں قوانین شریعت کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ حیرت الفقه کسی فارسی کتاب کا منسلک ترجمہ ہے۔ شاعر محمد علی سید محمد نعیم کے ہم عصر تھے اور حیرت الفقه کے دیباچہ میں انہوں نے چالگام کی بہت تعریف کی ہے اور سید محمد نعیم کو اپنے زمانے کا فاضل ترین شخص لکھا ہے۔ سید نور الدین بنگال کے مذہبی شاعروں میں سب سے اعلیٰ اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ یہ عربی فارسی ادب سے پوری طرح واقف تھے اور ان کی علمی سطح بہت بلند تھی۔ صوفی شاعر تھے اور اصول شریعت کے سختی سے پابند۔ ان کی نظمیں عربی اور منسلک دونوں رسم الخط میں ملتی ہیں۔ انہوں نے حقائق۔ موسا سوال،

بقیہ حاشیہ ص ۸۶ تا ۸۷

مرگادتی لکھی تھی۔ اس پر تصوف کا رنگ غالب ہے۔ مرگادتی ہندی میں پریم مارگی شاعری کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ اس میں چند گڑھ کے راجہ گنپتی دیو اور کچن پور کی راج ماری مرگادتی کے معاشقہ کی داستان ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ ڈاکٹر محمد حسن ص ۸۲-۸۳

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱-۳۱۵؛ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی رنہ ۱۔  
۲۔ وقائق الحقایق میں مصنف نے اپنے کو سید نور الدین ابن عربی، متوطن چالگام لکھا ہے۔

مسلم بنگالی ادب ص ۲۱-۳۱۹

راحت القلوب اور بہت آپدیش بھی۔ دقائق فقہ عربی کی مشہور کتاب کنز الدقائق  
مصنفہ امام حقیظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن محمد بن لطفی متوفی ۷۱۱ھ (۱۳۱۰ء)  
کا ہنگامہ ترجمہ ہے۔ ہنگامہ کتاب کا پورا نام دقائق الحقائق ہے اور اسے سید نور الدین  
نے ۷۹۶ھ میں نظم کیا۔ یہ بائیس ابواب پر مشتمل ہے۔ مؤسسہ سوال کس صفحات  
کی ایک چھوٹی سی دلچسپ کتاب ہے۔ راحت القلوب یا قیامت نامہ اس  
نام کی ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس ضخیم کتاب میں کل ۱۹ ابواب  
ہیں۔ اس میں حیات انسانی کے تمام اہم امور اور شریعت اسلامی کے اصول  
وضوابط سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام باتیں درج ہیں جو ایک  
نیچے مسلمان کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ بہت آپدیش یعنی برہان العارفین میں تصوف  
کے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۷۹۶ھ میں لکھی گئی۔

علاقہ چاٹگام میں منغل روایات کے دلدادہ اور عربی فارسی ادب پر عبور  
کامل رکھنے والے آخری مسلمان ادیب اور شاعر جناب خان بہادر حمید اللہ خان  
تھے۔ یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ تھے اور ان کو امیر المومنین سید احمد  
شہیدؒ کے خلیفہ صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ (متوفی ۸۵۸ھ) سے شرف  
بیعت حاصل تھا۔ یہ قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی  
چاٹگامیؒ کے پیر بھائی تھے۔ خان بہادر حمید اللہ خان ۸۰۸ھ میں پیدا ہوئے  
اور ۸۷۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ مزار آپ کا چاٹگام کے شمالی مضافات قتل گج  
میں ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں یہ چاٹگام میں ریویو آفیسر تھے۔

زمینداری بھی تھی۔ ان کی اولاد پچلیش میں آباد ہے۔ ۱۸۵۶ء کے غدر کے وقت ان

کی عمر ۵۰ سال تھی۔ قیام امن و امان کے سلسلہ میں انہوں نے سرکار انگریزی کی

بہت مدد کی اور خطاب خان بہادر سے سرفراز ہوئے۔ چاٹگام کے رہنے والے

ان سے پوری طرح واقف ہیں۔ انہوں نے بخشی کی ہاٹ سے کچھ فاصلہ پر لا مار بازار

نامی مارکٹ قائم کیا تھا۔ نہایت دردمند مسلمان تھے۔ چاٹگام میں عہد عالم گیری کی

ایک شاندار جامع مسجد ہے جسے امیر الامرا نواب شائستہ خاں کے دور حکومت میں

سپہ سالار بزرگ امید خاں نے بنوایا تھا۔ ۱۸۶۱ء میں چاٹگام میں انگریزی اقتدار

کے بعد تقریباً سو سال تک اس مسجد کو پہلے بطور میگزین اور پھر محکمہ تعمیرات عامہ

کے گودام کی حیثیت سے استعمال کیا گیا۔ چاٹگامی مسلمانوں کو خانہ خدا کی

اس بے ثمرتی کا بڑا افسوس تھا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پور

کی ترغیب سے خان بہادر حمید اللہ خاں نے اس جامع مسجد کی واکزاری کے لئے

باضابطہ تحریک شروع کی۔ اپنے اثر اور سوچ سے کام لیا۔ اس مقصد کے تحت

۱۸۵۵ء خود کلکتہ گئے، بنگال کے لکھنؤٹ اور سر فریڈرک ہیلی ٹم سے

ملے اور مسلمانوں کی طرف سے عفر نامہ پیش کیا۔ آخر ان پر خلوص کوششوں کے نتیجے

میں ۱۸۵۶ء میں جامع مسجد واکزاری ہوئی۔ صوفی نور محمد صاحب نے اپنے مرید

مولانا اکرم صاحب کو اس مسجد کا امام مقرر کیا۔ پھیلاؤ سے سال بعد اس مسجد میں

۱۰۰ فارغ چٹا کانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۶۵

اذان کی آواز بلند ہوئی اور اسی موقع پر یہ شعر کہا گیا :

آن جا کہ بود نعرہ غوغائے مشرکوں  
اکتوں خروش و غلغلہ اللہ اکبر است

جامع مسجد چانگام کی واکزاری خان بہادر حمید اللہ خاں کا بڑا شاندار کارنامہ  
چانگام کے مسلمان اپنی قوم کے اس عظیم محسن کو یاد رکھتے ہیں اور محبت سے انہیں  
نواب خاں بہادر حمید اللہ خاں کہتے ہیں۔

خاں بہادر حمید اللہ خاں نے فارسی اور ترکی دو زبانوں میں کتابیں لکھی  
ہیں۔ احادیث الخواصین۔ کلام الشہادت اور یہ احادیث ان کی تصانیف ہیں۔

احادیث الخواصین کا دوسرا نام تاریخ حمید ہے۔ یہ کتاب  
فارسی میں چانگام کی ایک مستند تاریخ ہے جس میں چانگام کی بندرگاہ کے علاوہ

۱۔ خط الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۷۵ء

بجوالہ گیل میں آف اڈلڈ ڈھاکہ ۲۔ مولدہ اس۔ ام۔ طیفور خاں بہادر ۱۸۹۷ء۔ اسلام آباد

۳۔ مسلم نگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۳۳۷ اور ۳۳۸؛ تاریخ چانگانگ سید مرتضیٰ علی

ص ۱۱۸ اور ص ۱۱۹؛ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۱۸

۴۔ احادیث الخواصین یعنی تاریخ اسلام آباد چانگام کہ ہم سب بتاتے ہیں حمید است، تصنیف مورخ

میرزا لک نظم و شرح جناب مولوی حمید اللہ خاں بہادر دام ظلہ و شرفہ، در مطبع منظر العجائب  
(بقیہ حاشیہ ص ۱۹ پر)



وہاں کے علماء اور فضلا، بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کے حالات ملتے ہیں۔ طائپ کے حروف میں ۸۷۱ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ گلزارِ شہادت اور راہِ نجات دونوں بنگلہ زبان کی نظمیں ہیں۔ گلزارِ شہادت کا دوسرا نام شہادتِ ادیان بھی ہے۔ اس میں واقعات کرلیا کو نہایت درد انگیز پیرایہ میں نظم کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۸۰ھ = ۱۸۶۳ء میں مکمل ہوئی۔ ”رمضان فقط“ سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ راہِ نجات کا بنگلہ نام ”ترنِ پاتھ“ ہے۔ یہ نظم ۱۸۶۸ء میں لکھی گئی اور چھپ گئی۔ مسلمانوں کے لئے مذہبی ہدایات کا مجموعہ ہے۔ ڈاکٹر بھی منظرِ صحنے کے متعلق اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت دلچسپ ہے۔

ضلع چائلنگام میں باہر سے جا کر آباد ہونے والے سادات اور پٹھان مسلمانوں اور ان کے متوسلین کو اپنی مذہبی ذمہ داریوں کا پورا احساس تھا۔ ان کو اسلام اور بانی اسلام سے بے انتہا محبت تھی اور ان بزرگوں نے بڑے نازک موقع پر مقامی زبان میں اپنی ادبی اور مذہبی خدمات کے ذریعہ نہ صرف دشمنوں کی تحریک کے جارحانہ اثرات سے بنگالی مسلمانوں کو محفوظ رکھا، بلکہ ان کو ذہنی طور پر خوش اور مغلوب ہونے سے بچالیا اور ان کی یہ خدمات نہایت قابلِ قدر ہیں۔

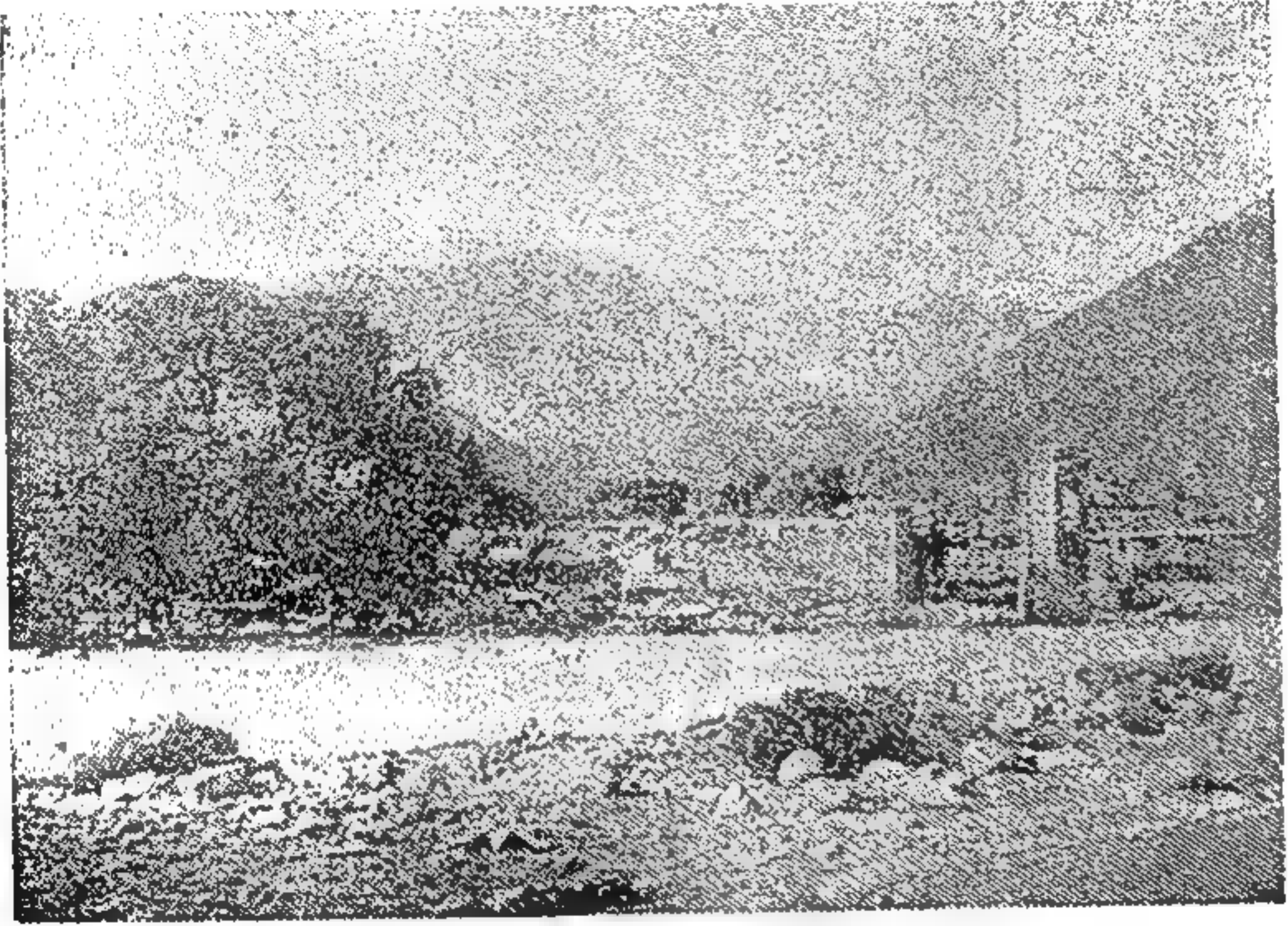
[بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ کا]

واقع شہرِ کلکتہ، محلہ تال تہہ مملوکہ مولوی کبیر الدین احمد صاحب چاپ شد۔ کلکتہ ۱۸۷۱ء و نقل عبارتِ سرورق احادیث الخواص، مرسلہ جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب، مدظلہ ڈھاکہ موصولہ ۲۹ مارچ ۱۹۷۵ء۔

## ۴۔ حضرت سید احمد شہیدؒ بنگالی فقہ کار

انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں حضرت سید احمد شہیدؒ بریلوی نے احيائے دین کے سلسلہ میں جو اصلاحی تحریک شروع کی تھی۔ اس سے جنوبی

۱۔ تیرہویں صدی ہجری کے مجدد امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ اودھ میں عہد عالم گیری کے مشہور روحانی پیشوا سید علم اللہ (متوفی ۱۶۸۵ھ) کی اولاد میں تھے۔ سید علم اللہؒ حضرت آدم بنوریؒ (متوفی مدینہ منورہ ۲۴۵/ دسمبر ۱۶۷۳ھ) کے خلیفہ تھے۔ ۳۹ واسطوں سے حضرت سید احمد شہیدؒ کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ والد کا نام سید محمد عرفان تھا جس کا ۱۸۰۶ء میں انتقال ہوا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ ۱ صفر ۱۲۰۱ھ = ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی اودھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۰۶ء میں دہلی پہنچے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے اجازت و خلافت پانچ ۱۲۲۳ھ = ۱۸۰۸ء میں وطن واپس آئے۔ اسی سال نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں شادی ہوئی۔ ۱۲۲۴ھ = ۱۸۰۹ء میں ذاب امیر خاں کی فوج میں ملازم ہو گئے۔ ۹ نومبر ۱۸۱۴ء کو انگریزوں سے معاہدہ ہونے کے باعث فوج سے مستعفی ہو گئے۔ ۱۲۳۳ھ = ۱۸۱۹ء کو رائے بریلی واپس آئے۔ ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء کو ۴۳ آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے [بقیہ صفحہ ۹۳ پر]



۱ - بالاکوٹ ضلع ہزارہ (کنہا زندی اور پل)



1 - The End of the World

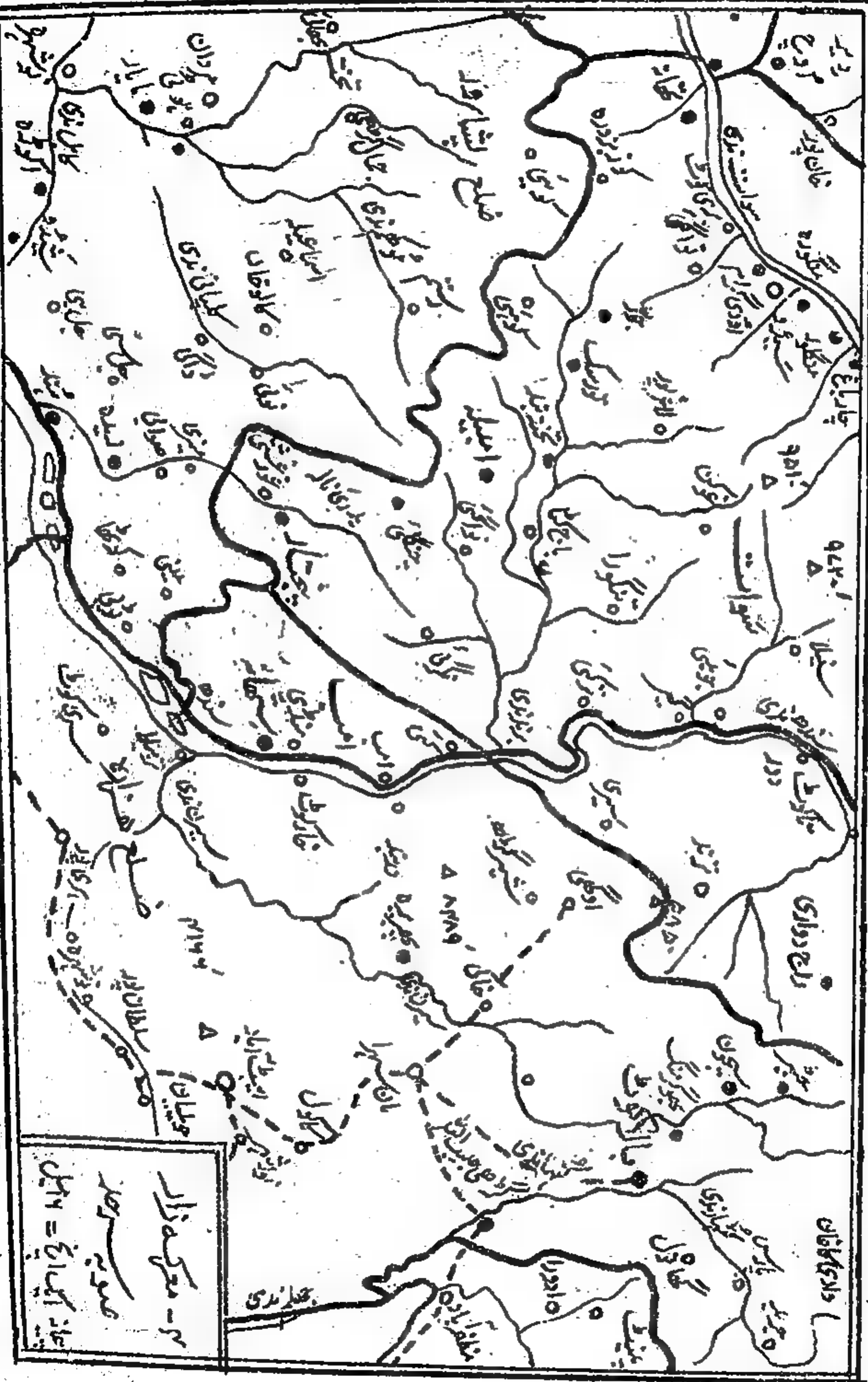


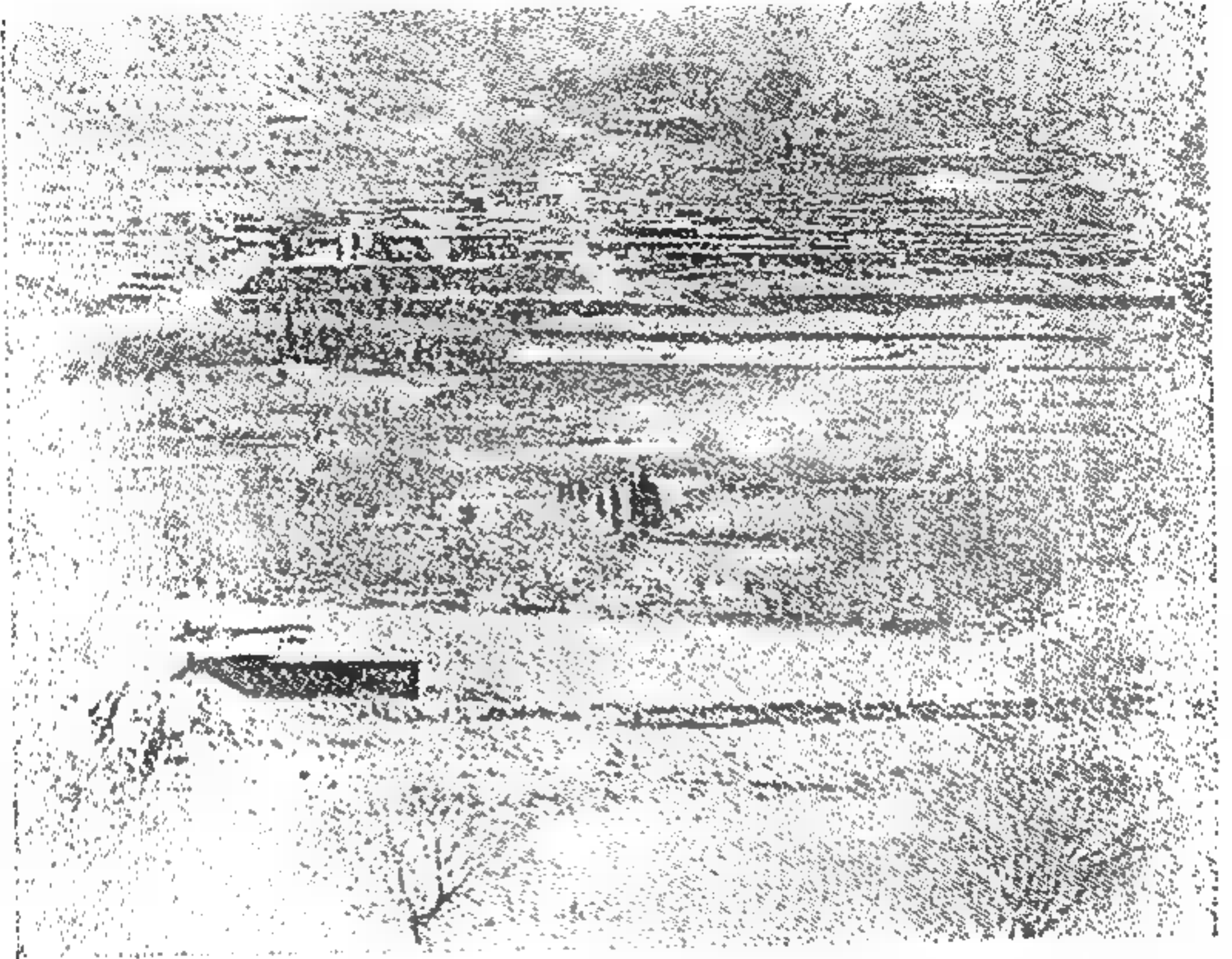
مشرقی بنگال یعنی چٹاگام۔ نو اکھائی۔ سلہٹ۔ فرید پور اور باقرنگ وغیرہ کے مسلمان  
بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے متوسلین،  
رفقائے کار اور وطن شریکوں سے بہت دور عرصہ یہ سرحد میں اسلام کی عظمت  
اور برتری کے لئے جنگ میں حصہ لینے والے مجاہدین اور شہداء میں بنگالی  
مسلمانوں کی مقدار نظر آتی ہے جس میں مولوی امام الدین رحمہ مولوی

[بقیہ حاشیہ منسلک]

۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء کو رائے بریلی واپس آئے۔ ۷ جنوری ۱۸۲۶ء، دو شنبہ کے دن رائے بریلی  
سے جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ ۲۰ جمادی الآخر ۱۲۴۲ھ = ۳۰ جنوری ۱۸۲۶ء کو بیعتِ امانت ہوئی  
اور خطبہ میں نام شامل کیا گیا۔ ۱۸۳۰ھ میں پشاور فتح کیا۔ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ = ۲۴ مئی ۱۸۳۱ء  
کو جمعہ کے دن بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شہید ہوئے۔ مزار مبارک بالاکوٹ میں ہے۔ سر مبارک  
گڑھی حبیب (سرخاں ضلع ہزارہ میں) دفن ہے۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول، تہر، کتاب منزل لاہور  
ستمبر ۱۹۵۲ء۔

لے بنگالی تہذیب۔ مولوی امام الدین رحمہ مولوی نور محمد رحمہ ظہور الشریعہ طالب الشریعہ قاضی مدنی،  
عبد القادر۔ حاجی پائی، مولوی شہید الحکیم رحمہ ضمیمہ غازیوں کی فہرست سید احمد شہید، غلام رسول تہر  
جلد اول ص ۳۱۳، جلد دوم ص ۱۶۷ اور ص ۲۶۳؛ بنگالی شہداء، فیض الدین رحمہ علیم الدین رحمہ۔  
لطف الشریعہ، شرف الدین رحمہ سید منظر حسین رحمہ منشی محمدی انصاری رحمہ (میر منشی حضور) ضمیمہ  
شہداء کی فہرست جلد دوم ص ۴۳۲؛ شیخ برکت الشریعہ جلد اول ص ۳۶۹؛ فضل الرحمان برودہائی  
جلد دوم ص ۲۴۷





۲۔ گڑھی حبیب اللہ خان ضلع ہزارہ





دادت علیؑ اور مولوی نور محمدؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ثلثہ پنجاب کے شمالی مشرقی  
 بڑت میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی اقامت گاہ تھی اور اس سے متصل پچم کے دو کروں  
 میں مولوی دادت علی بنگالیؒ اور مولوی امام الدین بنگالیؒ رہتے تھے۔ اور قلعہ کی  
 مشرقی دیوار سے باہر یورپ کو جانے والی سڑک کے اتر مولوی نور محمد بنگالیؒ  
 کا قیام تھا۔ قلعہ پنجاب سے چلتی جاتے وقت بھی یہ تینوں محترم ہستیاں حضرت  
 سید احمد شہیدؒ کے ساتھ تھیں۔

۱۲۳۵ھ = ۱۸۲۰ء میں حضرت سید احمد شہیدؒ نواب غازی الدین حیدر

کے عہد حکومت میں لکھنؤ تشریف لے گئے اور اس موقع پر جن اکابر و عمائد نے بیعت کی  
 ان میں مولانا عبداللہ فرنگی محلیؒ اور مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کے ساتھ مولوی  
 امام الدین بنگالیؒ اور مولوی نجیب اللہ بنگالیؒ بھی شامل تھے۔ مولوی امام الدین  
 بنگالیؒ ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدارام کے پاس سید اللہ پور نامی گاؤں کے

لے پنجاب صوبہ سرحد کے ضلع سوات (ضلع مردان کی شمالی مشرقی سرحد کے قریب) پہاڑوں کے  
 درمیان ایک پہاڑی نالے کے کنارے محفوظ مقام ہے۔ اس کے دکھن میں غور غشتی اور مزید دکھن میں  
 نونالی ہے۔ پنجاب کی لڑائی اوائل جون ۱۸۲۹ء میں ہوئی تھی۔ سکھ فوج کا افسر علی جنرل ورترا تھا۔  
 اسے شکست ہوئی۔ ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے اس قلعہ کو توپ کے آڑا دیا۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسولؒ  
 جلد دوم صفحہ ۶۶-۶۷؛ نقشہ پنجاب مقابل صفحہ ۶۹۔ جلد دوم۔

۲۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسولؒ جلد اول صفحہ ۱۶۹۔

۳۔ مولوی امام الدین بنگالیؒ کا آبائی وطن موقع حاجی پور۔ پرگنہ غنیر آباد۔ علاقہ روشن آباد تھا۔



سہنے والے عالم باعمل اور بے مثال صوفی تھے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاص  
 عقیدت مندوں اور جاں نثاروں میں تھے۔ ۲۰ شوال ۱۲۳۶ھ = ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء  
 کو رائے بریلی سے سید شہیدؒ کی رہنمائی میں چار سو تیس مسلمان مردوں اور عورتوں کا  
 جو قافلہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا تھا، اس میں مولوی امام الدین بنگالیؒ بھی  
 شامل تھے۔ صفر ۱۲۳۷ھ (اکتوبر ۱۸۲۲ء) میں جب یہ قافلہ کلکتہ پہنچا، تو مولوی  
 امام الدین بنگالیؒ حضرت سید شہیدؒ سے اجازت لے کر اپنی والدہ سے ملاقات  
 کرنے کے لئے وطن گئے اور حبیب داس آئے، تو ان کے ساتھ اس علاقہ کے تین  
 چالیس مسلمان امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کی زیارت اور حصول بیعت کی نیت سے  
 کلکتہ آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ مولوی امام الدینؒ حج اور جہاد میں ساتھ

[بقیہ حاشیہ کا]

وہی مقام آپ کی جائے پیدائش بھی ہے۔ بعد میں آپ ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدا رام کے پاس  
 سدا اللہ پور نامی موضع میں سکونت پذیر ہوئے۔ خط مولانا ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ  
 بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۵۷ء، مولوی غلام رسول تھاہرنے بھی آپ کے وطن کا نام حاجی پور لکھا ہے۔  
 (سید احمد شہیدؒ ص ۲۱۹)؛ چکلا روشن آباد، اضلاع ٹیپرا، نواکھالی اور سلہٹ میں مہاراجہ صاحب  
 تری پورا کی زمینداری ریاست جس کا رقبہ ۵۷۰ مربع میل اور آبادی ۸ لاکھ سالانہ تھی۔ نواب  
 شجاع الدین خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں ۱۸۳۳ء میں ریاست تری پورا کے اس میدانی علاقہ پر  
 مسلمانوں کا باضابطہ قبضہ ہوا۔ اپریل گزٹیر آف انڈیا جلد دہم ص ۱۲۲۔ اور جلد سبب و سم ص ۲۸۲  
 لے سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تھاہرنے ۲۱۹

لے۔ جہاد میں حصہ لینے کے لئے آخری دور میں مولوی امام الدینؒ کے بھائی عظیم الدینؒ بھی بنگال سے ایک قافلہ لے کر گئے تھے اور کالا باغ سے ان کا قافلہ مولوی جعفر علی نقوی کے قافلہ کے ساتھ گیا تھا۔ مولوی عظیم الدینؒ عوبہ سرحد کی معرکہ آرائیوں میں شہید ہوئے۔ معرکہ بالا کوٹ (مئی ۱۸۳۱ء) کے بعد مولوی امام الدینؒ بنگال واپس آئے اور اپنے علاقہ میں تبلیغ دین اور اصلاح عقائد کے کاموں میں مشغول رہے۔ کلکتہ میں منشی غلام رحمن کی مسجد واقع محلہ مصری گنج (محلہ سہ گرجا کی مغرب جانب) میں جہاں صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ بھی قیام فرماتے تھے۔ دوسری بار حج کو جاتے وقت آپ نے اس مسجد میں فرمایا تھا کہ ”لے الشریقی قبر کی کوئی نشانی باقی نہ رہے“ دعا قبول ہوئی۔ حج سے واپسی کے وقت ۱۲۴۲ھ / ۱۸۵۷ء میں عدن کے پاس بحیرہ عرب میں جہاز پر انتقال ہوا اور لاش مبارک سمندر میں ڈالی گئی۔ مشرقی بنگال کے جنوبی حصہ میں آپ نے وہی خدمات انجام دیں، جو مشرقی اور شمالی حصہ میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے دوسرے خلیفہ حضرت مولانا کرامت علی جون پوریؒ

---

۱۔ سید احمد شہیدؒ غلام رسولؒ ہر جلد دوم ص ۳۲ ۲۔ رد کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۷۵  
 ۳۔ خط الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء  
 بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ۔ مولانا عبید الحق (سلام آباد) جہتم مدظلہ عالیہ قلعہ نواکھالی ۱۳۵۷ھ حصہ اول۔  
 ۴۔ مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ قاری ہفت قرأت، عالم باعمل، متقی اور پرہیزگار اور اعلیٰ پایہ کے خوش نویس تھے۔ بہت ہی کتابیں آپ کی یادگاہ ہیں جعبہ ۳ ربيع الآخر ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) (بقیہ حاشیہ ص ۹۹ پر)



نے۔ خان بہادر حمید اللہ خان نے اپنی کتاب احادیث الخواتین میں آپ کی اعلیٰ دینی خدمات کا بڑی محبت سے ذکر کیا ہے۔

حضرت کے چھاپہ کے بعد ہند کے پاس دریائے سندھ کے کنارے یازدار کی جو لڑائی ہوئی تھی، اس میں قندھاری مجاہدین کی مدد کو جانے والوں میں شیخ فیض الدینؒ اور شیخ برکت اللہ ننگالیؒ شامل تھے اس جنگ میں سکھوں سے لڑتے ہوئے شیخ برکت اللہ ننگالیؒ شہید ہوئے اور شیخ فیض الدین ننگالیؒ زخمی ہوئے۔ امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی جب تنولی سردار پائندہ خاں ہند وال سے ستھانہ کے پاس عشرہ میں ملاقات ہوئی تھی، تو امیر المومنینؒ نے حفاظت کے خیال سے جن بارہ مجاہدین کو اپنے ساتھ لیا تھا، ان میں مولوی امام الدین ننگالیؒ اور شیخ شرف الدین ننگالیؒ شامل تھے اور اس موقع پر حضرت مولانا اسماعیلؒ صاحب شہیدؒ نے ندی کے کنارے جن چوبلیں مجاہدین کو مامور کیا تھا۔ ان میں سید

[بقیہ حاشیہ ص ۹۸ کا]

کوثر نقال ہوا۔ مزار رنگ پور، بنگلہ دیش میں زیارت گاہ خاص دعا ہے۔ موجب کوثر شیخ محمد اکرام شیراز ہند جون پور۔ اقبال احمد ص ۷۷؛ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۵۱

۱۷۷ احادیث الخواتین (تاریخ حمید)۔ خان بہادر حمید اللہ خان۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔ ص ۲۰۷  
۱۷۸ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول جہر جلد اول ص ۳۶۹

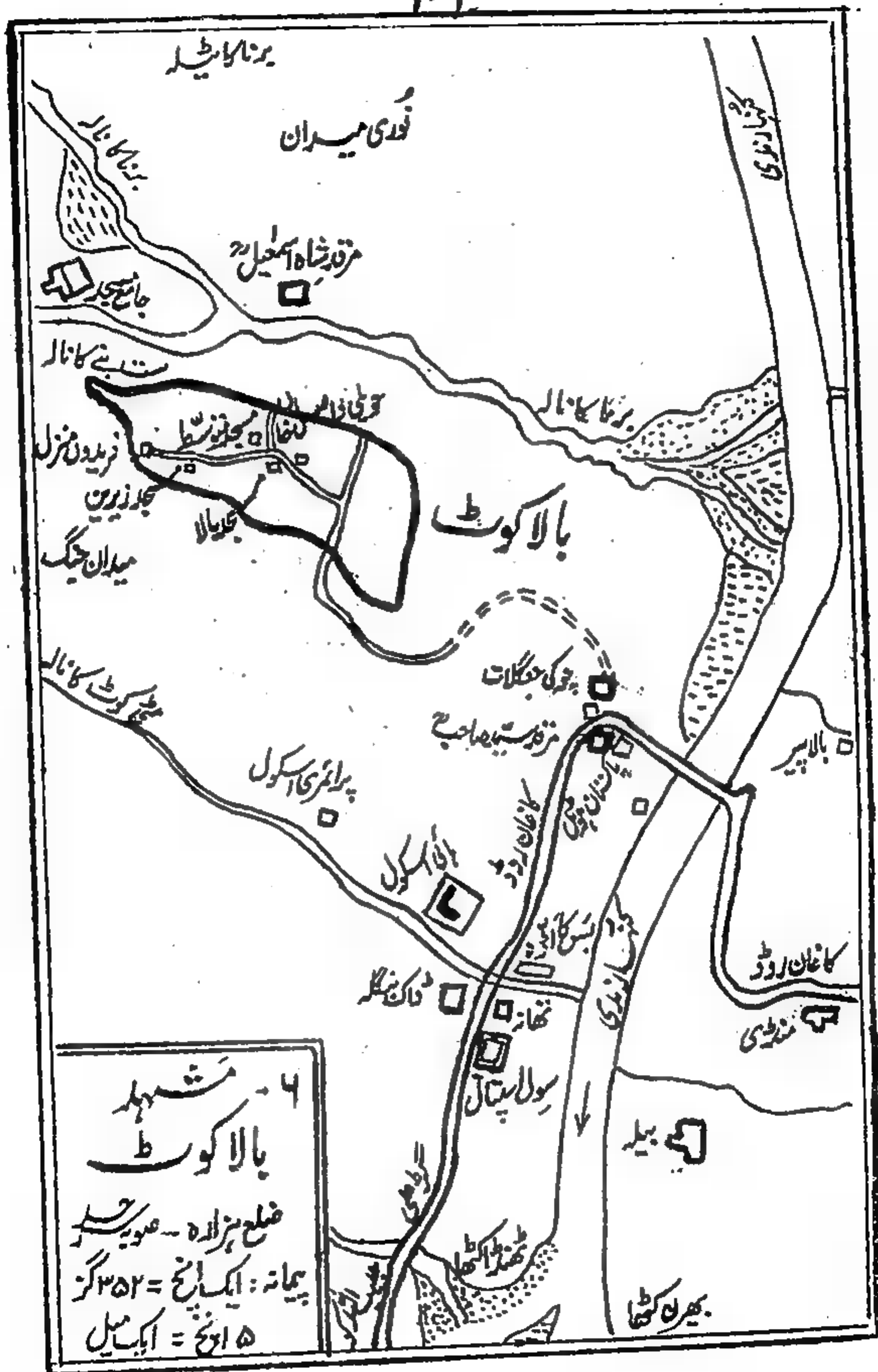
۱۷۹ مولانا اسماعیل شہیدؒ، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے پوتے،  
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے بیٹے اور جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ  
(بقیہ حاشیہ ص ۹۸ پر)

ظہور اللہ بنگالیؒ سیہ لطف اللہ بنگالیؒ اور قاضی مدنی بنگالیؒ شامل تھے۔  
 ذی قعدہ ۱۲۲۵ھ سے ۱۸۳۰ء میں غلط ہزارہ کے مقام پر بھارت میں سید احمد شہیدؒ  
 کے بھانجے سید احمد علیؒ کی قیادت میں سکھوں سے جو جنگ ہوئی تھی، اُس میں  
 امیر شکر کے ساتھ فیض الدین بنگالیؒ بھی شہید ہوئے۔ مردان کے پاس ۱۸۳۰ء  
 میں مایار کی لڑائی میں امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے دونوں بازوؤں میں آپ کے جو  
 دو رائفل بردار تھے، اُن میں ایک حافظ صابر تھانوی اور دوسرے شرف الدین  
 بنگالیؒ تھے۔ اس لڑائی میں فضل الرحمن بردوانی شہید ہوئے اور مولوی نور محمدؒ  
 اور اُن کے بھائی حاجی جانہ قاضی مدنیؒ اور مولوی عبدالحمید بنگالیؒ قتل ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۹۹ کا]

کے بیٹے تھے۔ ۱۲۱۰ھ سے ۱۷۹۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے چچا کے خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے  
 بیعت ہوئے۔ پیر کے ساتھ خ بیت اللہ کو گئے۔ علم و فضل، تحریر و تقریر، تدبیر و دانائی، جرات اور  
 بہادری میں یکتائے روزگار تھے۔ سکھوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے۔ امیر شکر تھے۔ جمعہ ۶ مئی  
 ۱۸۳۰ء کو بالاکوٹ ضلع ہزارا میں شہید ہوئے۔ مزار آپ کا بالاکوٹ میں شہر سے اتر ہے۔ تقویت الایمان  
 آپ کی تصنیف ہے۔ صراط مستقیم، کا آدھا حصہ بھی آپ کا لکھا ہوا ہے۔ اصول فقہ، منصب الامت،  
 مثنوی سلک نور و شیر، آپ کی دوسری کتابیں ہیں۔ آثار الصنادید۔ سید احمدی خاں ص ۵۵۴-۵۴۸  
 موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۳۴-۳۲؛ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد اول ص ۱۴۱، داستانِ اردو  
 حامد حسن قادری ص ۵۶-۱۵۵۔ لہ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد دوم ص ۵۲-۱۵۱

لہ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد دوم ص ۱۸۰، ہزارہ گزٹیر۔ اچ۔ ڈی۔ واٹسن۔ لندن  
 ۱۹۰۶ء ص ۹۳-۱۸۸۔ لہ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد ص ۲۳۱۔ لہ سید احمد شہید۔ غلام رسول



## ۵۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری

حضرت سید احمد شہیدؒ نے تین عہدے مملکت میں قیام فرمایا اس زمانہ میں آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے ہزاروں ہزار مسلمان راہ راست پر لگے، سہل و آسان اور چانگام کے دور دراز علاقوں سے بھی مسلمان کثیر تعداد میں آئے اور بیعت سے مشرف ہو کر سچے اور دیندار مسلمان بن گئے۔ چنانچہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بڑے بھائی سید محمد علی صاحبؒ نے اپنی کتاب "مخزن احمدی" میں لکھا ہے کہ "ہر خطہ اور ہر کشور سے ہزاروں بلکہ بے شمار مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اہل شرک و بدعت اور سرکش اور گناہ گار اپنے بڑے اعمال سے توبہ کر کے مخلص مومنوں کے زمرے میں شامل ہو گئے۔"

اُسی زمانہ میں ضلع چانگام کے شمالی مغربی حصہ میں میر سرائے کے پاس ملی پاش کے ایک عالم مولانا صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کو خواب میں جناب رسالت مآب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت ہوئی کہ "ہمارا لڑکا سید احمد مملکت

---

سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول چہر، جلد اول ص ۱۶ بحوالہ مخزن احمدی۔ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔ لاہور۔ پاکستان۔



آیا ہوا ہے تو جا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر۔ چنانچہ صوفی نور محمد صاحب نور الملک نے  
 آئے اور بشارت نبوی کے مطابق امیر المومنین سید احمد شہیدؒ سے شرف بیعت  
 حاصل کیا۔ اور جب سید شہیدؒ نے اوائل ۱۸۲۶ء میں بغرض جہاد ہندوستان سے  
 صوبہ سرحد کی طرف ہجرت کی، تو آپ کے ساتھ گئے اور مختلف جنگوں میں حصہ  
 لیا۔ پشاور کی فتح سے کچھ قبل رنجیت سنگھ کے ماتحت سلطان محمد خاں والی  
 پشاور کے خلاف مردان کے پاس ۱۸۳۰ء میں مایار کی جو لڑائی ہوئی تھی۔ اس  
 میں خود صوفی نور محمد صاحبؒ اور ان کے ایک بھائی حاجی چاندؒ (جو نگر،  
 یاراج نگر۔ بنگال کے رہنے والے تھے) زخمی ہوئے۔ غالباً معرکہ بالاکوٹ (ہمیں)

۱۰ حیات ویسی۔ مرتبہ مولانا زین العابدین صاحب آخری۔ ملکتہ ۱۹۵۵ء۔ حصہ اردو ص ۹  
 ۱۱ سید احمد شہیدؒ غلام رسول جہاد دوم ص ۲۶۔ جناب غلام رسول صاحب جہاد نے حاجی چاندؒ کے  
 گاؤں کا نام ناگور۔ بنگال لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ ناگور راجستان میں اور ناگور تامل ناڈو کے ضلع تھن جوڈور  
 میں مسلمانوں کی زیارت گاہیں ہیں۔ ناگور قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی وجہ سے مشہور ہے اور یہاں حضرت  
 خواجہ بزرگ کے خلیفہ حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ (متوفی ۱۳۶۶ھ) کا مزار ہے اور ناگور ضلع تھن جوڈور  
 میں ساحل سمندر پر حضرت میران صاحب کھن کے مقبرہ پر ۹۰ فٹ بلند مینار ہے۔ یہاں جنوبی ہندوستان  
 کے مسلمانوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے (اپریل گزٹیر علیہ دوایم ص ۳)۔ الحاح مولانا سید محمد بشیر الدین  
 صاحب نے ڈھاکہ سے مطلع کیا ہے کہ بنگال میں ناگور نام کا کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ ضلع بیر بھوم کانگر نامی  
 مقام ہو سکتا ہے، جس کو راج نگر بھی کہتے ہیں حضرت سید احمد شہیدؒ کے میر غشی مولانا محمدی (انصاریؒ)  
 (بقیہ حاشیہ ص ۱۰۴ پر)

(۱۸۳۱ء) کے بعد صوفی نور محمد صاحب بنگال واپس آئے اور میر برائے ضلع جالنگا کے پاس کلمے یا شب پر گنہ نظام پور میں رشتہ و ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ تبلیغ و اشاعتِ دین اور اصلاحِ عقائد و معاشرت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیا۔ یہیں سو مور ۲۲۷ مربع لاکھ [بقیہ حاشیہ ص ۱۰۳ کا]۔

بھی اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ (خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب بنام راقم الحروف مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء)۔ حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد کلکتہ سے رائے بریلی جاتے ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ مرشد آباد سے منشی محمد علی انصاری کے وطن تشریف لے گئے تھے اور ان کو وطن میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ کچھ دنوں بعد جب حضرت سید احمد شہیدؒ بعض جہاد صوبہ سرحد کی طرف روانہ ہوئے، تو یہ بھی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سید احمد شہیدؒ غلام رسول مہر جلد اول ص ۲۳۹؛ مغربی بنگال کے ضلع بیربھوم میں نگر یا راج نگر سب سے اہم تاریخی مقام ہے۔ یہ ضلع کے صدر مقام سیوری سے ۱۵ میل پچھلے ضلع سنتھال پر گنہ کی سرحد کے قریب ہے۔ یہ اسلامی فتوحات کے بعد مسلمان راجاؤں کا صدر مقام تھا۔ کالی دھام تالاب کے کنارے علیوں کے کھنڈر ہیں۔ کئی مسجدیں اور تالاب ہیں۔ بارہ گنبدوں کی 'موتی چور' نامی مسجد ہے جس میں قلعہ ہے۔ نگر کے قریب خوش بگری میں حضرت عبداللہؒ مانیؒ کا مزار مرجع خلافت ہے۔ جو پٹنہ کے شاہ ارزاں دیوانؒ متوفی ۱۶۳۱ء کے خلیفہ تھے۔ بیربھوم گزٹیر۔ اس۔ اس۔ اوہلی، نگر کے پاس حضرت پور میں حضرت سید شاہ احمد محبوب بخاریؒ کا مزار ہے۔ جو حضرت مخدوم جہانیاں چاچا گشتؒ کی اولاد میں ہیں۔

خط مولانا محمد رضا صاحب بخاری حضرت پور ضلع بیربھوم

بنام راقم الحروف، مورخہ ۲ فروری ۱۹۶۷ء

۱۲۷۵ھ = یکم نومبر ۱۸۵۸ء (۱۳ کا تک ۱۳۶۶ھ تک) فصلی) کو انتقال ہوا۔ آپ کے  
نامور خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں صاحب احادیث الخواصین نے آپ کی وفات  
کی تاریخ لکھی ہے:

شاہ نور محمد وہ میرورے رفت چوں موسیٰ در تجلی طورے رفت  
تاریخ برائے رحلت آن مغفور . شریف کز آفاق ہے نورے رفت

۱۲۷۵ھ

سترہویں صدی عیسوی کے نصف اول میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت  
شیخ احمد فاروقی سرسندی کے خلیفہ مولانا حمید الدائم منگل کوئی نے سرکار شریف آباد

۱۔ خط جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ نظام پور ضلع چانگام بنام رقم الخروند مؤرخہ ۲۶ ستمبر ۱۲۹۷ھ  
۲۔ قطعہ تاریخ مرسلہ جناب ابو البشر سید محمد بشیر الدین صاحب جلد فاتحہ باسکالین ڈھاکہ ۱۷۵۷ھ (۱۲۷۵ھ) ۲۵ اگست ۱۲۹۷ھ  
۳۔ گیارہویں صدی ہجری کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرسندی (امام  
طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) شب جمعہ ۱۴ شوال ۱۲۹۷ھ (آخر جون ۱۵۷۶ء) کو سرسند پنجاب میں  
پیدا ہوئے اور ۲۸ صفر ۱۳۴۷ھ (۳۰ نومبر ۱۶۲۷ء) کو منگل کے دن بوقت چاشت انتقال کیا۔ مزار  
مبارک سرسند شریف ضلع پٹیالہ (پنجاب) میں ضلع فیض اوردنیائے اسلام کی بڑی زیارت گاہ ہے  
طریقہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ کو اجازت و خلافت اپنے والد حضرت شیخ عبد الاحد  
فاروقی سرسندی (متوفی ۱۵۹۸ء) سے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قادری  
سلسلہ ۱۶۰۳ء) سے حاصل تھی عہد اکبری کی مذہبی بے قاعدگیوں کا سد باب کر کے آپ نے ہندوستان

دعوتی بنگال میں تبلیغ و اصلاح کا جو کام شروع کیا تھا اُسے مشرقی بنگال کے دورِ دراز علاقوں میں اسی سلسلہ عالیہ کے حضرت صوفی نور محمد صاحب نے مکمل کیا۔ یہی صوفی نور محمد صاحب جن کی روحانی تربیت ایک مجددِ وقت کے زیر سایہ سفر و حضر کے علاوہ میدانِ بہادری میں بھی ہوئی تھی۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے پیر و مرشد ہیں۔ اور میر سکر کے پاس پرگنہ نظام پور کے طے یاش میں آرام فرما رہے ہیں۔ یہاں سالانہ عرس نہیں ہوتا ہے لیکن ہر سال ہزاروں ہزار مسلمان آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵ کا]

میں اسلام کو بچا لیا۔ آپ کے مکتوبات اہل تصوف کے آنکھوں کا نور ہیں۔ اس کی تین جلدیں ہیں۔ دفترِ اول کا نام نورِ معرفت، دفترِ دوم کا نام نورِ الخلاق اور دفترِ سوم کا معرفت الخالق ہے۔ دفترِ اول میں ۳۱۳، دفترِ دوم میں ۹۹ اور دفترِ سوم میں ۱۱۵ مکاتیب ہیں۔ مکاتیب کی مجموعی تعداد ۵۲۷ ہے۔ حضرت خواجہ معصوم صاحب اور حضرت آدم بخاری آپ کے دو سب سے اہم خلفا ہیں۔ رد کوثر۔ شیخ محمد اکرام ۲۸۵-۲۰۹، مسائل السالکین۔ مرزا عبدالستار بیگ۔ اور مجددِ اعظم۔ محمد سلیم ۱۹۵۸ء۔ علامہ ابوالناصح محمد الدین دانشمند منگل کوٹی رح قاضی ضیاء الدین احمد سالار کی اولاد میں تھے۔ لاہور میں تعلیم حاصل کی شروع میں صوفیوں کے مخالف تھے۔ دہلی میں حضرت امام ربانیؒ سے ملاقات ہوئی شرفِ بیعت کے ایک سال بعد خلافت سے سرفراز ہوئے اور منگل کوٹ ضلع بردوان آکر باقی زندگی ارشد و ہدایت میں صرف کی۔ شاہ جہاں آپ کا بہت معتقد تھا ۱۶۵۳ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے نام حضرت مجددؒ کے کئی خط واپس حضرت بدر الدین سرمدی رح نے اپنی کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵ پر)



حضرت صوفی نور محمد صاحب، نظام پور کی کہلاتے ہیں۔ نظام پور کے خاص موضع یا بستی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک پرگنہ کا نام ہے جو ضلع چانگام کے شمالی مغربی گوشہ میں ساحل سمندر اور سیٹا گنڈ کے پہاڑی سلسلہ کے مابین واقع ہے۔ اس کے اتر میں قنتی ندی ہے اور یہ میر سرائے تھانہ پر مشتمل ہے۔ میر سرائے تھانہ کے دکن سیتا گنڈ تھانہ کا بھی کچھ حصہ اس پرگنہ میں شامل ہے۔ میر سرائے اور ندی اور گنج اس پرگنہ کے دو خاص اور اہم مقامات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ شہر خاندان کے نظام شاہ کے نام پر اس پرگنہ کا نام نظام پور ہے۔

شیر شاہ سوری (۱۶۵۰-۱۶۵۸ء) نے ۱۵۳۸ء میں حسین شاہی خاندان کے

### بقیہ حاشیہ ص ۱۰۶ کا

حضرات القدس میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ مولانا حمید الدین دانشمند کامز اثرکتہ حال میں جنگوں سے گھرا ہوا تھا۔ بشیر باٹ ضلع چوہیں پرگنہ کے ایک دین دار خاندان کے نامور فرزند پنجاب خان بہادر ابو الخیر محمد صلیق صاحب نے جنگوں کو صاف کر کے مز اور تھیں کی مناسب مرمت کرایا۔ ۱۹۶۵ء میں بمبئی وقت بیلڈ نے اس سلسلہ میں آپ کی خدمات کو بہت سراہا۔ دد کوثر شیخ شہر اکرام ۶۵-۶۶؛ خط الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظاہرہ مذکورہ بنام راقم الحروف مورخہ المارچ ۱۹۶۵ء۔

۱۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید تقی علی ص ۱۰۶ اور خط مولانا محمد انوار الحق صاحب صوفیہ مدرسہ میر سرائے ضلع چانگام۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۴ء۔ ۲۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر اقبال الحق ص ۱۰۶۔ ۳۔ شیر شاہ کا اصلی نام فرید خاں تھا۔ ان کے دادا ابوہیم خاں شہر پشاور کے پاس (بقیہ ص ۱۰۶ پر)۔

آخری فرماں روا سید غیاث الدین محمود شاہ کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷ کا]

لہو نامی مقام سے فوجی ملازمت کی تلاش میں مشرق کی طرف آئے تھے۔ فرید خاں ملک ۱۵۱۷ء میں پنجاب کے پرگتہ بھوڑہ میں پیدا ہوئے۔ فرید خاں کے والد الحسن خاں سور کو جون پور کے گورنر عمر خاں سردانی خاں اعظم نے سہسرام میں جاگیر عطا کیا تھا۔ فرید کی تعلیم و تربیت جون پور میں ہوئی۔ بہار کے آزاد حکمران بہار خاں لوہانی کی ملازمت اختیار کر لی۔ یہیں تنہا ایک شیر کو مارنے پر شیر خاں کا خطاب ملا۔ ایک سال تک شہنشاہ بابر کی ملازمت میں رہے۔ پھر بہار چلے آئے۔ چار کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ لوہانی بٹھانوں اور بنگال کے سلطان کی تختیاء فوج کو مارچ ۱۵۳۲ء میں سورج گرہ صلیع مونگیر کے پاس شکست دیا۔ گوڑ پر قبضہ کر لیا۔ جون ۱۵۳۹ء میں شہنشاہ ہمایوں کو چوسا میں اور پھر امرتسر ۱۵۴۰ء کو قنوج کے پاس شکست دے کر ہندوستان کے تاج تخت پر قبضہ کر لیا۔ پنجاب راجستان اور مالوہ کو فتح کیا۔ وسط ہند میں بالآخر کے قلعہ پر حملہ کے وقت بارود کے ذخیرہ میں آگ جانے کے باعث ۲۲ مئی ۱۵۵۶ء کو انتقال کیا۔ لاش سہسرام لا کر دفن کی گئی۔ جہاں ایک تلاب کے وسط میں شاندار مقبرہ ہے۔ شیر شاہ کا شمار ہندوستان کے چار کامیاب، عادل اور نامور بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ کالی کنکرت وغیرہ ص ۲۲۲-۲۲۳

مارچ بنگال سرحد و ناتھ پور ۱۵۹-۱۶۰

۱۶۰۰ء عبدالباقی سید غیاث الدین محمود شاہ فاتح چانگام نام الدین نصرت شاہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس نے نصرت شاہ کے بیٹے علاء الدین فیروز (۱۵۳۳-۱۵۳۶ء) کو قتل کر کے ۱۵۳۳ء میں بنگال کے تخت پر قبضہ کیا اور ۱۵۳۸ء تک حکمران رہا۔ مارچ ۱۵۳۳ء میں شیر شاہ سورج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷ پر)

اور خضر خاں ترک کو بنگال کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن ابھی تک چانگام میں سید  
 غیاث الدین محمود شاہ کے دو حکام خدابخش اور امیرزا خاں بہکراں تھے۔ ان  
 دونوں میں اختلاف تھا۔ اس اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیر شاہ کے  
 ایک سردار نظام خاں سور نے اس علاقہ پر قبضہ کر کے سور خاندان کی حکومت  
 قائم کر دی۔ پرتگالی اس نظام خاں کو نوگادل (نوازش) خاں لکھتے ہیں۔  
 شیر شاہ کے بیٹے اسلام شاہ سور کے انتقال کے بعد بنگال کے پٹھان صوبہ دار محمد خاں  
 سور نے ۱۵۵۳ء میں شمس الدین محمد شاہ غازی کے نام سے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور اگلے  
 پر حملہ کیا جو ن پور پر قبضہ کر کے آگرہ کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف شیر شاہ کے بھتیجے مبارز خاں  
 نے اسلام شاہ سور کے بیٹے فیروز شاہ سور کو قتل کر کے محمد شاہ عادل کے نام سے اپنی بادشاہت  
 کا اعلان کر دیا۔ اس بادشاہ کے جنرل ہیمو نے محمد خاں سور (شمس الدین محمد شاہ غازی) کو کالی  
 سے تیس میل ایدب چھپر گھاٹ (چھپر مو) کی وادی میں دسمبر ۱۵۵۵ء میں شکست دیا۔ شیر شاہ خاں کو بنگال صوبہ دار  
 [بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸ کا]

نے اسے مونگیر کے پاس سولج گڑھ میں شکست دیا۔ ۶ اپریل ۱۵۳۸ء کو دارالحکومت گڑھ پر قبضہ ہو گیا۔  
 غیاث الدین محمود کا بھل گادل (بھگل پد) کے پاس انتقال ہوا۔ تاریخ بنگال -  
 سرحد و ناٹھ سرکار ۱۶۵-۱۵۹

۱۵ تاریخ بنگال مرتبہ سرحد و ناٹھ سرکار ۱۶۴-۱۶۳، تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۶-۲۷  
 لکھ شیر شاہ کے دوسرے بیٹے جلال خاں سلطان اسلام خاں کے نام سے ۲۵ مئی ۱۵۵۲ء کو  
 بادشاہ ہوئے۔ زیادہ تر سلیم شاہ کے نام سے شہور ہیں (۳۰ اکتوبر ۱۵۵۳ء کو گایا میں انتقال  
 ہوا۔ لاش تسمیرام (ضلع روتھاس۔ صوبہ بہار) لا کر دفن کی گئی۔



منقر کیا گیا۔ لیکن محمد خاں سُور کے بیٹے خضر خاں نے چھوٹی ضلع الہ آباد میں عیاض الدین بہادر شاہ کے نام سے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور شہباز خاں کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۵۶۳ء تک حکمراں رہا۔

زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ ضلع چانگام کے پرگنہ نظام پور کا نام شیر شاہ سُور کے فوجی سردار نظام خاں سُور (نوگاڈل) کے نام پر ہے۔ شروع میں نظام خاں سُور کی حیثیت ایک فوجی سردار اور عالم ضلع سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن چھپر گھاٹ کی لڑائی میں ہیمو کے ہاتھوں شمس الدین محمد شاہ غازی کی شکست اور قتل کے بعد ہو سکتا ہے کہ انہوں نے نظام شاہ سُور کے نام سے چانگام کے ایک آزاد حکمران کی حیثیت حاصل کر لی ہو۔ نظام شاہ سُور کے دور حکومت میں مشہور شاہزادوں وزیر بہرام نے اپنی مشہور نظم لیلیٰ مجنوں لکھی، جو بنگلہ بان میں حضرت عبدالرحمن جامیؒ کی فارسی منظوم لیلیٰ مجنوں کا آزاد ترجمہ ہے۔ اپنی اس کتاب میں دولت وزیر بہرام نے نظام خاں کی بہت تعریف کی ہے۔ لکھا ہے کہ ان کے محافظ دستہ میں سو آدمی تھے اور ان کے پاس سرخ اور سفید ہاتھوں کی کافی تعداد تھی۔ انہوں نے چانگام میں ایک قلعہ بھی بنوایا تھا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ نظام شاہ سُور شیر شاہ کے بھائی تھے۔ تاریخ چٹاگانگ کے مصنف سید مرتضیٰ علی لکھتے ہیں کہ یہ بات



قابل یقین نہیں ہے کہ شیرشاہ نے خضر خاں ترک کو جس سے اس کی کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا اور خود اپنے بھائی کو اس صوبہ دار کی ماتحتی میں چالگام کا حاکم صلیح بنایا ہو۔ لیکن ڈاکٹر شہید اللہ صاحب مرحوم کی تحقیق صحیح ہے۔ شیرشاہ کے بھائی کا نام نظام شاہ سور تھا۔ بادشاہ اسلام شاہ سور کی شادی نظام شاہ سور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی اور شیرشاہ کا بھتیجا مہاندہ تھا جو اسلام شاہ سور کے انتقال کے تین روز بعد اسلام شاہ سور کے بیٹے فیروز شاہ سور کو قتل کر کے محمد شاہ عادل کے نام سے بادشاہ ہوا تھا وہ اسی نظام شاہ کا بیٹا تھا۔

۱۶۰۶ء میں اراکان کے حکمران ینگ سوام وان (نارامیکھ لا ۱۶۳۳ء-۱۶۰۶ء) کو برما کے بادشاہ نے معزول کر دیا۔ اور اس نے گوڑ کے مسلمان سلطان نجات الدین اعظم شاہ (۱۶۱۰-۱۶۳۸ء) کے دربار میں پناہ لیا۔ وہ ۲۴ سال تک گوڑ میں رہا۔ حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۶۱۷ء) کی دعوت پر راجہ گنیش کی سرکوبی کے لئے جب جون پور کے بادشاہ ابراہیم شاہ شرقی گوڑ آئے تھے۔ تو اراکانی راجہ وہاں موجود تھا۔ ۱۶۱۳ء میں راجہ گنیش کے بیٹے سلطان جلال الدین محمد شاہ نے اپنی فوج کی مدد سے اراکانی راجہ کو تاج و تخت واپس دلایا۔ راجہ نے شکریہ کے طور پر میوچونگ کے پاس سمانتی کئی مسیحی پیر کرایا۔ اراکان کا راجہ بنگال

کے مسلمان بادشاہ کی ماتحتی میں آگیا۔ اراکان میں اسلامی اثرات بڑھے۔ راجاؤں نے اپنے ناموں میں <sup>اسلامی</sup> نام بھی شامل کیا اور کلمہ شریف کے ساتھ اپنے سکے ڈھالے۔  
۱۶۲۲ء تک یہ سلسلہ جاری رہا

چنانچہ اس نقطہ نگاہ سے ڈی۔ سی۔ بھٹا چارجی کا خیال ہے کہ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی نظم لیلیٰ مجنوں میں جس نظام شاہ کا ذکر کیا ہے وہ نظام شاہ سور نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اراکان کے ماگھ راجہ کا دوسرا نام ہے۔ پروفیسر احمد شریف، ڈی۔ سی۔ بھٹا چارجی کے خیال سے متفق ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اراکان کے راجہ سندراتھو دت (۸۴-۶۱۶۵۲ء) کا اسلامی نام نظام شاہ تھا۔

راجہ مینگ ننگ ز ایک (۵۳-۶۱۵۳۱ء) نے راجپوت قبضہ کر لیا تھا اور راجہ بسوا پیا کلیم شاہ (۸۲-۶۱۴۵۹ء) کے زمانہ میں اراکانیوں کا چاٹنگام پر قبضہ ہو گیا تھا شیر شاہ نے اپنے ابتدائی دور حکومت میں ۱۵۲۰ء کے قریب جب

۱۔ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶-۱۷۔ اراکانی راجاؤں کے نام:۔ راجہ مینگ کھری علی ناں (۵۹-۶۱۴۳۴ء)؛ راجہ بسوا پیا کلیم شاہ (۸۲-۶۱۴۵۹ء)؛ راجہ گنج نی ایاس شاہ (۳۱-۶۱۵۲۳ء) راجہ مینگ ننگ ز ایک (مبارک یا باریک) (۵۳-۶۱۵۳۱ء) راجہ مینگ پھلنگ سکندر شاہ (۹۳-۶۱۵۷۱ء) راجہ مینگ داد زنگی سیم شاہ (۱۶۱۲-۶۱۵۹۳ء) اور راجہ مینگ کھرونگ حسین شاہ (۱۶۲۲-۶۱۶۱۲ء)۔  
۲۔ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۷-۱۸۔ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۸

(۵۳-۶۱۵۷۱ء) راجہ مینگ

نظام خاں سُر کو چانگام کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا تھا، تو وہاں خدا بخش خاں اور امیر زرخاں دو مسلمان سردار حکمران تھے۔ دولت وزیر بہرام خاں نے یہی وجوہوں میں اپنے خاندانی حالات لکھے ہیں۔ اُس کے مطابق اُن کا زمانہ اراکان کے راجہ سندھو دتا (۸۴-۶۱۶۵۲) سے بہت پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔

حمید خاں نامی ایک معزز مسلمان سردار گوڑ کے مسلمان بادشاہ علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۹-۶۱۴۹۳) کے دربار سے وابستہ تھے۔ چانگام کی فتح کے لئے شہزادہ نصرت شاہ کی ماتحتی میں ۱۵۱۶ء میں جو فوج بھیجی گئی تھی اُس میں حمید خاں بھی شامل تھے۔ چانگام کی فتح کے بعد وہ وہیں آباد ہو گئے اور اپنے نیک کاموں میں مشغول رہے۔ نظام شاہ سُر کے زمانہ میں حمید خاں کی اولاد میں مبارک خاں نہایت مشہور تھے۔ نظام شاہ نے ان کو ”دولت وزیر“ کا خطاب دیا۔ اس خطاب کے ملنے کے چند سال بعد مبارک خاں کا انتقال ہو گیا۔ اُس وقت مبارک خاں کے بیٹے بہرام خاں کی عمر ندرہ سال کے قریب تھی۔ لیکن نظام شاہ نے اندراہ کرم باپ کا یہ خطاب بیٹے کو عطا کیا اور یہی بہرام خاں ”دولت وزیر بہرام خاں“ کے نام سے بنگلہ زبان کے نامور شاعر ہوئے۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ شاعر نے اپنی کتاب میں جس نظام شاہ کا ذکر کیا ہے اور جن کے نام پر

۱۔ تاریخ چٹاگانگ سید رفیع علی ص ۲۷-۲۶؛ تاریخ بنگال۔ سرحد و ناتھ سرکار ص ۱۴۷-۱۴۳

ضلع چانگام کے سیتا کنڈ تھا نہ کا نظام پور پر گنہ مشہور ہے۔ وہ اس علاقہ کے جاگیر دار نظام شاہ سوری تھے۔

شہزادہ نصرت شاہ نے چانگام میں کرناٹلی اور ہلواندی کے مقامات اتصال پر فتح آباد کو صدر مقام بنایا تھا۔ دولت وزیر بہرام خاں کے دادا حمید خاں اسی فتح آباد میں رہتے تھے۔ شاعر نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے ایک طرف کرناٹلی ندی اور دوسری طرف سمندر ہے۔ اور شہر کے چاروں طرف ایک کھائی ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں شہر چانگام بڑھتے بڑھتے فتح آباد تک پھیل گیا تھا۔

دولت وزیر بہرام خاں کی دو کتابیں یادگار ہیں۔ ایک ”لیلیٰ محنوں“ اور دوسری ”امام و بجے“۔ لیلیٰ محنوں ایک قابل قدر تصنیف ہے اور زبان و بیان کی نزاکت، مہمانت، بھیرگی اور پاکیزگی، جذبات کے لحاظ سے سولہویں صدی

۱۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸-۱۰۵

۲۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸ ۱۔ مسلم ننگالی ادب ص ۱۰۸

۳۔ امام و بجے۔ مصنفہ دولت وزیر بہرام خاں۔ مرتبہ پروفیسر علی احمد منٹو گرین روڈ اور

شائع کردہ ننگالی ڈیولپمنٹ بورڈ۔ ڈھاکہ۔ جون ۱۹۶۹ء، ص ۱۔ بحوالہ خط المدلیہ

صوفیہ، نویریہ۔ طے یاش۔ میر سرائے۔ ضلع چانگام۔ اگست ۱۹۴۲ء۔ بنام راقم الحروف موصولہ

۱۹۴۲ء  
۱۲ ستمبر



غیسوی کے ننگلہ ادب میں کوئی دوسری نظم اس کے ہم پلہ نہیں ہے۔ (امام وجہ) کے مقدمہ میں پروفیسر علی احمد صاحب نے کافی تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ دولت وزیر بہرام خاں نظام شاہ سُور کے وزیر خزانہ تھے۔ انہوں نے واقعہ کربلا پر ننگلہ میں یہ نظم لکھی ہے۔ اور نظام شاہ سُور۔ جو شیر شاہ سُور کے بھائی تھے۔ ان کا دار الحکومت پرگنہ نظام پور کے علاقہ میں ظفر آباد میں تھا۔ ان کے عہد حکومت کے تقریباً پچاس سال بعد یعنی ۱۶۱۶ء سے یہ علاقہ نظام پور کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

پروفیسر علی احمد صاحب کی تحقیقات اور دوسرے تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ ضلع چانگام کے پرگنہ نظام پور کا نام نظام شاہ سُور کے نام پر ہے۔ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی کتاب لیلیٰ مجنوں میں اسی نظام شاہ سُور کا ذکر کیا ہے۔ اور نظام پور کا اراکان کے راجہ سندھ اتھودا (۸۴-۶۱۶۵۲) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امیر المومنین سید احمد شہید (متوفی ۱۸۳۱ء) کے خلیفہ حضرت صوفی نور محمد صاحب اسی پرگنہ نظام پور کی بستی میں پاش کے رہنے والے تھے اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ اسی لئے نظام پوری کہلاتے ہیں۔

چانگام سے فینتی۔ لکسام۔ کوٹلا۔ اکھورا اور بھیرب بازار ہوتے ہوئے ڈھاکہ کو جانے والی میٹر گج (مچھولی پٹری) کی خاص لائن پر میرسرا

۱۰ میل (۹۷ کیلو میٹر) ڈھاکہ سے ۱۶۲ میل (۲۶۱ کیلو میٹر) سلہٹ

ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ چاٹگام سے ۳۶ میل (۵۸ کیلومیٹر) اتر۔ اور کوٹلا  
ضلع کے لکسام ریلوے جنکشن سے ۴۴ میل (۷۰ کیلومیٹر) دکن پورب کے  
عہد عالمگیری میں ۱۶۶۶ء میں چاٹگام کی فتح کے بعد راستہ کی حفاظت کے لئے  
یہاں ایک فوجی چوکی قائم کی گئی تھی۔ اس کا نام مشہور فارغ میر مرتضیٰ کے نام پر  
ہے۔ چاٹگام کی فوجی جہم میں سپہ سالار بزرگ امید خاں کے حکم سے میر مرتضیٰ  
نے رات کو فتح کیا تھا اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اس جہز کے شاندار  
کارناموں سے خوش ہو کر اسے مجاہد خاں کا خطاب دیا تھا۔

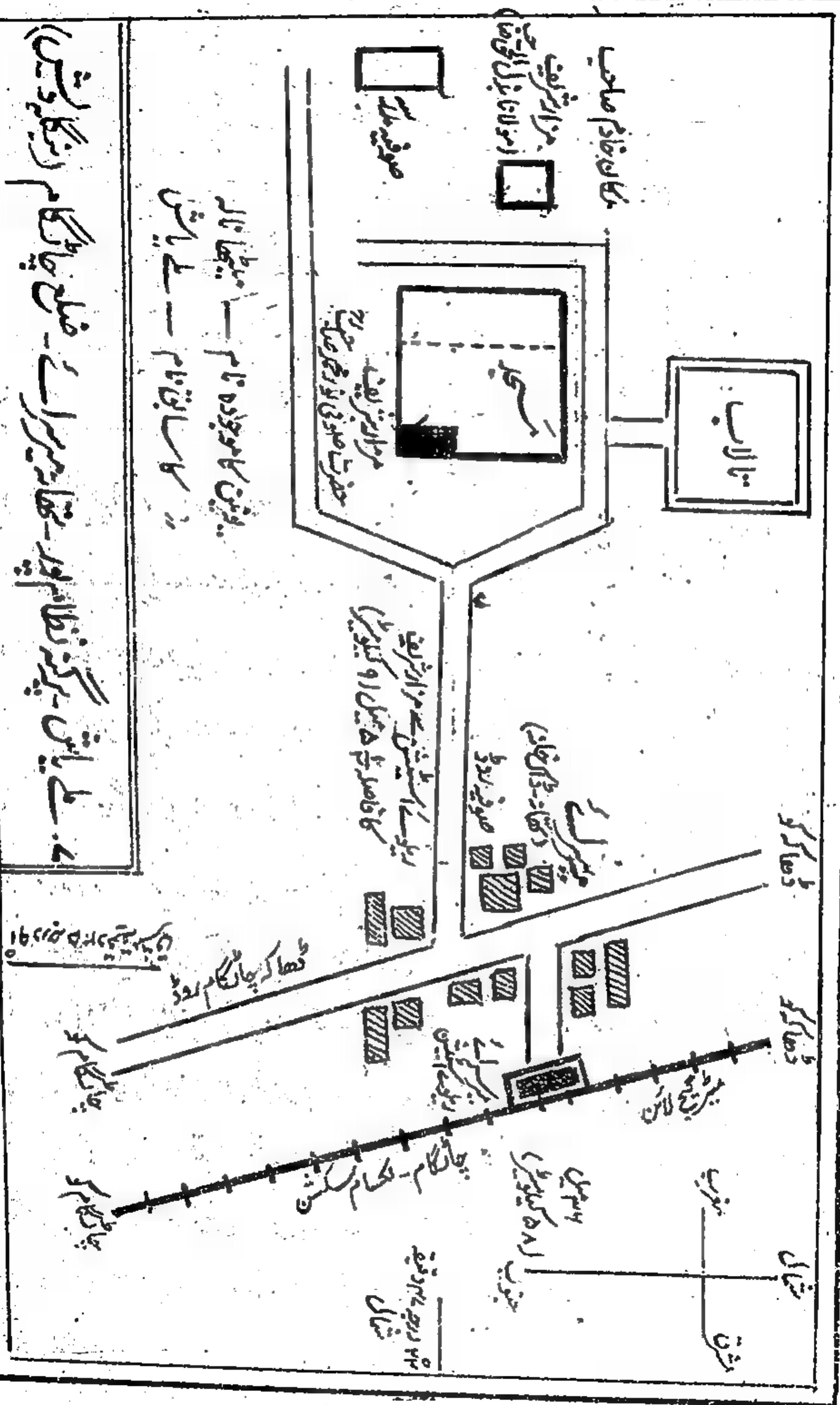
پرگنہ نظام پور ضلع چاٹگام کے شمالی حصہ میں ہے۔ اس کے پورب  
میں سینٹا کٹر کی پہاڑیاں ہیں اور پچھم میں سمندر ہے۔ میر سرائے ریلوے  
اسٹیشن سے بخط مستقیم پچھم میں ساحل سمندر کا فاصلہ سات میل سے زیادہ نہیں

### بقیہ حاشیہ مشکا :

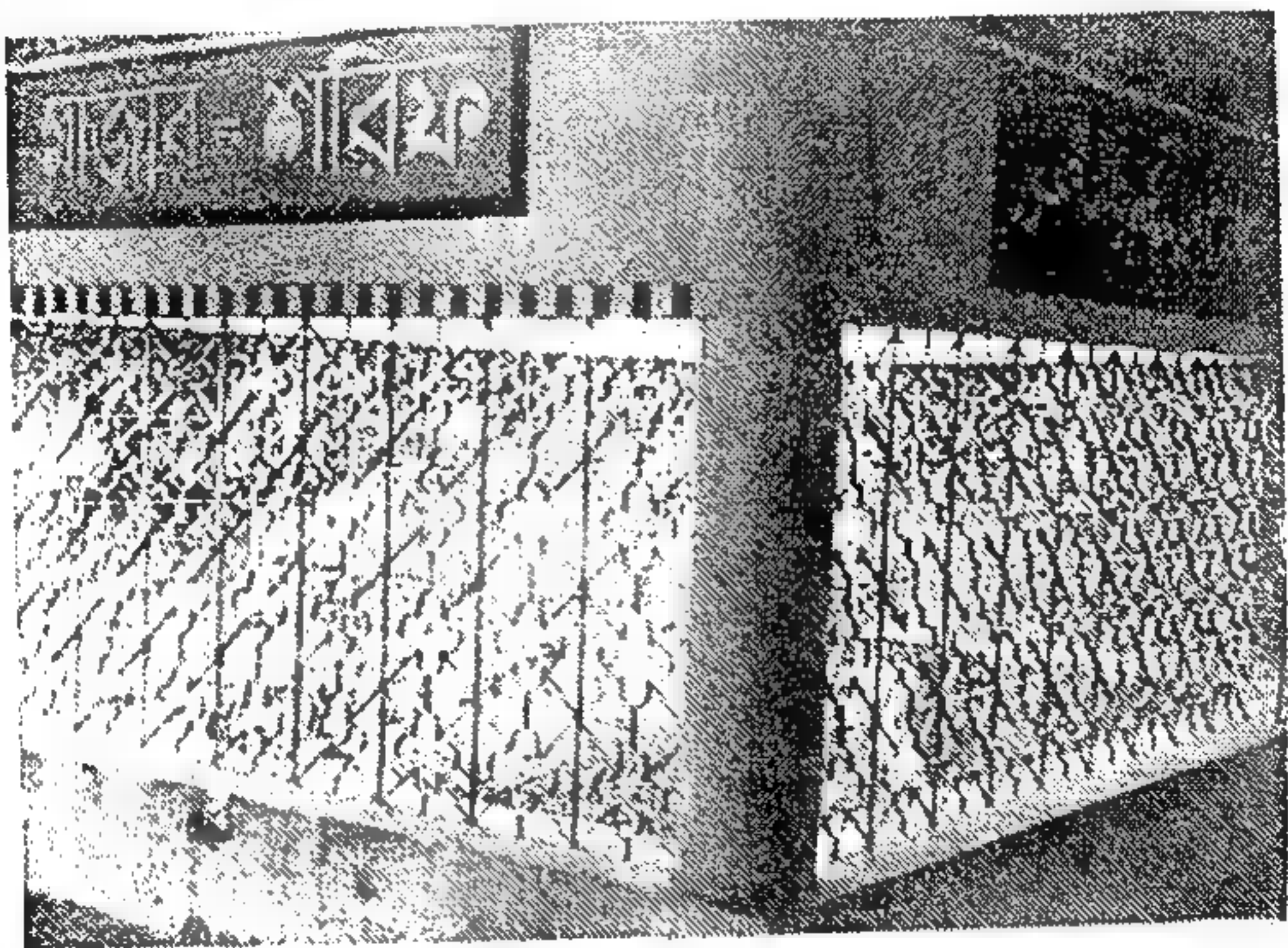
سے ۹۸ میل (۳۱۹ کیلومیٹر)، چاند پور ضلع کوٹلا سے ۷۶ میل (۱۲۳ کیلومیٹر)۔ کلکتہ سے ۲۹۸ میل۔  
(۷۹ کیلومیٹر)، دہلی سے ۱۱۹۳ میل (۱۹۱۱ کیلومیٹر)، سرحد شریف ضلع یلپارہ سے ۳۱۳ میل (۱۹۱۵  
کیلومیٹر)۔ ضلع ہزارہ کے حویلیان اسٹیشن سے ۷۰۷ میل (۱۱۲۸ کیلومیٹر) ہے۔ حویلیان اسٹیشن  
براہ ایبٹ آباد بالاکوٹ ۵۴ میل (۸۷ کیلومیٹر) ہے۔ اس وقت چاٹگام لکسام سکشن پر  
میر سرائے تھان میں اتار کی طرف سے دھوم گھاٹ۔ دھوم۔ میر سرائے اور بڑا تکیہ چار ریلوے  
اسٹیشن ہیں۔

ریلوے اسٹیشن سے کچھ پچھم قدرے دکھن میں سرے قصبہ ہے۔ جہاں سے ریلوے  
لائن کے متوازی اتر دکھن ڈھاکہ سے چائنگام کو جانے والی قومی شاہ راہ  
گذرتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے ۱/۵ میل (۹ کیلومیٹر) پچھم بے یاں بستی ہے۔  
اور اس کے قریب دوسری بستی میٹھا تالہ ہے۔ دونوں بستیوں کے باہین

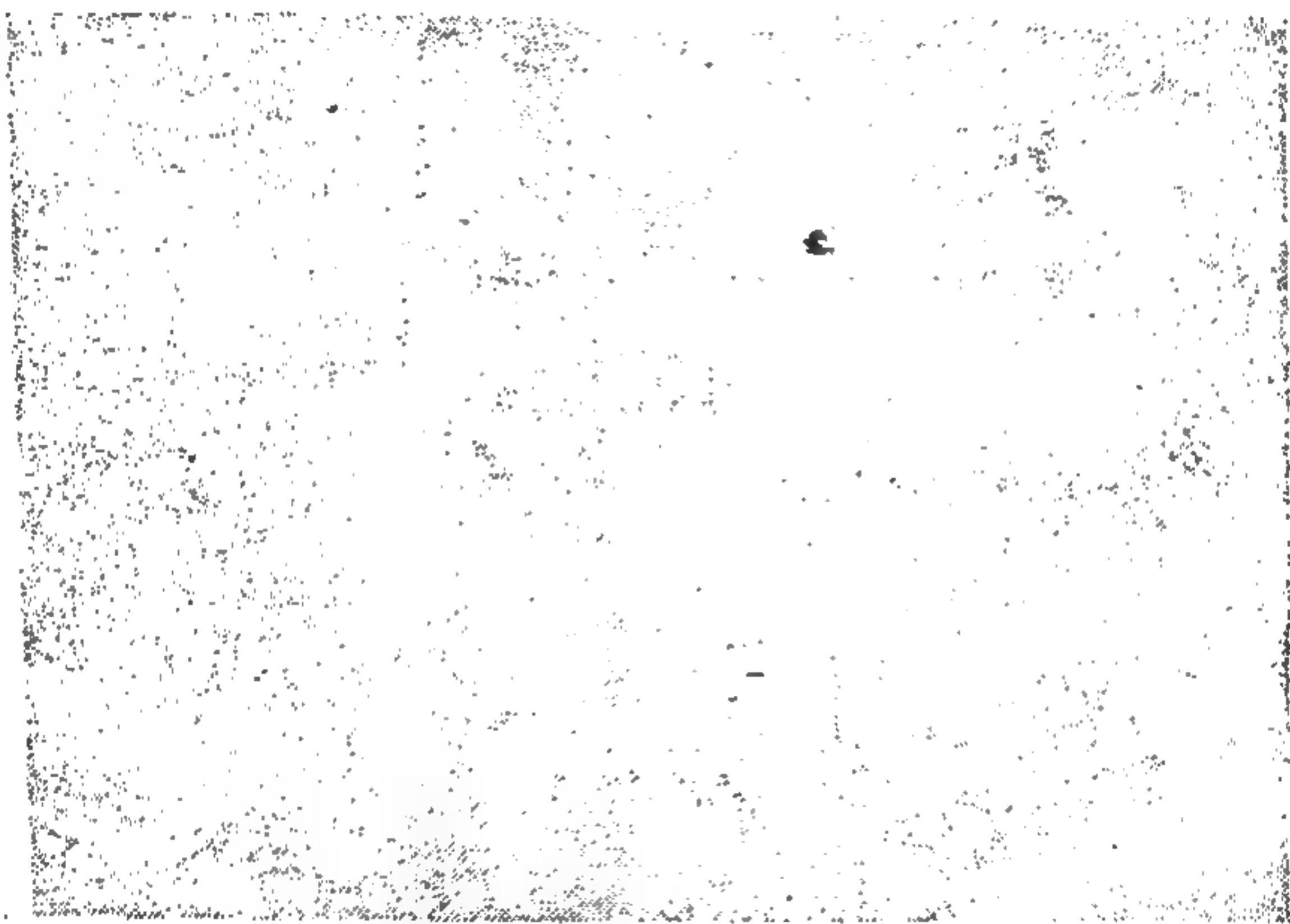
۱۔ قصبہ میرسرایے ۲۲ درجہ ۴۷ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۹۱ درجہ ۳۵ دقیقہ مشرقی طول البلد  
پر واقع ہے۔ میرسرایے سے کچھ ہی دور اتر فنی ندی کا دہانہ ہے۔ جو اغلام چائنگام اور  
نواکھالی کے درمیان حریفصل ہے۔ میرسرایے کے ساحل اور جزیرہ سادندریپ کے درمیان  
سمندر کی تلی ہی دھچی ہے جسے رودبار سادندریپ کہتے ہیں۔ میرسرایے کے پاس اتر سے ایک  
چھوٹی طسی ندی گذرتی ہے۔ جو اتر پورب کی پہاڑیوں سے نکلتی ہے اور دکھن پچھم کو بہتی  
ہوئی رودبار سادپ سے ملتی ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے وقت میرسرایے تھاانہ کا  
رقبہ ۱۷۲ مربع میل تھا۔ اس میں ۸۶ مواضعات شامل تھے۔ آبادی ۱۶۲,۱۵۵ نفوس تھی  
اور ۹۰۲ آدمی فی مربع میل آباد تھے۔ کل آبادی میں ۴۹,۴۰۰ مسلمان تھے۔ مکہ معظمہ  
۳۱ درجہ ۲۵ دقیقہ شمالی عرض البلد پر ہے۔ اس طرح میرسرایے، قبلہ شریف کے عرض البلد سے  
حدت ایک ڈگری ۲۲ دقیقہ اتر ہے۔ ضلع چائنگام میں کوکسز بازار کے قریب مشہور تاریخی مقام  
رامچھیرسرایے سے ۱۰۸ میل دکھن پورب ہے۔ یہ تقریباً مکہ معظمہ کے سامنے واقع ہے۔ میرسرایے  
کلکتہ سے ۱۹۶ میل پورب۔ بالاکوٹ ضلع ہزارہ سے ۳۰۶ میل اور مدینہ منورہ سے ۲,۷۰۰ میل  
دکھن پورب ہے۔







۳۔ مرقدا نور حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ۔ طے یاش ضلع چانگام



Handwritten text in Urdu script, likely a signature or a note, located below the large textured area.

مسجد کے جنوبی مشرقی گوشہ میں حضرت عوفی فتح علی صاحب دلیسی رح کے پیر  
و مرشد حضرت عوفی نور محمد صاحب نظام پوری کا مزار مبارک ہے۔ مسجد اور  
مزار مبارک کا علاقہ پہلے ملے یا ش موضع میں تھا۔ لیکن ریونیو سروے کے بعد  
اسے میٹھانالہ موضع میں شامل کیا گیا۔ پورب میں قصبہ میر میراے سے  
گزرنے والی قومی شاہ راہ سے میٹھانالہ مسجد تک جو سڑک آتی ہے اسے  
صوفیہ روڈ کہتے ہیں۔ مسجد سے قریب شمال مشرق کی طرف ایک بڑا تالاب ہے  
مسجد سے دو فرلانگ پچھم حضرت کے نام پر صوفیہ نوریہ مدرسہ ہے۔ مسجد سے متصل  
شمالی مغربی گوشہ میں درگاہ شریف کے موجودہ خادم جناب مولانا بذل الحق  
صاحب کا رہائشی مکان ہے۔ میر میراے کے بڑے ڈاک خانہ کی باحتی میں  
میٹھانالہ میں جو چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔ اس کا نام صوفیہ مدرسہ ہے۔

حضرت عوفی نور محمد صاحب کے والد محترم کا اسم گرامی محمد فتاح تھا۔  
آپ کی والدہ محترمہ کا نام اور آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات معلوم نہیں  
ہیں۔ لیکن اکتوبر ۱۸۲۲ء میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رح کی کلکتہ میں  
تشریف آوری اور بشارت نبوی کے مطابق کلکتہ جا کر حضرت سے شرف بیعت  
حاصل کرنے سے قبل بھی آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہو چکے تھے۔  
آپ کے پہلے مرشد حضرت مولانا شیخ زاہد و گونابی رح تھے۔ جو ضلع نواکھالی کے علاقہ  
بہمنی کے رہنے والے اور سلسلہ عالیہ مجددیہ کے نامور بزرگ صوفی سید محمد دایم رح

دائرہ عظیم پورہ ڈھاکہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت صوفی سید محمد دائمؒ حضرت بختیار  
ماہی سوار کی اولاد میں تھے اور حضرت شاہ امانت اللہ چاٹگامیؒ کے خلیفہ تھے۔  
ان بزرگوں کا ذکر قبل آچکا ہے۔

مکہ بالا کوٹ (مئی ۱۸۳۱ء) کے بعد آپ بنگال تشریف لائے اور  
میررائے ضلع چاٹگام کے پاس پرگنہ نظام پور کی بستی طے پاش میں رشتہ دہاریت  
کے کاموں میں مصروف رہے۔ کوئی باضابطہ مدرسہ قائم نہیں کیا۔ لیکن طے پاش  
کی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ نے شادی نہیں کی  
اور نومبر ۱۸۵۸ء میں آپ کے انتقال کے وقت آپ کی ہمیشہ آمنہ بی بی موجود تھیں۔  
حضرت صوفی نور محمد صاحبؒ کی ہمیشہ آمنہ بی بی کی شادی جناب  
شیخ نجم الدین بھوئیاں سے ہوئی تھی۔ ان کے لڑکے کا نام شیخ عبدالرحمن تھا  
اور شیخ عبدالرحمن کے ایک لڑکے شیخ عبدالغنی تھے۔ جناب شیخ عبدالغنی صاحب  
کے پانچ بیٹے شیخ نور احمد منشی، شیخ عبدالرؤف، مولوی شیخ عبدالعزیز، شیخ  
محمد میاں اور شیخ خدایت احمد تھے۔ جناب شیخ نور احمد صاحب منشی کے تین  
بیٹے شیخ مجیب الحق، شیخ سعید الحق اور مولانا شیخ بادل الحق ہوئے۔ شیخ مجیب الحق  
صاحب نے اولاد انتقال کیا۔ جناب شیخ سعید الحق صاحب کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔  
ان کے دو بیٹے مولانا شیخ محمد اظہار الحق اور شیخ محمد زین العابدین ہیں۔ درگاہ پتر

۱۹۷۵ء

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ ۱۔ بناکارم الحروف مورخہ ۱۵ اپریل



کے موجودہ خادم جناب مولانا شیخ بڈل الحق صاحب مدظلہ حضرت صوفی نور محمد صاحب<sup>رح</sup> کے بھائی جناب شیخ عید الرحمن صاحب<sup>رح</sup> کے پرپوتے ہیں۔ درگاہ شریف کی مسجد کے موجودہ خطیب مولانا محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہ شیخ عید العزیز صاحب<sup>رح</sup> کے بیٹے اور مولانا بڈل الحق کے چچا زاد بھائی ہیں۔ مولانا شیخ محمد اظہار الحق صاحب<sup>رح</sup> مدرسہ صوفیہ نوریہ میں زیر تعلیم ہیں۔

فرز شریف ضلع بنگلی کے حضرت مولانا شاہ صوفی ابو بکر صاحب صدیقی<sup>رح</sup> حضرت صوفی سید فتح علی صاحب لسی چانگامی کے خلیفہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ کلمے پاش، تھانہ میر سرائے ضلع چانگام کے جناب مولانا شاہ محمد عبد الغنی صاحب مدظلہ کو مولانا صوفی ابو بکر صاحب صدیقی<sup>رح</sup> سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ مولانا شاہ محمد عبد الغنی صاحب مدظلہ نے ۱۹۴۲ء میں کلمے پاش میں ایک مدرسہ قائم کیا اور ان کے پیرومند حضرت مولانا صوفی ابو بکر صدیقی<sup>رح</sup> نے حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے نام پر اس دینی درس گاہ کا نام صوفیہ نوریہ مدرسہ رکھا۔

اس مدرسہ کے پہلے ہتھم خود بانی مدرسہ مولانا شاہ محمد عبد الغنی صاحب مدظلہ تھے۔ مولانا کی جسمانی حالت کمزور ہونے کے بعد ان کے بھائی مولانا عبد الواحد

مدظلہ جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب نظام پوری۔ مدرسہ صوفیہ نوریہ کلمے پاش۔ براہ میر سرائے

ضلع چانگام۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۷۲ء اور ۱۸ جنوری ۱۹۷۳ء

صاحب مرحوم ہتیم مقرر ہوئے۔ اُن کے انتقال کے بعد مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد نور الاسلام صاحب ہتیم ہوئے اور وہی صدر مدرس کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ بانی مدرسہ الحاج مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ ابھی حیات میں۔ کافی ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں۔ آپ کا مکان مدرسہ صوفیہ نوریہ سے کچھ ہی پچھمیٹھا نالہ گرام میں واقع ہے۔

ضلع چانگام کی اس شہر دینی درس گاہ کا پورا نام ”صوفیہ نوریہ سینیئر مدرسہ“ ہے۔ اور یہ مدرسہ انکرا مینیشن بورڈ دھاکہ سید درجہ فاضل تک منظور شدہ اور ملحق ہے۔ خارجی طور پر مدرسہ میں درجہ کامل کبھی تعلیم ہوتی ہے۔ اس میں کل چودہ مدرسین اور ۱۷۹ طلباء ہیں۔

۱۷۹۰ء میں چانگام پریسیڈنسی انڈیا کمپنی کے اقتدار کے بعد انگریزوں نے شہر چانگام میں امیر الامراء نواب شائستہ خاں کی بنوائی ہوئی جامع مسجد کو بطور میگزین اور گودام استعمال کیا۔ خانہ خدا کی اس بے حرمتی کا حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح کو بے حد ملال تھا۔ تعمیر مسجد کی تاریخ: —

۱۔ خط مولانا محمد انظرہ الحق صاحب نظام پوری۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۲ء  
۲۔ اگست ۱۹۷۲ء میں مدرسہ کی داخل جماعت میں ۸۶، عالم میں ۲۰، فاضل میں ۱۸،  
طالب میں ۱۲، حافظہ میں ۱۳ اور ابتدائی درجہ میں ۳۰ کل ۱۷۹ طلباء تھے۔ خط لا مدرسہ صوفیہ نوریہ کلمہ پاشی  
بنام راقم الحروف اگست ۱۹۷۲ء۔ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۲ء۔

”بعالم کعبہ ثانی بن کر دے“ سے نکالی گئی تھی۔ اور قطعہ تازیخ کا یہ کتبہ بھی مسجد  
 میں لگا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں سے فرمایا کہ کعبہ ثانی  
 کے گستاخانہ الفاظ پر درگاہ گیارہ گز گزرے۔ اس لئے تقریباً سو سال  
 تک یہ مسجد ویران رہی۔ جاؤ اور اسے آباد کرو۔ آپ کی ترغیب سے خان بہادر  
 حمید اللہ خاں نے جامع مسجد چانگام کو داگزار کرانے کی باضابطہ تحریک  
 شروع کی اور حضرت صوفی صاحبؒ کی دعا کی برکت سے ۱۸۵۶ء میں ان  
 کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔

جناب خان بہادر حمید اللہ خاں اپنی فارسی تصنیف انعامیہ الخوانین  
 میں حضرت مولانا امام الدینؒ اور اپنے پیر و حضرت صوفی نور محمد صاحب  
 نظام پوریؒ کے متعلق لکھتے ہیں: ”بفضل الہی آں ہمہ رسوم اذالہ دیار  
 بہ برکت و ہدایت ذوات خیر و حسنات حاجی و غازی و زاید و عالم و فاضل و  
 عابد و مجاہد مولانا امام الدین مرحوم و خلاصہ اقیانوس زبدہ (صفیہ غازی و حاجی)  
 و فاضل و عامل و اورغ و ازہد حضرت پیر و مرشد صوفی نور محمد رحمۃ اللہ الاعلیٰ و  
 اتباع شاہ بر خاستہ آں اقوام بحلیہ علم و عمل آراستہ شدند و چہ جائیکہ کسی  
 دران نواحی بی نماز باشد، بلکہ قصداً کہ دن نماز اجہل ایشان ہمہ دانی دارند  
 و چوں وقت نماز رسد بہر کاریکہ باشد فی القیادان را گذارند بہارت کردہ

لے خط الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ بنام راقم الحروف، تاریخ ۱۲ رجب ۱۲۹۵ھ

نماز مشغول ہی شوند۔ حتیٰ کہ در عین وقت بازار اسباب بیع و شرا نہادہ نہ کر  
خداوند تعالیٰ در نماز استنادہ مطہر معنی کریمہ لَا تُلْهِیْهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ  
ذِكْرِ اللَّهِ وَاقَامِ الصَّلَاةِ الْاِیْمٰی شونہ و یکسب تحصیل بیع و خیرائی و عہدہ عادیہ  
لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَ يَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ  
مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ دیگر امور خیر و ضرر در گاہ ہستند و الحمد للہ  
عَلَىٰ ذَٰلِكَ وَهُوَ اعْلَمُ

حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے پیر بھائی حضرت مولانا  
امام الدین بنگالیؒ حاجی پور پر گزہ خیر آباد۔ علاقہ بدوشن آباد کے رہنے والے  
تھے۔ لیکن بعد میں ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدھارام کے پاس سعد اللہ پور  
نامی گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ایک بار ۱۲۳۷ھ - ۱۸۲۳ء میں اپنے  
پیر و مرشد حضرت سید احمد شہید ریویؒ کے ساتھ حج کر چکے تھے۔ دوسری بار جب  
۱۲۷۲ھ - ۱۸۵۷ء میں حج بیت اللہ سے واپس آ رہے تھے تو عدن کے  
پاس جہاز پر انتقال ہوا۔ لاش مبارک سمندر میں ڈالی گئی۔ مولانا عبید الحق صاحب  
اسلام آبادی ہتم مدرسہ عالیہ فنی ضلع نواکھالی نے اپنی کتاب تذکرہ اولیائے بنگالہ

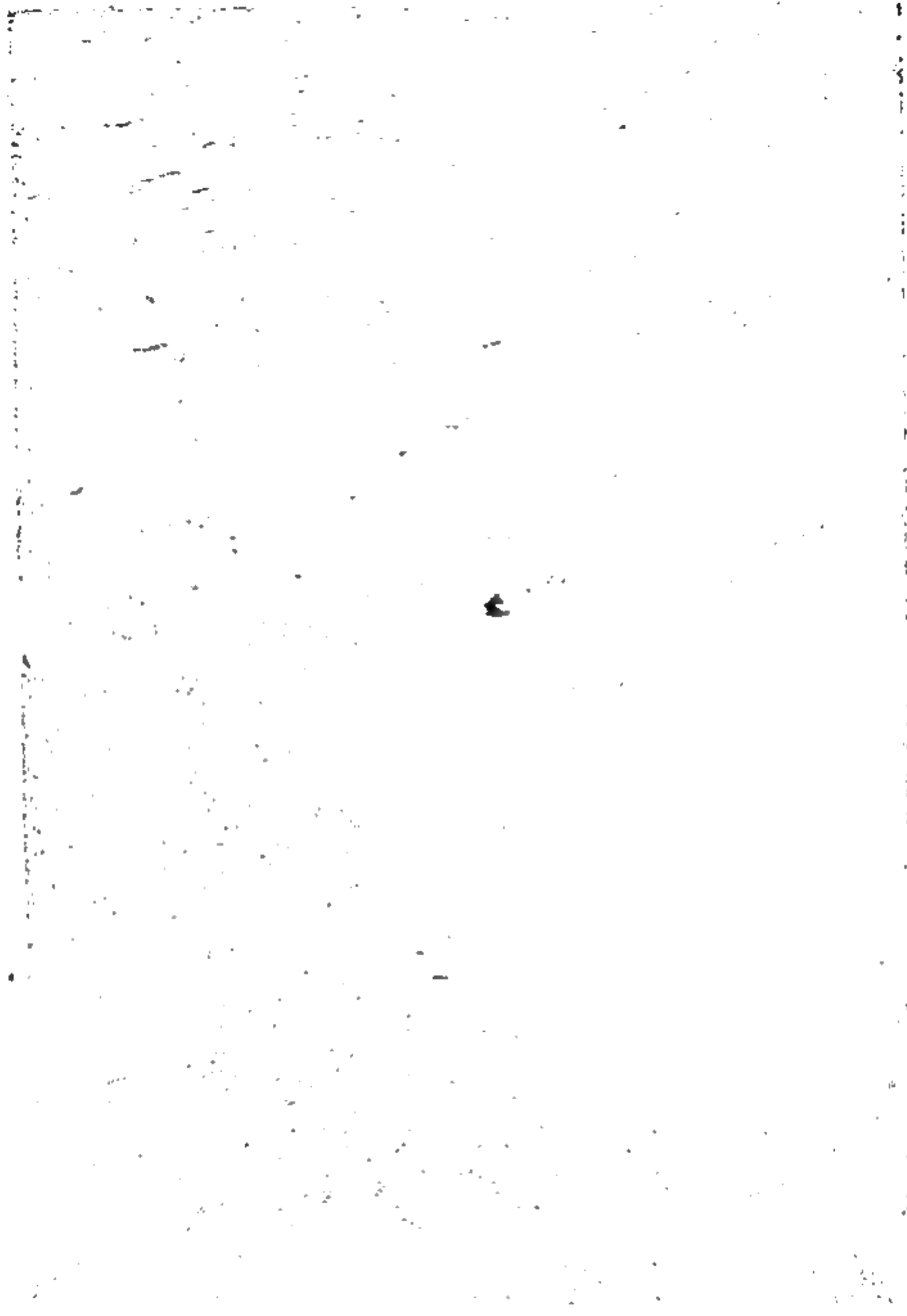
۱۔ قرآن پاک۔ سورہ نور (۲۴)۔ آیت ۳۷؛ پارہ ۱۸، رکوع ۱۲

۲۔ قرآن پاک۔ سورہ نور (۲۴)۔ آیت ۳۸، پارہ ۱۸، رکوع ۱۲

۳۔ احادیث الخواص۔ مصنفہ خان بہادر حمید اللہ خان۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔ ص ۸-۲۰۷







Page 1 of 1

میں آپ کے انتقال کا یہ قطعہ تادیر نقل کیا ہے۔

اں گو ہر کیتا کہ بہ بگرد نہفت در تار خیش حمید گو ہر در سفت  
چوں رفت ز روئے بحر اں گو ہر یاک شد در تقیم اینک از دنیا گفت

۱۲۷۲ = ۲ + ۱۲۷۲

”شد در تقیم اینک از دنیا“ کے اعداد میں بحر کی ’ب‘ کا عدد شامل کرنے سے  
۱۲۷۲ خارج ہوتا ہے۔

ضلع نواکھالی کی سرکاری کچہریاں سدھارام کے پاس میجڈی میں ہیں اور میجڈی کورٹ

۱۵ کو بلا ضلع کے لکسام جنکشن سے نواکھالی کو جانے والی میٹر گج براچ دیوے لائن پر اس وقت  
اٹھواں اسٹیشن میجڈی، نواکھالی کورٹ۔ دیواں ہری نارائن پور اور گیاردیواں اور آخری اسٹیشن نواکھالی  
ہے۔ میجڈی کورٹ لکسام جنکشن سے ۲۸ میل (۴۹ کیلومیٹر) دھن اور آخری اسٹیشن نواکھالی سے  
۱۲ میل (۲۰ کیلومیٹر) اتر ہے۔ نواکھالی سے اتر لیب اور میجڈی کورٹ سے دھن لیب سدھارام  
نامی شہر نواکھالی کھال کے دائیں کنارے پر ۲۲ درجہ ۴۹ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۹ درجہ ۷ دقیقہ  
شرقی طول البلد پر واقع ہے۔ پہلے ضلع کے صدر مقام اور اس کی میونسپلٹی کا نام سدھارام تھا۔ پھر  
ضلع کے نام پر شہر کا نام بھی نواکھالی رکھا گیا۔ اب ضلع کا نام نواکھالی اور اس کے صدر مقام کا نام میجڈی  
ہے۔ لیکن تھانہ کا نام سدھارام ہے۔ اسلئے میں سدھارام تھانہ کا رقبہ ۱۷۶ مربع میل اور آبادی  
۲۸۹،۲۱۶ نفوس تھی جن میں مسلمان ۱۸۲،۷۳۶ تھے۔ شہر نواکھالی کی آبادی ۵۷،۵۱۸ تھی۔ امپریل  
گزٹیر آف انڈیا خلیست دوم ۱۹۵۱ء، ریورٹ مردم شماری ۱۹۵۱ء بنگال (بقیہ حاشیہ ص ۱۲۷)

کے متعلق پورب سدر اللہ پور واقع ہے۔ میجڈی کورٹ ریل کے ذریعہ لکسماء جنکشن سے ۲۸ میل اور چٹاگانگ سے ۱۰۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں نو اکھالی کا نام کھلوا تھا۔ اب ضلع نو اکھالی کے صدر مقام کا نام میجڈی ہے۔ نو اکھالی، ہری نارائن پور، سدھارام، میجڈی کورٹ اور میجڈی سب ایک ہی شہر میجڈی کے مختلف حصے ہیں۔ میر سرائے چٹاگانگ سے سدر اللہ پور ضلع نو اکھالی تقریباً ۳۵ میل پچھلے قریب اتر ہے۔ میر سرائے تھانہ کے زور اور گنج سے نو اکھالی ضلع کے سونا غازی اور کمپنی گنج ہوتی ہوئی ایک سڑک نو اکھالی کو آتی ہے۔

سدر اللہ پور میں حضرت مولانا امام الدین ننگالیؒ کا خاندان آباد ہے۔ خان بہادر حمید اللہ خاں چٹاگانگیؒ، صاحبِ احادیث الحوائین (تاریخ حمید) نے اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ اور ان کے پیر بھائی حضرت مولانا امام الدین ننگالیؒ کے متعلق ایک دوسری کتاب انوار البیڑین فی اخبار الخیرین لکھی تھی، جو طبع نہیں ہو سکی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ سدھارام میں مولانا امام الدینؒ کے کتب خانہ میں تھا۔ مولانا علیم اللہ صاحب کے زمانہ میں آتش زدگی کے ایک حادثہ میں یہ کتاب ضائع ہو گئی۔ مولانا عبد الحق صاحب

[بقیہ حاشیہ ۲۵ کا]

آر۔ اے۔ دوش سید سلیمان، ایسٹرن بنگال ریویس ٹائم ٹیبل نوبر ۱۹۵۲ء، ص ۳۵، انڈین برادشا  
نیمین ستمبر ۱۹۷۲ء، ص ۲۹۳



تذکرہ ادیبائے بنگالہ میں انوار النیرین کا ذکر کیا ہے۔ سعد اللہ پوری صاحب حضرت مولانا  
 امام الدین بنگالیؒ کے خاندان میں امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کا چچہ و دستار  
 اور آپ کی ٹوٹی ہوئی تلوار محفوظ ہے۔ اور حبیب حضرت مولانا ابو بکر صاحب  
 صدیقیؒ کے خلیفہ الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد شہید الدین صاحب مدظلہ  
 ڈھاکہ سے کتاب انوار النیرین کی تلاش میں سعد اللہ پوری ضلع نواکھالی  
 تشریف لے گئے تھے، تو جمعہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۷ء کو آہنیں مولانا علیم اللہ  
 صاحب بھالی کے ذریعہ ان تبرکات عالیہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی  
 حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے دوسرے پیر بھالی جن  
 کی وجہ سے بنگال میں احیائے دین اور اصلاح رسوم کی دلی الٹھی تحریک و  
 بڑی تقویت حاصل ہوئی وہ مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ  
 ہیں۔ آپ ۱۸ محرم ۱۳۱۵ھ = ۱۲ جون ۱۸۰۰ء کو لاٹوالہ جون پور (اودھ)  
 میں پیدا ہوئے فقہ کی کتابیں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مجددیؒ  
 اور ان کے بھتیجے مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ سے پڑھیں۔ شرف  
 بیعت امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ سے حاصل تھا۔ فن خطاطی کے

لے خط جناب ان لے۔ ام۔ صفی اللہ صاحب۔ نارنگ پورک روڈ ڈھاکہ  
 بنام راقم الحروف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۷ء خط جناب سید ابوالبشر محمد شہید الدین صاحب  
 ڈھاکہ لے بنام راقم الحروف مورخہ ۵ اپریل ۱۹۷۷ء

ماہر اور خط نسخہ، مستعلیق اور طعری میں اپنی مثال آپ تھے۔ قاری ہفت  
 قرأت، بڑے متقی اور پرہیزگار، بہت ہی قابل، معاملہ فہم اور دانشمند  
 بزرگ، تھے۔ اکاون سال تک عوبہ بنگال میں ترویج علوم دین اور اصلاح  
 رسوم کے کاموں میں ہمہ تن معروف رہے۔ سلطنت منلیہ کے خاتمہ کے بعد  
 اپنے حقوق کی پامالی، غدر کے موقع پر انگریزوں کے بے پناہ مظالم، مٹائی  
 تباہی اور بد حالی، مقتدرات، قید و بند اور حکومت کے شک و شبہ کے  
 باعث مسلمانوں کا ایک طبقہ تند وستان کو دارالحرب سمجھ کر یہاں ہجرت  
 کی تیاری کرنے لگا۔ اس قسم کے خیالات رکھنے والے مسلمان بنگال میں بہت  
 تھے۔ ایسے نازک موقع پر نواب عبداللطیف خان بہادر مرحوم سکریٹری محمد  
 بیٹری ایسوسی ایشن کلکتہ کی مساعی جمید اور حضرت مولانا کرامت علی صاحب  
 جون پوری کے فتویٰ اور و نظ و نصیحت سے عام مسلمانوں کے شہنات دور ہوئے۔

مولانا نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای مناع فرید پور کے لئے والے ایسوسی صدی  
 میں بنگال کے ایک عظیم مسلم رہنما گذرے ہیں۔ سیاست بھوپال میں وزیر مقرر ہوئے تھے۔ وہ  
 بنگال میں قاضی شریعت السنن تحریک کے سخت مخالف تھے۔ ۱۸۶۲ء میں محمد بن بیٹری ایسوسی  
 ایشن قائم کیا اور بنگالی مسلمانوں میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا۔ وہ رائٹ انریبل  
 جسٹس امیر علی مصنف اسٹاف اسلام (متوفی ۱۹۰۹ء کے مرثی اور اردو کے مشہور ادیب  
 خان بہادر نواب سید محمد آئی، ایس، اور مولانا آزاد) مصنف نوابی دربار [بقیہ جلد ۱۲۹ء]

اور وہ سمجھنے لگے کہ جب تک فرائض اسلامی کے ادا کرنے کی ضمانت اور اس میں دشواری نہ ہو یہ ملک داخلِ حرب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت مولانا جون پوریؒ کے اس فتویٰ سے مسلمانوں کے دلگاتے ہوئے قدم بجم کے ان کی مایوسی دور ہو گئی۔ غدر کے بارہ سال بعد جب لارڈ ڈیمبو (۱۸۷۲-۱۸۷۹ء) ہندوستان کے والسرائے مقرر ہوئے تو مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کے طرزِ عمل میں تبدیلی پیدا ہوئی، اُن کو کچلنے اور ختم کر دینے کی پالیسی ختم ہوئی۔ ان کے ساتھ کسی قدر نرمی اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جانے لگا۔

[بقیہ حاشیہ ۳۸۸ کا]

شمس العلماء مولانا کمال الدین احمد (انڈین ایڈوکیٹنل سروس) اور خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کے خسر تھے۔ نواب صاحب اخبار انڈی پینٹنٹ الہ آباد کے ڈیپوٹر اور مصر میں ہندوستان کے سفیر سید حسین مرحوم کے نانا تھے۔ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرامؒ ۱۳۸ اور ۱۴۹؛ ماہ نوکراچی مئی ۱۹۵۷ء ص ۲۳-۲۴۔ عبدالرحمن بے خود؛ ماہ نوکراچی اپریل ۱۹۶۱ء ص ۶-۷۔ آج کل مئی ۱۹۷۵ء ص ۲۲-۲۳؛ خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء۔

۱۔ شیراز ہند جون یورسٹی اقبال احمد ۱۹۶۳ء ص ۷۷؛ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء ص ۴؛ ڈھاکہ ضلع گزٹ پیپر۔ بی۔ سی۔ ایلن ۱۹۱۲ء۔

۲۔ لارڈ لارنس (۱۸۶۴-۱۸۷۹ء) کے بعد لارڈ ڈیمبو ۱۸۷۹ء میں ہندوستان کے والسرائے اور گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے۔ یہ تجربہ کار نیک طبیعت اور عالی حوصلہ [بقیہ حاشیہ ۳۸۹ پر]

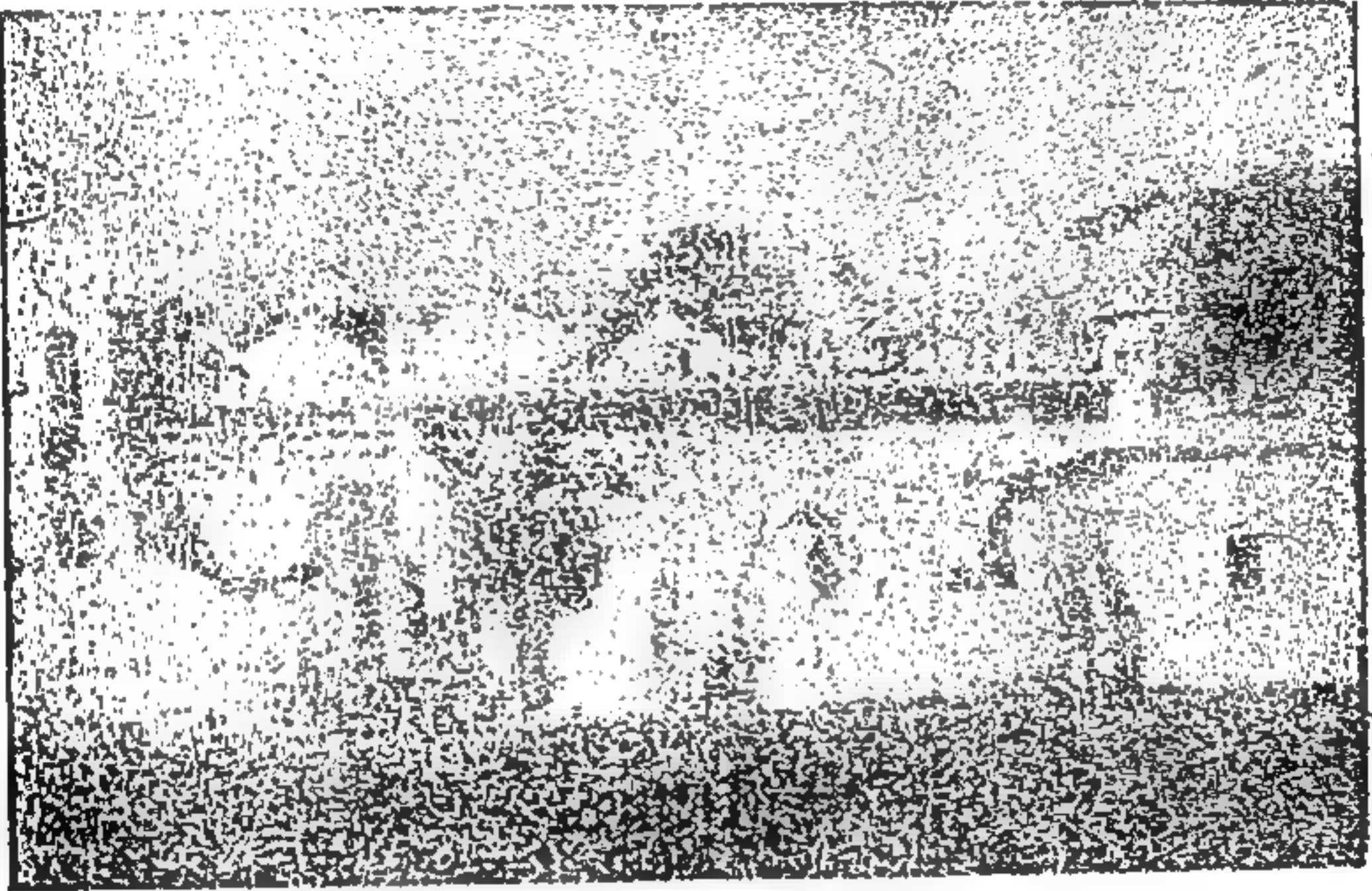


مولانا کریم علی صاحب جون پوریؒ میانہ روی اور معاملہ فہمی میں  
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے جانشین سمجھے جاتے  
ہیں۔ آپ نے بڑے مشکل زمانہ میں بہت سی تدبیر و دانائی سے دور اندیشی اور  
ہوشیاری کے ساتھ قوم کی سچی رہنمائی کی۔ آپ نے شرک و بدعت کے  
خاتمہ، مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی اور ان کے دینی و دنیاوی فلاح  
و بہبود کی طرف خاص طور پر توجہ کی۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی رائے  
ہے کہ ”ہنگال میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی اصلاح کا کام ان  
سے بڑھ کر کسی نے انجام نہیں دیا“ رد البلاغت۔ دافع الوساوس۔ ترجمہ  
شمال ترمذی۔ مشکوٰۃ حلد اول مفتاح الحبیب وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

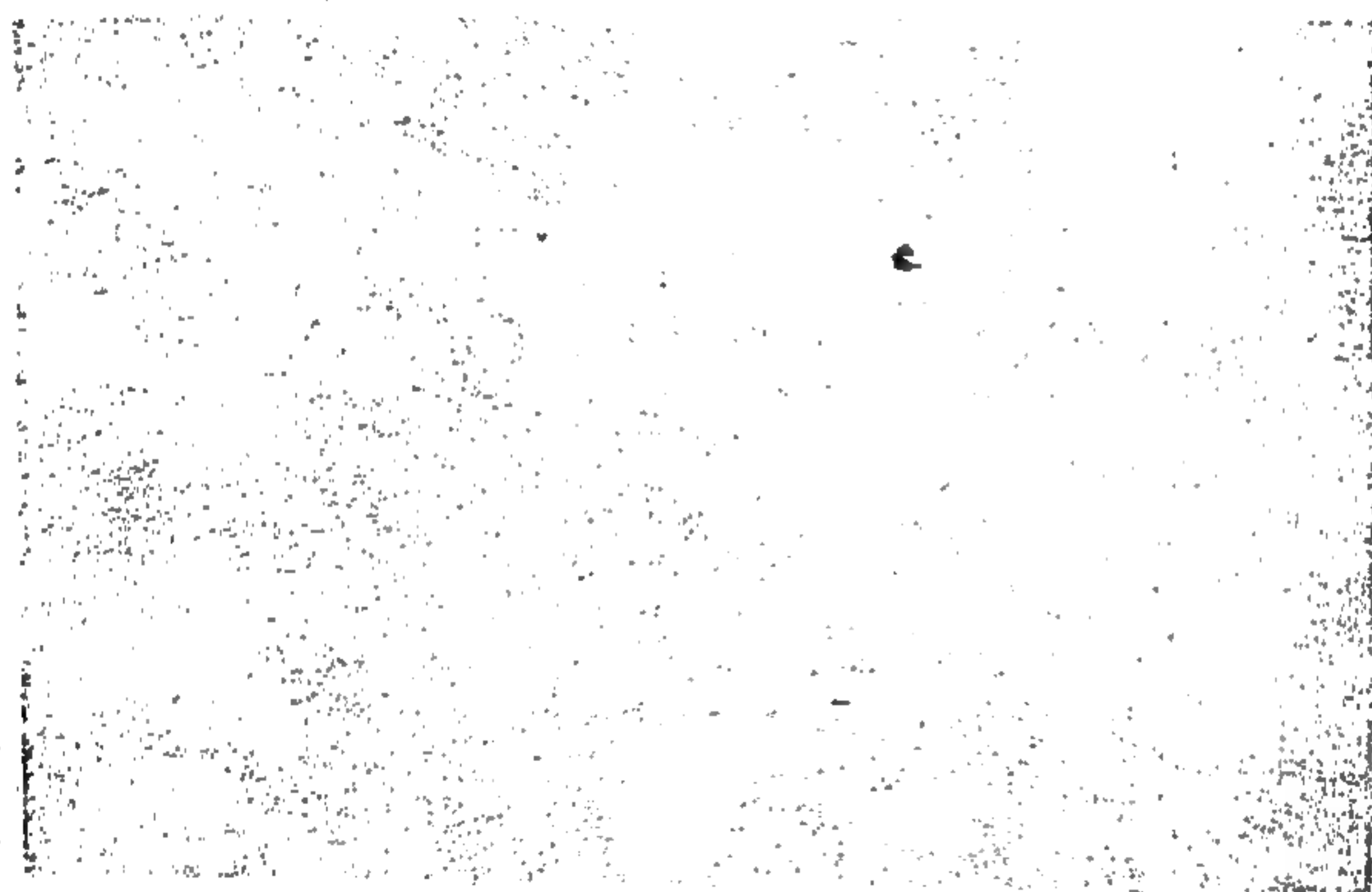
[بقیہ حاشیہ ص ۱۳۹ سا]

حکمران تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے ہمدردی کا برتاؤ کیا۔ ان کے زمانہ میں ان کی ترغیب سے  
عزیم پٹرنے اور محمد نس آف انڈیا نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی حالات کا  
مفصل جائزہ لیا۔ اجیر شریف میں والیان ریاست کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے میو کالج اسی واسطے  
کے زمانہ میں قائم ہوا۔ ۱۸۷۲ء میں پورٹ بلیئر (جزائر انڈمان) میں شیر محمد خاں نامی ایک مسلمان  
قیدی نے لارڈ میو کو جہاز پر سوار ہوتے وقت لوہے کے ایک مضبوط چھڑے سے قتل کر دیا۔ لارڈ لٹن  
(۱۸۷۶-۸۰ء) نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ علی گڑھ محمدن اینگلو اورینٹل  
کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ لارڈ رین (۱۸۸۰-۸۱ء) نے کالایانی کے مسلمانوں قیدیوں کو رہا  
کر دیا اور کشمکش کا خاتمہ ہوا۔





۵۔ مزار مبارک مولانا کریمت علی صاحب جون پوریؒ۔ رنگ پور



سورة الفاتحة

اضلاع باقر گنج۔ فرید پور۔ نواکھالی۔ پٹیرا۔ چانگام۔ ڈھاکہ۔ رنگ پور  
 اور دیناج پور وغیرہ میں آپ کے مریدین اور متوسلین کی تعداد ایک لاکھ  
 سے زیادہ تھی۔ آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، دینی اور ملی خدمات  
 کے باعث بنگال کے مسلمانوں میں آپ کا بڑا احترام تھا۔ جمعہ ۲ ربیع الآخر  
 ۱۲۹۰ھ مطابق ۳ مئی ۱۸۷۳ء صبح سویرے رنگ پور میں انتقال ہوا۔ شہر رنگ پور  
 (سنگھ ویش) کے محلہ منشی پارسا میں آپ کا مزار مسلمانوں کی بہت بڑی زیارت گاہ  
 ہے۔ دور دراز سے مسلمان یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔ جون پور کے محلہ  
 عمر خاں میں حسین شاہ شرفی کی بنوائی ہوئی عظیم الشان جامع مسجد میں آپ کا  
 قائم کردہ مدرسہ قرآنیہ ۱۲۶ سال سے جاری ہے۔

حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ کے منجانب سے مولانا حافظ  
 احمدؒ اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ یہ کلکتہ میں  
 ۱۲۵۰ھ تا ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم لکھنؤ اور جون پور میں ہوئی۔ اپنے

لے مولانا کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء۔ مولانا، رنگ پور، ضلع گڑھی پٹیر۔ بے۔ اے۔ دہلی۔  
 ۱۹۱۱ء تا ۱۹۷۰ء : قاضی الشاہ میر حیدر دوم ص ۱۵۱

لے مدرسہ قرآنیہ جامع مسجد جون پور کو حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ مولانا سجاد علی صاحب  
 جون پوریؒ (متوفی ۱۳۷۲ھ) نے باعانت مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ ۱۲۲۹ھ تا ۱۸۳۳ء  
 میں قائم کیا تھا ۱۳۹۲ھ تا ۱۹۷۲ء میں طلباء کی تعداد ۲۲۵ اور اساتذہ کی تعداد ۱۶ تھی۔  
 (بقیہ حاشیہ ص ۱۳۲ پر)

دور کے بڑے نامور بزرگ گذرے ہیں۔ زندگی کا زیادہ حصہ بنگال میں گزرا۔  
 ۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء سے رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔ زہد و تقویٰ، فیاضی  
 سخاوت اور دیادلی میں باپ کے مثل تھے۔ بہت سی کرامتوں کا اظہار ہوا  
 زائرین کا ہجوم ہوتا تھا۔ کلکتہ سے جون پور آئے، نوشاہی پل سے ملا ٹولہ تک  
 ۱۶ میل کے فاصلہ میں عقیدت مندوں کے ہجوم سے راستہ چلنا دشوار ہو گیا تھا۔  
 سفر حج کے سلسلہ میں بھی کرامت کا اظہار ہوا۔ ۱۸ ذی قعدہ کو جون پور سے  
 اور ۲۶ کو بمبئی سے روانہ ہوئے اور بغیر قرطینہ کے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ  
 ۸ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے اور نویں ذی الحجہ کو آٹھ بجے میدان عرفات میں پہنچ  
 گئے۔ حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد پھر مشرقی بنگال تشریف لے گئے۔  
 قدم تلی تھانہ مطلب بازار ضلع کوٹلا میں فوج کا حملہ ہوا۔ اور ۴ رمضان المبارک  
 ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۹ء کو صدر گھاٹ ڈھاکہ میں بوٹ پر انتقال ہوا۔ ڈھاکہ  
 چوک کی مسجد کے گوشہ میں دفن ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۱۳۱ پر]

تقریباً ۷۰ ہزار سالانہ آمد و خروج رہے۔ بیرونی طلباء کی تعداد ۷۰۰۰ تھی۔  
 ۱۔ شیراز ہند (جون پور) سیر اقبال احمد ۱۹۶۳ء ۷۸۲۔ بحوالہ تجلی نور حصہ دوم ص ۱۳۷۔ نور الدین زبیر  
 جون پوری اور سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری ج۔ مولانا عبد الباقی ص ۱۰۱۔ بحوالہ تجلی نور  
 ۲۔ سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری ج۔ مولانا عبد الباقی جون پوری ج ڈھاکہ ۱۳۸۹ھ  
 ۱۴۴ صفحات۔



بنگال میں مولانا حافظ احمد جون پوریؒ کے مریدین اور خلق کی بہت کافی تعداد تھی۔ آپ نے باقر گنج۔ نواکھالی اور کوٹلا ضلع میں زیادہ کام کیا۔ ضلع باقر گنج کے دولت خاں نامی مقام میں دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اس کا پورا خرچ خود برداشت کرتے تھے۔ وہاں ایک شاندار عید گاہ بھی بنوائی تھی۔ کلکتہ میں لارڈ ڈیویو کے عہد حکومت میں مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ کی امامت میں عید الفطر کی نماز کے لئے کلکتہ میلن بینچس ہزار مسلمانوں کا اجتماع ہوا تھا۔ ۳ نومبر ۱۸۸۱ء کو جموں کے رونا نواب عبداللطیف خان بہادر کی کوششوں سے کلکتہ میں نماز عید الفطر کا انتظام کیا گیا اور مولانا حافظ احمد صاحب جون پوریؒ کی اقتداء میں تقریباً ۷۰ ہزار مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ اس سے قبل شہر کلکتہ میں مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا۔

مولانا حافظ احمد جون پوریؒ کے انتقال کے بعد آپ کے بھتیجے اور جانشین مولانا حافظ عبدالرشیدؒ نے بنگال میں اپنے دادا مولانا کرامت علی جون پوریؒ کے دینی کاموں کو جاری رکھا۔ صفر ۱۲۹۱ھ = مارچ ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۱۶ھ = ۱۸۹۸ء سے ۱۳۵۴ھ = ۱۹۳۵ء تک لشد و ملایت کے کاموں کو انجام دیتے رہے۔ جموں ۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ = جون ۱۹۳۵ء کو جون پور میں انتقال ہوا۔

مولانا حافظ احمد جون پوریؒ کے دوسرے نامور خلیفہ مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب بدر پوریؒ تھے۔ جو مولانا حاتم علی صاحبؒ کے نام سے مشہور تھے سلاطین دہلی نے سلطنت کی مشرقی سرحد پر سلہٹ کے پورب براج ندی کے کنارے ایک مضبوط قلعہ بنوایا تھا۔ یہ قلعہ ضلع کچھار (آسام) کے مقام بلند پور میں پوران بازار کے قریب تھا۔ اس قلعہ کی حفاظت کے لئے دہلی کے معزز خاندانوں سے شیخ سید۔ مغل اور پٹھان چار فوجی افسر بھیجے گئے تھے۔ بعد میں ان چاروں افسروں کی اولاد علاقہ بدر پور میں سکونت پذیر ہوئی۔ ان میں سے شیخ افسر کی اولاد ہندو اہل نامی موضع میں آباد ہوئی۔ مولانا محمد یعقوبؒ کے مورث اعلیٰ اسی خاندان سے تھے۔ مولانا کے والد کا نام شاہ محمد باہر تھا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سلہٹ، کٹک اور رام پور میں ہوئی۔ حدیث شریعت کی تعلیم مولانا عبدالحق خیر آبادیؒ اور مولانا ارشاد حسینؒ

سے۔ بدر پور۔ آسام کے ضلع کچھار میں کریم گنج سب ڈویژن کا ایک شہر اور ریوے خکشن جو براج ندی کے بائیں کنارے پر ۲۴ درجہ ۵۱ دقیقہ شمال اور ۹۲ درجہ ۳۳ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ بدر پور خکشن سے ضلع کے صدر مقام سچر کو ریوے لائن جاتی ہے۔ یہاں براج ندی پر ۴۵۴ گز لمبا ریوے کا مضبوط اور خوبصورت پل ہے۔ آسام کے پہاڑی علاقوں کے بعد وادی سرما کا یہ پہلا شہر ہے۔ اس کے ۱۹۷۱ء میں بدر پور تھانہ کا رقبہ ۴۷ مربع میل اور آبادی ۱۲۵,۱۲۵ نفوس تھی۔ ان میں ۸۱,۸۱۴ تھے۔ بدر پور میں تیل کا کنواں ہے۔ [بقیہ حاشیہ ص ۱۳۵ پر]

لام پوری سے حاصل کی۔ خواب میں مولانا حافظ احمد جون پوری سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے روز چاند پور ضلع کو ملا میں حاضر ہوئے۔ بیعت کے بعد اجازت و خلافت مرحمت ہوئی اور فوراً واپس کر دیا گیا۔ پہلے چند مدرسوں میں نہایت خلوص کے ساتھ علم دین کی تعلیم دیتے رہے۔ بدر پور میں مدرسہ عالیہ اور دارالحدیث قائم کیا۔ آپ کی کوششوں سے بہت سی دینی درس گاہیں قائم ہوئیں۔ سن ۱۳۶۲ھ = جنوری ۱۹۴۵ء میں بدر پور کے پاس نیندا سہل میں انتقال ہوا۔

کچھ دنوں تک مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب نے اپنے حالات کو چھپایا لیکن حالات کے آشکارا ہونے ہی مسلمانوں کی کثیر تعداد اکتساب فیض کے لئے آپ کے پاس آنے لگی۔ اضلاع سلہٹ۔ کچھار۔ نوگادوں۔ گوال پور اور لکھیم پور کے مسلمانوں نے آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔ آپ کے ذریعہ احیائے دین کی ولی اللہی تحریک اور امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ آسام کے پہاڑی علاقوں اور وادی برہم پترا میں بکھلا اور چین کی سرحدوں تک پھیل گیا۔

۱۔ بقیہ حاشیہ ص ۱۳۴ کا

تقسیم ہند سے قبل یہ علاقہ ضلع سلہٹ میں شامل تھا۔ امیر علی گڑھ میٹروپولیٹن ڈویژن کے زیر انتظام تھا۔  
مردم شماری ۱۹۴۱ء۔ آسام۔ کے۔ ڈبو۔ پی۔ مرار۔ ۱۹۴۲ء۔

لے سیرت مولانا حافظ احمد جون پوریؒ۔ ص ۱۲۴۔ ۱۳۹۔

مشرقی بنگال میں امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رحمہ کے ایک اور خلیفہ  
 حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رحمہ کے ایک دوسرے پیر بھائی حضرت  
 مولانا شاہ گلزار ملّا رحمہ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آپ کے حالات زندگی معلوم  
 نہیں ہو سکے ہیں۔ آپ کا مزار سونا چار، تھانہ داؤد کانڈی ضلع کو بلا میں ہے  
 وہیں آپ کا خاندان بھی آباد ہے۔ اس وقت آپ کے پوتے جناب خواجہ  
 آفتاب الدین صاحب مظلہ، سجادہ نشین ہیں۔ خواجہ صاحب کی عمر ۸۰ سال  
 ہے۔ لیکن ضعیف اور کمزور ہونے کے باوجود دینی خدمات میں منہمک ہیں اور  
 اس مقصد کے تحت اس پرانہ سالی میں بھی سفر کی زحمت برداشت کرتے ہیں۔  
 حضرت مولانا شاہ گلزار ملّا رحمہ کے خلیفہ حضرت خواجہ لاسکیر ملّا رحمہ تھے ان  
 کا مزار چار بھاسانی۔ بیڈر بازار ضلع ڈھاکہ میں ہے۔ ڈھاکہ سے یہاں اسٹیم اور  
 موٹر کوچ سے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ لاسکیر ملّا رحمہ کے خلیفہ ڈھاکہ میں سلسلہ  
 عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقی

لے ڈھاکہ سے کوٹا ہو کر چاٹگام کو جانے والی قومی شاہ راہ پر ڈھاکہ اور کوٹا کے درمیان  
 داؤد کانڈی مشہور مقام ہے۔ یہ ڈھاکہ ضلع کے منشی گنج کے تقریباً سولہ منے میکانڈی کے پور  
 واقع ہے۔ ۱۹۴۱ء میں داؤد کانڈی تھانہ کی آبادی ۴۰، ۵۳، ۲ تھی جس میں  
 ۸۹۵، ۱۱۲ مسلمان تھے۔

لے خطا الحاج مولانا سید محی الدین صاحب ڈھاکہ، بنام راقم الحروف مودعہ ۲۲ مئی ۱۹۷۵ء



گزرے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ اسلٹ کے حضرت جلالی مجر و بجنی کے ساتھ بنگال  
تشریف لائے اور ڈھاکہ کے پاس سنار گاؤں میں آباد ہوئے۔ آپ کے بزرگوں میں  
حضرت شاہ نوجوان بکرم پور ضلع ڈھاکہ کے بابا آدم شہید کے چچا تھے۔  
حضرت شاہ نوجوان کے صاحبزادے حضرت تاج محمد اور ان کے بیٹے  
حضرت شاہ صفی الدین تھے۔ حضرت شاہ صفی الدین کے صاحبزادے حضرت  
شاہ نور محمد اپنی بزرگی، تقویٰ اور پیرکاری کے سبب عوام میں ٹھاکر ملا کے  
نام سے مشہور تھے۔ آپ سنار گاؤں کے پاس تاتیا موضع میں آباد ہوئے یہیں حضرت  
شاہ احسن اللہ صدیقی رحمہ اللہ بھادوں ۱۲۰۵ھ بمطابق ۱۷۹۸ء میں پیدا ہوئے۔

اے ضلع ڈھاکہ کے منشی گنج سب ڈویژن میں دھالیسوری ندی کے کنارے بکرم پور مشہور قصبہ اور  
پرگنہ کا صدر مقام ہے۔ ندیا ضلع کے نوادیپ کے بعد بنگال میں سنسکرت کی تعلیم اور منہد و علوم  
و فنون کا دوسرا بڑا مرکز ہے تقسیم سے پہلے بنگال کے سرکاری دفاتر کے ایک تہائی ملازمین اسی پرگنہ  
سے آتے تھے۔ اپریل گزٹیر آف انڈیا جلد ہفتم ص ۲۲۰

اے پرگنہ بکرم پور کے رام پال موضع میں منہد راجاؤں کا دار الحکومت تھا۔ راجہ بلال سین کی راج باہی  
سے تقریباً ایک میل پر حضرت بابا آدم شہید بکرم پوری کا مزار اور مسجد ہے۔ اس مقام کو قاضی  
قصبہ کہتے ہیں حضرت آدم شہید بکرم پوری کا تعلق تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہے۔ اپریل  
گزٹیر آف انڈیا جلد نہم ص ۱۰۵۔ اور بکرم پوری ایتھاس جو گزرتا مکتوت۔ طبع ثانی ۱۸۵۸-۵۹

بحوالہ خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء، ڈھاکہ گزٹیر

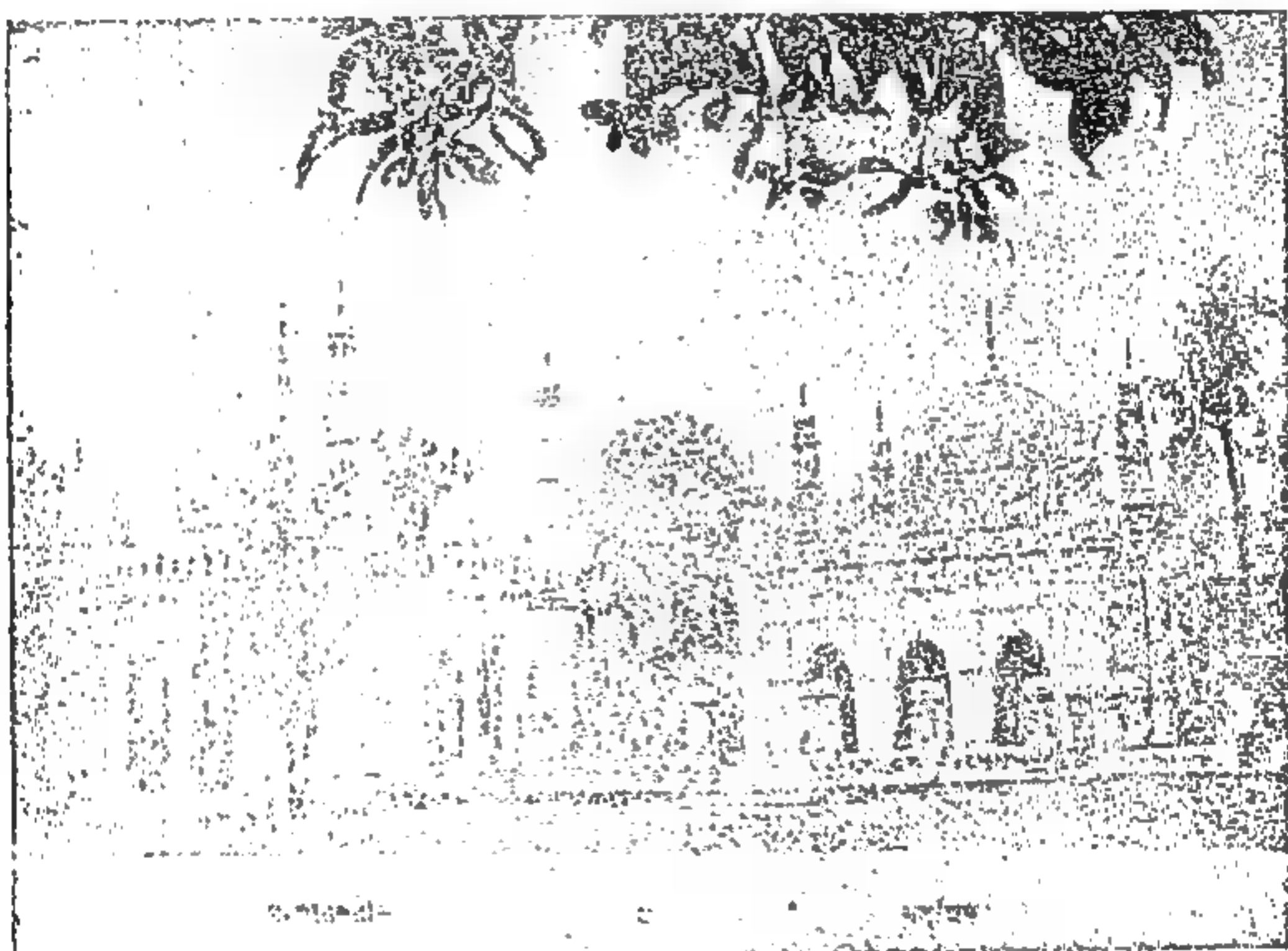
آپ نے بڑھی گنگا ندی کے کنارے موسوری کھولا ضلع ڈھاکہ میں اقامت  
 اختیار کی۔ بعد میں آپ نرینڈا نامی مقام کو منتقل ہو گئے۔ پھاگن ۱۳۷۷ھ  
 بنگلہ فصلی (۱۸۷۷ء) میں حضرت لاکیر ملاج سے بیعت ہوئے۔ پھر اجازت  
 و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی عمر میں اللہ نے بڑی برکت دی اور ۱۲۸  
 سال تین ماہ ۲۷ روز کی عمر میں ۱۳۱۱ھ بنگلہ فصلی = ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ  
 = ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو ڈھاکہ میں انتقال فرمایا۔ مزار آپ کا شاہ صاحب  
 لین ڈھاکہ میں ہے۔

حضرت شاہ احسن اللہ صدیقیؒ کے حالات بنگلہ زبان میں مولانا عبد المجید  
 صاحب رشیدی مرحوم نے ”ڈھاکہ موساوی کھولار حضرت قبلہ“ کے نام سے لکھا ہے۔  
 حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقیؒ کی ملاقات اپنے دادا پر حضرت گلزار  
 ملاج سے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ان کو امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے دو خلفاء حضرت  
 مولانا امام الدین بنگالیؒ (سعد اللہ پوپہ ضلع ذاکھالی) اور حضرت مولانا کرامت علی  
 صاحب جون پوریؒ (منوفی ۱۸۷۳ء) کے ساتھ تبلیغ و اشاعت دین کے کاموں میں حصہ  
 لینے کا موقع ملا تھا۔ حضرت شاہ احسن اللہ صاحبؒ نے حضرت صوفی نور محمد صاحبؒ

مولانا ابوالفتح محمد عبدالماجد رشیدی مرحومؒ کے (آنرری) امراء - عربی (علی گڑھ)؛ امراء

فارسی زکلتہ) سابق لائبریرین اسلامیہ کالج کلکتہ اور پھر پروفیسر ایڈن گرسن کالج ڈھاکہ۔ آپ  
 کی کتاب شعبان ۱۳۷۹ھ = جنوری ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔

۱۳ خط جناب مولانا شہید بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مودعہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء



۶۔ مزار مبارک اور مسجد حضرت شہاد الحسن الشریف صاحب دہلی





نظام پوری (متوفی ۱۸۵۸ء) اور ان کے نامور خلیفہ حضرت صوفی فتح علی صاحب  
دلیسی چانگامی (متوفی ۱۸۸۶ء) کا زمانہ دیکھا تھا۔ آپ حضرت دلیسی سے ۲۷ سال  
قبل پیدا ہوئے اور ان کے چالیس سال بعد انتقال کیا۔

حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقی رح کے تین بیٹے جناب شاہ  
عبدالعزیز رح، شاہ عبداللطیف رح اور شاہ عبدالرحمان رح تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد  
آپ کے بڑے صاحب جزاء جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سجادہ نشین اور  
مراد شریف مسجد اور مدرسہ حسینیہ کے متولی قرار ہوئے۔ جناب شاہ عبدالعزیز  
صاحب مجددی رح نے ۷۸ سال کی عمر میں فروری ۱۹۴۸ء میں انتقال کیا اور  
شاہ صاحب لین ڈھاکہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ جناب شاہ  
عبدالعزیز صاحب مجددی رح کی صاحبزادی صوفیہ بیگم کی شادی جناب سید  
ابوالبشر محمود حسین صاحب سے ہوئی۔ آپ بنگلہ دیش پریم کورٹ میں چیف  
جسٹس کے بعد سب سے سینیئر جج ہیں اور آپ کو اجازت و خلافت ایہ مخسر  
حضرت شاہ عبدالعزیز مجددی رح سے حاصل ہے۔

عزت آف جناب سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلہ پر گنہ گار  
مغربی حویلی۔ ڈاک خانہ سکریٹری ضلع راولپنڈی کے رہنے والے اور قاضی سلیٹ  
سیالہ حضرت سید نصیر الدین رح کی اولاد میں ہیں حضرت سید نصیر الدین رح (ابو) رح

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پندرہویں پشت میں تھے۔ اور آریل  
مسٹر جسٹس سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلمہ آپ کی اٹھارہویں پشت  
میں سیالہ حضرت سید نصیر الدین ۶۲۷ھ - ۶۳۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔  
آپ کی نماز فجر کبھی قضا نہیں ہوئی تھی۔ ۷۰۳ھ - ۷۰۳ھ میں آپ نے  
حضرت جلال مجر دینی ۷ کی مدد سے سلہٹ کو فتح کیا تھا۔

بقیہ حاشیہ ط ۱۳۹

کے سیالہ تھے اور بادشاہ نے آپ کو سلہٹ کے راجہ گوڑ گو بند کے خلاف اپنے بھانجے  
سکندر غازی کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ دیکھئے ص ۲۸-۲۹

۱۳۹ آریل مسٹر جسٹس سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلمہ کو اللہ نے دین اور دنیا دونوں  
کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازا ہے۔ وہ بنگلہ دیش کی سب سے بڑی عدالت میں عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں  
اور مشرقی بنگال میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک صاحب اجازت معزز و محترم شیخ طریقت  
حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی طرح ان کی ذات میں دین اور دنیا کا حسین اجتماع ہو گیا ہے۔ بزج ص ۱۳۹  
کے ایک صاحبزادے سید عزیز الحسن عالم گیر کا انتقال ہو چکا ہے۔ مرنے کے ایک بیٹے سید محمد جبار حسین  
یادگار ہیں۔ سید حافظ الحسن جہانگیر، سید محمد دستگیر حسین اور سید محمد نذیر حسین صاحب آپ کے تین  
دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی پانچ صاحبزادیوں میں سیدہ ملکہ بیگم، ڈھاکہ میڈیکل کے ماہر  
بصریات، ڈاکٹر محمد عبدالرحیم چودھری سے، سیدہ شاہدہ بیگم سید محی الدین احمد صاحب، سیدہ  
فاطمہ زہرا بیگم، چودھری محبوب احمد صاحب اور سیدہ طاہرہ بیگم دیوان محمد نور الانوار حسین چودھری  
سے بیامی ہوئی ہیں۔ پانچویں صاحبزادی سیدہ حسینیہ بیگم ہیں۔ خط الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین  
صاحب ڈھاکہ، بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ اپریل ۱۳۹۷ء۔

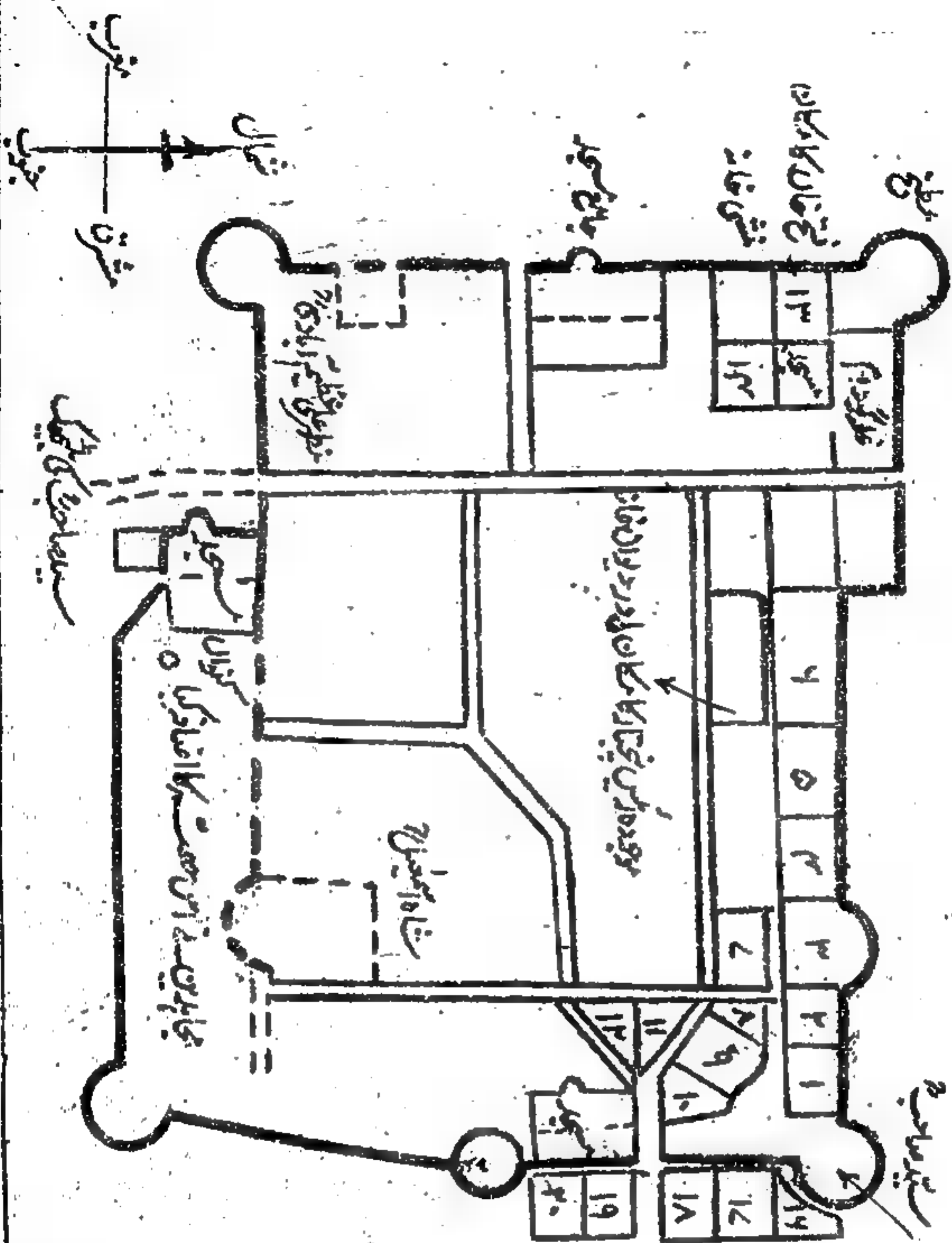
## ۶۔ مولوی صوفی سید وارث علی صاحب رحم

امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے رفقاء کار میں مولوی سید وارث علی  
بنگالی رہ برٹے بخید عالم اور یہ ہیز کار بند گ گذرے ہیں۔ وہ علاؤ چاٹ گام  
لئے واپس تھے اور اپنے پیرو مشد کے ساتھ عوبہ سرحد کی متحرکہ آرائیوں میں شریک  
تھے۔ حضرت سید شہیدؒ کے بنگالی رفقاء کار میں نہایت ممتاز مقام رکھتے تھے ان  
کے حالات زندگی کسی ذریعہ سے اب تک حاصل نہیں ہو سکے ہیں۔ ممتاز  
الحیثین جناب مولانا زین العابدین صاحب انجری مظلہ نے اپنی قابل قدر تصنیف  
”حیات و سیۃ“ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دلیؒ کے بارے میں  
لکھا ہے کہ آپ حضرت مولانا شاہ صوفی سید وارث علی صاحبؒ کے فرزند ارجمند  
تھے۔ اور اسلام آباد چاٹ گام میں پیدا ہوئے تھے۔

مولانا غلام رسول صاحب تہرنے اپنی کتاب ”سید احمد شہیدؒ“ میں لکھا ہے  
کہ سید صاحبؒ کے ساتھ جانے والے غازیوں کی تعداد پانچ سو اور چھ سو کے درمیان

۱۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تہر۔ جلد دوم ص ۱۷

۲۔ حیات و سیۃ و سیۃ۔ حصہ اول ص ۸



- ۱- دارالشعری بنکالی در
- ۲- حمام الدین بنکالی در
- ۳- احمد علی بریلوی در
- ۴- ابوبکر رشید زبانی در
- ۵- دادا ابوالحسن علم بر دار در
- ۶- سید موسی در
- ۷- امان الله کهنوی در
- ۸- قاضی جمالت اثر در
- ۹- قاضی برهان الدین در
- ۱۰- نور محمد بنکالی در
- ۱۱- قلعه تخت ابراهیم در
- ۱۲- آینه خان = ۲۱۵ متر



تھی۔ قیام جنگی کے زمانہ میں جو غازی ساتھ تھے۔ اُن لوگوں میں سے جن جن لوگوں کے نام مولوی فتح علی صاحب عظیم آبادی کو یاد تھے۔ اُن کی ایک فہرست انہوں نے بعد میں مرتب کی تھی۔ اُس فہرست کی مدد سے مولانا غلام رسول صاحب فہر نے اپنی کتاب میں جن دو سو غازیوں کا نام لکھا ہے اُن میں مولوی سید وارث علی صاحب کا نام شامل نہیں ہے۔

علاقہ سوات کے قلعہ پنجتار میں شمالی دیوار سے ملی ہوئی مکانوں کی ایک قطار تھی۔ شمالی مشرقی برج میں امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی قیام گاہ تھی اور اس سے متصل پچھلے کمرہ میں مولوی سید وارث علی بنگالی رہتے تھے۔ پنجتار سے چنی جانے والے وقت جو ۳۰ اصحاب حضرت سید شہیدؒ کے ساتھ گئے تھے۔ اُن میں بھی مولوی وارث علی بنگالی کا نام شامل ہے۔ مایار کی لڑائی سے کچھ دنوں قبل توڑو کے مقام پر مغرب کی نماز کے وقت ہانڈی نہ اُتارنے کے باعث گوشت کو داغ لگ جانے کے سلسلہ میں حضرت سید شہیدؒ نے اپنے باورچی قادر بخش کچہ پوری کی تادیب کرتے ہوئے اُس کے مرد گارہ عبداللہ کے بارے میں جو ”مُرکود“ کا لفظ استعمال کیا تھا، اس موقع پر میاں جی نظام الدین چشتیؒ

۱۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تہر، جلد اول ص ۴۱۷-۴۱۸

۲۔ سید احمد شہیدؒ، غلام رسول تہر، جلد دوم، نقشہ قلعہ پنجتار مقابل ص ۶۹ اور ص ۷۰

۳۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تہر، جلد دوم ص ۱۵۹

قاضی علاء الدینؒ مولوی امام الدینؒ اور حافظ صاحبؒ وغیرہ کے ساتھ مولوی وارث  
بھی موجود تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد ان تمام حضرات نے آپس میں مشورہ کیا  
کہ عادت شریف غلام نادرؒ کی یہ لفظ حضرت کی زبان مبارک سے نکل گیا  
ہے۔ اس لئے حضرت کے حکم کے مطابق یاد دلانا چاہیے۔ چنانچہ بعد نماز عشاء  
میاں جی نظام الدین چشتیؒ نے یاد دلایا۔ آپ کو بہت افسوس ہوا۔ اور آپ نے  
عبداللہؒ کو بلوا کر تمام لوگوں کے سامنے اُس سے معافی مانگی۔ توبہ کیا اور مولانا  
اسمعیل صاحب شہیدؒ کے آنے پر سارا واقعہ اُن سے بیان کیا۔

مایاہ کی جنگ کے وقت سے جناب مولانا غلام رسول صاحب مہر کی کتاب  
میں حضرت مولانا صوفی سید وارث علی بنگالیؒ کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ حضرت  
صوفی نور محمد صاحبؒ مایاہ کی جنگ میں تھے۔ معرکہ بالا کوٹ (مئی ۱۸۳۱ء)  
کے بعد حضرت مولانا امام الدین صاحب بنگالیؒ اور حضرت صوفی نور محمد صاحب  
نظام پوریؒ بنگال واپس آئے اور ان دونوں بزرگوں نے نواکھلی اور چانگام  
کے علاقہ میں اپنے پیرو مشد کے تبلیغی اور اصلاحی کاموں کو جاری رکھا۔ حضرت  
صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں اسلام آبادیؒ نے  
احادیث الخوانین (تاریخ حمید) اور انوار النیرین میں ان دونوں بزرگوں کی  
اعلیٰ دینی خدمات اور اُن کی اصلاحی کوششوں کا بڑے احترام سے ذکر کیا ہے۔

مولانا غلام رسول صاحب تہر نے اپنی کتاب میں صوبہ سرحد کی معرکہ آرا بیوں کے سلسلہ میں جن ۱۳۵ شہداء کے اسلام کے اسمائے گرامی کی فہرست پیش کی ہے اس میں مولانا سید وارث علی بنگالی کا نام شامل نہیں ہے۔

مولانا غلام رسول صاحب تہر کو اس کا احترام ہے کہ معرکہ بالاکوٹ اور اس کے بعد ضروری کاغذات اور یادداشتوں کے ضائع ہو جانے کے باعث شہداء کی فہرست مکمل نہیں ہو سکی۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ حضرت صوفی سید وارث علی رحیمہ اپنے وطن واپس نہیں آئے۔ ورنہ خان بہادر حمید اللہ خاں اور دوسرے مورخین اپنی کتابوں میں حضرت سید شہید کے اس نامور خلیفہ اور مجاہد اسلام کا ضرور ذکر کرتے حیات و سی کے مصنف جناب مولانا ذین العابدین صاحب اختر می مدظلہ کا خیال ہے کہ قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سی کے والد محترم حضرت مولانا صوفی سید وارث علی پنجتار ضلع سوات کے پھیم پہاڑی علاقوں میں شہید ہوئے اور مزار مبارک آپ کا پنجتار (صوبہ سرحد) میں ہے۔ تمام حالات کی روشنی میں مجھے بھی مولانا ذین العابدین صاحب اختر می مدظلہ کے خیال سے پوری طرح اتفاق ہے۔

۱۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہر جلد دوم ص ۳۵-۳۳۲

۲۔ خط جناب مولانا ذین العابدین صاحب اختر می مدظلہ کلکتہ ۲۰۲۲ء۔ بنام راقم الحروف مورخہ

۸ جولائی ۱۹۷۲ء

# ۷۔ حضرت صوفی سید فتح علی دینی کی پیدائش اور تعلیم

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دینیؒ کی ابتدائی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ لیکن انہیں ۱۲۹۳ھ (ننگرہ فصلی = ربیع الاول ۱۳۰۴ھ = دسمبر ۱۸۸۶ء) میں انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۱ سال تھی۔ ان علاقوں میں زیادہ تر ننگرہ فصلی سال الج ہے۔ ننگرہ فصلی شمسی سال ہے۔ اس طرح شمسی سال کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۲۳۲ھ (ننگرہ فصلی یعنی ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء) میں ہوئی۔ امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمہ جہادی الاول ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی (اودھ) سے سفر جہاد پر روانہ ہوئے تھے۔ حضرت سید شہید رحمہ کی سفر جہاد پر روانگی سے چند ماہ قبل حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کی پیدائش ہو چکی تھی۔

مولانا زین العابدین صاحب خرمی نے لکھا ہے کہ ”بچپن سے نہایت

۱۔ ننگرہ سال شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے عہد حکومت میں ۶۳-۹۶۲ھ مطابق ۵۶-۱۵۵۵ء میں شروع ہوا۔ یہ فصلی سال ہے۔ ننگرہ اور عیسوی سال میں ۵۹۳ سال کا فرق ہے۔

۲۔ ہندوستان ایریکہ ۱۹۷۰ء۔ ص ۳۹

۳۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول جہر۔ جلد دوم ص ۲۸۲



نہیم اور ذکی الطبع تھے۔ کم سنی میں انہوں نے قرآن پاک اور دوسری چند ضروری کتابوں سے فراغت حاصل کر لیا۔ پھر تفسیر فرقانی، حدیث نبوی، فقہ اور اصول فقہ، عقائد، منطق اور فلسفہ، بلاغت اور خصوصاً عربی اور فارسی ادب میں مہارت کاملہ حاصل کی۔

ضلع ہوڑہ کے جگت بیجہ پور تھانہ میں من شیر ہاٹ کے قریب دہشتہ ایک تاریخی مقام ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں دہشتہ میں ایک شاندار مدرسہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی رح نے اسی مدرسہ میں مکمل تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ حضرت صوفی صاحب تعلیم کے لئے چار گام سے کب اور کس عمر میں دہشتہ تشریف لائے۔ ان کے اساتذہ کا بھی نام معلوم نہیں ہے۔ دہشتہ میں حضرت مولانا شاہ صوفی غلام قادر صاحب ایک مشہور عالم اور کامل بزرگ گذرے ہیں۔ یہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے خلیفہ اور حضرت صوفی فتح علی صاحب ولیسیؒ کے پر بھائی تھے۔ ان کا مزار دہشتہ میں ہے۔ دہشتہ کا مدرسہ اب باقی نہیں ہے۔

۱۔ حیات ولیسی، مایہ ناز تھے۔ مولانا زین العابدین اختر۔ حصہ اردو ص ۸

۲۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ۔ گارڈن ریح، کلکتہ، بنگالہ، راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۱ء۔ اس بات کی تحقیق کے لئے جناب مولانا زین العابدین صاحب محترم خود دہشتہ تشریف لے گئے تھے اور تحقیق کر کے راقم الحروف کو خط کے ذریعہ مطلع فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ویسیؑ کو فارسی زبان و ادب، اُس کے محاورات، ضرب الامثال اور عنایع و بدائع پر اہل زبان کی طرح عبور حاصل ہے۔ وہ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کے تہذیبی اور تمدنی مراکز سے بہت دور سلطنت کے اُس حصہ میں پیدا ہوئے تھے۔ جہاں مسلمانوں کا آفتاب اقبال اُن کی پیدائش سے بہت قبل شروب ہو چکا تھا۔ اُن کی مقامی زبان میں اسلامی ادب کا سرمایہ بہت کم تھا۔ لیکن اُن نامساعد حالات کے باوجود اپنی فطری ذہانت اور طباعی، ادبی ذوق و شوق، ندی ماحول، روحانی تربیت اور جناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پناہ جذبہ عشق کی بدولت، عشق و محبت کی ایک لافانی یادگار اور ادب فارسی کا ایک زندہ جادو کار نامہ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دیوان ویسیؑ ایک عاشقِ صادق کی طرف سے ملک بنگال کے مسلمانوں کے ایک ایسے نازِ تحفہ ہے۔

## ۸۔ حصولِ بیعت اور تعلیمِ طریقت

حصولِ تعلیم کے بعد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؑ کی طبیعت تصوف اور معرفت کی طرف مائل ہوئی اور وہ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؑ کے خلیفہ اور اپنے والد محترم کے دوست اور شریک کار

حضرت مولانا صوفی نذیر محمد صاحب نظام پوری رح کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے  
اور عرصہ دار تک اپنے پیرومرشد کی خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر سلوک کی منزلیں  
طے کرتے رہے اور اپنی محنت اور ریاضت اور مرشد کی نگاہ کرم سے علم طریقت  
میں کمال حاصل کیا اور اپنے وقت کے شیخ طریقت اور عارف کمال ہوئے۔

## ۹۔ سلاسل طریقت

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی رح کو سلسلہ  
عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت  
حاصل تھی۔ لیکن نقشبندیہ فیض غالب تھا۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کا  
سلسلہ تین واسطوں سے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح  
تک، سات واسطوں سے امام تبتانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد رونی سرحدی رح  
تک، پندرہ واسطوں سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح امام طریقہ عالیہ  
نقشبندیہ تک، اکیس واسطوں سے حضرت خواجہ عبدالحق مجددی رح تک،  
پچیس واسطوں سے سلطان العارفین حضرت خواجہ بابزید بسطامی رح تک اور  
انتیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ  
عنه تک پہنچتا ہے۔

طریقہ عالیہ قادریہ میں آپ کا سلسلہ معرفت سات واسطوں سے امام  
 کربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرمدی رح تک نیزہ واسطوں سے  
 حضرت شاہ گدار رحمن اول رح تک، پیر واسطوں سے قطب العالم، غوث الاعظم  
 حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رح پیران پیر دستگیر رح تک ستائیس  
 واسطوں سے حضرت شاہ سید موسیٰ الجون رح تک اور تیس واسطوں سے  
 امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

طریقہ عالیہ چشتیہ میں آپ کا سلسلہ معرفت سات واسطوں سے حضرت  
 شیخ قاضی خان یوسف ناصحی ظفر آبادی رح تک گیارہ واسطوں سے حضرت  
 شیخ نور الحق نور قطب عالم رح پانڈوہ شریف۔ ضلع الدہ) تک چودہ  
 واسطوں سے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی رح  
 تک سترہ واسطوں سے سلطان الہند سلطان العارفين حضرت خواجہ  
 معین الدین چشتی اجمیری رح تک، چوبیس واسطوں سے حضرت خواجہ  
 مفتی الدین ابو اسحاق شامی رح تک، تیس واسطوں سے حضرت خواجہ  
 فضیل بن عیاض رح تک اور تیس واسطوں سے امیر المؤمنین سیدنا  
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

## ۱۰۔ غلامت

حیات رسی کے مصنف نے لکھا ہے کہ قطب الارشاد حضرت صوفی



سید فتح علی صاحب دلیسی چانگام سے کلکتہ آکر ٹیپا برج میں نواب  
 واحد علی شاہ کے پرائیوٹ سکرٹری مقرر ہوئے اور بعد میں ترقی کر کے حکومت  
 کے قائم کردہ پریسیکٹیشن آفس جہاں سے معزول والی اودھ اور ان کے  
 اعزہ کو پنشن ملتی تھی۔ اس میں سپرنٹنڈنٹ کے تہذیب پر فائز ہوئے۔  
 جان عالم نواب واحد علی شاہ اختر سلطنت اودھ کے آخری حکمران  
 تھے۔ وہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۵۶ء کو تخت نشین ہوئے۔  
 لارڈ ڈلہوزی کے عہد حکومت میں ۱۳ جنوری ۱۸۵۶ء کو انتزاع سلطنت کا  
 اعلان ہوا۔ اور ۷ فروری ۱۸۵۶ء کو جنرل اورٹم ریزی ڈنٹ نے اودھ کے  
 چیف کمشنر کی حیثیت سے سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ سرکار انگریزوں نے معزول نواب  
 اودھ کی بارہ لاکھ اور ان کے اعزہ، اقرباء، ملازمین اور شاگرد پیشہ کی تین  
 لاکھ سالانہ پنشن مقرر کیا۔ نواب واحد علی شاہ ۵ رجب ۱۲۷۲ھ مطابق  
 ۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو لکھنؤ سے روانہ ہوئے اور ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کو ٹیپا برج  
 کلکتہ پہنچے۔ زمانہ غدر میں بادشاہ اودھ کو فورٹ ولیم میں قید کر دیا گیا۔ ۲۶ ماہ بعد  
 ۹ جنوری ۱۸۵۹ء کو قید سے رہا ہوئے۔ ۳ محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء کو  
 انتقال کیا اور کلکتہ میں ٹیپا برج کے امام باڑے میں دفن ہوئے۔

۱۔ حیات دلیسی۔ مولانا زین العابدین صاحب اختاری برزطلہ، حقہ اردو ص ۱۱۸۔

۲۔ تاریخ اودھ۔ نجم الغنی رام پوری۔ جلد پنجم۔ ص ۱۲۸۲-۱۱۸۔

ٹیابرج کا قلعہ مسلمانوں کے دور حکومت سے موجود تھا۔ یہ مقام کلکتہ کے جنوبی مغربی مصافحات میں گارڈن رینج کی مغربی حد اور دریائے ہوگلی کے جنوبی کنارے پر نہایت پُر فضا مقام پر واقع ہے۔ دریا کی دوسری طرف ٹھیک سامنے اتر سید پور مورہ کا شہرہ آفاق نیشنل پولیٹیکنیکل گارڈن ہے۔ مٹی کے اس قلعہ میں جہاں نواب واجد علی شاہ معزول نواب اودھ نے اپنے لئے عمارتیں بنوائیں اور امام باڑہ اور چڑیا خانہ وغیرہ تعمیر کرایا اس کو سلطان خانہ کہتے ہیں۔ غریب الوطنی میں نواب مرحوم کے ساتھ بیس ہزار آدمی وابستہ تھے اور ٹیابرج لکھنؤ کا نمونہ بن گیا تھا۔

ٹیابرج میں معزول نواب اودھ اور ان کے متوسلین کو پندرہ لاکھ سالانہ پنشن ملتی تھی اور حکومت ہند کی طرف سے اس پولیٹیکنیکل پنشن کے انتظام کے لئے ایک باضابطہ دفتر قائم کیا گیا تھا۔ اسی محکمہ کی طرف سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلویؒ نواب واجد علی شاہ کے پرائیویٹ سکرٹری مقرر ہوئے اور پھر ترقی کر کے اس دفتر کے سپرنٹنڈنٹ (ناظم) کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت دہلویؒ کلکتہ کب تشریف لائے اور کتنے دنوں تک پولیٹیکنیکل پنشن کے اس دفتر سے وابستہ رہے۔

۱۸۵۶ء میں نواب واجد علی شاہ کی کلکتہ میں آمد کے وقت حضرت دہلویؒ کی عمر اکتیس سال تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت کلکتہ میں موجود رہے ہوں یا نواب معزول کی فورٹ ولیم میں قید سے رہائی کے بعد یہاں مقرر ہوئے ہوں اندازہ







۷۔ دستخط مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی



کہ حضرت ولیؑ دس بارہ سال تک یہ سلسلہ ملازمت اس دفتر سے وابستہ رہے۔  
 چونکہ نومبر ۱۸۶۷ء میں انہوں نے اس پبلیشنگل مینشن آفس کے سپرنٹنڈنٹ کی  
 حیثیت سے مشاہرہ لیا تھا اور حسب قاعدہ ایک آنہ کی ملکیت چسپاں کر کے  
 مشاہرہ کے رجسٹر پر جو انہوں نے دستخط کیا تھا۔ اس کی فوٹو نقل ممتاز الحجین  
 صاحب مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ نے اپنے تصنیف حیات ولیؑ  
 کے حصہ نمبر میں ص ۲۵ پر پیش کیا ہے۔ ٹکٹ کے بائیں طرف بالائی گوشہ میں  
 فتح علی عرفیؒ لکھا ہے۔

۱۸۶۷ء میں صوفی صاحبؒ کی عمر بیالیس سال ہو چکی تھی اور وقت  
 گیا تھا کہ قدرت نے جن اعلیٰ مقاصد کے لئے اُن کو پیدا کیا تھا۔ اُن کی طرف  
 نئی طرح منوجہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا اخترؒ صاحب لکھتے ہیں  
 ”اس کے بعد حضور قبلہ نے اس عمدہ عمدہ کو ترک کرتے ہوئے توکل اور قناعت  
 طریقہ اختیار فرمایا اور اپنے ارشاد فیض بنیاد سے ایک جہان کی رشد و ہدایت  
 میں مصروف ہوئے۔“ قیاس غالب ہے کہ ۱۸۶۷ء کے کچھ ہی دنوں بعد وہ اپنی  
 سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو گئے اور زندگی کے باقی ماندہ اٹھارہ انیس سال  
 مسلمانوں کے اصلاح عقائد اور خلق خدا کی رشد و ہدایت میں صرف کیا۔

حیات ولیؑ۔ مولانا زین العابدین اخترؒ۔ حصہ دوم

## ۱۱- شادی

حضرت صوفی سید رفیع علی صاحب دہلی کی اہلیہ محترمہ بی بی فاطمہ  
پناسی ضلع مرشد آباد کی رہنے والی تھیں۔ شاید قیام کلکتہ کے ابتدائی زمانہ میں  
آپ نے پناسی میں شادی کی تھی اور سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد  
سسرالی کشتہ داری اور پھر سرکار شریف آباد میں مسلمانوں کے اعلیٰ تہذیب و  
تمدن کے باعث آپ نے پناسی ضلع مرشد آباد میں قیام کو پسند فرمایا ہو۔  
مسلمانوں کے دور کی قدیم سرکار شریف آباد کا بڑا حصہ اس وقت  
ضلع بردوان کے کٹوا اور ضلع مرشد آباد کے کانڈی سب ڈویژنوں میں اور کچھ  
حصہ بردوان صدر سب ڈویژن میں شامل ہے۔ یہاں مسلمانوں میں زیادہ تر  
شرقا، علما اور مشائخ کی آبادی تھی۔ دارالحکومت کوڑے سے ملنا پورا درکنات کوڑا والی

اے سرکار شریف آباد۔ شہر بردوان اور شہر مرشد آباد کا درمیانی حصہ جو ۲۶ پگنوں پر مشتمل  
تھا، جہاں شرقا کی آبادی تھی۔ دارالحکومت کوڑے کی تباہی کے بعد بہت سے علما اور مشائخ یہاں آکر آباد  
ہو گئے تھے۔ ۱۵۹۰ء میں بردوان شہر بھی اسی سرکاری میں شامل تھا اور اس کی آمدنی چھیا لیس ہزار  
دوسو روپے تھی۔ بردوان ضلع گزٹیر۔ جے سی۔ کے۔ پیرسن ۱۹۱۰ء ص ۱۴۲۔ اور  
رود کوڑے۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۱

اے رود کوڑے۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۱۔ مرشد آباد ضلع گزٹیر۔ ایس۔ ایس۔ اویلی ۱۹۱۲ء ص ۱۵۵



شاہی سڑک اس علاقہ سے گذرتی تھی۔ ۱۵۷۳ء میں گورنر کی تباہی کے بعد وہاں کے بہت سے علما اور مشائخ اس علاقہ میں آباد ہو گئے تھے اور اس علاقہ کے بہت سے دیہات اسلامی علم و ہدایت کا مرکز بن گئے تھے۔ سرکار شریف آباد کا مذہبی، تمدنی اور سیاسی مرکز کٹوا سب ڈویژن میں کوئٹہ زندگی کے کنارے منگل کوٹ کا قصبہ تھا۔ جہاں حضرت مخدوم شاہ محمد غزنوی عارف و پیر کا مزار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۲۰۲ھ میں یہاں تشریف لائے اور آپ کے فیض سے یہ علاقہ فتح ہوا۔ دوسرا مزار شاہ عبداللہ گجراتیؒ کا ہے۔ سلطان علاؤ الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۶۲۹ء) اور ان کے بیٹے سلطان ناصر الدین نصرت شاہ (۱۵۱۸-۳۲ء) کی بنوائی ہوئی شاندار مسجدیں ہیں۔ یہیں عہد شاہ جہانی کے مشہور بزرگ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقیؒ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند کا مزار ہے۔

حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی کے مورث اعلیٰ قاضی ضیاء الدین المعروف بابا احمد سالارؒ تیرہویں صدی عیسوی میں بادشاہ جلال الدین خلجی فیروز شاہ دوم کے عہد حکومت میں پٹوہ ضلع ہوگلی کے مشہور بزرگ حضرت صفی الدین شہیدؒ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ ان ہی کے نام پر سرکار



شرف آباد میں سالانہ نامی قصبہ ہے جو برہمہ اعلیٰ تعلیم گنج کوٹا کوپہ لان پر الیٹرن  
ریلوے کا اسٹیشن بھی ہے۔ مولانا حمید الدین دانشمندؒ منگل کوٹ میں پیدا ہوئے  
اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور شریف لے گئے۔ جہاں علوم ظاہری کا پوری طرح مطالعہ  
کیا اور ان علوم کا ایسا اثر ہوا کہ وہ صوفیائے کرام کے مخالف ہو گئے۔ اسی  
زمانہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ لاہور  
میں تھے۔ لیکن حضرات صوفیہ سے مخالفت کی بنا پر مولانا حمید الدین دانشمندؒ  
بنگالیہؒ نے ان سے فیض حاصل نہیں کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد وطن مالوٹ جاتے  
ہوئے دہلی آئے اور مفتی عسکریؒ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ مفتی صاحب  
آپ کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوئے لیکن اثنائے گفتگو میں ان کو معلوم ہوا کہ  
مولانا حمید دانشمندؒ تصوف اور مشائخ تصوف عموماً اور حضرت مجددؒ کے خصوصاً مخالف اور منکر ہیں  
دو تین دنوں بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ دہلی تشریف لائے اور اتفاقاً مفتی عسکری صاحب

لہ روڈ کوثر شیخ اکرام ص ۲۶۳؛ جناب مولانا نسیم احمد صاحب فریدی، فاروقی۔ امر وی لکھتے ہیں کہ  
لاہور سے وطن جاتے ہوئے حضرت مولانا حمید دانشمندؒ اگر وہیں خواجہ عبدالرحمن صاحب مفتی کا بی

کے مکان پر قیام پذیر ہوئے اور وہیں ان کی ملاقات حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ہوئی تھی۔ تذکرہ  
مجدد الف ثانیؒ۔ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی۔ لکھنؤ۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء۔ ص ۲۳؛ حضرت حمید بنگالیؒ  
وقف کیٹی کے صدر جناب ڈاکٹر ام۔ لے۔ ترازب صاحب، گورنمنٹل منگل کوٹ سے لکھے ہیں  
کہ حضرت شیخ حمید دانشمندؒ لاہور سے وطن جاتے ہوئے چند روز دہلی میں وہاں کے مفتی اعظم کے  
مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے ان کی پہلی ملاقات یہیں ہوئی۔

جس کا نام مولانا محمد منظور نعمانی ہے

کے مکان پر مولانا حمید دانشمند بنگالیؒ سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ جب مولانا حمید دانشمند بنگالیؒ کو مفتی صاحب کے مکان پر حضرت مجدد پاکؒ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس خیال سے کہ ان سے ملاقات نہ ہو، وہاں سے قبل ہی روانہ ہو گئے۔ لیکن اپنی ایک قیمتی کتاب وہاں بھول آئے۔ جب کتاب لینے واپس آئے، تو حضرت مجددؒ تشریف لے چکے تھے۔ یہ اُس مجلس میں نہایت خاموشی کے ساتھ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ مجلس ختم ہونے کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ یکایک وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مفتی صاحب کی گزارش کے باوجود نہیں کھڑے۔ جاتے وقت حضرت شیخ حمید الدین بنگالیؒ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا ”ہائے شیخ حمید! یہاں جاؤ وہ اند“ مفتی صاحب حضرت مجدد پاکؒ کو دروازہ تک پہنچاتے آئے، ان کا خیال تھا کہ مولانا حمیدؒ حضرت مجدد پاکؒ کی مخالفت اور ان سے بد اعتقادی کے سبب اپنی جگہ سے نہیں گئے بھی نہیں لیکن دیکھا کہ حضرت مجددؒ کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت حضرت مجدد پاکؒ ان کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ مولانا حمید بنگالیؒ دروازہ پر گرے اور ویراں کھڑے رہے۔ اس کے بعد حاضری کی اجازت دی گئی، بیعت سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ دہلی سے سرسید تشریف لے گئے۔ تو یہ بھی ساتھ گئے، تقریباً دو سال تک آستانہ عالیہ پر حاضر رہے اور منازل سلوک طے کئے۔ اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور پیر و مرشد کے حکم سے وطن کو واپس آئے۔

۱۔ مذکرہ مجدد الف ثانیؒ۔ مولانا محمد منظور نعمانی۔ ص ۳۳۔ اور خط جناب ڈاکٹر محمد ابوالتراب صاحب

اجازت و خلافت کے بعد حضرت مجدد پاک نے آپ کو اپنا ایک خرقہ بھی دینا چاہا لیکن مولانا شیخ حمیدؒ نے عرض کیا کہ اُن کے لئے حضرت کا پاپوش مبارک کافی ہے۔ حضرت مجددؒ نے آپ کی اس درخواست کو قبول فرمایا۔ حضرت شیخ حمید بنگالیؒ پیر و مرشد کی "کفش مبارک" کی پیش بہاد دولت کو اپنی دستار میں لپیٹ کر وطن کو روانہ ہوئے اور زندگی کا باقی حصہ ارشاد و ہدایت میں صرف کیا۔ ۱۲۵۳ھ میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک منگل کوٹ ضلع بردوان میں اسلامی ہند کی بہت بڑی زیارت گاہ اور مرجع خلافت ہے۔

حضرت مولانا شیخ حمید دانشمند بنگالیؒ مشرقی ہندوستان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔ بعد وفات کی دہرے سے آپ کو سر ہند شریفین میں آستانہ عالیہ پر دوسری بار حاضری کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن آپ کی ذات والا صفات سے سر زمین بنگالہ میں نقش بندی، مجددی فضا کا چشمہ جاری ہوا۔ اور ہزاروں ہزار طالبین حق نے آپ سے فیوض و برکات کے خزانے حاصل کئے اور منزل مقصود پر پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ جہاں بادشاہ آپ کا بہت معتقد تھا۔ نور جہاں سلیم

[بقیہ حاشیہ ۱۵۸ کا]

منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

لے رد کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۶۳۔ تذکرہ مجدد الف ثانی۔ مولانا محمد منظور نعمانی ص ۳۲۲ اور

خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب مئی ۱۹۷۵ء



کی سارشوں کے باعث باب سے بغاوت کر کے ۱۶۲۴ء میں جب اُس نے ورد کو فتح کیا، تو منگل کوٹ جا کر آپ سے ملاقات کی اور اخذ فیض کیا۔ اس سفر میں بادشاہ نے منگل کوٹ سے چڑھیل کے فاصلہ پر آگے ندی کے کنارے جہاں آبا نامی بستی میں قیام کیا اور وہاں سے پانچ سو روپے عطا فرمایا حاضر ہوا۔ آپ کی مدرسہ اور خانقاہ کے اخراجات کے لئے ۸۰ ہزار سالانہ آمدنی کی وسیع اراضی کا ذکر جاری کیا۔ جب حضرت نے لاخروج زمین قبول کرنے سے انکار کیا تو ایک آغا فی بیگہ سرکاری مال مقرر کیا گیا۔ مزار مبارک کے پاس جو مسجد تھی اُسے اسی مال نے تعمیر کرایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ جہانی مسجد کی تعمیر کے زمانہ میں ایک شہر چھوٹی تھی۔ کاریگروں نے آپ کو خبر کی۔ آپ نے کاریگروں کو ناشتہ کرنے کے لئے گھر بھیج دیا اور ان لوگوں کے غائبانہ میں شہر سے فرمایا۔ ”تم جنگل میں بڑھو کیا میری مسجد کے لئے یہاں نہیں بڑھ سکتی“ چنانچہ شہر بڑھ گئی اور ضرورت سے زیادہ پانی گئی۔ بہت سے لوگوں نے مسجد کی دیوار سے باہر اس شہر حقتہ دیکھا تھا۔ اب اُس مسجد کا صرف ایک ستون اور اُس کے سنگ بنیا

۱۶۲۴ء کو شہر شیخ محمد اکرام صاحب ۴۶۳ ہجری "حضرات القدس" مولانا بدرالدین سرہندی اور مفتیوں نے صاحب مولوی عبدالعلی متعلق منگل کوٹ دیوار اٹلیہ ریسرچ سوسائٹی جنرل ۱۹۴۵ء خط ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب، نور منزل۔ منگل کوٹ ضلع وردوان۔ موصولہ ۲۹ مئی





۸۔ مزار مبارک حضرت شیخ حمید دانشمند زنگالی در مینگل کوت ضلع بردوان



کاعربی کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

جب تک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی زندہ ہے۔ پیر و مرشد کی کفش مبارک کو نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ اپنے حجرہ میں رکھا۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمہ کے پاپوش مبارک کو مزاح شریف کے پاس اُس تالاب میں ڈال دیا گیا جس کو پیر لو کھر کہتے ہیں۔ اُس تالاب سے بھی فیض جاری ہوا۔ اور آج بھی دُور دراز سے لوگ اس تالاب میں غسل کرنے آتے ہیں اور حضرت مجدد پاکؒ کے فیض سے شفا پاتے ہیں۔ حضرت مولانا شیخ حمید الدینؒ کے متعلق رشید شہزاد پوریؒ کے یہ چند اشعار بہت مشہور ہیں۔

نہے مخدوم سہندی کہ پیر حریج پیش او خیمہ نیش آبدیچو طفل اندہ سبقتی خوانی  
ز علم او چہ برگویم کہ گزشتہ کم شاید صیفہ صفو گریوں و دودہ بزم کیوانی

”ہو البیت العتیق“ سے مسجد کی تاریخ ۱۰۶۵ھ ۵۵۲-۵۵۳ھ لکھی ہے۔ شاہ جہانی مسجد کا پودا کتبہ تاریخ یہ ہے: قال البیہی بحمدی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجد اللہ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ۔ قد بنی لمن البیت فی عہد سلطانیہ الاعظم و خاقان الاعظم صاحب قرارتانی۔ اذ اسئلت عن بناء تلخیصہ۔ فعل ”ہو البیت العتیق“ خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب منگل کوٹ مودہ ۲۷ مئی ۱۹۴۵ء اور خط الطبع مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظاہر دہاکہ ۱۷ مودہ ۱۹۴۵ء۔

یہ خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب مظاہر صدر حضرت حمید بنگالی روح وقف کیٹی ”منگل کوٹ بنام راقم الحروف“ (بقیہ حاشیہ ۱۶۲ پر)

چه اولاد کبار او که قیوم زمان بوده  
 زبان کشتی نوح آمد در موج طوفانی  
 زینکالہ چه بر گویم کہ مولانا حمید او  
 بیایوش جناشتں آمدہ مقبول بانی  
 نیسے پاپوش پاک او کہ چوں خاک شفا کردہ  
 شغلے ظاہر و باطن بخلق الشرار زانی  
 بمنگل کوٹ او نگر کہ گلزار ارم بودہ  
 در دیوار او اکنون نہادہ سر پوریانی  
 بے کس گنج زینہاں نیلیر جز پوریانی  
 بے کس آب حواں را ندیدہ جز بطلانی  
 ایاشاہ بلند اختر چراغ بزم سرمندی  
 کہ مرغا روح تو بوندہ چو مرغ خان قانی

[بقیہ حاشیہ ۱۶۱ کا]

موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

۳ شہزاد پور۔ کاراٹو یا اوراترائی ندیوں کے مقام اتصال کے قریب ضلع پایہ مشرقی بنگال کے سران گنج  
 سب ڈویژن کا مشہور قصبہ اور تھانہ کا صدر مقام ہے۔ کلکتہ لینی ورسی کے سابق کچر مولانا سید عبدالرشید  
 صاحب مجددی رشید بیہا کے نامور عالم گزلیے ہیں۔ گلبانگ رشید آپ کی مشہور تصنیف ہے جس میں حضرت  
 امام ربانیؒ کی شان میں نہایت عمدہ قصیدہ شامل ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع اور مقطع یہ ہے :-

نورشید بزم اولیا مشتاق دیدار تو ام جمشید تخت کبریا مشتاق دیدار تو ام  
 بندہ رشید بے نوا در مدح تو نعمہ سرا لے بیل باغ دلی مشتاق دیدار تو ام  
 ماخوذ الفوقان ابرہی۔ مجدد الف ثانی نمبر ۹۵۔ ۱۳۵۷ھ۔ مرسہ الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب

مطلعہ ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۷۵ء

۱۵ ماخوذ از تحفہ مجددیہ، حصہ اقل فارسی منہ نقل کردہ مولانا اس۔ ام۔ نواب علی صاحب مدرسہ عالیہ  
 ڈھاکہ۔ مورخہ یکم مئی ۱۹۷۵ء۔ مرسہ جناب مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب (بقیہ حاشیہ ۱۶۲ پر)



مکتوبات امام ربانیؒ میں حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالیؒ کے نام چار خطوط ملتے ہیں۔ پہلا خط دفر اول حصہ اول میں (مکتوب ۷۵) ہے اس میں حضرت مجدد پاکؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ کمال کے مرتبوں میں استعداد کے تفاوت کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ دوسرا خط دفر اول حصہ دوم میں (مکتوب ۷۶) ہے۔ یہ اہم اور طویل خط سارے چار صفحات میں ہے۔ اس میں مریدوں کے آداب ضروری اور مقامات روحانی کے متعلق صوفیوں کی بعض غلط فہمیوں کا مفصل بیان ہے۔ تیسرا خط دفر دوم میں (مکتوب ۷۷) چھ صفحات میں ہے اس میں کلمہ طیبہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ طریقت، حقیقت اور شریعت پر مشتمل ہے اور کمالات نبوت کے مقابلہ کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں۔ صاحب ولایت کو شریعت سے چارہ نہیں وہ ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلف ہے۔ چوتھا خط دفر دوم میں (مکتوب ۷۸) ہے۔ اس میں حضرت مجدد پاکؒ نے اپنے دو افتادہ مرید سے شکایت کی ہے کہ ان کی طرف سے خط بہت کم آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”اخوی ارثی میاں شیخ حمید، عجب انزو! اختیار نمودند کہ سلام و پیام

بقیہ حاشیہ ص ۱۶۲ کا ۱۔

جیوناتھ باسک لین ڈھاکہ موصولہ ۱۹۷۵ء؛ تذکرہ مجدد الف ثانیؒ۔ مولانا منظور نعمانی ص ۳۳۲ (صفحہ چار اشعار۔ چوتھا سے ساواں تک)

۱۔ مکتوبات حضرت امام ربانیؒ (دو ترجمہ) المجلتہ العلمیہ۔ حیدرآباد ۱۹۷۲ء

راہم آنجا گنجائش کمتر است، دریں ہفت و ہشت سال یک کتابت

از جانب شمار سیدہ آہنم ناتمام و بے سر انجام کتابت ہا کہ لایں جانب

مردود معلوم نیست کہ بشما می رسد یا نہ

اسی خط میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ محمد علی کو جو پانچ سال تک میرے

ساتھ رہے اور سلوک کے احوال سے واقف ہیں۔ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تاکہ آپ کے احوال سے آگہی حاصل کریں اور اس سیدہ کے لئے مناسب مشورے دیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ نے حضرت

شیخ حمید الدین دانشمند ننگالی رحمہ کو جو خلافت نامہ عطا کیا تھا وہ حضرت بدر الدین سرہندی رحمہ کی کتاب "حضرات القادس" دفتر دوم مطبوعہ لاہور میں درج ہے۔ تبرکاً

امام آپ حصار شلوان علاقہ اصفہان، ایران کے رہنے والے تھے۔ مسکین طبع اور خموشی پسند بزرگ تھے۔ تعلیم طریقت کی تکمیل کے بعد حضرت مجدد پاک رحمہ نے آپ کو پٹنہ (صوبہ بہار) روانہ کیا تھا۔ پٹنہ میں قتل سے حضرت مجدد رحمہ کے ایک خلیفہ شیخ نور محمد رحمہ اور تھے حضرت نے لکھا ہے کہ مولانا عبدالحی اور شیخ نور محمد رحمہ دونوں بزرگوں کا وجود شہر (پٹنہ) میں قرآن السعدین کی مانند میں مکتوبات ربانی کا دفتر ثانی مولانا عبدالحی رحمہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ تذکرۃ العابدین (ص ۱۶۳) میں ہے کہ آپ نے ۱۰۸۰ھ = ۱۶۶۹ء میں انتقال فرمایا۔

تذکرہ مجدد الف ثانی۔ مولانا محمد منظور نعمانی ص ۳۳۹-۳۴۰

۲۔ نقل خلافت نامہ مع اردو ترجمہ برسلہ جناب ڈاکٹر محمد انور صاحب نور منزل سنگھ کوٹ ضلع برودان۔

مئی ۱۹۷۵ء، خلافت نامہ مع اردو ترجمہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی برسلہ جناب الحاج مولانا سید

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۵)

وتمننا اس مبارک تحریر کو یہاں نقل کیا جاتا ہے :

أَمَّا بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ فَيَقُولُ الْعَبْدُ الْمُفْتَقِرُ  
إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ الْمَلِكِ الْوَلِيِّ أَحْمَدُ بْنُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْاَحَدِ  
الْقَائِدُ وَقِي النَّقْشَبَنْدِيِّ رَحِمَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ رَحْمَةً  
وَأَسْعَتَهُ أَنْ أَخَ الْعَالِمِ وَالصَّادِقِ الصَّالِحِ عَالِمِ عُلُومِ  
الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ الشَّيْخِ حَمِيدِ بْنِ الْبَنَكَالِيِّ وَفَقَهُ  
اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِمَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ لَمَّا قَطَعَ مَنَازِلَ السُّلُوكِ  
وَعَرَّجَ مَعَاجِمَ الْجَذْبَةِ وَوَصَلَ إِلَى دَرْجَتِهِ الْوَلَايَةِ  
بَعْدَ أَنْ حَصَلَ لَهُ إِفْدَ رَاجُ النِّهَايَةِ فِي الْبِدَايَةِ  
أَجَزَتُهُ لِتَعْلِيمِ طَرِيقَتِهِ الْمَشَاجِجِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ  
قَدِّسَ اللَّهُ أَسْرَارَهُمْ لِلطَّالِبِينَ الْمُسْتَرْشِدِينَ  
وَالْمُرِيدِينَ الْمُخْلِصِينَ بَعْدَ إِسْتِخَارَةٍ وَحُصُولِ  
الْإِذْنِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالْمَسْئُولِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ  
أَنْ يُعْصِمَهُ عَمَّا لَا يَلِيقُ وَيَحْفَظَهُ عَمَّا لَا يَنْبَغِي وَ

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۴ کا]

محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ بمولانا محمد منظور نعمانی نے اپنی کتاب تذکرہ مجدد الف ثانی  
میں ص ۳۳۱ پر زبدۃ المقامات کے حوالہ سے اس خلافت نامہ کو نقل کیا ہے۔ حضرات القدس اور  
زبدۃ المقامات کی عبارت میں دو جگہ الفاظ کا فرق ہے۔

الْأُسْتِقَامَتَهُ عَلَى مُتَابَعَتِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ  
الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمَاتُ ۝

اردو ترجمہ

عبد محمد و نعت کے فقیر محتاج رحمت ایزدی احمد بن شیخ عبدالاحد فاروقی  
نقشبندی (اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی رحمت واسعہ میں لے لے) کہتا ہے کہ  
براہ عالم صدیق صالح عالم علوم شریعت و طریقت حقیقت شیخ حمید ننگالی  
نے اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی محبت و رضا کی توفیق دے (منازل سلوک کو طے کیا  
اور معارض جذبہ پر عروج کیا اور مراتب ولایت پر داخل ہوئے اور اس کے بعد  
انہیں اندراج نہایت فی البدایت حاصل ہو چکا۔ اس لئے میں نے اُن کو اجازت  
دی کہ طریقہ نقشبندیہ (اللہ تعالیٰ اُن کے اسرار کو پاک کرے) کی تعلیم مریدین  
طالبین و مخلصین کو دیں اور یہ اجازت تعلیم بعد استیفاء و اجازت اکیہ دی  
گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بجائے اُن کو اُمود غیر لائقہ سے اور محفوظ رکھے  
اُن کو اعمال غیر مرضیہ سے اور اتباع سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰت  
والتسلیمات پر استقامت کی توفیق بخشے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و سی حضرت مولانا شیخ حمید الدین  
دانشمند ننگالیؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منگل کوٹ تشریف لے گئے  
تھے۔ قصبہ منگل کوٹ میں آپ کے بہت سے مریدین اور متوسلین بھی تھے۔

لے خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب مظاہر نور منزل منگل کوٹ، ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف  
مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۷۵ء





حضرت مولانا شیخ حمید بنگالی

قدوس، يسر، العزيز

## مقام مشکل کوٹ خٹام پردوان

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرحدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خلافت امام حضرت مولانا شیخ  
محمد بنگالی قدس سرہ العزیز کو عنایت فرمایا تھا وہ یہ ہے۔

## خِلَافَتِ نَامَہ

آمَنَّا بِعَدِّ الْحَمْدِ وَحُشْنُوهُ فَيَقُولُ الْعَبْدُ الْمُفْتَقِرُ إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ الْعَلِيِّ الرَّحِيمِ أَحْمَدُ بْنُ الْيَاقِينِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ  
 الْغَارُو فِي النَّفْسِ بِنْدِي رَحِمَهُمَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ رَحْمَةً فَاسِعَةً أَنَّ الْأَخْرَ الْعَالِمَ وَالْقَدِيرَ الْقَدِيرَ الْقَدِيرَ  
 عَالِمَ عُلُومِ الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ وَالْحَقِيقَةِ السَّيِّدِ حَسْبُكَ الْبَشَاكِلِ وَنَعْنَعُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِمَا يُجِبُّهُ وَرَفَعَهُ  
 لَمَّا قَطَعَ مَنَازِلَ السُّلُوكِ وَغَرَجَ مَعَارِجَ الْجُودِ بِهِ وَوَصَلَ إِلَى دَرَجَةِ الْوَلَايَةِ بَعْدَ أَنْ حَصَلَ لَهُ اسْتِدْرَاجُ  
 الرُّبَا بِأَقْوَى الْيَدِ إِذْ أَجَزَتْهُ لِيُعَلِّمَ طَرِيقَةَ الْمَسَاجِدِ النَّفْسِ بِنْدِي وَبِهِ قَدَرُ اللَّهِ أَسْرَارَهُمْ لِلْقَلْبِ الْبَاسِ  
 الْمُسْتَشِيرِينَ وَالْمُرِيدِينَ الْمُتَعَلِّمِينَ بَعْدَ اسْتِفَارَةٍ وَحُصُولِ الْإِذْنِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالسُّؤْلِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ  
 أَنْ يُعِيضَهُ عَمَّا لَا يَلِيْقُ وَبِحَضْرَةِ عَمَّا لَا يَنْبَغِي وَالْإِسْتِقَامَةَ عَلَى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَوَعَلَيْهِمُ  
 السَّلَامُ وَالسَّلَامَاتُ

تجربہ

[illegible]

میں نے یہ کہہ کر بہت جلد سے تھوڑی سی بات چیت کی۔

تذکرہ شریف



جن کا ذکر آگے خلفاء اور مریدین کے سلسلہ میں آئے گا۔

دہائی بنجائے کے سبب دارالحکومت گورکھ کی طرح خیب منگل کوٹ کا قصبہ بھی تقریباً ویران ہو گیا، تو حضرت حمید الدین دہشتی کے مزار مبارک کے آس پاس علاقہ جنگلوں سے بھر گیا اور مزار شریف تک جانا مشکل تھا۔ مزار مبارک کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔ لیکن ۱۹۳۸ء میں کلکتہ سے دیندار اور صاحب ہمت مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب رحبڑار

لے خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کے مورث اعلیٰ بغداد سے دہلی اور دہلی سے عہد شاہ جہانی میں بنگا آئے۔ ان کے والد جناب خان بہادر مولوی غلام قاسم صاحب (متوفی ۱۳۳۳ھ = ۱۹۱۹ء) بشیر پٹ شیعہ چوبیس پرگنہ کے رہنے والے بڑے بااثر رئیس اور وسطی بنگال میں مسلمانوں کے ایک مشہور رہنما تھے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں بنگال رحبڑار میں داخل ہوئے۔ رحبڑار انشورنس کی حیثیت سے ۱۹۲۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ شریعت شمس العلماء مولانا غلام اسلامی صاحب (فرزہ شریف) سے حاصل تھا۔ اعلیٰ خدمات کے صلہ میں جنوری ۱۹۳۶ء میں ان کو خان بہادر کا خطاب ملا۔ ۵ جون ۱۹۵۶ء کو کلکتہ میں انتقال ہوا۔ مزار آپ کا ریسے پرن پل لین کلکتہ کے تیل جالا قبرستان میں ہے۔ ان کی شادی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ سی۔ سابق وزیر بھوپال کی چھوٹی صاحبزادی عصمت النساء بیگم سے ہوئی تھی۔ نوابزادی عصمت النساء بیگم کی تہہ پیل رام پور (لوہی) کے مجددی خاندان میں تھی وہ اسلامیات اور ادب اردو میں ہمارے کاملہ رکھتی تھیں۔ اردو کی نہایت کامیاب شاعر تھیں۔ اکثر ان کا کلام (بقیہ حاشیہ ص ۱۶۸ پر)

آشورس کی نگرانی میں منگل کوٹ پہنچی۔ اس جماعت میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دکنی کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب صدیقی رح کے دو مرید پریریشی کالج کلکتہ کے پروفیسر جناب مولانا عبدالحق صاحب رح اور جناب سید معین الدین

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۷ کا]

اور ان کے مضامین الفرقان بریلی اور عصر جدید کلکتہ میں شائع ہوئے تھے۔ ۳ جولائی ۱۹۵۷ء کو چانگام میں انتقال ہوا۔ مزار شاہ غریب اللہ کی پہاڑی پر ہے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح نے حضرت امام ربانی رح اور ان کے نامور خلیفہ مولانا حمید الدین دانشمند ننگالی رح کے متعلق بہت تحقیقی کام کیا تھا۔ منگل کوٹ میں مزار شریف کی صفائی اور مرمت کے سلسلہ میں ننگال وقت بورڈ نے ان کی خدمات کو بہت سراہا تھا۔ خان بہادر صاحب رح کے بڑے بیٹے فاروق احمد ام۔ لے چانگام میں اور دوسرے بیٹے ابوزاہر جلیل احمد ام لے ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ المرحوم مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ آپ کے حقیقی بھائی ہیں۔ خط جناب مولانا بشیر الدین صاحب مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء اور خط جناب ابوزاہر جلیل احمد صاحب مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء اور خط جناب ڈاکٹر محمد ابوزہاب صاحب منگل کوٹ بموصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

جناب سید معین الدین صاحب علی پور ضلع چوہیں پرگنہ۔ انسپکٹر پولیس کو حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب صدیقی رح سے شرف بیعت حاصل تھا۔ یہ جناب سید عبدالعزیز صاحب (متوفی ۱۹۲۱ء) علی پور کے صاحبزادے اور جناب خان بہادر غلام قاسم صاحب رئیس بشیر پور ضلع چوہیں پرگنہ کے داماد تھے۔ ۱۹۲۲ء میں انتقال ہوا۔ مزار آپ کے مرقور پور ضلع سنہال پرگنہ میں ہے۔ آپ کی بھتیجی سیدہ منورہ بیگم (سنت سید غلام محی الدین صاحب) سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دکنی رح (بقیہ حاشیہ ص ۱۶۹ پر)



صاحب السیکٹر پولیس شامل تھے۔ ان بزرگوں کی کوششوں سے حضرت حمید الدین  
دانشمندؒ کے مزار شریف کے پاس جنگل کو صفات کیا گیا۔ راستہ بنایا گیا۔ مزار شریف  
کی عمارت کی ضروری مرمت کرائی گئی۔ اس کے بعد زائرین کی آمد و رفت میں سہائی  
ہوئی۔ مزار مبارک کی حفاظت اور اس کے مستقل انتظام کے لئے منگل کوٹ میں  
ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جو جناب ڈاکٹر محمد الوتر اب صاحب مدظلہ کی صدارت میں  
قابل قدر اور لائق ستائش خدمات انجام دے رہی ہے۔

قطب العالم غوث الاعظم حضرت پیران پیر دستگیرؒ کی اولاد میں سیدنا  
حضرت ذاکر علی القادری بغدادی ایک اشارہ غیبی کے تحت ۱۷۶۷ھ  
میں منگل کوٹ تشریف لائے اور یہیں اکیاشی سال کی عمر میں ۱۱۹۲ھ =  
۱۷۷۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ سیدنا مرشد علی القادریؒ نے آپ کے  
وصال کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

نور چشمِ مبین محی الدین کہ بود      راہی ملک بقا شراں دلی  
گفت سالش عاقی افسردہ دل      زندہ دل آگاہ دل ذاکر علی

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۸ کا] ۱۱۹۲ھ

کے پوتے سید سعید الرحمن صاحب مرحوم کی شادی ہوئی تھی حضرت مولانا ابو بکر صاحب کے خلیفہ  
اور بنگال کے نامور عالم اور عوفی الحاج مولانا سید بشیر الدین صاحب مدظلہ جناب سید معین الدین  
صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۸)

لے ماخوذ از بہر نجان خار غل فی مناقب محبوب سبحانی رح المروث بہ دیوان حضرت جمال۔

منگل کوٹ ہی میں سیدنا حضرت ذاکر علی القادریؒ کے بھتیجے، داماد اور جانشین سیدنا شاہ طفیل علی قادریؒ بھی آرام فرما ہیں۔ سیدنا حضرت ذاکر علی القادریؒ اور ان کے خاندان کے دوسرے بزرگوں کی مساعی جمیدہ سے بنگال میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت ترقی ہوئی۔ آپ کے بھائی سیدنا روشن علیؒ پورنیہ (بہار) تشریف لے گئے اور وہاں سلسلہ قادریہ کامرکز قائم کیا۔ سیدنا شاہ طفیل علی قادریؒ کی دوسری شادی مدنا پور میں حضرت شہباز بھاگل پوریؒ کے ممتاز خلیفہ دیوان سید جی البلیجیؒ (چندن شہید) کے

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۹ کا]

قطعات ص ۳۹۵۔ منبع ستارہ ہند لمیٹڈ کلکتہ۔ مرسلہ جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔  
موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء

۱۷۔ حضرت مولانا سید شہباز بھاگل پوریؒ عہد شاہ جہانی میں مشرقی ہندوستان کے نامور بزرگ گذرے ہیں۔ حضرت سید جلال بخاریؒ کی پذیرہ میں پشت میں تھے۔ والد کا نام مولانا سید شاہ محمد خطابؒ اور داماد کا نام حاجی خیر الدینؒ تھا۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید حسین سہروردیؒ کامزار محلہ دائرہ بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) میں ملوک کے کنارے ہے۔ باپ سے بغاوت کے زمانہ میں شاہ جہاں آپ کی خدمت میں دُعا کے لئے حاضر ہوا تھا۔ مولانا شوکت علیؒ فرماتے ہیں کہ ۱۵۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم والد کی نگرانی میں اور پھر قنوج میں ہوئی۔ ۱۶۰۵ء (۱۰ جون ۱۶۲۳ء) انتقال ہوا۔ پروفیسر سید حسن عسکریؒ آپ کا سال وفات ۱۶۰۵ء = ۱۶۶۶ء تسلیم کرتے ہیں۔ مزار مبارک آپ کا بھاگل پور میں ریلوے اسٹیشن سے متصل دکن مولانا چک میں منبع فیض (بقیہ حاشیہ ص ۱۷۱ پر)

خاندان میں ہوئی تھی۔ آپ نے ۱۸۳۶ء میں انتقال کیا۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے  
 حضرت سید عہر علی قادری المعروف بہ حضرت اعلیٰ حضور تھے۔ ۱۸۰۸ء میں مدناپور  
 میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۸۶۸ء میں انتقال ہوا۔ آپ نے مدناپور میں ایک مدرسہ  
 اور خانقاہ قائم کیا۔ اور اصناف مدناپور۔ ہوڑہ۔ ہوگلی۔ بانکورا۔ بردوان۔ مرشداباد۔  
 اور برہمپور میں آپ کے دورہ کے تبلیغ و ہدایت کی نیک اور اعلیٰ خدمات انجام دیں۔  
 اور ان علاقوں کے مسلمانوں کو آپ سے بہت فیض پہنچا۔ حضرت صوفی فتح علی صاحب  
 دہلوی (متوفی ۱۸۸۶ء) نے آپ کا زمانہ دیکھا۔ حضرت اعلیٰ حضور کے جانشین  
 حضرت شاہ علی عبدالقادر شمس القادر مرشد علی القادری تھے۔ آپ مدناپور میں جمعہ  
 ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ = ۱۶ جولائی ۱۸۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر  
 میں اپنے والد کے جانشین ہوئے اور تقریباً ۳۴ سال تک مسند ارشاد و ہدایت پر

بقیہ حاشیہ ۱۷۱

اور مرجع خلافت ہے۔ بھاگل پور میں نزل جوگی سے مقابلہ ہوا تھا۔ امور شریعت کے سختی سے پابند تھے۔  
 بھاگل پور میں بہت بڑا مدرسہ قائم کیا تھا پانچ سو کتابیں دست مبارک سے لکھی تھیں۔ مدناپور مغربی بنگالہ  
 کے حضرت دیوان سید حبیبی (چند شہید) اور پٹنہ عظیم آباد کے ملا شادمان رح آپ کے مشہور خلیفہ ہوئے  
 میں حضرت چند شہید کامز اور مدناپور کے محلہ مینا بانا میں ہے۔ وہاں مسجد میں قرآن پاک کا ایک قدیم  
 نسخہ ہے۔ ملا شادمان رح کامز اور بہار انجمن رنگ کلچر پٹنہ کے میدان میں ہے۔ فرخ سیر آپ کا بہت  
 معتقد تھا۔ مدناپور گز بیٹر۔ ایس۔ ایس۔ او۔ میلی ۱۹۱۱ء۔ منہا وند پاکستان کے ادلیا۔

شوکت علی نہمی ۱۸۴۷-۱۹۰۰ء کرنٹ اسٹڈیز کے پٹنہ کالج۔ جنوری ۱۹۵۸ء ۳۳۔ سید حسن عسکری



جلوہ افروز رہے۔ زیادہ تر قیام کلکتہ میں رہا۔ احوال ۱۳۸۸ھ = ۱۹۰۷ء فروری  
 ۱۹۰۷ء کو انتقال ہوا۔ مزار مبارک ملنا پور میں ہے۔ جس پر ایک نہایت خوبصورت  
 عمارت بنی ہوئی ہے۔ سیدنا حضرت مرشد علی القادری رحمہ نے اردو اور فارسی  
 میں اپنا دیوان مرتب کیا۔ اپنے والد بزرگوار کی طرح آپ بھی حضرت صوفی فتح علی  
 صاحب دہلوی کے ہم عصر تھے۔ صوفی صاحب کے پندرہ سال بعد آپ کا وصال  
 ہوا۔ سینٹ زیویرس کالج کلکتہ کے پروفیسر مولانا عبدالرحمن قادری نے آپ  
 کے سوانح حیات اور ارشادات ”تذکرۃ المولوی“ کے نام سے دو جلدوں میں  
 شائع کیا۔ سیدنا مرشد علی القادری رحمہ کے جانشین حضرت سید شاہ ارشد علی  
 قادری رحمہ المعروف بہ حضور مولانا ہوئے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے اور  
 ۱۹۵۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ خان بہادر عبدالقادر صاحب ڈسٹرکٹ جج ٹریٹ  
 ٹیرا نے انگریزی میں اے بالوگرافی آف مائی حضور کے نام سے آپ کی سوانح  
 حیات تصنیف کی جو کلکتہ سے ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔

سرکار شریف آباد کے علاقہ میں سالار بنو دیہ اور منصور پور وغیرہ  
 مواضعات کے آئندہ کاران صدر لقی سلطان غیاث الدین کے قاضی القضاات  
 شیخ سراج الدین رحمہ کی اولاد میں ہیں اور اپنا سلسلہ طریقت پاتر و اشرف ضلع مالوہ

لہ رود کٹر۔ شیخ محمد اکرام ص ۷۶۹-۷۷۰؛ خطہ جناب مولانا سید ابوالبشر محمد شبیر الدین صاحب

ڈھاکہ مہنامہ راقم الحروف موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء



کے مشہور بزرگ حضرت نور قطب عالم سے ملاتے ہیں۔ گیارہ واسطوں سے  
 حضرت صوفی سید فتح علی صاحب لسی ۷۲ کا سلسلہ طریقت بھی حضرت نور قطب عالم  
 سے ملتا ہے۔ بردوان بھی سرکار شریف آباد میں شامل تھا۔ جہاں سولہویں صدی  
 عیسوی کے مشہور صاحب دیوان فارسی شاعر حاجی پیر بہرام سقہ ۷۲ خواجہ نور شاہ  
 شہنشاہ جہانگیر کے کوکہ اور بنگال کے گورنر قطب الدین خان کوکلتاش (متوفی  
 ۱۶۰۷ء) نور جہاں بیگم کے پہلے شوہر شیر افغن خان اور فرخ سیر بادشاہ کے زمانہ  
 کے صوفی بایزید ۷۲ کے مزارات ہیں۔ شہزادہ عظیم الشان اور فرخ سیر بادشاہ کی  
 بنوائی ہوئی مسجدیں ہیں۔ حاجی بہرام سقہ ۷۲ کی درگاہ میں دزیر اعظم شیخ ابوالفضل  
 علامی کی کتاب اکبر نامہ کا ایک نسخہ موجود ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نسخہ  
 برٹش میوزیم لندن میں ہے۔

شہر بردوان سے ۲۴ میل (۳۹ کیلومیٹر) شمال مشرق کی طرف آیتے دی

۱۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۶۲-۶۱؛ والدہ ضلع گزنیٹر۔ جی۔ ای۔ لیمپورن کلکتہ  
 ۱۹۱۸ء، ص ۱۷

۲۔ بہرام سقہ نے بردوان میں ۹۷۰ھ (۱۵۶۲-۶۳ء) میں انتقال کیا۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۴-۱۵۶  
 بردوان ضلع گزنیٹر۔ جے۔ سی۔ کے پرنس ۱۹۱۸ء

۳۔ خط مولانا سید بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۷۵ء۔ بحوالہ مضمون جناب عبد المودود  
 صاحب ج مرحوم ۱۳۷۷ھ بنگلہ قسلی۔

کی ایک معاون ندی کو لوتہ کے کنارے منگل کوٹ کا قصبہ آباد ہے۔ مسلمانوں کے دور حکومت میں یہ بہت کافی بڑا اور آباد شہر تھا۔ یہاں قاضی القضاۃ رہتے تھے اُمراء عظام اور علمائے کبار یہاں آباد تھے۔ صوفیائے کرام کامرگز تھا۔ دور دور سے مسلمان زائرین حصول فیوض و برکات کے لئے یہاں آتے تھے۔ نماز جمعہ میں مسلمانوں کا اتنا عظیم اجتماع ہوتا تھا کہ ان میں صرف علماء کی تعداد سات سو ہوتی تھی۔ اب بھی قصبہ کے مضافات میں عظیم الشان شاہ جہانی مسجد کا کھنڈر موجود ہے مسلمانوں نے شاہی مسجد کے ملکہ سے ایک دوسری مسجد تعمیر کر لی ہے۔ بہت سی پرانی مسجدیں ہیں۔ اس وقت قصبہ کی آبادی تقریباً چھ ہزار ہے۔ جس میں دو تہائی

۱۔ منگل کوٹ بردوان ضلع کے کٹوا سب ڈویژن میں تھا۔ کا صدر مقام ہے۔ یہاں دو خانہ ڈاک خانہ اور سب رجسٹری آفس ہے۔ مسلمانوں پر ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں قصبہ منگل کوٹ میں ۶۲۳ مکانات تھے اور آبادی صرف ۲,۳۳۵ نفوس پر مشتمل تھی۔ ہندوؤں کے زمانہ میں یہاں سادگوپ خاندان والوں کی ایک فوجی چکی تھی۔ بردوان ضلع گزٹیر جے سی کے پٹرن ۱۹۱۰ء ص ۲۰۰ ۱۹۲۲ء کی مردم شماری میں منگل کوٹ تھا۔ کا رقبہ ۱۴۱ مربع میل اور آبادی ۸,۱۹۵ تھی جن میں مسلمان ۲,۲۲۵ تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء جلد چہارم۔ بنگال۔ آر۔ ۱۔

ڈوئش ۱۹۲۲ء

۲۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظلہ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف

موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء۔

مسلمان ہیں۔ ریل کی لائن سے دور ہونے اور کوئی صنعتی مرکز نہیں ہونے کے باعث آبادی میں تیزی سے اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔

سرکار شریف آباد کے علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی کبھی بھی ایک تہائی سے متجاوز نہ ہو سکی۔ لیکن شاید صوفیائے کرام کے گہرے اثرات اور علماء و مشائخ کی آبادی کے پیش نظر ہی حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیستانیؒ نے اپنے رشتہ مناکت اور اپنی بود و باش کے لئے راولپنڈی کے اس علاقہ کا انتخاب کیا۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی تہہ نیش کے لئے پٹنامی ضلع مرشد آباد میں ایک چھوٹا سا مکان تعمیر کرایا تھا اور ملازمت سے استعفا دینے کے بعد آپ کا براہ راست اسی جہت میں قیام رہا۔ یہاں سے آپ اکثر و بیشتر بنگال اور آسام کے دیہی اور دور دراز علاقوں میں رشتہ و ہدایت کی غرض سے دورہ کیا کرتے تھے۔ موضع پٹنامی کا ندھی سب ڈویژن کے بھرت پور تھانہ کے بالکل جنوبی حصہ میں بردوان ضلع کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ یہی بندیل خلیشن سے کٹوا اور عظیم گنج ہوتے ہوئے برہموا خلیشن کو جانے والی

۱۔ خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب نور منزل منگل کوٹ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء  
 ۲۔ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع مرشد آباد کے کا ندھی سب ڈویژن میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۴۰.۸۷ فی صد اور بردوان ضلع کے کٹوا سب ڈویژن میں ۲۳.۸۲ فی صد تھا۔ کا ندھی سب ڈویژن کے بھرت پور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادی کل آبادی کا ۱۷.۴ فی صد تھی۔ رپورٹ مردم شماری ہند ۱۹۷۱ء جلد چہارم بنگال آر۔ اے ڈوش (دائی سی۔ ایس) سہ ۱۹۷۲ء

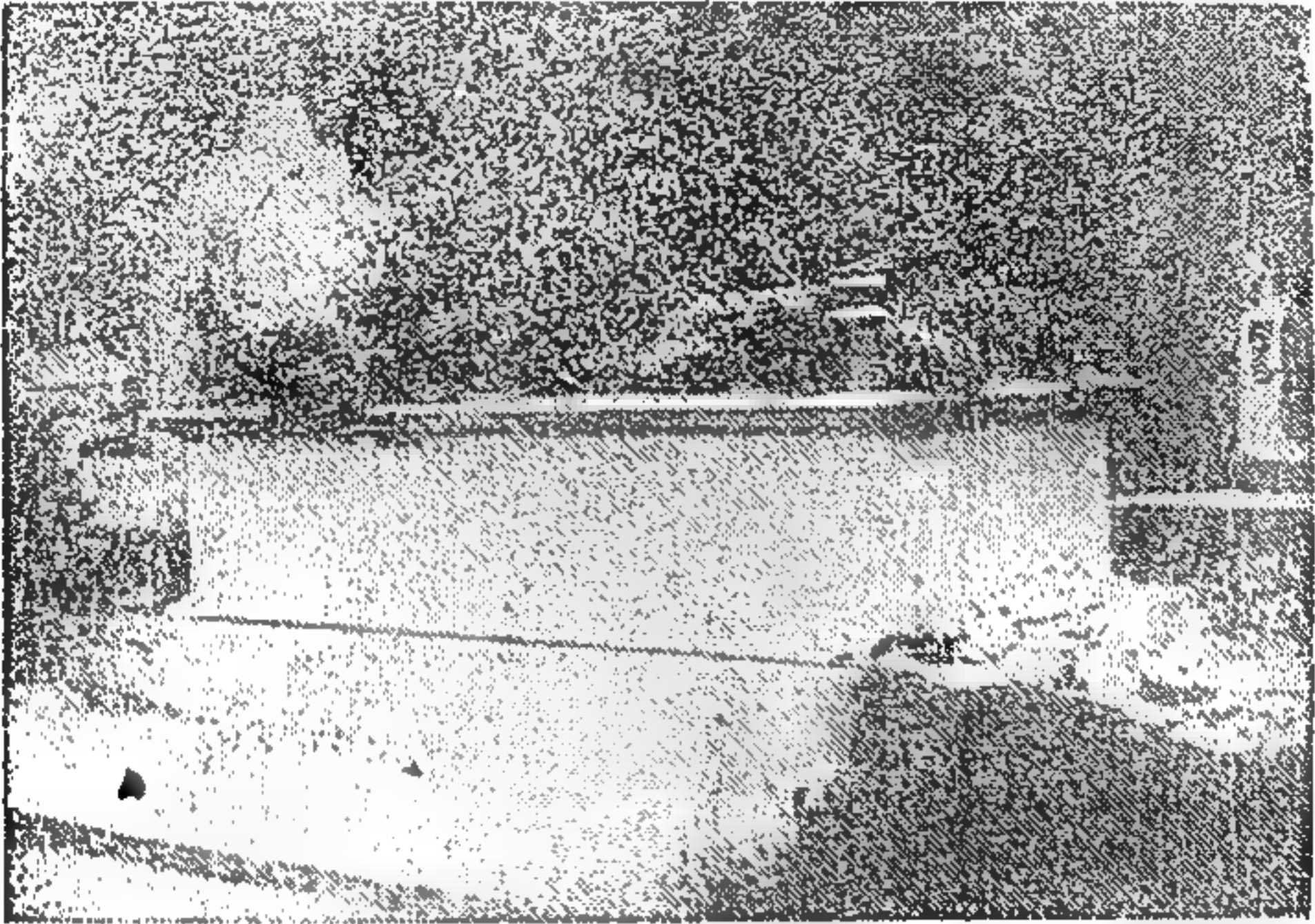
ایسٹرن ریلوے کی لائن کے جھامت پور بہاراں ریلوے اسٹیشن سے نصف میل  
 (پون کیلو میٹر) کے فاصلہ پر پچم کی طرف ہے۔ اس لائن کے سالانہ ریلوے اسٹیشن  
 سے پیناسی دو میل دتین کیلو میٹر) دکن پچم ہے۔

## ۱۲۔ انتقال

تقریباً اٹھارہ، انیس سال تک رُشد و ہدایت کے کاموں میں مشغول  
 رہنے کے بعد ۶ سال کی عمر میں حضرت مولانا سید فتح علی صاحب دکنی  
 رحمۃ اللہ علیہ نے ۸ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ (۲۴ دسمبر ۱۸۸۶ء) = ۲۰ اگست ۱۲۹۳ھ ننگہ  
 فعلی کو اتوار کے دن چار بجے شام میں کلکتہ میں انتقال فرمایا۔ اور شہر کلکتہ کے  
 شمالی مشرقی حصہ میں اپر سرکلر روڈ اور سرکلر نہر کے درمیان ۲۲ منشی پارالین۔  
 لال بگان۔ ہانک تلہ کلکتہ کے دلی وال قبرستان میں دفن ہوئے منشی پارالین

۱۔ کٹوا جکشن سے اتر کی طرف جھامت پور بہاراں دوسرا اور سالار تیسرا اسٹیشن ہے۔  
 پوٹہ سے جھامت پور بہاراں کا فاصلہ ۵۷ کیلو میٹر بینڈیل جکشن سے ۱۷ کیلو میٹر اور کٹوا  
 جکشن سے تیرہ کیلو میٹر ہے۔ برہموا جکشن (ضلع سنتھال پرگنہ بھاد) سے جھامت پور بہاراں  
 ۱۳۸ کیلو میٹر پوربہ۔ جھامت پور بہاراں ضلع بردوان میں اور سالار ضلع مرشد آباد میں ہے اور  
 دونوں اسٹیشنوں کے درمیانی صرف ڈھائی میل (چار کیلو میٹر) کا فاصلہ ہے۔ پیناسی ضلع  
 مرشد آباد میں ہے۔ لیکن ڈاک کاپتہ پیناسی ڈاک خانہ بہراں۔ براہ کٹوا۔ ضلع بردھان ہے۔

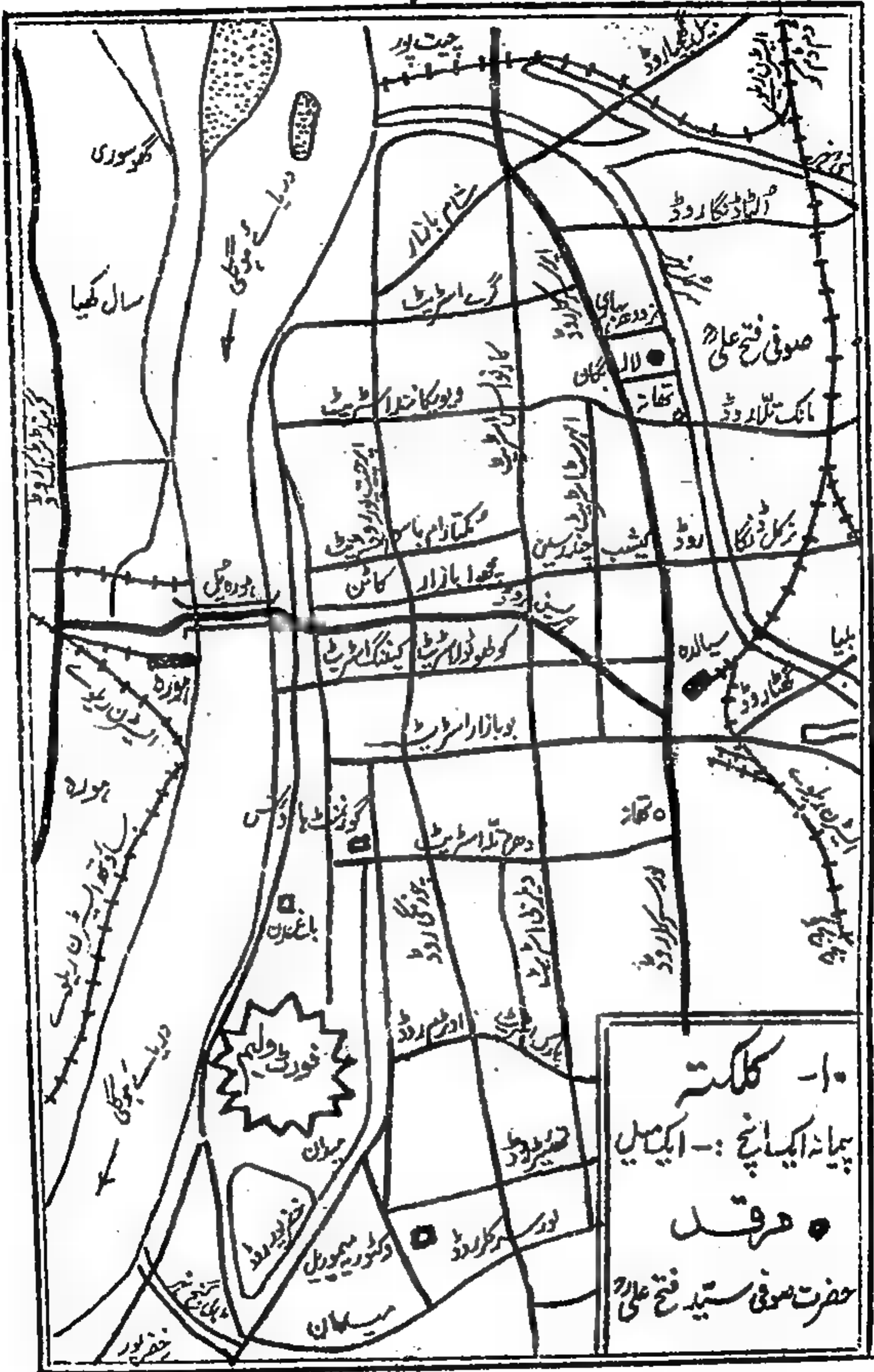




۱۔ مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ کلکتہ



سید محمد علی میرزا



کے وسطی حصہ میں راستہ سے اتر ایک مسجد ہے اور مسجد سے متصل اتر دہلی والوں کا ایک وسیع و عریض قبرستان ہے۔ اسی قبرستان کے وسط میں حضرت صوفی صاحب کی ابدی آرام گاہ ہے۔

حضرت صوفی صاحب کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صابریؒ (فرزہ شریف - ضلع بوگلی) نے مزار شریف کے بیرونی حصہ کو نختہ بنوا کر اس پر تاریخ وفات کا فارسی اور نیکہ میں کتبہ لگوایا۔ فارسی کتبہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

مَحَلِّ نَفْسٍ ذَائِقَةِ الْمَوْتِ كُلِّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

تاریخ بستم ماہ اکبر ۱۲۹۳ھ بمطابق بروز یکشنبہ بوقت چار ساعت مسائی جناب حضرت قدوة السالکین، زبدۃ العارفین قطب الارشاد حضرت صوفی فتح علی صاحب قدس سرہ از دار فنا بدار البقا جلوہ گر شد۔ مہتمم بذائقہ محمد ابو بکر عینی عنہ ساکن پھر پھر ضلع بوگلی مطابق ہشتم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ ہجری با شد۔

۱۷ حیات ویسی۔ مولانا دین العابدین اختر - حصہ نمبر ۵۵ اور خط جناب مولانا

سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ





۱۱۔ لوح مزار پُر انوار حضرت صوفی شیدہ فتح علی صاحب دینی۔ مملکت



جناب امیر الاسلام صاحب شرقی مدظلہ نے حضرت صوفی صاحب کے وفات کی تاریخ لکھا ہے۔

تھے دادا پیر والہ مرحوم کے حضور آئینہ نبی تھے طریقت کے وہ ولی  
سال وصال عیسوی شرقی تو کرشمہ زیبائش بہشت میں صوفی فتح علیؒ

۶۱۸۸۶

حضرت مولانا صوفی شاہ محمد ابوبکر صاحب صلیقی (متوفی ۱۳۹۹ھ کے زمانہ تک ہر سال ۲۷ رمضان المبارک کو دلی وال قبرستان ۱۰ لالہ بگن - مانیت تلہ - کلکتہ میں فاتحہ خوانی کے لئے صوفی صاحب کے مریدین اور متوسلین کا بڑا اجتماع ہوتا تھا اور  
لے جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ام، لے ریٹائرڈ انکم ٹیکس انیسر جناب نواب سراج الاسلام صاحب کے پوتے اور جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب سپیکٹر جنرل رجسٹریشن بنگال کے صاحبزادے ہیں  
نواب سراج الاسلام صاحب برہم باریا ضلع کوٹلا کے رہنے والے تھے۔ شرقی صاحب کے نانا نواب سلطان عالم صاحب ٹالی گنج کلکتہ کا تعلق شہزادگان میسور کے خاندان سے ہے۔ ان تمام حضرات کو صوفی فتح علی صاحب دلی کے خلیفہ شمس العلماء مولانا غلام سلمانی صاحب (متوفی ۱۹۱۳ء) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ نواب سلطان عالم صاحب کا مزار شاہی مقبرہ ٹالی گنج صاحب باغان کلکتہ میں ہے اور نواب سراج الاسلام صاحب اور خان بہادر امین الاسلام صاحب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کے ساتھ تیل جالا قبرستان میں لائے چرن پال لین کلکتہ میں امیر اور عبداللہ نامی دو شہیدوں کی قبروں سے متصل احاطہ میں آسودہ ہیں۔ خط  
جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ مورخہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ - موصول ۲۷ ستمبر ۱۹۷۲ء  
۲۵ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ دھالہ ۱۷ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۳ء

اس مبارک و مسعود موقع پر تمام حضرات کے لئے افطاری کا سامان جناب  
خان بہادر محمد سلیمان صاحب ام۔ ال۔ سی۔ مانک تہ کے یہاں سے ہوتا تھا جناب  
خان بہادر مرحوم موصوف کو حضرت صوفی صاحب اور ان کے خلفائے کمال عقیدت تھی۔  
حیات و نسی کے مصنف ممتاز الحارثین مولانا زین العابدین صاحب آخری  
مذللہ کے خسر محترم اور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کے ممتاز خلیفہ

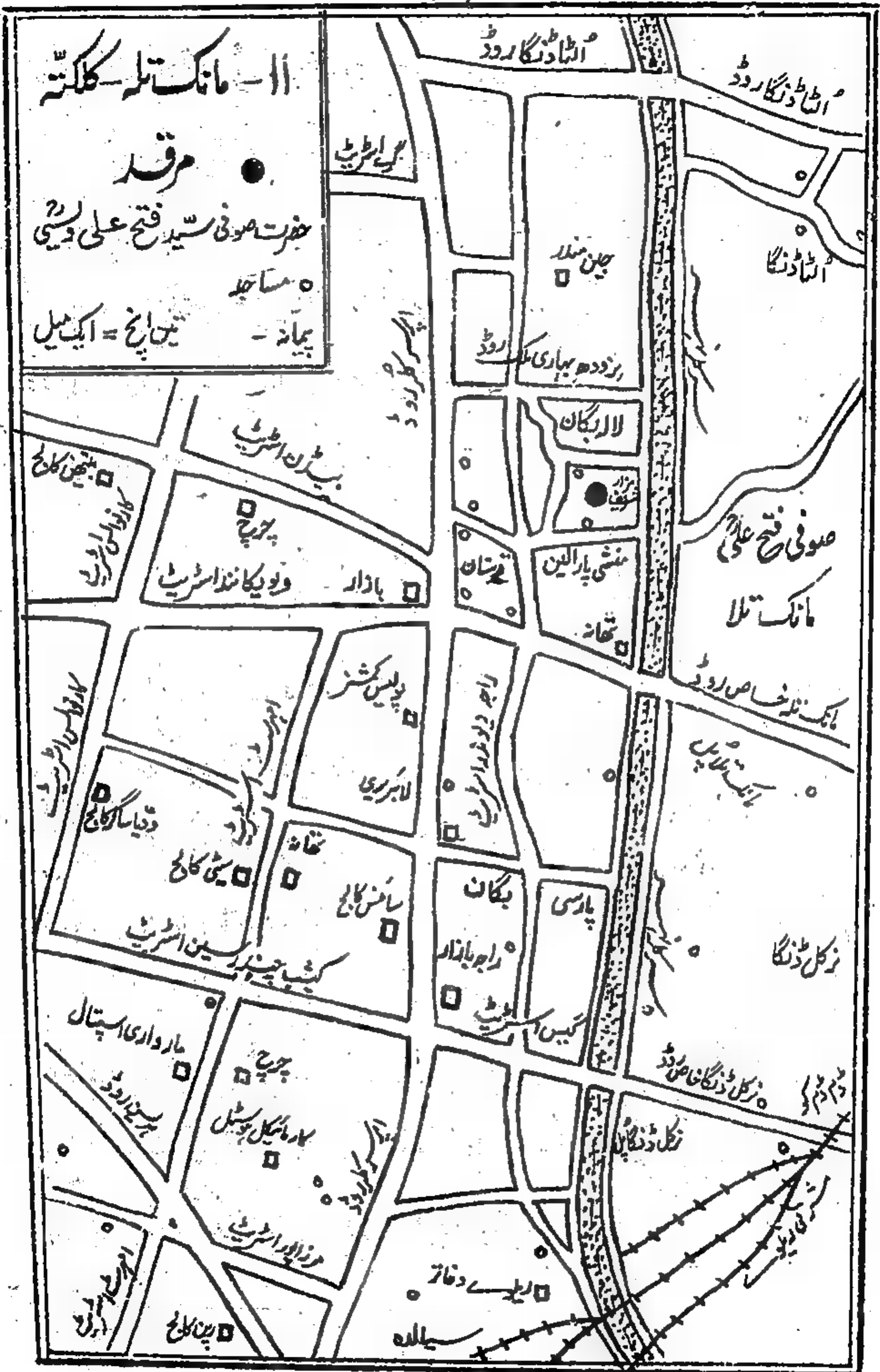
سہ جناب خان بہادر محمد سلیمان صاحب مرحوم حاجی محمد یعقوب صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور اوسیان ضلع غازی پور  
(یوپی) کے رہنے والے تھے۔ کاروبار تجارت کے سلسلہ میں قیام برابر مانک تہ کلکتہ میں رہا۔ ۲۵ سال تک  
بنگالی اسمبلی اور کونسل کے ممبر رہے۔ الکشن میں برابر مومن برادری کے پلیٹ فارم سے کھڑے ہوتے تھے۔ اعلیٰ خدا  
کے صلہ میں خان صاحب اور خان بہادر کے خطابات سے سرفراز ہوئے۔ ۵۷ سال کی عمر میں اپریل ۱۹۲۸ء  
میں اپنی قیامگاہ ۴۸ راجہ دیو نر اسٹریٹ مانک تہ کلکتہ میں انتقال کیا اور صوفی صاحبؒ کی ابدی آرام گاہ  
دلی وال قبرستان مانک تہ میں دفن ہوئے ۱۹۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ کی بہت بڑی جائیداد پر دوسروں نے قبضہ  
کر لیا۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے جناب تقی محمد صاحب کا ۱۹۴۴ء کو انتقال ہوا۔ بڑے صاحبزادے جناب  
حاجی بنی محمد صاحب گیس سٹریٹ راجہ بازار کلکتہ میں رہتے ہیں ان کو بھی اپنے والد مرحوم کی طرح حضرت صوفی صاحبؒ ان  
کے پیر و مرشد صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ اور صوفی صاحبؒ کے خلفاء اور سلسلہ کے دوسرے بزرگوں سے کمال عقیدت  
اور محبت ہے۔ حاجی بنی محمد صاحب مذللہ کی ایک صاحبزادی بیٹہ میں جناب رضاء الرحمن صاحب وکیل (اقبال منشن عالم گنج  
بیٹہ کے) سے بیاہی ہوئی ہیں۔ خط جناب مولانا بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۶۴ء اور خط جناب حاجی  
بنی محمد صاحب کلکتہ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء اور مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۶۵ء



حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی نور انشمر قدہ دکان کھولی شریعت  
گارڈین ریحہ کلکتہ ۱۲۴) نے دہلی وال قبرستان کی مسجد میں اپنے دادا پیر حضرت ولی سی رح  
کی یادگار میں ایک مدرسہ دار الفنون قائم کیا تھا۔ وہ خود بھی اس مدرسہ میں طلباء کو  
قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء بنگال  
کے دیہی علاقوں میں دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ شمالی کلکتہ کے نامساعد حالات  
کے سبب اب وہ مدرسہ باقی نہیں ہے۔

### ۱۳۔ ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ

تقسیم ہند کے بعد جب کلکتہ میں فسادات ہوئے اور مانک تلم کا علاقہ مسلمانوں  
سے بالکل خالی ہو گیا، تو حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی نے اگست دسمبر  
۱۹۴۹ء سے دہلی وال قبرستان کی مسجد میں حضرت ولی سی رح کے ایصال ثواب کے لئے  
باضابطہ جلسہ منعقد کرنا شروع کیا۔ جس میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ کے علاوہ شہر کے  
ممتاز اور با اثر مسلمان بھی شریک ہونے لگے۔ پہلا جلسہ ۵-۶ مارچ ۱۹۴۹ء کو  
منعقد ہوا۔ جس میں بنگال کے مشہور مسلم رہنما جناب مولوی سید بدر الدجی صاحب  
ام۔ ایل۔ اے بھی شریک ہوئے۔ دوسرا جلسہ ۲۰ اگست ۶ دسمبر ۱۹۵۰ء کو ہوا  
جس میں جناب ڈاکٹر آر۔ اچمد۔ وزیر صوبہ مغربی بنگال شریک تھے۔ تیسرا جلسہ



حضرت مولانا حمید جلالیؒ کے داماد ممتازالحق ثین مولانا ذین العابدین صاحب ختری  
مذللہ کے زیر اہتمام ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوا۔ اس میں مولوی عبدالحمید ٹڈی

ہائی کمشنر پاکستان نے شرکت کی۔ چوتھا جلسہ سینیٹر  
۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۲ء کو امیرپانچواں جلسہ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار  
منعقد ہوا۔ چھٹا جلسہ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کو حضرت صوفی صاحبؒ کے پوتے  
جناب مولانا شاہ صوفی مسعود الرحمن صاحب مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا۔

ممتازالحق ثین جناب مولانا ذین العابدین صاحب ختری مذللہ گوشہ نشین  
کان کھولی شریف ضلع چوہیس پرگنہ (مصنعتیات و قسی) کے زیر اہتمام ایصالِ ثواب کے  
اس سالانہ جلسہ کا سلسلہ جاری ہے۔ جس میں ہنگال کے مختلف علاقوں سے بہت کافی  
مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کو ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ برطے  
اہتمام سے منعقد ہوا۔ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء کو ایصالِ ثواب کے سالانہ جلسہ میں بھی  
مختلف اضلاع سے پران طریقت اور سلسلہ کے برادران گرامی کثیر تعداد میں  
شریک ہوئے۔

اتوار ۱۰ اگست ۱۹۶۹ء کو جب یہ ناچیز حضرت و قسی کے دربار میں سلام کے لئے

۱۰ حیات و قسی۔ مولانا ختری حصہ اردو ص ۵۲-۴۶

۱۱ خط جناب العابدین صاحب ختری مذللہ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

۱۲ خط مولانا ذین العابدین صاحب ختری مکملہ ص ۱۳۳۔ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۶۵ء

حاضر ہوا تھا، تو ان دنوں دلی وال قبرستان کی مسجد میں رجولی ضلع گیا (اب ضلع نوادہ) کے بشارت کریم نامی موزن تیار ہوتے تھے اور وہی مرزا مبارک تک زائرین کی رہنمائی کرتے تھے۔ قبل والے فسادات ہی میں دلی وال قبرستان کے اکثر مزارات شہید کر دیے گئے تھے۔ صرف حضرت ولیسی رح کامر از شریف باقی تھا۔ اُسے بھی کچھ نقصان پہنچا گیا تھا۔ ۱۹۴۱ء میں مشرقی بنگال میں جو سیاسی انقلاب آیا۔ اُس زمانہ میں یہاں ہندو و پناہ گزینوں کا کافی تعداد آگئی اور اُن لوگوں نے مسجد اور قبرستان پر قبضہ کر لیا اور مکانات بنائے۔ مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلہ کی تصنیف حیات ولیسی کامطالعہ کرنے کے بعد منزل حسین نامی ایک مسلمان تاجر بنگلہ دیش سے کلکتہ آئے۔ اور کافی خرچ کر کے حضرت صوفی صاحب کے مرزا شریف کو نہایت عمدہ طریقہ سے بنوایا جو قابل دید ہے۔

اپریل ۱۹۷۲ء میں میرے ایک ہم وطن دوست نے کلکتہ سے مطلع کیا کہ منشی پاران کی مسجد پر ہندو پناہ گزین قابض ہیں اور اب اُس مسجد میں صرف حضرت ولیسی رح کے مرزا شریف

---

سہ مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلہ کی قابل قدر تصنیف حیات ولیسی رح ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے پچھتے ہیں۔ اس پر پہلا حصہ بنگلہ میں ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ اردو میں ۸ اس میں کل ۸ صفحات ہیں۔ اس میں حضرت ولیسی رح کے متعلق مضامین۔ کلام کا نمونہ اور تقریریں شامل ہیں۔ اور حضرت صوفی صاحب کے متعلق نہایت مستند کتاب ہے۔

۱۹۷۲ء جناب مولانا زین العابدین صاحب آخری۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جون ۱۹۷۲ء



کی زیارت کو جانے والے مسلمان ہی نماز پڑھتے ہیں۔ ایک ہندو پتاگرہین و صنو کے لئے پانی کا انتظام کر دیتا ہے اور وہی حضرت صوفی صاحب کے مزار شریف تک رہنمائی کا کام انجام دیتا ہے۔ حضرت ویسیؑ کا مزار شریف اچھے حال میں ہے۔ ابھی شہر میں امن ہے۔ اس لئے وہاں آنا جانا آسان ہے۔ ورنہ پرامنی کے زمانہ میں وہاں کسی مسلمان کا جانا ممکن نہیں۔ جناب حاجی نبی محمد صاحب (ابن خان بہادر محمد سلیمان صاحب ام۔ ال۔ سی مرحوم) گیس اسٹریٹ راجہ بازار کلکتہ کے خط مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء سے بھی ان باتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

## ۱۴۔ اولاد احماد

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؑ قدس سرہ نے پنیاسی ضلع مرشد آباد میں شادی کی تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ قدس سرہ کا مزار پنیاسی۔ تھانہ بھرت پور ضلع مرشد آباد میں ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے جناب سید مصطفیٰ علیؒ اور ایک صاحبزادی بی بی زہرا صاحبہؒ تھیں۔ جناب سید مصطفیٰ علیؒ عربی فارسی کے زبردست عالم تھے۔ اردو اور انگریزی ادب میں بھی آپ کو کافی مہارت حاصل تھی۔ اُس زمانہ میں کلکتہ سے ایک انگریزی اخبار ”مسلم کرییکل“ نامی شائع ہوتا

۱۔ خط جناب مولوی عبدالباسط صاحب مظفر لاپتہ پور کھریرہ ضلع سیتا پور (از رام لوجن اسٹریٹ کلکتہ کے۔ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۴ء۔)

تھلا سید صاحب اُس اخبار میں مضمون لکھا کرتے تھے اور اپنے والد ماجد کی جگہ ذاب واحد علی شاہ معزول شاہ اودھ کی پولیٹیکل نیشن آفس میں کام کرتے تھے۔

سید مصطفیٰ علیؒ کی شادی پٹناسی میں جناب نجابت حسین صاحب مرحوم کی صاحبزادی آنندکاری امیۃ البتول صاحبہ سے ہوئی تھی۔ آپ کے دو صاحبزائے سید مسعود الرحمن اور سید جان عالم اور دو صاحبزادیاں سیدہ تمنا خاتون اور سیدہ فاطمہ بیوی ہیں۔ ابھی دونوں صاحبزادے چھوٹے تھے کہ جناب سید مصطفیٰ علیؒ کا انتقال ہو گیا وہ پٹناسی میں آرام فرما رہے تھے۔ مولانا سید مسعود الرحمن صاحب پہلے کلکتہ بیرل بورڈ میں ملازم تھے۔ پھر پٹناسی ضلع مرشد آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ اُن کی شادی علی پور کلکتہ کے ایک معزز و محترم سادات خاندان میں جناب سید غلام محی الدین صاحب کی صاحبزادی سیدہ منورہ بیگم سے ہوئی تھی۔ سیدہ منورہ بیگم نے ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا۔ اُن کا مزار مانک تلہ کلکتہ کے اُسی دلی وال قبرستان میں اپنے دادا سید عبدالعزیزؒ کے مزار کے قریب ہے۔ جہاں حضرت صوفی صاحب آرام فرما رہے ہیں۔ یہیں اُن کے پہلو میں اُن کی خردسال صاحبزادی سیدہ سکینہ بھی مدفون ہیں۔ مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ اُن کا مزار

۱۔ حیات دینی مولانا انصاری حصہ ابدوم ۲۹

۲۔ جناب سید غلام محی الدین صاحب جناب سید عبدالعزیز صاحب متوفی ۱۹۲۱ء کے بیٹے اور

سید معین الدین صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ سید عبدالعزیز صاحب مانک تلہ دلی قبرستان میں حضرت

صوفی صاحب کے پچھ دفن میں۔ سید غلام محی الدین صاحب کا مزار جیسو میں ہے۔ یہ دونوں بھائی پتوڑبان

کے ماہر تھے۔ سید غلام محی الدین صاحب کے دوسری صاحبزادی کی شادی (رقیہ حاشیہ ۱۸)



یہ پناہی ضلع مرشد آباد میں رہتے ہیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کے دوسرے پوتے جناب الحاج سید محمد جان عالم صاحب ام۔ اے۔ بی۔ ال۔ ۲۹ وائر اسٹریٹ۔ وری۔ ڈھاکہ ۳ میں رہتے ہیں۔ وہ سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے نہایت سینئر ایڈووکیٹ ہیں۔ پہلے ڈھاکہ ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتے تھے۔ جہاں وہ سرکاری ایڈووکیٹ کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں اور فارسی سے بھی واقف ہیں۔ ان کی شادی بھرت پور ضلع مرشد آباد میں جناب خان بہادر انور کار فضل حق صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی صاحبزادی سیدہ بیگم سے ہوئی۔ جو بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ جناب ڈاکٹر کمال حسین صاحب کی چچا زاد بہن ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ صاحبزادے جناب سید شہید عالم صاحب بار ایٹ لاء سپریم کورٹ بنگلہ دیش میں پریکٹس کرتے ہیں۔ ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی ہے اور صاحبزادی جناب ستارہ بیگم صاحبہ بی۔ اے کی شادی سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے جج آئرلینڈ مسٹر جسٹس عبدالرحمن چودھری

بقیہ حاشیہ ص ۱۸۷ کا

صاحب انجمنی نے حیات دہلی حصہ بنگلہ دیش کے صفحہ ۲۴ پر پیش کیا ہے۔ صوفی اکرام الحق و کامزاد دہلوی باڑی ضلع کوچ بہار (بنگالی بنگال) میں دہلی باڑی ٹاؤن سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہر سال ۵۰ بھیاگن بنگلہ کو ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خط مولانا زین العابدین صاحب انجمنی موصول ۲۴ فروری ۱۹۷۵ء اور خط مورخہ

۲۴ مارچ ۱۹۷۵ء

خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب دہلی ڈھاکہ ۱۹ فروری ۱۹۷۵ء



سے ہوئی ہے۔ بیچ صاحب محترم کے دو صاحبزادے صیاد الرحمن چودھری اور ریاض الرحمن  
 چودھری اور دو صاحبزادیاں روسیلی رحمن چودھری اور دافنہ رحمن چودھری ہیں۔  
 روسیلی رحمن چودھری بی۔ اے میں ہیں۔ اور ریاض الرحمن چودھری نویں درجہ میں پڑھتے ہیں۔  
 سید محمد مصطفیٰ علیؒ کی صاحبزادی سیدہ تمنا خاتون صاحبہ کی شادی  
 جناب محمد مبین صاحب سے ہوئی۔ ان دونوں وہ راج شاہی میں رہتی ہیں۔ دوسری  
 صاحبزادی سیدہ فاطمہ صاحبہ کی شادی اپنے پھوپھی زاد بھائی سید احسان احمد  
 صاحب سے ہوئی۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی حضرت بی بی  
 سیدہ زہرا صاحبہ جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور رابعہ بنگال کے نام سے مشہور  
 ہیں۔ ان کی شادی پناسی سے آٹھ میل (۳۱ کیلو میٹر) پر شاہ پور میں حضرت سید  
 محمد حسینؒ سے ہوئی تھی۔ حضرت سید محمد حسینؒ کے مورث اعلیٰ سید محمد میر حسنؒ بلخ  
 (افغانستان) سے دہلی تشریف لائے ان کی اولاد میں سید فدائی حسینؒ دہلی سے  
 بنگال آکر ضلع مرشد آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ شاہ پور ضلع مرشد آباد میں حضرت

۱۔ خط جناب الحاج سید محمد جان عالم صاحب مدظلہ۔ دی اسٹریٹ ڈھاکہ ۳۔ بنام

راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۴ء

۲۔ خط جناب حبیب الرحمن چودھری ڈھاکہ مورخہ یکم جولائی ۱۹۴۵ء اور خط جناب عبدالسلام

صاحب۔ جدونا تھہ باسک لین ڈھاکہ ۱۔ مورخہ یکم جولائی ۱۹۴۵ء

سید محمد حسینؒ کا خاندان منشی باطنی خاندان کے نام سے مشہور ہے۔

بی بی سیدہ زہراؓ کے ایک بیٹے سید احسان احمدؒ اور دو صاحبزادیاں  
بی بی ہاجرہؓ اور بی بی صدیقہؓ تھیں۔ حضرت ولیؒ کے نواسے سید احسان احمدؒ  
صاحب کی شادی اپنی ماموں زاد بہن بی بی سیدہ فاطمہؓ سے ہوئی۔ جن سے تین صاحبزادے  
سید عبدالمتینؒ، سید فردوس احمدؒ اور سید ابوالبشرؒ اور دو صاحبزادیاں سیدہ صالحہؓ  
اور سیدہ حلیمہؓ پانچ ہیں۔ جناب سید فردوس احمدؒ اور سید ابوالبشرؒ راج شاہی میں اور  
سیدہ صالحہؓ پانچ اور سیدہ حلیمہؓ پانچ اپنے شوہروں کے ساتھ پانچ میں رہتی ہیں۔ سید  
احسان احمد صاحب رحمہ کے بڑے صاحبزادے جناب سید عبدالمتین صاحب پہلے  
اپنے آبائی گاؤں شاہ پور میں رہتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے اپنی نیمہال پیناسی میں  
منتقل ہو گئے ہیں۔ ان کی شادی اپنی خالہ زاد بہن سیدہ حشمت آباد بیگم سے ہوئی  
ہے، جو سیدہ تمنا خاتون اور جناب محمد حسین صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ جناب سید عبدالمتین  
صاحب مدظلہ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ حضرت سیدہ زہراؓ اور ان کے صاحبزادے  
سید احسان احمد صاحب کے مزارات شاہ پور ضلع مرشد آباد میں ہیں۔ یہ دونوں مزارات

۱۔ خط جناب مولانا امین العابدین صاحب اختری کلکتہ ۲۲۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۴۲ء  
۲۔ شاہ پور تھانہ بھرت پور سب ڈویژن کانٹری ضلع مرشد آباد، برسرِ دریا عظیم گنج کٹوالو پلاٹن کے  
تینیا ریلوے اسٹیشن سے تین میل (پانچ کیلو میٹر) اور تھانہ کے صدر مقام بھرت پور سے تقریباً ۳۰ میل  
(چھ کیلو میٹر) دکن پورب ہے۔ بھرت پور سے سچ گرام جاتے ہوئے شاہ پور تک ایک خام سڑک آتی ہے  
(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۱ پر)

بہت اچھے حال میں ہیں۔ بی بی سیدہ ذہیرا کی صاحبزادی بی بی ہاجرہ مرحومہ کی شادی پٹناسی تھانہ بھرت پور میں اخوند کار عبد الحفیظ صاحب سے اور بی بی صدیقہ مرحومہ کی شادی اخوند کار جی مرحوم سے بنو دیہ تھانہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد میں ہوئی تھی۔ اس وقت پٹناسی ضلع مرشد آباد میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دلیسی کی اولاد ظاہری میں نمائندہ ہستی جناب سید عبد المتین صاحب مدظلہ کی ہے۔ یہ حضرت دلیسی کی صاحبزادی بی بی سیدہ ذہیرا کے پوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر پٹناسی میں اور کبھی کبھی مارسیڈن اسٹریٹ کنگنہ ۱۶ میں رہتے ہیں۔ ان دنوں بروہی پور جنکشن ضلع چوہین پیر کنگنہ کے قریب مدار ہاٹ (برٹنلہ) میں مقیم ہیں۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دلیسی کی حیات منگل زبان میں لکھی ہے۔ جو بنگال اور آسام کے علاقہ میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ پٹناسی میں حضرت دلیسی کے پوتے الحاج مولانا مسعود الرحمن صاحب کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ حسن آباد صاحبہ بھی رہتی ہیں۔

### [بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۹ کا]

سیح گرام سے شاہ پور دھیل (تین کلو میٹر ہے۔ ڈاک کا پتہ: شاہ پور۔ براہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد ہے۔ خط جناب اخوند کار عبد الرحمن صاحب پوسٹ ماسٹر سیح گرام۔ مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۷۴ء اور خط جناب مصطفیٰ صاحب پوسٹ ماسٹر شاہ پور مورخہ ۳ جون ۱۹۷۴ء

۱۔ خط جناب سید عبد المتین صاحب شاہ پوری مدظلہ۔ از پٹناسی ڈاک خانہ بہران۔ براہ کٹوا ضلع بردوان مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۶۹ء (بنیان منگل)

۲۔ خط جناب سید عبد السلام صاحب حیدرنا تھ بانک لین ڈھاکہ ۱۔ مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۵ء  
۳۔ خط جناب سید عبد المتین صاحب شاہ پوری مدظلہ (بنیان منگل) بنام راقم الحروف از برٹنلہ۔ نزد بروہی پور ضلع چوہین پیر کنگنہ۔ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۷۴ء۔

# حضرت مولانا شمس الدار علی بن علی (رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت صدیق شیر نوح علی ولی در دربانک ملوک (ککلت)

= بی بی فاطمہ قدس سرہا بی بی فاطمہ شیر نوح علی (صلی اللہ علیہ وسلم آباد)

بی بی شیر نوح سر اسرار شاد و ضلع مرشد آباد  
= شیر نوح شیرین در شاد و پورہ ضلع مرشد آباد

سید محمد مصطفیٰ علی در دینا سی ضلع مرشد آباد  
= بی بی آیتہ البتول

بی بی صلیحہ  
= اخوند کلاچی بنو درہ

بی بی با حیدر  
= اخوند کلاچی بنو درہ

سید احمد انصاری  
(شاد و پورہ)  
= سید فاطمہ

سید فاطمہ  
= سید احمد انصاری

سید عطاء خان  
= محمد بن حبیب

الخان سید محمد خان عالم نظر  
= سید محمد بن حبیب

الخان سید مسعود خان در دینا سی  
= سید محمد بن حبیب

الخان سید مسعود خان در دینا سی  
= سید محمد بن حبیب

الخان سید مسعود خان در دینا سی  
= سید محمد بن حبیب

۱۹۲

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

سیدہ شیدہ  
= سیدہ شیدہ

شیر علی  
وزیر علی  
ممتاز علی  
سید  
شیر علی  
شیر علی  
شیر علی  
شیر علی

شیر علی  
وزیر علی  
ممتاز علی  
سید  
شیر علی  
شیر علی  
شیر علی  
شیر علی

سید محمد بن حبیب  
= سید محمد بن حبیب

سید محمد بن حبیب  
= سید محمد بن حبیب

سید محمد بن حبیب  
= سید محمد بن حبیب



## ۱۵۔ اخلاق و عادات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و کسی قدس سرگاہ اپنے وقت کے شیخ طریقت اور عادت کامل تھے۔ اخلاق بنوئی سے متصف تھے۔ ہمیشہ اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدرجہ کمال خیال رکھتے تھے طبیعت میں سیر حشبی سخاوت اور فیاضی کا مادہ بہت تھا۔ آپ کے دروازہ سے کبھی کوئی سائل واپس نہیں گیا۔ جس زمانہ میں پولیٹیکل پنشن کے دفتر میں ملازم تھے مشاہرہ کا زیادہ حصہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بے کسوں اور محتاجوں پر خرچ کرتے تھے۔ بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس اور قیام و طعام میں سب سادگی تھی۔ کہیں بھی تکلف، نمود و نمائش کا نام نہ تھا۔ لباس سادہ لیکن صاف ستھرا پہنتے تھے۔ طبیعت میں صفائی، لطافت و نفاست بہت تھی عطر اور خوشبو کا استعمال بہت پسند تھا۔ اکثر روزہ رہتے تھے اور افطار کے وقت بھی محتاجوں اور مسکینوں کا خیال رکھتے تھے۔ نظام اوقات کے سختی سے پابند تھے اور ادو وظائف، نوافل وغیرہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اکثر سیدل چلتے تھے، لیکن سواری آسانی سے بل جانے پر اس کا استعمال بھی پسند فرماتے تھے۔ اصلاح عقاید اور تبلیغ و اشاعت دین کی طرف بہت توجہ تھی۔ اللہ کے بندوں کو عراطیم کی طرف لانے اور اللہ سے ملانے میں مسرت محسوس کرتے تھے۔ فخر موجودات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے بے انتہا عشق تھا۔

وہ کیا از دین و ایمان این قدر دانیم بس  
دین ما عشق محمدؐ، حب او ایمان ما

کشف و کرامات کے اظہار کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی مریدوں کی تربیت و اصلاح کے سلسلہ میں اس کا اظہار ہو جاتا تھا۔ غرض کہ اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے حضرت ولیؑ کا اخلاق نبوی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

## ۱۶۔ کشف و کرامات

اولیاء اللہ سے کبھی بالکل غیر شعوری طور پر اور کبھی حالت شعور میں غرضاً کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ نے اپنی کتاب "حیات ولیؑ" میں آپ کی چند کرامتوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ولیؑ سرہ اپنے مریدوں کو چند لحوں میں حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مشرف کرا دیتے تھے۔ چنانچہ اس کرامت کے پیش نظر مولانا نے محترم نے ہر جگہ آپ کے دوسرے القاب کے ساتھ "رسول نما" کا لفظ بھی نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

آپ کے خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ فر فر فر شریف نے لکھا ہے کہ ایک بار مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس مولانا شاہ صوفی سعادت حسینؒ صاحب حضرت

۱۔ حیات ولیؑ۔ مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ۔ حصہ اول و دوم ۲۴-۲۵

۲۔ حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب قدس سرہ۔ فر فر فر شریف۔ تھانہ جنگی پارہ ضلع ہوگلی (مغربی بنگال) متوفی ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ۔ یکم جولائی ۱۹۱۲ء قطب الارشاد غوث ناما حضرت سید عبدالباری شاہ (متوفی دسمبر ۱۹۰۷ء) بنڈل شریف ضلع ہوگلی کے پیر و مرشد۔

۳۔ شمس العلماء مولانا شاہ سعادت حسین صاحبؒ موضع خیر پور کبیر پور ضلع تھانہ سلاؤ۔ سب ڈویژن (بقیہ حاشیہ ۱۹۵ء پر)

قبلہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک حدیث نبویؐ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا کا خیال تھا  
(بقیہ حاشیہ ۱۹۴ ص ۱۸۴)

بہار شریف ضلع نالندہ (سابق ضلع پٹنہ) صوبہ بہار کے رہنے والے مولوی رحمت علی صاحب کے صاحبزادے تھے۔  
کہہ میں پیدا ہوئے۔ معقولات میں جناب مفتی محمد یوسف صاحب لکھنؤ کے اور منقولات میں جناب مولانا سید نذیر حسین  
صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ مولانا احمد علی صاحب بہارن پوری سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد  
کچھ دنوں تک آراء ضلع شاہ آباد کے ایک مدرسہ میں درس دیتے رہے۔ پھر آپ کی خدمات مدرسہ سہارن پور کے لئے  
حاصل کی گئیں۔ ۱۸۸۳ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دیوبند نے  
دسمبر ۱۸۸۶ء میں انتقال فرمایا۔ اس لئے زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۶ء کے  
ماہین پیش آیا ہوگا۔ مولانا نے ۶۵ یا ۶۶ سال کی عمر میں ۱۹۱۱ء میں پٹنہ میں انتقال کیا اور کہہ تھانہ سلاؤ  
کی مسجد میں دفن کئے گئے۔ کہہ بہار شریف سے دس میل اور قصبہ سلاؤ سے دو میل پچھ ہے۔

مولانا سعادت حسین صاحب اپنے زانہ کے متبحر عالم، نامور محدث، منطق اور فلسفہ کے ماہر اور  
نہایت بزرگ انسان تھے۔ معقولات میں کمال حاصل تھا اور یگانہ روزگار تسلیم کئے جاتے تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ  
کے پرنسپل سر ڈینی سن راس آپ کے علم و فضل کے بہت دلچ تھے۔ کبھی کسی دربار میں حاضر نہیں ہوئے۔ فلسفہ  
کی مشہور کتاب ہدیہ سعیدیہ پر حاشیہ لکھا تھا۔ سالہ ابطال تنازع۔ حواشی میرزا ہد اور حاشیہ ہدایت الحکمت نامی  
مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے آپ کے حدیث کا درس لیا تھا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا  
عبد الحمید صاحب عالم و فاضل خدائش اور غیل ملک لاہوری میں کٹیلا گئے تھے۔ اور آپ کے پوتے مولوی محمد اکرم  
صاحب وکیل (عمر ۶۵ سال) بہاری ساد لین، مراد پور، پٹنہ میں رہتے ہیں۔ اور پٹنہ کی عدالت میں پریکٹس  
کرتے ہیں۔ بحوالہ عزیزی جمیع الدین جید صاحب ام، لے۔ اکاڈم، دارالتحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ ۶۔  
(بقیہ حاشیہ ۱۹۶ ص ۱۸۴)

کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ اور حضرت صوفی صاحب قبلہ کو اس کے صحیح ہونے پر اصرار تھا۔ چنانچہ حضور قبلہ نے مولانا پر اپنا فیض ڈالا۔ مولانا فوراً اے ہوش ہو گئے اور اس حال میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جناب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حدیث جس کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی بالکل صحیح ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب مولانا سعادت حسین صاحب کو ہوش آیا، تو انہوں نے بڑھتے اقرار فرمایا کہ یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔

اس لئے کہا گیا ہے کہ صوفی ہرچہ گوید دیدہ گوید۔ اُن کا علم کتابی اور کتابی نہیں ہوتا۔ وہ علم لدنی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ محبت و محبت کی بھٹی میں وہ اس طرح پیتے ہیں کہ قلب اُن کا روشن اور متور ہو جاتا ہے اور قدرت کے بہت سے راز ہائے سرسبز اُن پر آشکارا ہوتے ہیں۔ لیکن علامہ اودہ اس طرح کے رازوں کا انکشاف پسند نہیں فرماتے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیوری کے ہم عصر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک دوسرے بزرگ حضرت سائیں توکل شاہؒ نے انبالہ میں اپنے مرید اور خلیفہ جناب خواجہ

[ یقیناً شیعہ ۱۹۵۵ء کا ]

۲۷ جولائی ۱۹۶۲ء، خط مولوی قمر الہدی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی مولوی از کہ طبع نالندہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ

۳۱ اگست ۱۹۶۲ء، احمد بھوال مولوی محمد اکرم صاحب وکیل ٹینہ ۳۱، ۷ اگست ۱۹۶۲ء۔ خط مولانا

زین العابدین صاحب اختر کی مکملہ ۲۲، بنام راقم الحروف ۲۲ فروری ۱۹۶۵ء۔

۱۷ حضرت سائیں توکل شاہؒ، ضلع گرداس پور پنجاب میں ڈیرہ بابا تک اور رتہ حقیر کے درمیان پتھو کی کے (یقیناً شیعہ ۱۹۶۵ء پر)



محبوب عالم صاحبؒ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں طلباء کو ایک موضوع حدیث پڑھانے سے فوراً روک دیا تھا اور بعد میں مولانا کے دریافت کرنے پر فرمایا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور عرش تک جاتا ہے اور چونکہ اس میں نور تھا ہی نہیں اس لئے میں نے پہچان لیا۔

قرآن پاک کی تلاوت کے وقت نور کی موجیں اٹھتی ہیں۔ اُن کے آثار چڑھاؤ سے اور قرآن پاک کے جو فیوض و برکات اُن کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ اُن سے اللہ کے اُن قدسی صفات بندوں پر تلاوت کرنے والوں کی غلطیاں واضح ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سائیں نوکل شاہ رحمہ اللہ کے ایک اُن پڑھ اور مٹی مرید امیر الشاہ کا اپنے وطن پورہ (پنجاب) میں ایک حافظ قرآن کو ایک بار ایک آیت چھوٹ جانے اور دوسری بار متشابہ لگنے پر تبادیل دینے کا واقعہ پنجاب میں مشہور ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کے سلسلہ کے بزرگ قطب الارشاد حضرت

[بقیہ حاشیہ ص ۱۹۶]

۱۳۱۵ھ  
ہونے والے ادراجیل خیوان ضلع ہوشیار پور کے حضرت خواجہ قادر بخش نقشبندی رحمہ اللہ کے خلیفہ امیر مریح الاول  
۳ اگست ۱۸۹۷ء کو انبالہ میں انتقال ہوا۔ مزار شریف انبالہ میں ہے۔ آپ کے متعلق جناب خواجہ محبوب عالم صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ذکر خیر المعروف بحقیقہ محبوب نہایت مستند تصنیف ہے۔

۴ ذکر خیر المعروف بحقیقہ محبوب خواجہ محبوب عالم صاحب (سیدہ شریف) تحصیل کھالیہ۔ ضلع گجرات۔ پنجاب۔ پاکستان (۲۲۳)۔

۵ امیر الشاہ رحمہ اللہ، تحصیل جگادھری۔ ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے دریافت حال پر (بقیہ حاشیہ ص ۱۹۸)

سید عبد الباری شاہ رحمہ اللہ بظاہر بہت کم پڑھے لکھے تھے۔ لیکن حب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا، تو بقیہ صفحہ و سطر کتاب کا حوالہ دیتے تھے۔

کلکتہ کے شیخ خدا بخش کے حوالے سے ممتاز الحدیث مولانا زین العابدین صاحب اختر سی ندظلہ نے لکھا ہے کہ ایک بار ایک مرید نے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی سے عرض کیا کہ سخت ریاضت کے باوجود اُس کا قلب جاری نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کسی سود خوار کے یہاں تو کھانا نہیں کھایا؟ اُس مرید نے اقرار کیا کہ اُس کا داماد سود خوار ہے اور اُس نے اُس کے یہاں صیانت کھائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس حرام لقمہ کے باعث قلب سیاہ ہو گیا اور جاری نہیں ہوتا ہے۔

ایک بار حضرت دہلوی قدس سرہ ایک گاؤں سے گذر رہے تھے۔ ایک پاکی والے کو سانپ نے کاٹا اور وہ بیہوش ہو گیا۔ حضرت نے اُس پر توجہ ڈالا اور اللہ کی مہربانی سے وہ فوراً اچھا ہو گیا۔

کلکتہ میں جب حضرت دہلوی قدس سرہ بی بی سالت کی مسجد میں مقیم تھے، تو جناب

[بقیہ حاشیہ ص ۱۹۷ کا ۲]

حضرت صاحبین توکل شاہؒ کو بتلایا تھا کہ لوح محفوظ پر قرآن پاک کی آیتیں نظر آرہی تھیں۔ اس افشائے راز پر ان کی تادیب بھی ہوئی تھی۔ صحیفہ محبوب ص ۱۴۳۔

۱۔ قطب الارشاد غوث زمانہ حضرت سید عبد الباری شاہؒ۔ مندرجہ شریف ضلع ہوگلی۔ مغربی بنگال۔ انتقال پیر ۶ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء۔ خلیفہ حضرت مولانا غلام سلیمان صاحبؒ فرما شریف۔ ضلع ہوگلی۔

۲۔ سوانح حیات سید عبد الباری شاہؒ۔ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب ندظلہ۔ منکر انوار ضلع اعظم گڑھ ص ۱۷۷۔

۳۔ حیات دہلوی۔ مولانا زین العابدین صاحب اختر سی۔ حصہ لدو ص ۱۸۔

شاہ مرشد علی القادریؒ کے ایک مریدین کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بڑا اشتیاق تھا۔ آپ کے فیض اُن کو زیارت نصیب ہوئی۔

## ۱۷۔ خلفا اور مریدین

دیوان دہلی کے مرتب مولوی سید محمد حسن صاحب پوری نے دیوان کے اخیر میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ کے تینتیس خلفا اور مریدین کی فہرست دی ہے۔ مولانا زین العابدین اختر سی ماٹلہ، حجر نشین کان کھولی شریف (ضلع چوہیں پرگنہ) کی تصنیف حیات دہلی میں مولوی مبین اللہ صاحب رام پڑہ ضلع ہوگلی اور مولوی سعید ذوالفقار علی صاحب ٹٹاگرٹھ ضلع چوہیں پرگنہ کے سوا باقی تینتیس اصحاب کے نام شامل ہیں۔

۱۔ مولانا علی الحق صاحب۔ سچ گرام۔ ضلع مرشد آباد۔

۲۔ مولوی ایاز الدین صاحب۔ علی پور۔

شاہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے ہم عمر بزرگ ۸۵۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۱۹ھ میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک مدنا پور میں ہے۔ آپ کے حالات اور ارشادات مذکورہ المولیٰ میں ملتے ہیں۔ روز کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۲-۴۹

۳۔ دیوان دہلی۔ مطبوعہ قیومی پریس کان پور۔ ۱۳۵۳ھ = ۱۹۳۵ء ص ۸-۲۰

۴۔ حیات دہلی۔ مولانا اختر سی۔ حصہ اردو ص ۴۵-۴۴

- ۳۔ صوفی نیاز احمد صاحب۔ کاترا پوتا۔ شہر بہ دوان۔
- ۴۔ صوفی اکرام الحق صاحب۔ پٹنہ سی۔ ضلع مرشد آباد۔
- ۵۔ مولوی منطیع الرحمن صاحب چانگام۔
- ۶۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب چانگام۔
- ۷۔ مولوی عید العزیز صاحب۔ چندو۔ بہمان آباد۔ ضلع ہوگلی۔
- ۸۔ مولوی اکبر علی صاحب۔ سٹریٹ۔
- ۹۔ مولوی امجد علی صاحب ڈھاکہ فی الحال سٹریٹ۔
- ۱۰۔ مولوی احمد علی صاحب۔ سر پور۔
- ۱۱۔ شاہ دیدار بخش صاحب۔ پدو پوکھر۔ ضلع ہونہ۔
- ۱۲۔ شاہ بقار اللہ صاحب۔ گان پور۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۳۔ مولوی شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب۔ پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۴۔ مولانا شاہ صوفی غلام سلیمان صاحب۔ پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۵۔ مولوی غنیمت اللہ صاحب پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۶۔ منشی صداقت اللہ صاحب۔ پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۷۔ منشی شرافت اللہ صاحب۔ کھاتن۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۸۔ شیخ قسربان صاحب۔ بنیا تالاب۔ کلکتہ۔
- ۱۹۔ شمس العلماء مولوی مرزا اشرف علی صاحب۔ کلکتہ۔
- ۲۰۔ سید واجد علی صاحب مہدی بارغ۔ کلکتہ۔



- ۲۱۔ مولوی گل حسین صاحب حراسان
- ۲۲۔ مولوی عطاء الرحمن صاحب ضلع چوہیں پرگنہ۔
- ۲۳۔ مولوی مبین اللہ صاحب۔ دام پڑھ۔ ضلع ہوگلی
- ۲۴۔ مولوی سید ذوالفقار علی صاحب۔ ٹیٹا گڑھ۔ ضلع چوہیں پرگنہ
- ۲۵۔ مولوی عطاء الہی صاحب۔ غل کوٹ۔ ضلع بردوان
- ۲۶۔ منشی سلیمان صاحب۔ بارہاٹ۔ ضلع چوہیں پرگنہ
- ۲۷۔ مولوی نصیر الدین صاحب۔ ضلع ندیا۔
- ۲۸۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ فرید پور۔
- ۲۹۔ مولوی قاضی خداتوار صاحب۔ دہشتہ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۳۰۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ بید یا باٹی۔ ضلع ہوگلی۔
- ۳۱۔ قاضی فصاحت اللہ صاحب۔ ضلع چوہیں پرگنہ۔
- ۳۲۔ شیخ لال محمد صاحب۔ چچیرا۔ ضلع ہوگلی۔
- ۳۳۔ مولوی سید اعظم حسین صاحب ساکن الحال۔ مدینہ منورہ۔
- ۳۴۔ مولوی سید عبد اللہ صاحب۔ سانسی پور۔ ضلع ندیا۔
- ۳۵۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب۔ پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- حضرت صدر فی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کے اکثر مریدوں  
کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں۔ دیوان ویسی میں ان میں سے اکثر حضرات کا  
پتہ اتنا نامکمل ہے کہ ان کے بارے میں مزید تحقیق میں بڑی دشواریاں ہیں۔ پھر بھی

تہذیب ذرائع سے کچھ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ وہ مدح کیا جا رہا ہے۔ حضرت ویسیؑ کے تین خلفاء مولانا عبدالحق صاحب سیح گرامی، مولانا شاہ عوفی محمد ابوبکر صاحب اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ فرزند شریف کی اہمیت کے پیش نظر ان بزرگوں کے حالات قدرے تفصیل کے ساتھ علیحدہ عنوانات کے تحت پیش کیے جا رہے ہیں۔

جناب مولوی ایاز الدین صاحبؒ علی پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن علی پور کے آگے ضلع کا نام نہیں دیا ہے۔ بنگال میں علی پور نام کے دو مقامات ہیں۔ ایک علی پور شہر کلکتہ کا جنوبی حصہ ہے، جو ضلع چوبیس پرگنہ کا صدر مقام ہے اور جہاں اضلاع چوبیس پرگنہ اور کلکتہ کی سرکاری کچھریاں نیشنل لائبریری۔ مرکزی جیل اور شہرہ آفاق زوہر جیل گارڈن رچرڈ یا خانہ وغیرہ ہے۔ اور دوسرا علی پور دوارہ جو ضلع چلیپائی گوری (شمالی بنگال)

۱۔ علی پور دوارہ۔ چلیپائی گوری ضلع کے علی پور دوارہ سب ڈویژن کا صدر مقام کال سنی ندی کے شمالی کنارے پر آباد ہے اور مچھلیان کی بھاگ ۱۸۶۵ء میں سرکار انگریزی کی نمایاں خدمات انجام دینے والے کرنل ہدایت علی خاں کے نام پر ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں کی آبادی صرف ۱۷۵ نفوس تھی۔ چلیپائی گوری ضلع گزسٹر۔ جان۔ آف۔ گرونگ۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۷۳، تقسیم ہند کے بعد اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ایک اہم ریلوے جنکشن ہے اور اسام کو جانیوالی قوی شاہ راہ ۳۱ اس کے قریب سے گذرتی ہے۔

کے مشرقی سب ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ علی پور کلکتہ کے بہت سے دوسرے خاندان کو بھی حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و تسی رح اور ان کے خلفاء مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب اور مولانا غلام سلیمان رح سے ارادت اور عقیدت رہی ہے جن میں سب نمایان خاندان الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد شمس الدین صاحب مدظلہ کا ہے۔ ظاہر ہے کہ مولوی ایاز الدین صاحب رح کا تعلق ضلع جلیپانی گوری کے علی پور ڈوار سے نہیں بلکہ علی پور کلکتہ سے ہے۔

صوفی نیاز احمد صاحب منگل کوٹ ضلع برہدوان کے رہنے والے تھے۔ وہ بعد میں منگل کوٹ سے شہر برہدوان کے محلہ کائرا پوتامیں منتقل ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کا مرزا برہدوان ریلوے اسٹیشن سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر محلہ کائرا پوتامیں اسی مقام پر ہے جہاں حاجی پیر بہرام سقہ رح (متوفی ۱۹۷۰ھ = ۱۳۶۲-۶۳ھ) نواب قطب الدین خاں کوکلتا شیخ صوبہ دار بنگالہ (متوفی ۱۹۶۰ھ) اور گورہاں بیگم کے پہلے شوہر شیر افغان خاں کے مزارات ہیں۔

۱۔ نواب قطب الدین خاں کوکلتا شیخ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے نواسے اور شہنشاہ محمد سلیم جہانگیر کے رضاعی بھائی تھے۔ عہد اکبری میں بدایوں کے ناظم تھے۔ جامع مسجد بدایوں کی حرمت کرائی۔ نواح بدایوں میں اب تک آپ کی اولاد موجود ہے۔ عہد جہانگیری میں پنج بزرگی میں سب عطا ہوا۔ اور مرزا راجہ مان سنگھ کے بعد ستمبر ۱۶۰۶ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ شیر افغان خاں نے ۳۰ مئی ۱۶۰۷ء کو برہدوان میں آپ کو دھوکہ سے قتل کر دیا۔ اس کے بعد صوبہ دار کی فوج کے سپاہیوں نے شیر افغان خاں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ قاموس المشاہیر جلد دوم، صفحہ ۱۷۳-۱۷۴، تاریخ بنگالہ سرحد و ناظمہ سرکار جلد دوم، صفحہ ۲۴۶۔

صوفی نیاز احمد صاحب کے بڑے بیٹے ڈاکٹر محمد اسلم منگل کوٹ ضلع برودا  
 میں قیام پذیر ہے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے اپنے والد کی زندگی ہی  
 میں انتقال کیا۔ دوسرے بیٹے جناب علی احمد صاحب مرحوم ننگال جوڈیشیل سروس  
 کے ایک سرکردہ رکن تھے۔ وہ آ رہ ضلع شاہ آباد (بہار) میں ڈسٹرکٹ اور سیشن جج  
 رہ چکے تھے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد وہ بھاگل پور (بہار)  
 میں آباد ہو گئے۔ تیسرے بیٹے آسام کی کسی چائے کمپنی میں ملازم تھے اور چوتھے  
 بیٹے محسن احمد کاڑا پوتاشہر برہمپور میں قیام پذیر تھے۔ جناب صوفی علی احمد  
 صاحب جج نے ۷۲ سال کی عمر میں بھاگل پور میں انتقال کیا اور شہر سے دکن شاہ  
 جنگی کے قریب خاندانی قبرستان میں آم کے باغ میں دفن ہوئے۔ یہ باغ بہت  
 اچھے حال میں ہے۔

جناب صوفی علی احمد صاحب مرحوم جج کی ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے  
 تھے۔ صاحبزادوں کے نام صوفی سلطان احمد۔ صوفی احسان احمد۔ صوفی غفران احمد  
 صوفی طفیل احمد تھے۔ صوفی سلطان احمد صاحب الیکٹریشنل رجسٹریشن بہار کے پرسنل  
 اسٹنٹ کی حیثیت سے ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ان کا ۱۹۴۴ء میں ۶۲ سال کی  
 عمر میں انتقال ہوا۔ صوفی احسان احمد صاحب نے بالکل عالم شباب میں ۲۰ سال کی

لے خط جناب ڈاکٹر محمد ابوالتراب صاحب مدظلہ حضرت حمید ننگالی وقف کمیٹی نور منزل منگل کوٹ  
 ضلع برہمان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء



عمر میں بمبئی میں انتقال کیا۔ اُن کا مزار نانکس میں ہے۔ تیسرے بیٹے صوفی  
غفران احمد کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔ چوتھے بیٹے صوفی طفیل احمد صاحب  
مملکت میں رہتے تھے۔ اُن کا ۱۹۶۸ء میں انتقال ہوا۔

صوفی سلطان احمد صاحب مرحوم کے تین بیٹے صوفی عزیز احمد صوفی  
انیس احمد۔ اور صوفی انوار احمد ہیں۔ صوفی عزیز احمد صاحب میڈیکل کی تعلیم مملکت  
میں حاصل کی اور اس وقت بھاگل پور کے چند ممتاز اور کامیاب ڈاکٹروں میں  
ہیں۔ جناب ڈاکٹر محی الدین صاحب اور مولوی محمد اختر صاحب وکیل ناننار پور  
بھاگل پور کے ساتھ سماجی اور ملی کاموں میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ اور ستمبر ۱۹۵۶ء  
سے ناچیز راقم الحروف کے مخلص دوستوں میں ہیں۔ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی چار  
صاحبزادیاں اور ایک لڑکا الشراحد تیرہ چودہ سال کا ہے اور اسکول میں پڑھتا  
ہے۔ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کے بھائی صوفی انیس احمد (بی۔ اے۔ سی بیکنولوجی) مملکت  
کی ایک جوڑیل میں اعلیٰ انتظامی عہدہ پر فائز ہیں اور دوسرے بھائی صوفی انوار احمد  
(ام۔ اے۔ سی) سندری ضلع دھنبا د میں سیکرٹری لوجسٹک ہیں۔ صوفی طفیل احمد صاحب کے  
بیٹے یعنی ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کے چچا زاد بھائی ڈاکٹر امین احمد مملکت میں پریکٹس کرتے  
ہیں۔ بھاگل پور میں جناب صوفی علی احمد صاحب مرحوم جج کا خاندان کو تو اُلی تھانہ

۱۔ خط جناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب بھاگل پور۔ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۷۵ء۔ اور ۲ جولائی ۱۹۷۵ء؛

اور خط محمد عبدالعزیز ایم۔ اے۔ برہ پور۔ بھاگل پور۔ مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۷۵ء

کے پورب آباد ہے۔

صوفی نیاز احمد صاحب منگل کوٹی رح کے ایک پر پوتے صوفی محی الدین صاحب  
بنگلہ دیش میں ایگری کلچرل سیرج انسٹی ٹیوٹ (زراعتی ادارہ تحقیقات) کے ڈائریکٹر  
ہیں اور وہ جناب ڈاکٹر ابوتراب صاحب منگل کوٹی ضلع بردوان کے رشتہ میں بھتیجے ہیں۔  
کاٹرا پوتا شہر بردوان کے جس قبرستان میں صوفی نیاز احمد صاحب رح کا  
مزار ہے۔ وہیں بنگال کے مشہور مسلم رہنما اور محمدن لیڈر ریسی البیوسی اشین کلکتہ کے  
بانی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ اے کے نواسے اور خیالات آزاد۔ نوابی  
دربار (ناول) سوانح عمری مولانا آزاد (مزاحیہ) اور لوفر کلب نامی کتابوں کے مصنف  
نواب سید محمد خان بہادر آئی۔ ایس۔ اے۔ ڈھاکہ (مولانا آزاد) کے صاحبزادے نواب  
سید علی اشرف مرحوم بھی آرام فرما ہیں۔ وہ بردوان میں آباد ہو گئے تھے اور ۷۰ سال  
کی عمر میں یہاں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بیٹے پروفیسر سید علی اکبر

۱۹۷۵ء  
۱۔ خط جناب سید عبدالسلام صاحب۔ جلد و نامتھ باسکالین ڈھاکہ ۱۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۶ جون ۱۹۷۵ء  
۲۔ تالیف ادب اردو۔ رام بابو سکسینہ۔ اردو ترجمہ حصہ ۲۶۳، شہاب ناقد، سید اختر حسن۔  
ماہ نوکراچی ۱۹۶۱ء۔ ص ۴۱، بنگال کے دو نامور خاندان، صاحب حسن باڑھ۔ ضلع ٹینہ۔ آج کل۔ دہلی۔

مئی ۱۹۷۵ء ص ۴۲-۴۰

۳۔ خط جناب مولانا ابوالشیر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۔ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۷۵ء، نواب سید علی  
اشرف مرحوم، سید حسین ایدمیر اخبار انڈی پڈسٹ ۱۔ الہ آباد اور سید متعینہ مہر (متوفی فروری ۱۹۷۹ء)  
(بقیہ حاشیہ ص ۴۲ پر)

پرنسپل برودان میں رہتے تھے۔ ذوالسید علی اشرف مرحوم کی نواسی بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن عرف نسیمی بیگم کو شرفِ بیعت مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب کے خلیفہ مولانا عبد الخالق صاحب سے حاصل ہے۔ نسیمی بیگم، لیڈی براڈن کالج کلکتہ میں اردو کی لکچرر تھیں۔ ان دنوں دھان منڈی ڈھاکہ میں رہتی ہیں۔ ان کے شریک حیات مسٹر فضل الرحمن مرحوم وزیر حکومت پاکستان نے علامہ شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق تصنیف "سیرۃ النبی" کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور مسٹر فضل الرحمن کے انتقال کے بعد اس کتاب کا مقدمہ

بقیہ حاشیہ ص ۲۸ کا

کے بڑے بھائی (سوتیلے) تھے۔ غیر منقسم بنگال کے وزیر اعظم ابوالقاسم فضل الحق مرحوم اور کلکتہ یونیورسٹی کے پہلے مسلمان وائس چانسلر سر حسان سہروردی مرحوم ان کے برادر بستی (بھتیجے) تھے۔ آج کل مئی ۱۹۷۵ء و ۱۹۷۶ء

۱۔ مسٹر فضل الرحمن مرحوم موضع شینے پور گور۔ تھانہ دھہر۔ پرنسپل بکرم پور ضلع ڈھاکہ میں ۱۹۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء کو کار کے ایک حادثہ میں زخمی ہوئے اور ۱۸ دسمبر ۱۹۶۶ء کو ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ عظیم پور قبرستان میں دفن ہوئے۔ بڑا عظیم ہندو پاکستان کے وہ ایک جلیل القدر اور نامور فرزند ہوئے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کی پہلی کابینہ وزارت میں وہ شامل کئے گئے تھے۔ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو عشق تھا۔ سیرۃ النبی کا انگریزی ترجمہ ان کا شاندار کارنامہ ہے۔ پانچ سو صفحات کی یہ کتاب پاکستان ہٹائیکل سوسائٹی کی طرف سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔ قیمت روپے ۳۰۔ مقدمہ سیرۃ النبی۔ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن، خط جناب سید عبد السلام صاحب ڈھاکہ۔ مود خیر بیگم جوالانی ۱۹۷۵ء

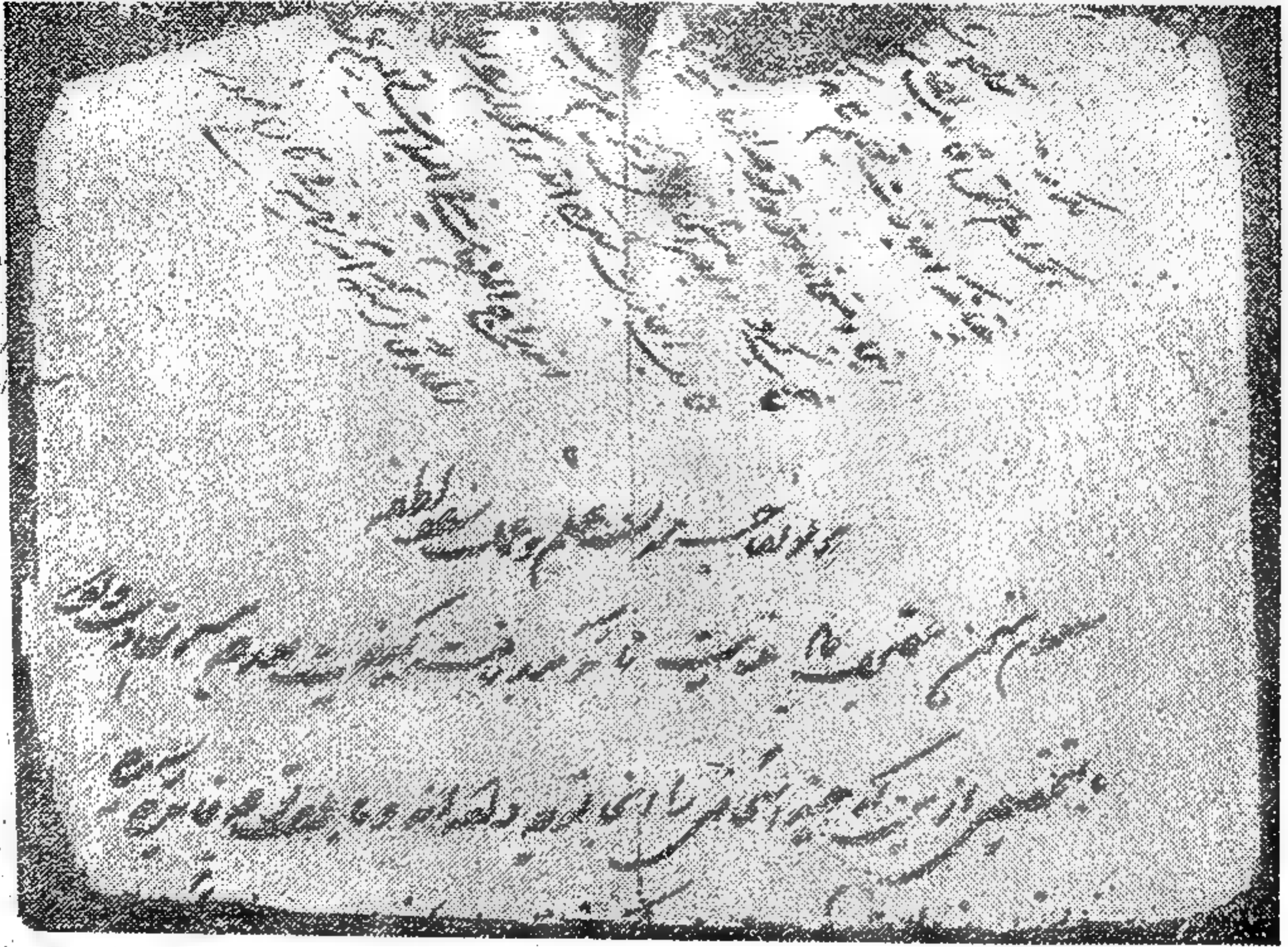
بیگم فاطمہ فضل الرحمن نے لکھا ہے۔

مولانا صوفی اکرام الحق صاحب پناسی ضلع مرشد آباد کے  
رہنے والے تھے۔ پناسی ضلع مرشد آباد کے بھرت پور  
بتھانہ میں ضلع بردوان کی سرحد کے قریب جھامت پور بہاران اسٹیشن سے  
تصنف میل روٹ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں حضرت صوفی سید فتح علی  
صاحب قدس سرہ کی شادی ہوئی تھی اور یہیں آپ نے اقامت اختیار کر لی تھی  
اسی بستی میں آپ کے صاحبزادے سید مصطفیٰ علیؒ کی شادی نجابت حسین صاحب  
مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ یہیں آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بابی فاطمہ قدس  
سرہ با اور صاحبزادے حضرت سید مصطفیٰ علیؒ کے مزارات ہیں۔ یہیں آپ کی  
نواسی بی بی سیدہ ہاجرہ خاتون مرحومہ کی شادی اخوند کار عبدالعزیز مرحوم سے  
ہوئی تھی۔ پناسی ہی میں حضرت کے بڑے پوتے جناب سید مسعود الرحمن صاحب مرحوم  
کی بڑی صاحبزادی سیدہ سارہ خاتون کی شادی اخوند کار محمد الدین صاحب کے  
اور چھوٹی صاحبزادی سیدہ حسنہ آرا کی شادی حضرت کے خلیفہ جناب صوفی اکرام الحق

سیدہ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن عرفہ بیگم، سپہ سالار حضرت سید زین الدین آبادی  
فاتح سلہٹ کی اولاد میں ہیں۔ یہ علاقہ ترات ضلع سلہٹ کی رہنے والی اور نواب سید علی شرف  
مقیم بردوان کی نواسی ہیں۔ کلکتہ میں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۶۲ء تک لیڈی براؤن کالج کلکتہ  
میں اردو کی لکچرر تھیں۔ بچوں کی تعلیم کی ترقی کے لئے سوسائٹی قائم کیا ہے۔







۱۲۔ تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ

صاحبؒ کے پوتے جناب عیار الحق سے ہوئی ہے۔ انور کار محی الدین صاحب ان دنوں  
ڈھاکہ میں مقیم ہیں اور عیار الحق صاحب پناسی میں رہتے ہیں۔

صوفی اکرام الحق صاحبؒ کا مزار ہلدی باڑی ضلع کوچ بہار (شمالی بنگال) میں  
بنگلہ دیش کی سرحد کے قریب ہے۔ یہاں ہر سال چھاگن بنگلہ کی ۶۔۷ تاریخ کو  
ایصالِ ثواب کے لئے سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ جس میں کوچ بہار، جلیانی گوری  
اور بنگال کے دوسرے اضلاع سے مریدوں، متوسلوں اور طالبانِ حق کا ایک کثیر اجتماع  
ہوتا ہے۔ مولانا زین العابدین صاحب ختری مدظلہ لکھتے ہیں کہ جناب مولانا صوفی  
اکرام الحق صاحبؒ حضرت وکسیؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے اور اپنے وقت کے  
عارف کامل اور صوفی بالکمال تھے۔

جناب صوفی اکرام الحق صاحبؒ کے ایک خلیفہ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحبؒ  
ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ یہ رنگ پور کے رہنے والے ہیں۔ ان کی ایک کتاب لندن میں چھپی  
ہے۔ ہلدی باڑی ضلع کوچ بہار (مغربی بنگال) کے میکل گج نسب ڈویژن کا ایک تھانہ اور بنگلہ دیش  
کی سرحد پر ہندوستان کا آخری ریلوے اسٹیشن اور بڑا تجارتی مرکز ہے۔ ریل کے ذریعہ نیر جلیانی گوری  
جکشن یہاں سے ۶۱ کیلومیٹر۔ جلیانی گوری ۵۲ کیلومیٹر اتر اور ضلع کا صدر مقام کوچ بہار ۱۳۴ کیلومیٹر  
پورب ہے۔ جلیانی گوری اور ہلدی باڑی کے درمیان صرف ایک اسٹیشن مندری گھاٹ ہے۔  
ہلدی باڑی اسٹیشن صوفی اکرام الحق صاحبؒ کا مزار ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم  
شماری میں ہلدی باڑی تھانہ کی ۶۱۶، ۴۳ نفوس کی آبادی میں مسلمان ۲۳، ۸۰۷ تھے اور شہر ہلدی  
باڑی کی ۵۶۸ نفوس کی آبادی میں مسلمان ۷۰۷ تھے۔ مردم شماری ہند بنگال۔ آر۔ اے۔ ڈو۔  
سمبر ۱۹۴۲ء، "مارتھ ایسٹ فرنیچر ریلوے ٹائم ٹیبل" اپریل ۱۹۴۵ء  
۱۹۴۵ء  
۲۲۷۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۴۵ء



جناب مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلہ نے حیات دلیسی حصہ ۲۳-۲۴ کے صفحہ پر حضرت ولیسی رح کے ایک خط کی جو عکسی نقل پیش کی ہے۔ اس میں مولانا صوفی اکرام الحق صاحب کا ذکر آیا ہے۔ مولانا نے کتاب کے صفحہ ۲۶ پر خط کا مضمون بھی نقل کیا ہے۔ خط کا کنار اقدے کرم خوردہ ہے۔ اس کا جو مضمون پڑھا جاسکتا ہے، اس کا متن حسب ذیل ہے۔

مولوی صاحب : معین علم و عمل زاد لطفہ

سلام مسنون قبول باد۔ غایت نامہ رسید۔ بدریافت کیفیت بدیدہ سر تھا

دست دادہ۔ بالتحصیل ازین کہ چند اشخاص را آن جا توجہ دادہ اند و باوصف توجہ

فائدہ رسیدہ .....

مکرر۔ تعلیم..... اکرام الحق قابل اجازت..... چنانکہ اجازت تعلیم

تا..... این جا امتحاناً اند و توجہ دہانیدم۔ خوب کرد و بعض اشخاص دیگر ہم

قریب قابل اجازت شدہ اند و اکرام را..... اندراج النہایت فی البلیت

تعلیم نمودہ..... اطلاعاً نوشتہ آمد..... فی التاریخ صدر۔

..... البیادیت نشانہ ام و ہمیں سلوک او بالاصالت می شود، و

شورش باطن و محبت لازمہ این مقام است۔ چنانچہ در طریق دیگر در آخر حال بطور

می کنند و جزوہ..... نقد وقت می گردد چنانچہ حضرت نقشبند رضی اللہ عنہ

می فرمایند : ۔

اول ما آخر ہر منشی آخر ما جب تمنا ہی



۱۰  
 این کتاب را در روز ۱۰ ماه ۱۰۰۰  
 در شهر ۱۰۰۰  
 در روز ۱۰ ماه ۱۰۰۰  
 در شهر ۱۰۰۰  
 در روز ۱۰ ماه ۱۰۰۰  
 در شهر ۱۰۰۰

۱۳۔ تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فریح علی صاحب دہلوی



لہذا توجہ اور موثر تردید ہی شود، بلکہ یہاں وقت متوجہ الیہ در خود اثر می یابد۔  
مگر افسوس کہ چیزے علم نلارد، لہذا تربیت اد خاطر خواہ نمی شود۔ دعا فرمایید فقط  
ان خدمت مولوی محی الدین حسن صاحب، نیز قطعہ عنایت نامہ رسیدہ۔  
جواب آن ہم امروز فردا نشر اللہ تعالیٰ ..... نوشتہ ..... التماس

خدمت جواد اللہ صاحب، مدوح دین کہ در سہ روز بار

مولوی بطیع الرحمن اور حافظ محمد ابراہیم صاحب کے بارے میں صرف  
یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں چاٹنگام کے رہنے والے تھے۔ یہ واضح نہیں ہوتا ہے کہ  
شہر چاٹنگام کے باشندے تھے، یا کسی دیہی علاقہ کے۔ ان دونوں بزرگوں کے متعلق  
مزید کچھ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

جناب مولوی عبد العزیز صاحب کے پتہ میں چند در۔ جہان آباد ضلع ہوگلی  
لکھا ہے۔ دامودرنڈی کے پچھم ضلع ہوگلی کے مغربی سب ڈویژن کا نام پہلے جہان آباد  
تھا۔ بہار کے گیا ضلع میں بھی جہان آباد نام کا ایک سب ڈویژن تھا۔ صوبہ بنگال میں  
جہان آباد نام کے دو سب ڈویژنوں کی وجہ سے انتظامی وقت ہوتی تھی۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء  
میں ضلع ہوگلی کے جہان آباد شہر کا نام بدل کر آرام باغ رکھا گیا۔ شہر کے نام پر سب ڈویژن

سب آرام باغ نام میان لوگوں کے ایک خوبصورت باغ کے نام پر رکھا گیا۔ آرام باغ، ہوگلی ضلع  
کے صدر مقام چنسورہ سے تقریباً ۳۸ میل پچھم قلبہ اتر دھال کیسورنڈی کی دو شاخوں کے درمیان  
واقع ہے۔ آرام باغ کے پاس مسلمانوں کی (چھٹی آبادی ہے۔ اور ان کے آثار قدیمہ (بقیہ صفحہ ۲۱۲ پر)

کا نام بھی بدل گیا۔ آرام باغ تارکیشور پور سے اسٹیشن سے ۱۹ میل (۳۱ کیلو میٹر) پچیم،  
 بردوان سے ۲۶ میل (۴۲ کیلو میٹر) دکن قدرے پچیم اور شیو پور ضلع باتکوا سے ۳۵ میل  
 (۵۶ کیلو میٹر) دکن پورب واقع ہے۔ آرام باغ سے بردوان کو جانے والی تختہ سڑک  
 پر شہر سے تقریباً تین اتر چنڈور نامی رستی ہے۔ اس رستی کے سامنے پچیم دھال کیسور  
 تدی دوستانوں میں بٹ جاتی ہے۔ چنڈور سے اتر میاں گرام رستی ہے۔ مولوی عبدالعزیز  
 صاحب اسی چنڈور رستی کے رہنے والے تھے۔

میرے خطوط کے جواب میں مولانا سید عبدالعزیز صاحب کے واحد بھتیجے جناب  
 مولوی سید عبدالعظیم مرحوم کے صاحبزادے سید شمس العالم صاحب الکتوبر ۱۹۶۷ء  
 میں مطلع کیا کہ مولانا سید عبدالعزیز صاحب ڈھاکہ کالج میں پروفیسر تھے اور  
 آج سے ساٹھ ستر سال قبل انہوں نے (چنڈور (میاں پاڑہ) میں لاویلا انتقال کیا۔  
 مولانا نے ڈھاکہ کالج کی ملازمت کے زمانہ میں چنڈور (میاں پاڑہ) میں ایک مسجد  
 بقیہ صفحہ ۲۱۱ کا

پائے جلتے ہیں مسلمان ائمہ دار لوگوں کی کثیر تعداد ہے۔ آرام باغ سے چھ میل اتر شیو پور کو جانے  
 والی سڑک پر مدینہ نامی رستی میں سادات کی آبادی ہے اور سات میل دکن پچیم انور پور کے کنارے  
 گڑھ مندران کا قلعہ ہے جہاں حضرت اسماعیل غازیؒ کا مزار ہے۔ اس علاقہ کے لوگ ان کے بہت معتقد  
 ہیں۔ برداہ کے مندوراجہ نے آپ کا استار تعمیر کرایا مسلمانوں کے زمانہ میں گڑھ مندران ایک سرکار کا  
 صدر مقام تھا۔ بنگالی زبان کے ناول نگار بابو بنکم چندر جی نے اپنے ناول دُگیش منڈی کا پس منظر  
 گڑھ مندران کے قلعہ سے حاصل کیا ہے۔ ہوگلی ضلع گڑھ پور۔ اس۔ اس۔ اومیلی ۱۹۱۲ء ص ۲۲۸



تعمیر کرایا تھا۔ مولانا کے بھائی کے پوتے سب اگرچہ مالی حیثیت سے بہت اسودہ حال نہیں ہیں۔ لیکن اپنی مالی پریشانیوں کے باوجود حتی الامکان مسجد کی حفاظت اور نگہداشت کی طرف پوری طرح متوجہ رہتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے یہاں اخراجات کی زیادتی اور مناسب مستقبل آمدنی کی کمی کے باعث مسجد خستہ حال ہے۔

چندور (میان پاڑہ) میں مولانا سید عبدالعزیز صاحب کا مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا اور حضرت کے پوتے اس مقبرہ کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں۔ مولانا سید عبدالعزیز صاحب کے صرف ایک بھتیجے مولوی عبدالعظیم صاحب مرحوم تھے۔ ان کے بچے سب بہت چھوٹے تھے اور کوئی مستقبل ذریعہ معاش نہ تھا، ان کا انتقال ہو گیا۔ ان بچوں کو بڑی پریشانیوں کے دور سے گزرنا پڑا۔

مولانا عبدالعزیز صاحب کی اولاد میں ان کے بھتیجے جناب مولوی عبدالعظیم صاحب مرحوم کے تین بیٹے یادگار ہیں۔ بڑے بیٹے سید سراج العالم صاحب آرام باغ میونسپلٹی میں بطور خزانچی کام کرتے ہیں۔ دوسرے بیٹے سید شمس العالم صاحب میٹرکولیشن کے برابر اسکول فائنل ٹریفکٹ کا امتحان پاس کیا ہے۔ ان پر ایک بڑے خاندان کی پرورش و پرداخت کا بوجھ ہے اور اب تک کوئی مستقل ذریعہ معاش حاصل نہیں ہو سکا ہے۔ تیسرے بیٹے سید بدر العالم صاحب مقامی طور پر درزی کا کام کرتے ہیں۔ آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں اس لیے ان کو بھی پریشانی ہے۔

۱۔ خط جناب سید شمس العالم صاحب موقع چندور (میان پاڑہ) ڈاکخانہ آرام باغ غلعہ ہوگلی بنام راقم الحروف مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء۔

اللہ پاک اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان سید زادوں کی پریشانیاں دور فرمائیں اور ان کے لئے ہر طرح کی آسانیاں پیدا کر دیں۔

جناب مولوی اکبر علی صاحبؒ، سلہٹ کے رہنے والے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں جماعت ششم کے مدرس تھے۔ چنانچہ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری، شمس العارفینؒ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: ”برہان العاشقین، چارہ بیچارگان، مادی غریباں، راحت عاشقان، بدر الاققیاء، سید الاذکیاء، مقتدائے ارباب یقین حضرت مولانا مولوی شاہ صوفی فتح علی قدس سرہ، آپ قطب الارشاد کلکتہ کے تھے اور آپ کے جنازہ میں فقیر شریک تھا مولانا حافظ جمال الدین صاحب اور سب سے مدرسین مدرسہ عالیہ کلکتہ آپ کے مدح خواں جناب مولوی اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ مدرس جماعت ششم اور مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب مدرس چہارم آپ کے مرید ہیں اور بڑے بڑے علمائے ہند اور غریبہ حضرت صوفی صاحبؒ کے مرید ہیں۔ آپ کی قبر شریف، کلکتہ، مانیک تلا، دہلی وال کے باغیچہ میں زیارت گاہ ہے۔ اور حضرت صوفی صاحبؒ بہت مریدان ذی شان صاحب تاثر اس احاطہ میں ہیں۔“

مولانا اکبر علی صاحبؒ کے بارے میں مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۔ حیات دلیسی۔ مولانا زین العابدین صاحب انٹری مڈل۔ حصہ دوم ۲۸-۲۹ بحوالہ شمس العارفین ص ۲۲، شائع کردہ حاجی محمد سعید تاج کوکتب و مالک مطبع رزاقی و نجیدی کان پور مطبوعہ ۱۳۱۵ھ۔ کتاب شمس العارفین کی ایک جلد مولانا شاہ صوفی عبداللہ خان صاحب عمبری کے پاس موجود ہے۔ حیات دلیسی ص ۲۹

دیوان دلیسی میں لکھا ہے کہ ۱۳۱۶ھ = ۱۸۹۸ء تک مولانا کا انتقال ہو چکا تھا۔

مولوی امجد علی صاحبؒ کے بارے میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ ڈھاکہ کے رہنے والے تھے اور دیوان دلیسی کی ترتیب کے وقت سہلپٹ میں مقیم تھے۔ مولوی احمد علی صاحبؒ اور مولوی عبدالقادر صاحبؒ کے بارے میں بھی صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں فریدپور کے رہنے والے تھے۔ لیکن ان دونوں کا پتہ بھی واضح نہیں ہے کہ فریدپور شہر کے رہنے والے تھے۔ یا ضلع فریدپور کے کسی دیہات کے۔

شاہ دیدار بخش صاحبؒ پڑو پوکھر ضلع بوڑہ کے رہنے والے تھے۔ ساؤتھ ایسٹرن (سابق بنگال ناگ پور) ریلوے کے سنٹر اگاہی اسٹیشن سے دریائے ہوگلی کے کنارے شالی مار کو جانے والی براچ لائن پر پڑو پوکھر درمیانی اسٹیشن ہے۔ یہ ضلع بوڑہ کے سب پور تھانہ میں شہر بوڑہ کا جنوبی حصہ ہے۔ یہاں شالی مار اسٹیشن اور گیس کمپنی کے درمیان کری روڈ، پڑو پوکھر میں شاہ دیدار بخشؒ کا مزار ہے۔ شاہ دیدار بخشؒ کے ایک خلیفہ صوفی شادمانی خاںؒ تھے، جو دہلی کا کام کرتے تھے۔ صاحب نسبت اور صاحب تصرف تھے۔

جناب شیخ قربان علی صاحبؒ بنیا تالاب کلکتہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی

۱۔ دیوان دلیسی ص ۲۸

۲۔ خط جناب مولانا مازین العابدین صاحب ختری مظلہ، کلکتہ ۲۳، بنام راقم الحروف مورخہ

۲۴ جون ۱۹۷۲ء۔

۳۔ خط جناب مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب مظلہ ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء



پیدائش پھول بگن، بارنیش پاڑا کلکتہ میں ہوئی تھی۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ (دسمبر ۱۹۲۶ء) کو انتقال ہوا۔ مزار آب کا موڑہ شہر کے جنوبی حصہ میں بدو پو کھر اور شمالی مار  
اسٹیشنوں کے درمیان ریلوے لائن سے کچھ ۳۰ شمالی مارگیٹ کے پاس ۱۳۷۶ھ (۱۹۵۷ء) میں  
روڈ میں مسجد کے متعلق ہے۔ آپ کے صاحبزادے کا نام اصغر علی صاحب ہے ہر سال  
۲۰ جمادی الاول کو ایصالِ ثواب کا انتظام ہوتا ہے۔ اور حیاتِ ولی کی مصنف  
ممتازہ الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحبِ اخترؒ مظلّمہ ایصالِ ثواب کے  
سالانہ جلسہ میں شریک ہوتے ہیں اور تقریر فرماتے ہیں۔  
سید واجد علی صاحبِ ہدی یارِ کلکتہ میں رہتے تھے۔ مہدی باغ، دکن  
پارک اسٹریٹ۔ مہمانہ سال تہ کلکتہ ۱۶ کے حلقہ میں ہے۔ اس راستہ کو پہلے آغا مہدی  
اسٹریٹ کہتے تھے۔ اب صرف ہمد اسٹریٹ لکھتے ہیں۔  
ہمد اسٹریٹ پور پور کلکتہ میں واقع جوڑاگر جا کے کچھ ہے۔ یہ نواب عبداللطیف  
اسٹریٹ کے پورب اور علیم الدین اسٹریٹ کے آگے ہے۔ سید واجد علی صاحب  
کا مزار گوبرا قبرستان کے پاس ہے۔ وہاں ایک مسجد بھی ہے۔ ان کے متوسلین میں خاں بہادر  
بدرالدین صاحبِ محرم رجسٹرار ہائی کورٹ کلکتہ تھے۔ ان کا گرجی میں انتقال ہوا۔ ان  
کی صاحبزادی رضیہ بیگم ام لے ڈھاکہ میں اردو کی لکچر رکھیں۔ اب ان کا قیام لندن اور  
کراچی میں ہے۔ سید واجد علی صاحب کے مزیدین اور متوسلین کی تعداد بہت ہے۔

۱۰ خط جناب مولانا زین العابدین صاحبِ اخترؒ مظلّمہ کلکتہ ۲۳۔ تمام راقم الحروف

مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۷ء



میر حمید روڈ نارائن گنج ضلع ڈھاکہ سے ان لوگوں کا ایک ماہوار رسالہ 'المہدی' کے نام سے، جناب خواجہ عبدالقدوس کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ خواجہ عبدالقدوس صاحب خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب (عنایت پور پائین) کے صاحبزادے ہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسئی کے مزار شریف کی ضروری مرمت کے بعد ۱۹۷۲ء میں جو ننگہ کلکتہ لگایا گیا ہے وہ خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب اور ان کی بیگم کی طرف سے تیار کیا گیا۔

مرزا اشرف علی صاحب پر یزید ٹنکی گنج کلکتہ میں پروفیسر تھے۔ ان کے نقل حالات معلوم نہیں ہیں۔ ان کے صاحبزادے حافظ مولانا محمد حسین مرحوم صوفی صاحب کے مرزا شریف کے پاس لالہ بگان مانک آباد مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۷۱ء میں انتقال ہوا۔ انہوں نے صوفی صاحب کے مرزا شریف کی بڑی خدمت کی۔

مولوی عطاء الرحمن صاحب اور قاضی فصاحت اللہ صاحب ج کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں ضلع چوہیں پرگنہ کے رہنے والے تھے۔ ادیبی حال مولوی نصیر الدین صاحب کا ہے جو ضلع ندیا کے باشندے تھے۔ مولوی سید ذوالفقار صاحب ٹیٹا گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ضلع چوہیں پرگنہ میں باریک پور کے پاس سیالہ (کلکتہ) سے تقریباً ۷۰ میل اتر، ٹیٹا گڑھ ایک مشہور صنعتی مقام ہے اور کاغذ کے کارخانہ کے لئے مشہور ہے۔ کل بازار کے قریب اس کاغذ کے کارخانہ

۱۔ خط جناب مولانا سید محمد شیر الدین صاحب مدظلہ - مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء  
۲۔ خط جناب مولانا سید محمد شیر الدین صاحب مدظلہ - مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

کے اندر سید ذوالفقار علی صاحب کامزار ہے۔ مزار چہار دیواری سے گھرا ہوا اور محفوظ ہے۔ اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ باہر سے لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ان کے ایک منبر سید نظام الدین راجب باری پوری۔ فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ ان کا دیوان کلمۃ سے شائع ہوا تھا۔ ننگہ اکبر می نے ان کے کلام کا کچھ حصہ ”کلام راجب“ کے نام سے ننگہ میں شائع کیا ہے۔ اردو کے مقابلہ فارسی سے دلچسپی زیادہ تھی۔ ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ مزار ان کا عظیم پورہ قبرستان ڈھاکہ میں ہے۔ ان کے پیٹے سید امام الدین سے الحاج سید محمد شیر الدین صاحب مظلّٰی کی محبتی کی شادی ہوئی ہے۔ سید نظام الدین راجب باری پوری کے دو فارسی اور دو اشعار پیش کئے جاتے ہیں :

۱۔ ذکر خدا گن ہر نفس، اللہ پس، باقی ہوس  
از ماسوائے بوالہوس، بزار شو، بزار شو

ما آغب دین دار المعن، بیکار منشیں یک زمین  
بر حال زار خوشتن، غمخوار شو، غمخوار شو

۲۔ زمانہ کے مشاغل سے نہیں وابستگی کچھ بھی  
مگر ہر وقت رہتا ہوں نئی دنیا بسانے میں  
پس مردن محبت رنگ لائی ہے، دہکتے ہیں  
نہیں مراغب سا کوئی با وفا یا زمانے میں

۱۔ خطا الحاج مولانا سید محمد شیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

مولوی عطاء اللہ صاحب کا پتہ منگل کوٹ ضلع بر دوان لکھا ہے۔ یہ منگل کوٹ اصل میں منگل کوٹ ہے، جو بر دوان ضلع کے کتواسب ڈویژن میں گوڈرند کے کنارے واقع ہے اور مسلمانوں کے دور حکومت میں سرکار شریف آباد کا صدر مقام تھا۔ یہاں بہت سے مسلمان بزرگان دین کے مزارات ہیں جن میں حضرت امام اربابی مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا حمید دانش منڈ (متوفی ۱۳۵۳ھ) بہت مشہور ہیں۔ جناب قاضی عطاء اللہ کا اپریل ۱۹۲۰ء میں منگل کوٹ میں انتقال ہوا۔ ان کے ایک صاحبزادے قاضی عبداللہ اور ایک صاحبزادی تھیں۔ قاضی عبداللہ کی جوانی میں انتقال ہوا۔ ان کے دو بیٹے یادگار تھے، جن میں سے بڑے صاحبزادے کا دو سال قبل انتقال ہوا۔ قاضی عبداللہ مرحوم کی صاحبزادی فاطمہ خاتون صاحبہ مولانا حمید دانش منڈ وقت کیٹی کے موجودہ صدر جناب ڈاکٹر محمد البو تراب صاحب مظلہ کی خوشرامن تھیں۔ ان کے صرف ایک بیٹے تھے۔ بیٹے کے انتقال کے بعد وہ اپنی چھوٹی صاحبزادی کے پاس ڈاکٹر محمد البو تراب صاحب کے یہاں نو منزل میں رہتی تھیں۔ تین سال قبل یعنی ۱۹۷۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

جناب ڈاکٹر محمد البو تراب صاحب نے مجھے مطلع کیا کہ حضرت صوفی شمس علی صاحب دہلوی، حضرت مجدد پاکؒ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا حمید الدین دانش منڈ بنگالی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منگل کوٹ تشریف لائے تھے اور یہاں

لے خط جناب ڈاکٹر محمد البو تراب صاحب، نو منزل۔ منگل کوٹ ضلع بر دوان۔ بنام  
مقام الحوادث مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء



ن کے بہت سے مرید تھے جن میں ان کے نانہا اور دادا دونوں شامل تھے۔ ڈاکٹر  
 صاحب موصوف کے نانہا کا نام جناب قاضی ممیز الحق تھا۔ وہ منگل کوٹ میں  
 ایم ایل کی شادی کے رجسٹرار تھے۔ فروری ۱۹۱۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ڈاکٹر  
 صاحب کے دادا کا نام جناب قاضی جلال حسین تھا۔ انہوں نے اپریل ۱۹۳۰ء میں  
 انتقال کیا۔ جناب صوفی نیاز احمد صاحب، جو منگل کوٹ کے رہنے والے تھے اور  
 بردوان کے محلہ کاٹرا پوتا میں منتقل ہو گئے تھے جن کا ذکر قبل آچکا ہے۔  
 ان کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔ دیوان و سیدی اور حیات دلیسی دونوں میں سے  
 سی کتاب میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دلیسی کے خلفاء اور مریدین میں منگل  
 جناب قاضی ممیز الحق صاحب اور جناب قاضی جلال حسین صاحب کے نام شامل نہیں  
 ہیں۔ جناب ڈاکٹر ابوتراب صاحب کی مہربانی سے ان دونوں بزرگوں کے اسماء گرامی  
 تسلیم ہونے کے بعد خلفاء اور مریدین کی فہرست میں دو ناموں کا اضافہ ہوتا ہے  
 تعداد ۳۷ ہو جاتی ہے۔  
 منشی سلیمان صاحب ہاراساٹ کے باشندے تھے۔ لیکن ان کے کچھ  
 حالات معلوم نہیں ہیں۔ ہاراساٹ ضلع چوہیں پرگنہ کے شمالی مشرقی حصہ میں ڈوئرن  
 سدر مقام ہے۔ اس علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی پچاس فی صد سے زیادہ ہے۔

۱۹۷۵ء

جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۰ مئی  
 ۱۹۷۵ء

جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۰ مئی



باراساٹ کے مصافحات میں حضرت یک دل صاحبؒ کا مزار ہے۔ اس علاقہ میں انیسویں صدی عیسوی کے تیسرے دہے میں جیہ ہند زمینداروں نے مسلمانوں کی ڈاڑھی پر ٹیکس لگایا تھا، تو ۱۸۳۱ء میں مغربی بنگال میں فرائضی تحریک کے سرکردہ رہنما میرنثار علی عرف تبتو میر نے بغاوت کی اور نارکل باڑی میں اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔ باراساٹ کا قلعہ تعمیر کیا۔ مقامی حکام کی شکست کے بعد کلکتہ سے میجر اسکاٹ فوج کی ایک بٹالین کے ساتھ آئے اور تبتو میر انگریزی فوج سے لڑتے ہوئے اپنے چچا صاحبوں کے ساتھ شہید ہوئے۔

جناب شاہ بقاء اللہ صاحبؒ کا وطن کان پور ضلع ہو گئی لکھا ہے۔ ہو گیا ضلع میں آرام باغ سے تقریباً پانچ میل دھن پور بنگال پور نامی بستی ہے جہاں مسلمان بزرگوں کے مزارات ہیں اور ایک مدرسہ بھی ہے۔ اس کے چند میل اتر تارا کیہ آرام باغ روڈ پر رسول پور اور کچھ اتر کچھ میں مبارک پور اور صراح پور نامی بستی ہیں۔ کان پور نامی دوسری بستی ضلع ہوڑہ کے جلگت بلیم پور مقام میں شہر و قصبہ اور سابق ہوڑہ ایتھالٹ ریلوے کے اسٹیشن من شیر ہاٹ سے ۸ میل (۱۳ کیلومیٹر) قدرے دھن ہے اس کان پور بستی میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ من شیر ہاٹ ڈاکخانہ

۱۔ امیریل گزیٹ آف انڈیا جلد ششم ص ۴۳

۲۔ امیریل گزیٹ آف انڈیا جلد سبست و چہارم ص ۱، بیان چوبیس پرگنہ مسلم بنگالی ادب۔  
ڈاکٹر انعام الحق۔ کراچی ۱۹۵۷ء، ۱۹۷۷ء، مضمون بنگال کی سیاست اور معاشرت، عبدالرحمن  
بے خود۔ ماہ لکڑاچی۔ مئی ۱۹۵۷ء ص ۴۳

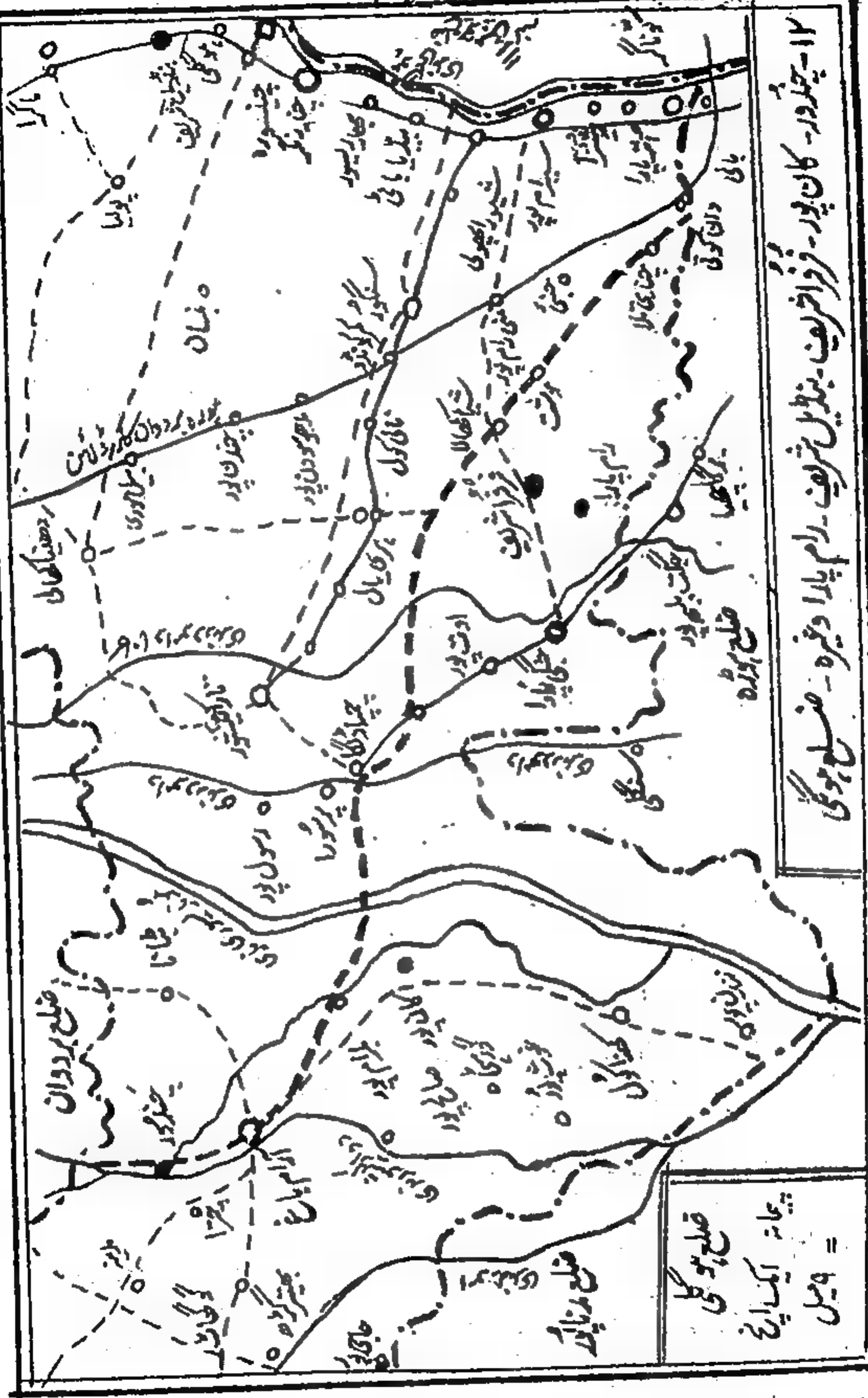
انتہی میں ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ شاہ بقاء اللہ صاحب کس کان پورستی کے رہنے والے تھے۔ لیکن ممتاز المحدثین مولانا زین العابدین صاحب ختري مظلہ کا خیال کہ جناب شاہ بقاء اللہ صاحب آرام باغ کے پاس کان پورستی کے رہنے والے تھے۔ پوری کوشش کے باوجود ان کے کچھ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

مولوی قاضی خدا نواز صاحب دہسہ ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔

اب یہ گاؤں بھی ضلع موڑہ کے جگت بلجھ پور تھا۔ میں من شیر ہاٹ قصبہ سے متصل پورب من شیر ہاٹ ڈاکخانہ کے حلقہ میں ہے۔ من شیر ہاٹ موڑہ سے ۷ میل (۲۸) کیلومیٹر کے فاصلہ پر دکن پٹری کی طرف ہے۔ دہسہ ایک تاریخی مقام ہے۔ یہاں حضرت مولانا شاہ صوفی غلام قادر صاحب ایک مشہور عالم اور کامل بزرگ گذرے ہیں۔ آپ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری قدس سرہ کے خلیفہ اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کسی کے پیر بھائی تھے۔ دہسہ میں پہلے ایک شاندار مدرسہ تھا۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کسی نے اسی مدرسہ میں مکمل تعلیم حاصل کی تھی۔ اب مدرسہ ختم ہو چکا ہے۔ مولانا شاہ صوفی غلام قادر کامزار دہسہ میں ہے۔ مولوی قاضی خدا نواز صاحب کے مزید حالات معلوم نہیں ہیں۔

۱۔ خط سب پورٹ ماسٹر من شیر ہاٹ ضلع موڑہ (۱۱۴۱۰)۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۴۲ء  
۲۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب ختري مظلہ۔ کان کھیل شریف۔ کلکتہ۔ بنام راقم الحروف ۳ ستمبر ۱۹۴۲ء

۳۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب ختري۔ گارڈن پچ۔ کلکتہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جون ۱۹۴۲ء





منشی شرافت اللہ صاحب کھاتن ضلع ہوگلی اور مولوی حسین اللہ

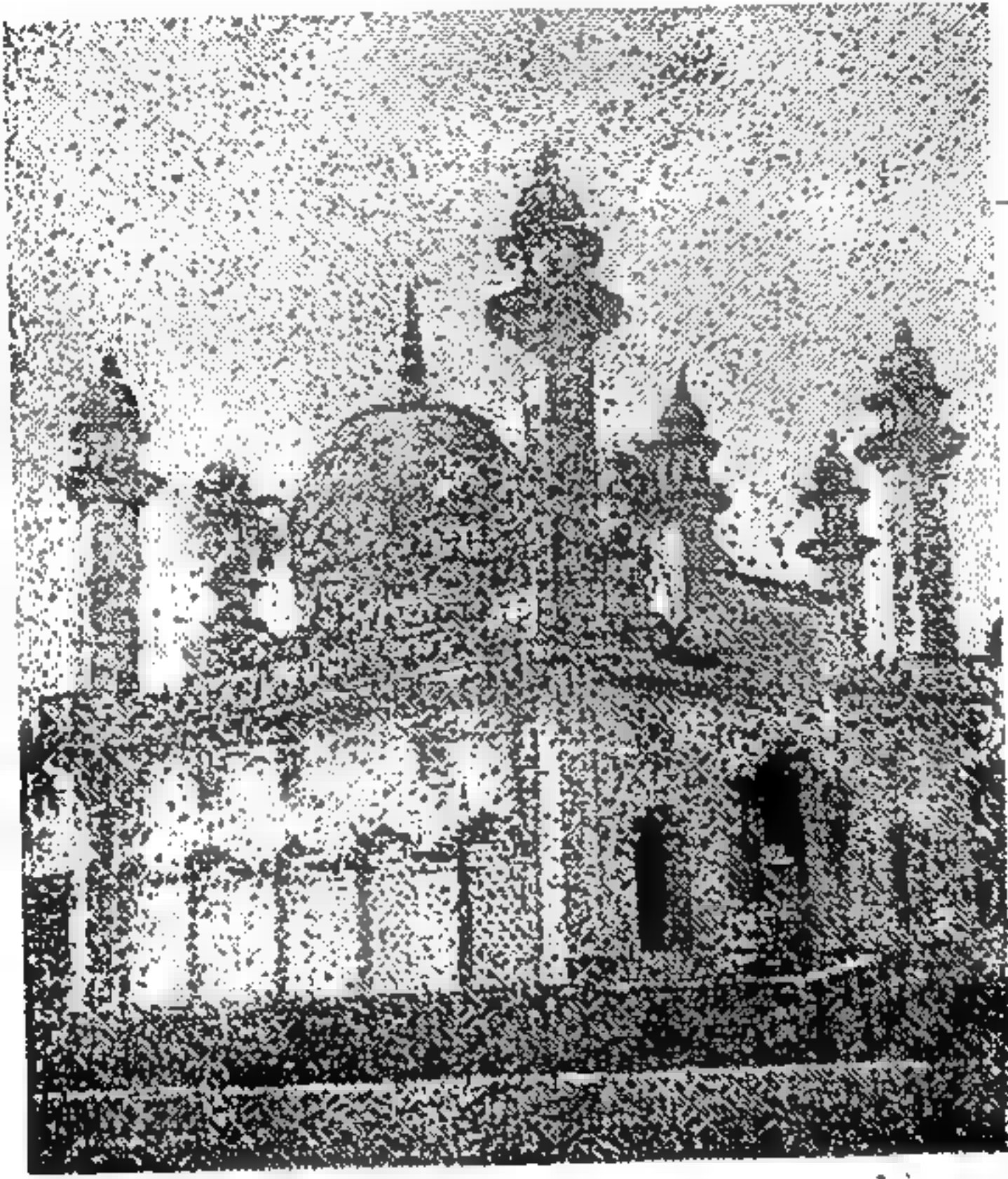
عاحب رام پارا ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ یہ دونوں بستیاں حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب کے وطن اور مشہور تاریخی قصبہ فر فر اشرف سے متصل ضلع ہوگلی کے سیرام پور سب ڈویژن اور جنگلی پارا اٹھانہ میں واقع ہیں۔ کھاتن فر فر اشرف سے ایک میل اتر اور (سابق لائٹ ریلوے کے اسٹیشن) سیبا کھالا سے دو میل دکھن ہے۔ یہاں کا ڈاکخانہ چار پور ہے۔ رام پارا فر فر اشرف سے ایک میل دکھن پچم اور سیبا کھالا سے چار میل پر ہے۔ یہاں کا ڈاکخانہ دکھن ڈمبی ہے۔ فر فر اشرف کی طرح چار پور اور دکھن ڈمبی کے ڈاک خانے بھی پوست کے بڑے ڈاک خانہ کی ماتحتی میں ہیں۔ سب ڈویژن کے صدر مقام اور مشہور ریلوے اسٹیشن سیرام پور سے بروٹی پارہ۔ سیبا کھالا اور رام پارا ہوتے ہوئے کھانہ کے صدر مقام جنگلی پارا تک پختہ سڑک بن گئی ہے اور اس پر بس آتی جاتی ہے۔ رام پارا سے پورہ بردوان کارڈ لائن کا بروٹی پارہ۔ اسٹیشن ۹ میل (۱۴ ۱/۲ کیلو میٹر) اور سیرام پور ۱۵ میل (۲۴ کیلو میٹر) پر ہے۔ جناب منشی شرافت اللہ صاحب کے والد کا نام منشی شرافت اللہ تھا۔ منشی شرافت اللہ صاحب کو کوئی اولاد ذکر نہ تھی۔ ان کے چچا زاد بھائی کی اولاد میں

۱۔ خط جناب مولانا ذین العابدین صاحب خیری مظاہرہ کلکتہ ۲۴۔ جناب راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۲ء

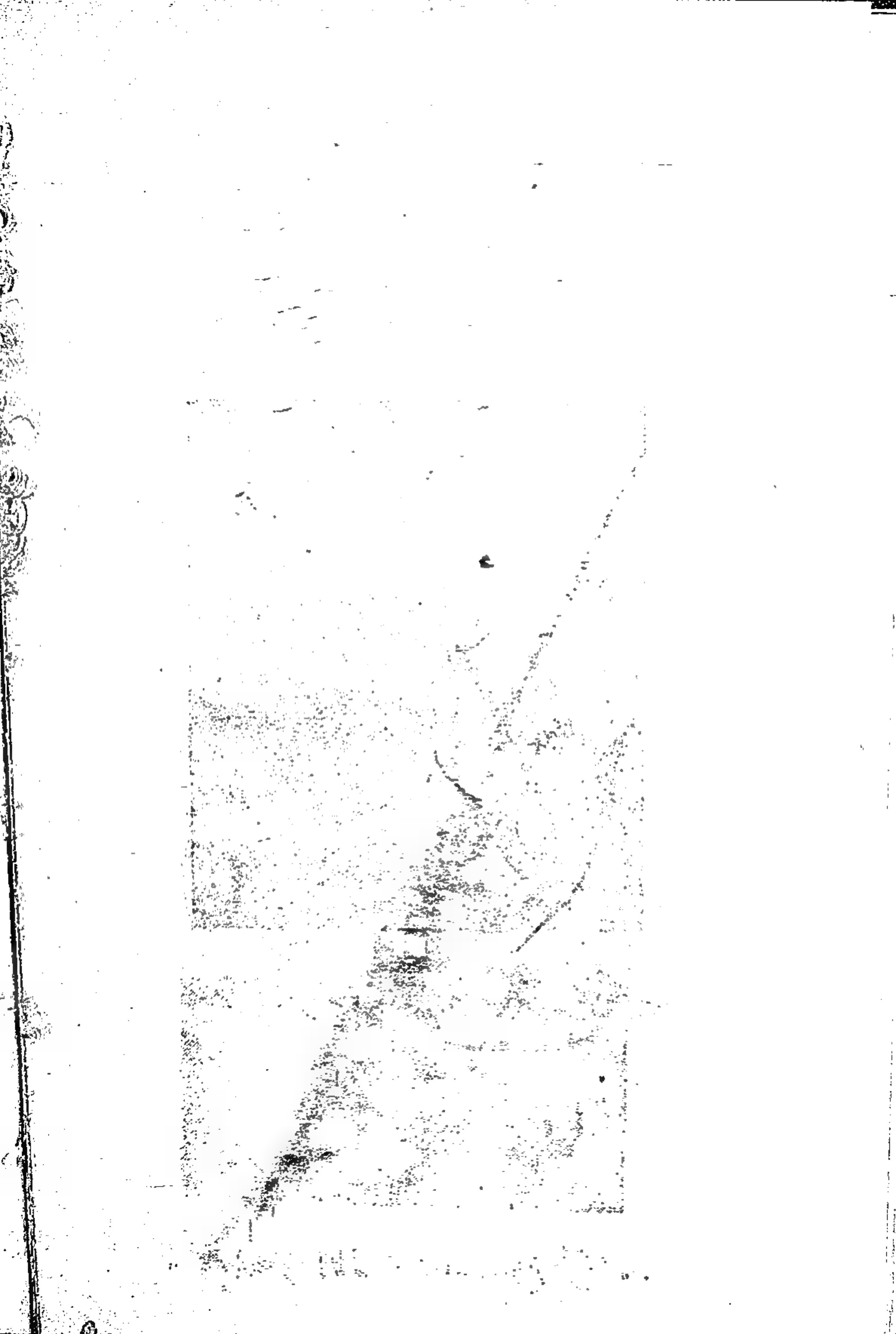
۲۔ خط جناب مولانا عبدالسلطان عاحب مظاہرہ فر فر اشرف۔ ضلع ہوگلی۔ جناب راقم الحروف۔ مورخہ

۲۷ جولائی ۱۹۷۲ء۔ ۶ اگست ۱۹۷۲ء اور ۱۴ اگست ۱۹۷۲ء





۱۳۔ مرقدا نور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدنیؒ فرزند شریف۔



مشتی دینا شش ہفتی حج و عمرہ ہفتی ہفت روزہ اور ہفت روزہ جمعہ روزہ لکھنؤ  
 وغیرہ موضع کھاتے میں موجود ہیں۔ مولانا عبدالقادر صاحب عالم دین ہیں اور ان کے  
 دور و حدیث شریف کی سند حاصل ہے۔ فرزند شریف میں حضرت مولانا غلام سہیل  
 کے عزیزوں میں مولانا عبدالغنی سلطان صاحب ہیں۔ جو پچیس برس سے فقیر فرزند شریف  
 کے شعبہ عربی میں اسسٹنٹ مولوی تھے اور ان دنوں فرزند شریف مولانا کے  
 پوسٹ اسٹریٹ شریف بیت حضرت مولانا صاحب مولانا صاحب سے رہتے ہیں۔  
 ان کے صاحبزادے مولانا ابو دھل محمد عزیز الدین صاحب کار شادی موضع کھاتے  
 میں جناب منشی شرافت اللہ صاحب کے خاندان میں منشی محمد قاسم صاحب کی  
 صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب سیتا پور موضع بولگلی کے قاضی  
 سینئر بلڈس میں ملازم ہیں۔

جناب مولوی مبین اللہ صاحب درام پانڈہ کے بھائی مولانا ذکور نہ بھتی۔ ان  
 کی صاحبزادی منورہ خاتون صاحبہ کی شادی فرزند شریف میں قاضی فضل الحق صاحب  
 سے ہوئی تھی۔ بی بی منورہ خاتون ابھی حیات میں۔ بہت ضعیفہ اور کمزور ہیں۔ ان  
 کے ایک بیٹے قاضی ظہور الحق اور دوسرے بیٹے قاضی اکرام الحق صاحب ہیں۔ قاضی  
 ظہور الحق صاحب کے چار بیٹے ہیں۔ ان میں سے بڑے مولانا قاضی سرور الحق صاحب

۱۷ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب، بڑاٹلا، فرزند شریف ضلع بولگلی۔ بنام راقم الحروف۔ ۱۷/۱۲

۲۷ جولائی ۱۹۷۳ء۔ ۱۹ اگست ۱۹۷۳ء اور ۱۹ اگست ۱۹۷۳ء

۱۸ خط جناب مولانا عبدالقادر صاحب سیتا پور۔ ڈاک خانہ بگٹ پور ضلع بولگلی۔ بنام راقم الحروف۔ ۱۸/۱۲

عالم دین ہیں اور دورہ حدیث شریف کی سند رکھتے ہیں۔ مولوی مبین اللہ صاحبؒ کے بھتیجے حاجی فضل الرحمن، تفضیل حالدار اور قدیم حالدار مرحوم تھے۔

مولانا عبدالقادر صاحبؒ بتدیا بائی ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ بتدیا بائی ہونڈہ سے ۱۶ میل (۲۵ کیلو میٹر) اتر شیور اچھولی خلیشن اور بھدریشور کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن اور سیرام پور کا مضافاتی قصبہ ہے۔ اردو کے سب سے پہلے ماول مرآۃ العروس گیارہ سال قبل ۱۸۵۸ء میں ننگر زبان کا سب سے پہلا ماول پیاے چند مترانے یہیں لکھا تھا۔ شیخ لال محمد صاحبؒ پچیرا ضلع ہوگلی کے باشندہ تھے۔ اسی پچیرا کو چیشورہ کہتے ہیں۔ جو ہوگلی اور چندر نگر کے درمیان ہوگلی ضلع اور بردوان ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ یہاں ولندیزیوں کے دور کا ایک بڑا بارک حاجی حسن ہوگلی کالج اور ہوگلی مدرسہ۔ اب پچیرا ریلوے اسٹیشن کا نام جوچوراکر دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحبؒ اور شیخ لال محمد صاحبؒ کے کچھ حالات معلوم ہو سکے۔

مولوی سید اعظم حسین صاحبؒ کا وطن معلوم نہیں ہے۔ دیوان ویسی کی ترتیب کے موقع پر وہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ مولوی سید عبداللہ صاحبؒ شانتی پور ضلع ندیا کے رہنے والے تھے۔ قصبہ سانٹی پور راناگھاٹ سب ڈویژن

۱۔ ۱۸۷۰ء خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب۔ فرزا شریف۔ ضلع ہوگلی بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۳ء۔ ۲۔ خط مولانا محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۲ جولائی ۱۹۰۵ء

۳۔ شانتی پور کے قریب مشہور تاریخی مقام نوادیپ ہوگلی ندی کے کنارے ہے جو بلال سین اور لکشمی سین کا دار الحکومت تھا۔ ۱۹۰۳ء میں اس پر اختیار الدین محمد بختیار علی نے قبضہ (بقیہ حاشیہ ۲۲۷ پر)



میں لانا گھاٹ سے تیرہ میل اور ضلع کے صدر مقام کرشنا نگر سے پچیس کے فاصلہ پر ہے۔  
 یہاں مغل بادشاہوں کے دور کا ایک قلعہ تھا اور عہدِ عالم گیری کی ایک مسجد ہے۔ یہیں ننگہ  
 زبان کے مشہور شاعر جناب محمد مزمل <sup>رحمہ</sup> حق نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 ایک منظوم سیرت "حضرت محمدؐ" اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے چند دوسری کار آمد  
 کتابیں لکھیں۔ ڈاکٹر ہرنیدر چندر پال نے اپنی کتاب "پارشمہ شاہترایتیہاش" میں  
 سائنٹی پور ضلع ندیا کے ایک فارسی شاعر پنڈت منشی رام تاملن موکھو پادھیہا کا ذکر  
 کیا ہے اور اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۵ پر ان کا یہ شعر نقل کیا ہے:۔

آئینہ صاف کن کہ یہ بینی جمال دوست  
 زندگہ ار گرفت نہ بینی بحر سفلۂ

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دلیسی قدس سرہ کے مریدوں میں ایک

(بقیہ حاشیہ ملاحظہ)

کر لیا۔ اور یہیں سے بنگال میں مسلمانوں کی فتوحات کا آغاز ہوا۔ یہاں سلاطین میں نوادپ کی فتح  
 کا مفصل حال لکھا ہے۔ سنسکرت کی مشہور نظم گیت گووندا کا مصنف ہے دیو ماجھ کشن سین کا  
 دیواری شاعر تھا۔ دیشوی تحریک کے بانی شری چیتنہ <sup>رحمہ</sup> ۱۸۴۷ء میں نوادپ میں پیدا ہوئے  
 تھے۔ ندیا ضلع گزیٹیر ہے۔ اچ۔ ای۔ گیزٹ <sup>رحمہ</sup> ۱۹۱۰ء صفحہ ۵۰-۲۲ اور صفحہ ۸۶-۱۸۰

۱۔ جناب محمد مزمل حق (۱۹۳۳ء - ۱۸۶۰ء) جاتیہ سنکلیپ۔ جاتیہ فوارہ۔ جہار لشی منصور۔

شاہنشاہ اور پرنسپل سلطان ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق صفحہ ۳۲۰-۳۲۱

۲۔ خط جناب الحاج مولانا محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء

نام مولوی گل حسین صاحب کا ہے اور ان کا وطن خراسان لکھا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس خراسان کا مطلب ایران کا صوبہ خراسان ہے جس کا کچھ مشرقی حصہ افغانستان میں بھی شامل ہے۔ افغانستان میں ہرات اور ہرات سے متصل مرکزہ و حانیت قصبہ چشت اور ایران میں مشہد مقدس، سبزوار، نیشاپور، طوس اور تربت شخ جام وغیرہ اس صوبہ کے خاص شہر ہیں۔ اتر پردیش کے ضلع اعظم گڑھ میں پھول پور کے پاس اسی تحصیل کے اہرولہ بلاک میں خراسان نامی ایک بستی ہے اسے شہنشاہ ہمایون کے ساتھ ایران سے آنے والے سید احسن اخوند کی اولاد میں راجہ سید جان علی، جان جہان، جاگیر دار پرگنہ ماہل نے عہد اکبری میں آباد کیا تھا۔ ۱۵۷۷ء کے غدر میں اس خاندان کے نمائندہ راجہ ارادت جہاں کو بھانسی دی گئی ان کی ساری جائیداد ضبط کر لی گئی اور خراسان ایک انگریز کو دے دیا گیا اس خراسان بستی کے نام پر پھول پور کے ریلوے اسٹیشن کا نام خراسون روڈ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مولوی گل حسین صاحب اسی موضع خراسان ضلع اعظم گڑھ کے

۱۔ خراسان اور راجہ امدت جہان وغیرہ۔ شیراز ہندوؤں پور سید اقبال احمد ۱۹۲۳ء، ص ۲۳؛  
 اعظم گڑھ ضلع سنس ہندوؤں ۱۹۶۱ء ص ۲۶۸۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس بستی کی آبادی  
 ۱۵۳ نفوس تھی۔ خراسان بستی کو اب خراسون بولتے ہیں۔ یہ خراسون روڈ اسٹیشن (پھول پور) سے ڈھائی  
 میل اتر زادہ کے پاس ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہ کے نواسے محترم المقام بابہ اسرار الحق  
 مدظلہ۔ بی۔ اے، بی۔ ایڈ، زادہ کے رہنے والے ہیں۔

کے باشندہ ہوں۔ لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ مولوی گل حسین صاحب خراسان کے  
بہننے والے کوئی ایرانی تاجر کلکتہ میں تھے۔

مولوی غلامت اللہ صاحب، منشی صداقت اللہ صاحب اور حافظ  
محمد ابراہیم صاحب کا تعلق حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب اور شمس العلماء حضرت  
مولانا غلام سلمانی صاحب کے وطن فرزند شریف سے ہے، جو ضلع ہوگلی کے  
جنوبی حصہ میں اشرف کا ایک قریب اور مشہور قصبہ ہے۔ جناب حافظ محمد ابراہیم  
صاحب کے والد مولوی محمد منعم صاحب مرحوم، پٹنہ میں صدر اعلیٰ کے عہد پر فائز تھے۔  
منشی صداقت اللہ صاحب کی صاحبزادی سے حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب  
کی دوسری شادی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا  
ذوالفقار علی صاحب مدظلہ اسی محل سے ہیں۔ منشی صداقت اللہ صاحب کی بیوی  
میں مدرسہ فتحیہ قائم ہے اور اسی میں ان کا مزار بھی ہے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب  
مدظلہ مدرسہ باڑی میں قیام رکھتے ہیں۔ ان کے برادر نسبتی کا نام حاجی قاضی عبدالمنان

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۶ جون ۱۹۷۵ء

۲۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۴ جولائی ۱۹۷۵ء۔

## ۱۸۔ مولانا عبدالحق صاحب

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سی قریں سرہ کے خلفاء میں تین اصحاب بڑے باکمال اور نامور بزرگ گذرے ہیں۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب سیج گرام، تھانہ بھرت پور، ضلع مرشد آباد کے رہنے والے تھے اور خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب آپ کا ۲۶ واسطوں سے جناب صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد ثابتؒ اور دادا کا نام مولوی محمد واعظؒ تھا۔ آپ کے اجداد میں شاہ عثمان ولی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کے صاحبزادے کا نام محمد عبدالحق اور پوتے کا نام محمد عبدالحلیم ابواحمد تھا۔ اس خاندان کی اب صرف ایک صاحبزادی ہیں، جو ڈھاکہ میں رہتی ہیں۔

سیج گرام ضلع مرشد آباد کے تھانہ بھرت پور کی ایک بستی ہے جہاں شاہ پور

سے سیج گرام تھانہ بھرت پور، سب ڈویژن کانڈھی، ضلع مرشد آباد۔ بھرت پور سے دو میل پندرہ اور شاہ پور سے دو میل اتر ہے۔ الیٹرن ریلوے کے تین اسٹیشن سے تقریباً پانچ میل اور سالار اسٹیشن سے تقریباً سات میل (۱۱ کیلو میٹر) ہے۔ خط پوسٹ ماسٹر سیج گرام بنام راقم الحروف مورخہ ۱۹۴۲ء اور خط پوسٹ ماسٹر شاہ پور، بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۱۹۴۲ء

۱۹۴۲ء



کی طرح بھرت پور کی ماتحتی میں ایک ڈاک خانہ بھی ہے۔ جناب مولانا عبدالحی صاحبؒ اپنے زمانہ کے علماء میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے اور عربی فارسی ادب پر ان کو عبور کامل حاصل تھا۔ اہل زبان کی طرح فارسی بڑی روانی سے لکھتے تھے۔ دیوان ویسی میں آپ کے چار فارسی رقعے نقل ہوئے ہیں۔ یہ چاروں خطوط مولانا نے اپنے والد محترم جناب مولانا محمد ثابت صاحبؒ کے نام لکھے ہیں۔ ان میں تصوف و معرفت کی باتیں ہیں۔ پیر و مرشد کی نگاہ کرم اور ان کی مہربانیوں کا ذکر ہے۔

پہلے رقعہ میں لطائف خمسہ کی وضاحت ہے اور ایک بار ۱۸ رمضان المبارک کو لطیفہ قلب کی عروجی کیفیت میں مولانا کو چار انبیائے کرام علیہم السلام، امام طریقہ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرمدیؒ اور پیر و مرشد حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کی موجودگی میں جناب رسالت مآب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہر بار میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے ان کو ثنائی معرفت پلائی۔ پھر حضور اکرمؐ کے حکم سے ان کے تینوں مشائخ نے پلایا مولانا نے اس عروجی کیفیت میں اپنی خوش قسمتی کے ان واقعات کو بڑے لطف و انبساط ادب و احترام اور عجز و انکسار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

دوسرے رقعہ میں لکھا ہے کہ ایک روز سینچر کو درود شریف پڑھنے کے وقت دربار رسالت مآب میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ اور بائیں طرف حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ موجود تھے۔ خیالی ہوا کہ کاش عبد المجید سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی زیارت نصیب ہوتی۔ چنانچہ اللہ کی مہربانی سے حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور جمال نبویؐ کے دیدار میں مشغول ہو گئے۔ پھر ان کو دیکھا اور اپنے سینہ مبارک سے لگایا۔ اس کے بعد آپ حضرت صلعم کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شفقت و رحمت پھیرا اور ایک دعا پڑھی جو ان کو یاد ہو گئی۔

ایک روز اپنے شیخ کے حکم سے اس دعا کی برکت سے لوح محفوظ میں فتح سلطان کا حال اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں اپنے والد محترم کا نام دیکھا۔ پھر غوث الاعظم سیدنا حضرت عی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت غوث الاعظمؒ کا فیض اپنے والد محترم کے سینہ میں آتے دیکھا۔ اسی رقعہ میں جامع التفتاویٰ اور ریاض الصالحین دو کتابوں کا ذکر بھی لکھا ہے کہ حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ یہ خط غیروں کے ہاتھ میں نہ جائے پائے۔

تیسرے رقعہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہ کے درجات عالیہ اور دربار رسالت کاتب میں ان کے اعلیٰ مرتبہ اور اپنے حال پر پیر و مرشد کی نگاہ کرم، شفقت و عنایت اور توجہ خاص کا ذکر ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے گریہ و زاری کے ساتھ حضور رسول اکرمؐ کی زیارت کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت مجدد پاکؐ کی توجہ سے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابروئے مبارک کی زیارت نصیب ہوئی۔ نیز

ایک روز مولانا کے پیرو مشر نے ان کے والد محترم کے بارے میں فرمایا کہ ان کے حالات بہتر ہیں۔

پوچھتے رہے کہ فرمایا ہے کہ ایک روز اپنے شیخ سے عرض کیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت رگ صدیقی میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ تم اولاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہو۔ انشاء اللہ زیارت بھی نصیب ہوگی۔ چنانچہ بعد مغرب عروجی کیفیت میں دیکھا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تختہ زین پر جلوہ افروز ہیں اور نیچے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت صوفی سید فتح علی صاحب تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تمام مشائخ موجود ہیں۔ اس کے بعد جب عروجی کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ رحمہ نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دربار میں ان کو پیش کیا۔ پھر سلسلہ کے تمام بزرگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس روز سے اپنے کو شیخ کے زرخیز غلام سے بھی حقیر اور کمتر سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ اپنی توجہ سے دوسو شیطانی کو دور کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ظاہری کرامت بچوں کا کھیل ہے اور قلب کی اصلاح کرنا بہادروں کا کام ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جو کچھ حاصل کیا، وہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے۔ اس لئے تصوف و معرفت کی دنیا میں صحبت شیخ کی بڑی اہمیت ہے۔

جناب مولانا عبدالحق صاحب کے خطوط میں ان کے رشتہ کے دو بھائیوں، مولوی محی الدین حسن اور مولوی تہدی حسن اور خوندگار منشی عبدالعزیز کا ذکر آیا ہے۔



حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے وصال کے دو برس بعد جناب مولانا عبد الحق صاحب  
کایم ماہ پوس ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۸۸۸ء = الاربع الاول ۱۳۰۶ھ (گیارہویں  
شرف) سینچر کے روز بچے دن میں انتقال ہوا۔

## ۱۹۔ فر فر اشرف

ضلع ہوگلی کے شمالی حصہ میں پنڈواشرف اور مغربی حصہ میں گڑھ مندران کی  
طرح بالکل جنوبی حصہ میں فر فر انام کی ایک پرانی بستی مسلمانوں کا ایک بڑا مرکز ہے  
یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے اور ان میں سے اکثر ائمہ دار ہیں۔ یہ اشرف کہلاتے  
ہیں اور ان مسلمان فوجیوں کی اولاد ہیں، جو بنگال کی فتح کے وقت پٹھانوں کے ابتدائی

۱۵ پنڈواشرف ضلع ہوگلی (چھوٹا پنڈوا) گریڈ ٹرنک روڈ (قومی شاہ راہ ۲) اور لیٹن ریلوے  
کی خاص لائن پر ہوگلی سے ۴ میل اور کلکتہ سے ۲۴ میل اتر چیم کی طرف ہے۔ یہ ایک تاریخی مقام ہے۔ یہاں تھانہ  
ٹو اک خانہ، سب رجسٹری آفس، بنگلہ اور ریلوے اسٹیشن ہے۔ اشرف مسلمان آباد ہیں جن میں بہت سے  
ائمہ دار ہیں۔ یہاں حضرت شاہ صفی الدین شہید کا آستانہ ہے ۱۳۴۰ء کا بنا ہوا ۱۲۵ فٹ بلند فیروز مینار ہے۔  
۱۴۷۷ء کی بنی ہوئی ایک مسجد ہے۔ دفنہ پوکر اور پیر پوکر ہے۔ انگریزوں کے ابتدائی دور حکومت میں  
پنڈواشرف کے بہت سے اشرف مسلمان قاضی اور ٹیپو محسٹریٹ مقرر ہوئے۔ ہوگلی ضلع کنریٹر۔ اس۔  
۱۔ اومیلی ۱۹۱۲ء۔ ۹۸-۲۹۷ء کی مردم شماری میں پنڈوا تھانہ کا رقبہ ۱۱ مربع میل اور آبادی  
۸۹،۷۸۸ تھی جس میں ۵،۸۷۸ مسلمان تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء۔ بنگال۔ آر۔ اے۔ ڈوش۔ ۱۹۲۲ء  
۲۔ گڑھ مندران۔ تھانہ گونگاٹ، سب ڈویژن آرام باغ۔ یہاں امورندی کے (بقیہ حاشیہ ص ۱۳۵)



دور حکومت میں یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ پہلے یستی سیرام پور سب ڈویژن کے  
چند میٹلائٹھانہ میں تھی۔ اب جنگی پائراٹھانہ میں ہے اور تھانہ کی مشرقی سرحد پر واقع  
ہے۔ یہاں ایک ڈاک خانہ ہے۔ جس کا نام فر فر ہے۔ یہ موسٹ کے بڑے ڈاکخانہ  
کی ماتحتی میں ہے۔

فر فر اشریف کو عام طور پر پھر پھر اشریف کہتے ہیں۔ دیوان ویسی  
میں پھر پھر لکھا ہے۔ ہوگلی ضلع گزنیٹر میں پھر پھر اشریف کیا ہے۔ ڈاک خانہ کا نام  
فر فر ہے۔ بنگال کے تعلیم یافتہ مسلمان فر فر اشریف کہتے ہیں۔ لیکن بول چال کی  
زبان میں عام لوگ اسے پھر پھر اشریف ہی کہتے ہیں۔ الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۴ کا]

کنائے قلعہ ہے اور قلعہ میں حضرت اسماعیل غازیؒ کا مزار ہے۔ قریب میں فرمان دگھی اور مبارک منزل  
ہے۔ حضرت اسماعیل غازیؒ کا ایک مزار ضلع رنگ پور (بنگلہ دیش) میں پرگنج سے سات میل پچم کھٹا  
میں بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت کا مرقف ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل غازیؒ کی شہادت کا واقعہ  
علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۵۹۳ء) کے دور حکومت میں رسائی نامی ایک برہمن کی سازش سے  
پیش آیا۔ ہوگلی ضلع گزنیٹر (حالات مندرجہ)۔ ایس۔ ایس۔ اوپلی ۱۹۱۲ء۔ اور رنگ پور ضلع  
گزنیٹر جے۔ اے۔ واس ۱۹۱۱ء۔ ڈاکٹر انعام الحق نے اپنی کتاب مسلم بنگالی ادب (ص ۱۱) میں لکھا ہے  
کہ شاہ اسماعیل غازیؒ ہائیک شاہ کے عہد حکومت میں ۱۵۴۷ء میں شہید ہوئے۔

۱۵۴۷ء کی مردم شماری کے وقت جنگی پائراٹھانہ کا رقبہ ۶۳ مربع میل اور آبادی ۹۲۰۰۰ تھی

جس میں مسلمان ۱۲،۳۶۱ تھے۔ مردم شماری رپورٹ بنگال ۱۹۳۱ء۔ آر۔ اے۔ دوش

صاحب مظلّم نے ڈھاکہ سے مطلع کیا ہے کہ بیگلہ زبان میں ایک کتاب "ماریخ فرفرہ" ہے جس میں صوفی سید فتح علی صاحب و یسی رح کے نامور خلیفہ شمس العلام حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اس علاقہ کو سید حسین بخاری رح نے فتح کیا تھا۔ اور یہاں کی روئیدگی، تازگی اور شادابی سے متاثر ہو کر اس کا نام پُرفرح رکھا۔ یہ پُرفرح فرفرہ بن گیا۔ نام کے تلفظ کی یہ تبدیلی بڑی حد تک قرن قیاس اور قابل یقین معلوم ہوتی ہے۔ پُرفرح کا فرفرہ اور پھر پھرہ یا پھر پھر ابن جانا بالکل فطری امر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فرفرہ شریف میں کبھی ایک باگدی بند و راجہ حکمراں تھا اور اس مقام کا قدیمی نام بلیا بستی تھا۔ باگدی راجہ کو شاہ محمد کبیر حلبی رح اور حضرت شہداء کرم الدین رح نے شکست دی اور یہاں مسلمانوں کا اقتدار قائم کیا۔ فرفرہ شریف کے قریب مولاناہ (ملا) سہلہ میں ایک پرانی مسجد ہے اور وہیں حضرت کبیر حلبی رح کا مزار ہے۔ ان کو عام طور پر حلب (الہلب) کے شاہ انور قلّی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۳۷۷ء میں آپ کا دھماکا ہوا۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو آپ سے بہت عقیدت ہے۔ اور یہاں زائرین بہت کافی تعداد میں آتے ہیں۔ درگاہ شریف کے دروازہ پر طغریٰ میں سنگ سیاہ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کو خان اعظم الفخ مخلص خاں نے ۱۷۷۷ء (۱۲۷۵ھ) میں تعمیر کیا۔ دوسری مسجد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک تاجر حبش کی کشتی سر و سق ندی کے طوفان میں بھینس گئی تھی۔

اُس نے منت مانا اور حضرت کے فیض سے پرع گیا۔ اُس نے سنہ ۱۲۵۹ھ (۱۸۹۲ء) میں  
پسجد تعمیر کرایا۔

ہوگلی ندی کے کنارے ایسٹرن ریلوے کی خاص لائن اور گریڈ ٹرنک روڈ  
(قومی شاہ راہ ۷) پر پورے سے بارہ میل (۲۰ کیلو میٹر) اتر سیرام پور ایک تاریخی مقام  
اور مشہور صنعتی شہر ہے۔ عیسائی مشنریوں نے سب سے پہلے یہیں سے اپنا کاروبار شروع کیا تھا۔ سب سے پہلا پریس

یہیں قائم ہوا تھا۔ بائبل کا پہلا اردو ترجمہ یہیں سے شائع ہوا تھا۔ حج بیت اللہ کو  
جانے وقت اکتوبر ۱۸۲۲ء میں امیر المومنین سید احمد شہید نے سیرام پور میں قیام  
فرمایا تھا۔ یہیں آپ کے خلیفہ سید عبداللہ ابن سید بہادر علی رہتے تھے۔ جنہوں نے سیرام پور  
میں ٹائپ کا ایک پریس قائم کیا تھا۔ مولوی سید عبداللہ صاحب سیرام پوری رح نے  
۱۸۳۰ء میں حضرت سید احمد شہید کی فارسی کتاب 'تنبیہ الخالقین' کا اردو ترجمہ اور  
۱۸۳۸ء میں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے اردو ترجمہ قرآن پاک کو پہلی بار  
ٹائپ میں شائع کیا۔ ان کے علاوہ سیاروں دوسری دینی کتابیں، اہتمام کے ساتھ شائع کیں  
سب ڈویژن کے صدر مقام سیرام پور سے سروسٹی ندی کا فاصلہ ۴ میل ہے

۱۔ ہوگلی ضلع گزیمیر۔ اس۔ اس۔ او سلی ۱۹۱۲ء۔ ص ۳۰۳

۲۔ ہوگلی ضلع گزیمیر۔ اس۔ اس۔ او سلی ۱۹۱۲ء (بیان سیرام پور) ۱۹۱۱ء میں شہر سیرام پور کی آبادی

۲۹,۵۹۴ اور ۱۹۲۱ء میں ۵۵,۳۲۹ تھی جس میں مسلمان ۶,۳۲۲ تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء

بنگال۔ آر۔ اے۔ ڈوش۔ ۱۹۲۲ء؛ ۳۔ سید احمد شہید۔ مولانا غلام رسول جہر۔ ملتان ۱۹۱۲ء



اور ندی کے کنارے سے تقریباً اسی قد پچیم فرزا شریف واقع ہے۔ سابق ہوڑہ شیالہالا  
لائٹ ریوے ۱۹ میل کے آخری اسٹیشن شیالہالا سے فرزا شریف تین میل  
دکھن پچیم ہے۔ سیرام پور سے بروٹی پارا۔ شیالہالا، چک تاج پور، کھاتن اور  
رام پارا ہوتے ہوئے پختہ ٹرک تھاد کے صدر مقام جنگلی پارا کو جاتی ہے۔ رام پارا  
فرزا شریف سے ایک میل دکھن پچیم کی طرف ہے۔

فرزا شریف سے شیالہالا تین میل اتر پورب، ہوڑہ ہزدوان کارڈ  
لائن کا اسٹیشن بروٹی پارا ۸ میل پورب اور سب ڈویژن کا صدر مقام ۴۴ میل  
پورب ہے۔ آمدورفت کا آسان ترین راستہ یہی ہے۔ فرزا شریف سے تھانہ کا صدر  
مقام جنگلی پارا ۸ میل پچیم۔ بڑا ڈاک خانہ موہٹ ۵ میل دکھن پورب اور اسی  
چندی تلادس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دکھن میں برگھیا ۸ میل اور دکھن پچیم میں جکت  
بلجہ پور صرف ۴ میل پر واقع ہے۔ یہ دونوں مقامات ضلع ہوڑہ میں ہیں۔ برگھیا  
پہلے ہوڑہ آمتا لائٹ ریوے کا جکشن تھا۔ جہاں سے ایک لائن دکھن پچیم میں  
آمتا کو اور دوسری لائن اتر پچیم میں جکت بلجہ پور۔ جنگلی پارا ہوتے ہوئے  
دامودر ندی کے کنارے چھا ڈنگا تک جلتی تھی۔ اس لائن کی موجودہ ذکر شاخ  
پرسیتا پور ہاٹ اسٹیشن فرزا شریف سے پانچ میل دکھن پچیم کی طرف تھا۔  
لائٹ ریوے تو ختم ہو چکی ہے۔ لیکن ہوڑہ سے آمتا اور چھا ڈنگا تک بڑی بڑی  
کی لائن زیر تعمیر ہے۔

ایسٹرن ریوے کی شیوڑا بھولی تارا کیشور براچ لائن پر نالیکول اسٹیشن



فرز شریف سے سات میل اتر اور ہری پال اسٹیشن ۸ میل اتر سے پچھم ہے۔ نالی  
 کوں اسٹیشن سے ایک نیم پختہ سڑک دکن کی طرف آتی ہے۔ اور شیاکھالا چمپاڈ  
 روڈ کو الہی پور میں عبور کرتے ہوئے شیاکھالا جنگلی پارا روڈ سے چک تاج پور میں مل  
 جاتی ہے۔ چک تاج پور شیاکھالا اور فرز شریف کے درمیان واقع ہے۔ ہری پال  
 اسٹیشن اور کھانہ کے صدر مقام سے ایک خام سڑک دکن پورب کو آتی ہے۔  
 شیاکھالا چمپاڈ نگار روڈ کو سپاھی گا بھی میں اور شیاکھالا جنگلی پارا روڈ کو فرز شریف  
 سے دکن پچھم میں پار میں عبور کرتی ہوئی ضلع ہوڑہ کے برکھیا کو جاتی ہے۔ سابق  
 ریوے اسٹیشن سینٹا پور ہاٹ سے ایک خام سڑک آکر اس سے منڈولیکا میں  
 ملتی ہے۔ بڑی پٹری کی لائن بن جانے پر فرز شریف کے لئے یہ سب سے آسان  
 راستہ ہو گا۔

فرز شریف کے اتمکاتن موضع ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب  
 دہلوی کے مرید منشی شرافت اللہ صاحب دہلوی اسی بستی کے رہنے والے تھے۔ ان  
 کے چچا زاد بھائی اولاد میں مولانا عبد القادر صاحب سینٹا پور کے مدرسہ میں ملازم ہیں  
 پونڈ میں چندی تلامذہ کا پاتول موضع ہے۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی نہیں ہے۔ دکن  
 میں دکن ڈبھی بستی ہے۔ دکن پچھم میں رام پارا ہے۔ حضرت دہلوی کے مرید  
 مولوی مبین اللہ صاحب اسی موضع رام پارا کے رہنے والے تھے۔ ان کی صاحبزادی  
 منورہ خاتون ابھی حیات میں۔ ان کے لڑکے فرز شریف میں قاضی ظہور الحق اور  
 قاضی اکرام الحق ہیں۔ اور ایک پوتے مولانا قاضی سراج الحق صاحب عالم دین ہیں۔



فرز شریف کے پچھیل پاراموضع ہے جہاں شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> کی شادی جناب ملا عنایت اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔  
 حضرت کی ایک صاحبزادی عزیزہ خاتون صاحبہ کی شادی بھی میل پاراموضع میں<sup>پہلے ہوئی</sup>۔  
 فرز شریف جانے کا آسان ترین راستہ سیرام پور یا بروئی پاراسٹیشن  
 سے ہے۔ سیرام پور جنگی پارا روڈ پرس آتی جاتی ہے۔ فرز شریف کے لئے اس  
 روڈ پر رام پارامیں اترنا چاہیے، جو فرز شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔  
 کلکتہ سے آنے والے لوگ ہوڑہ بردوان کارڈ لائن کے بروئی پاراسٹیشن میں  
 جنگی پارا جانے والی بس پکڑتے ہیں۔ یا دھرم ملا کلکتہ سے شیا کھالا ہوتے ہوئے  
 چمپا ڈنگا اور آرام باغ کو جانے والی بس میں جگہ حاصل کر کے شیا کھالا میں اتر جاتے  
 ہیں اور پھر سیرام پور سے جنگی پارا جانے والی بس میں رام پارا تک سفر کرتے ہیں۔  
 ہوڑہ سے چھ میل (دس کیلومیٹر) اتر، ایسٹرن ریوے کے اتر پاراسٹیشن سے  
 دان کوئی۔ کالی پور۔ چندری ملا ہو کر شیا کھالا تک بس آتی جاتی ہے۔ اس روڈ سے  
 بھی سفر کیا جاسکتا ہے۔ اتر کی طرف سے آنے والے ہوڑہ، بردوان کارڈ لائن کے  
 کمرکنڈ و جنکشن پر گاڑی بدل کر تاراکیشور لائن کے نالی گول اسٹیشن سے فرز شریف  
 پہنچ سکتے ہیں۔

مولانا مولانا عبدالرشید سلطان صاحب (مابق مدیر سہ فوجہ فرز شریف)، پوسٹ ماسٹر فرز۔

بنام راقم الخود مورخہ ۶ اگست ۱۹۷۲ء۔ ۱۴ اگست ۱۹۷۲ء، ۵ اگست ۱۹۷۲ء۔



فر فر اشریف ایک بڑا قصبہ ہے۔ اس کا خلیفہ پانچ میل سے زیادہ ہے۔  
اس میں بہت محلے ہیں۔ جیسے: قاضی پارا۔ مفتی پارا۔ گڑ پارا۔ میر صاحب پارا۔  
قصاب پارا۔ میاں صاحب پارا وغیرہ۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ  
کا مکان اور مرزا شریف میاں پارا محلہ میں ہے۔

## ۴۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کے  
مخلفا میں حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کو سب سے زیادہ شہرت اور  
مقبولیت حاصل ہوئی۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی  
اولاد میں تھے۔ فر فر اشریف میں ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۶ء) میں پیدا ہوئے۔ عالم باعمل  
اور صوفی کامل تھے۔ ساری زندگی خلق خدا کی اصلاح و ہدایت میں صرف کردی۔ آفتاب  
طریقت اور چشمہ فیض کی حیثیت رکھتے تھے۔ بغیر کسی تعیش حال اور جارح برہنہ  
بڑی آزادی اور فیاضی سے لوگوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار  
کلکتہ کے ایک میدان میں جہاں ہزاروں ہزار کا مجمع تھا اور سب سب بیعت کے  
مُشاغ تھے۔ سب کا آپ کے قریب پہنچنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ پہلے آپ نے اپنا عام

۱۔ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب فر فر اشریف ضلع ہوگلی۔ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۷۷ء  
۲۔ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶۔ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء



پھیلا دیا۔ قریب کے لوگوں نے اسے تھام لیا۔ پھر حاضرین سے کہا کہ بیعت ہونے والے تمام لوگ  
کنڈھے سے کنڈھے ملا لیں۔ اس طرح سب کو بیعت کر دیا اور فرمایا کہ جو لوگ تعلیم طریقت  
حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ کل ہو کر اس مسجد میں آئیں جہاں حضرت قیام پذیر تھے۔  
صرف پچیس آدمی حصول تعلیم کے لئے حاضر ہوئے۔ لیکن آپ کے فیض سے بہت کافی  
لوگوں کی اصلاح ہو گئی۔ اور آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں ہزار تک پہنچ گئی۔ جن  
میں عام مسلمانوں کے علاوہ نامور علمائے اسلام، حکام عالی مقام اور روسائے عظام  
کی کافی تعداد شامل تھی۔ اور سب کو آپ کے کمال عقیدت اور بے پناہ محبت تھی۔  
آپ کے خلفاء کے ذریعہ رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔

فرز شریف کے دوسرے بڑے بزرگ اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب  
ولسی کے دوسرے نامور خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلیمانی صاحب عباسیؒ  
کی ننھیال آپ کے خاندان میں تھی اور وہ کشتہ میں آپ کے بھوپتی زاد بھائی ہونے لگے۔  
فرز شریف میں عام طور پر حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کو بڑے  
حضرت اور حضرت مولانا غلام سلیمانی صاحب عباسیؒ کو بڑے مولانا کہتے ہیں  
۱/۲۴، منشی پارالین، لالہ یگان، مانک تلہ، کلکتہ ۷۱ میں حضرت صوفی  
سید فتح علی صاحب ولسی کے مزار مبارک پر کتبہ تاریخ حضرت مولانا ابوبکر صاحبؒ  
نے لکھوایا تھا۔ اور ہر سال آپ کے زیر اہتمام ۲۷ رمضان المبارک کو فاتحہ خوانی کے لئے

صوفی صاحبؒ کے مریدین اور متوسلین کا یہاں ایک بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد اس تاریخ کو فاتحہ خوانی کے اس اجتماع کا سلسلہ بند ہو گیا۔ لیکن سال ۵-۶ اور ۷-۸ کے بعد اس کو ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ جاری ہے۔

حضرت لانا محمد ابوبکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ نے میر سرائے ضلع چانگام کے پاس نئے پاش میں سنہ ۱۹۴۷ء میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحبؒ نے اپنے دادا پیر حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ (متوفی ۱۸۵۸ء) کے نام پر اس دینی درس گاہ کا نام صوفیہ نور محمد صاحبؒ رکھا، جو پولیسے آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ آپ نے اپنے وطن فرزا شریف میں اپنے خسر جناب منشی صداقت اللہ صاحب کی حوٹلی میں اپنے پیر و مرشد کے نام پر مدرسہ فحیحہ قائم کیا یہ مدرسہ بھی جاری ہے اور غریب ننگال میں علم دین کا ایک بڑا مرکز ہے۔ اس مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھتے وقت مولانا محمد ابوبکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا احمد علی حمید جلالی بھی موجود تھے اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ (سنہ ۱۹۴۷ء) کے مرید مولوی غنیمت اللہ صاحب فرزا شریف اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے تھے۔

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کا ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ = ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو جمعہ کے دن صبح چھ بجے فرزا شریف میں انتقال ہوا۔ مراد مبارک آپ کا میاں پارا محلہ میں ہے۔ اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے جناب الحاج

۱۸۲-۱۸۳ دیکھئے

۱۸۹-۱۹۰ دیکھئے

۱۹۱ خط ممتاز الحیثین جناب مولانا زین العابدین صاحب ختری مدظلہ۔ کان کھولی شریف کلکتہ ۲۲۲۔ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۴۷ء

مولانا عبدالحی صاحب مدظلہ سجادہ نشین ہیں اور تعلیم طریقت کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر سال ۴، ۵، اور ۶ مارچ کو فرزا شریف میں مسلمانوں کا شاندار اور بدوع پرور اجتماع ہوتا ہے۔ دورِ ہلال سے ہزاروں ہزار مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کا جلسہ ہوتا ہے۔ وعظ و نصیحت کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اس مبارک و مسعود اجتماع میں خلافتِ سنت کوئی کام نہیں ہوتا۔ زائرین کی کثیر تعداد سے قصبہ کی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس عظیم دینی اجتماع میں شریک ہونے والے بزرگوں کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

قطعہ تاریخ

جناب امیر الاسلام صاحب شرفی نے حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

وہ پیر بھائی جو کہ تھے والد کے پیر کے  
روشن ضمیر، اہلِ وفا، صاحبِ نظر  
تھا بہت و تہج ماہِ محرم جمعہ کا روز  
جو آپ نے کیا سوئے دار البقا سفر  
شرقی طلبِ تجھ سے جو سالِ وصال کی  
یوں لکھ "میر خلد میں صوفی ابو بکر"

۸ ۵ ۱۳ ھ

خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء

کہ جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب ہیکٹر جیل رجسٹریشن ننگال۔

۳۰ شمس العلام حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب فرزا شریف ضلع ہوگلی

۱۹۳۹ء میں حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کے انتقال کے

وقت آپ کے پانچ صاحبزادے موجود تھے ۱۔ مولانا ابو نصر محمد عبدالحی صاحب ۲۔  
 مولانا ابو ظفر محمد وجیہ الدین صاحب ۳۔ مولانا محمد نجم السعادت صاحب ۴۔ مولانا  
 عبد القادر صاحب ۵۔ مولانا محمد ذوالفقار علی صاحب پانچوں صاحبزادوں کو اپنے  
 والد محترم سے شرف بیعت اور اجازت و خلافت حاصل تھی۔ چوتھے صاحبزادے جناب  
 مولانا عبد القادر صاحب صدیقی رح کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے ایک بیٹے مولانا ابو الفرج  
 صاحب یادگار ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب رح کے باقی چار صاحبزادے حیات  
 میں اور مرشد و ہدایت کے کاموں میں مشغول ہیں۔ جناب الحاج مولانا ابو نصر محمد عبدالحی صاحب  
 صدیقی مظلہ سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔  
 الحاج مولانا ابو ظفر محمد وجیہ الدین مصطفیٰ صاحب صدیقی مظلہ کے تین بیٹے اور تین  
 بیٹیاں ہیں۔ مولانا محمد نجم السعادت صاحب صدیقی مظلہ کے تین بیٹے اور ایک صاحبزادی  
 ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب رح کی دوسری شادی حضرت ولیسی رح کے مرید حیات  
 منشی صدیقت اللہ صاحب رح کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس محل سے جناب مولانا  
 محمد ذوالفقار علی صاحب صدیقی مظلہ ہیں۔ جو اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے  
 ہیں۔ مدرسہ نجمہ آپ کے نانا مرحوم کی حویلی میں قائم ہے۔ آپ وہیں مدرسہ  
 باڑی میں رہتے ہیں۔ آپ کے کئی صاحبزادے اور کئی صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے

۱۹۶۲ء  
 ۱۔ خط جناب مولانا عبد الشلطان صاحب مظلہ۔ فرزند شریف خلیج ہوگلی۔ بنام راقم الحروف مدرسہ ۱۱/۱/۱۹۶۲ء



برادر بستی کا نام جناب قاضی عبدالمتان صاحب ہے<sup>۱</sup>

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے تین سوانح حیات بنگلہ

زبان میں اور ایک اردو میں ہے۔ اور ہر کتاب میں تین سو صفحات سے زیادہ ہیں

اردو سوانح حیات نایاب ہے اور اس کو دوبارہ شائع کرنے کا انتظام اب تک نہیں ہو سکا ہے۔ بنگلہ زبان والی ایک کتاب آپ کے خلیفہ جناب مولانا روح الامین صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے خلفاء میں آپ کے

پانچوں صاحبزادوں کے علاوہ حسب ذیل بزرگوں کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) جناب شاہ صوفی تاج محمد حسین صاحب صدیقی رح۔ ندیا۔ (مغربی بنگال)

۲۔ جناب شاہ صوفی صدر الدین صاحب رح۔ گنگارام پور۔ ضلع جیسور (بنگلہ دیش)

۳۔ جناب مولانا شاہ صوفی نثار الدین صاحب رح۔ سرینا ضلع باری سال (بنگلہ دیش)

۴۔ جناب مولانا شاہ صوفی روح الامین صاحب رشیدی۔ ضلع چوہیس پرگنہ (مغربی بنگال)

۵۔ جناب خان بہادر الحاج مولانا احمد علی صاحب رح۔ غمایت پور۔ ضلع جیسور (بنگلہ دیش)

۶۔ جناب پروفیسر مولانا عبدالخالق صاحب ستورا۔ ضلع کوٹلا (بنگلہ دیش)

۷۔ جناب مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی رح۔ ٹیپارن۔ کلکتہ (مغربی بنگال)

۸۔ جناب مولوی تمیز الدین خاں۔ خان خاناں پور۔ ضلع فرید پور (بنگلہ دیش)

۱۹۴۵ء خط جناب الحاج مولانا سید ابوالشیر محمد شیر الدین صاحب جد و نامہ باسک لین ڈھاکہ۔ مودہ ۲۰ جولائی

۱۹۴۵ء خط جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب بند پوری۔ ۲۱۔ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶

مودہ ۲۰ جون ۱۹۴۵ء

۹۔ جناب مولانا سید حاتم علی صاحب۔ حاجی گنج۔ سب ڈویژن چاند پور۔ ضلع کوٹلا  
(بنگلہ دیش)۔

۱۰۔ جناب مولانا طفیل احمد صاحب ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۱۔ جناب الحاج مولانا حافظ سید ابوالشیر محمد بشیر الدین صاحب بڑیلا  
ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۲۔ جناب صوفی محمد شفیع صاحب۔ کلکتہ (مغربی بنگال)۔

۱۳۔ جناب صوفی عبدالستار صاحب ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۴۔ جناب مولانا محمد عبد الغنی صاحب ملے پاش میر کے اضلع چاگام (بنگلہ دیش)

۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ۷۔ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب صدیقی ۷ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

ان میں سے کچھ لوگوں کے نام پیش کئے جاتے ہیں :

۱۔ جناب خان بہادر عبدالحمید چودھری ۷۔ ریٹائرڈ۔ ضلع محسّر۔ فاکھالی (بنگلہ دیش)

۲۔ جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب ۷۔ ریٹائرڈ اکسائز سپرنٹنڈنٹ۔ بنگال

۳۔ جناب مولانا عبدالعزیز صاحب ۷۔ ریٹائرڈ پبلشر انکم ٹیکس

۴۔ جناب مولانا ابوالحسن محمد سیح صاحب۔ ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریز مشرقی پاکستان

۵۔ جناب الحاج مولانا فضل الکریم صاحب۔ ریٹائرڈ ضلع ادریشن جج۔

۶۔ جناب الحاج سید ابونصر محمد نصیر الدین صاحب۔ ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

ڈھاکہ۔ (بنگلہ دیش)۔

۷۔ جناب سید ابو ظفر محمد ظہیر الدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈھاکہ  
(ننگہ دیش)۔

۸۔ جناب مولوی ابو حامد۔ فاروق احمد صاحب ام۔ اے۔ چٹاگانگ (ننگہ دیش)

۹۔ جناب مولوی ابو زاید جلیل احمد صاحب ام۔ اے۔ ڈھاکہ (ننگہ دیش)

۱۰۔ جناب مولوی عبدالستار صاحب۔ ریٹائرڈ انکم ٹیکس کمشنر

۱۱۔ جناب پروفیسر اے۔ کے۔ ام۔ جلال الدین صاحب ر۔ ریٹائرڈ پرنسپل

۱۲۔ جناب مولوی ابو مجتبیٰ محمد موسیٰ صاحب ایڈوکیٹ۔ گورنمنٹ پلیڈر۔ کوٹلا

(ننگہ دیش)

۱۳۔ جناب سید محی الدین احمد صاحب ر۔ پولیس ٹریننگ اسکول۔ کلکتہ (مغربی بنگال)

۱۴۔ جناب خان بہادر عبدالرحمان ر۔ بشیر ہاٹ۔ سابق وزیر غیر منقسم بنگال

۱۵۔ جناب خاں صاحب عبدالقادر ر۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل۔ بھاگل پور

الحاج مولانا شاہ صوفی ابوالنصر محمد عبدالحی صاحب سجادہ نشین ذوق شریف

کے مرید بہت ہیں۔ ڈھاکہ میں جناب اس اے پودھری ریٹائرڈ ڈویژنل کمشنر اور ریویو

سکرٹری آپ کے خلیفہ ہیں۔ ہنگامہ صلح سلہٹ (ننگہ دیش) کے الحاج جناب محمد نظام الدین

سفیان صاحب جنہوں نے دنیا کے مختلف حصوں کی سیروسیاحت کی ہے۔ ان کو بھی مولانا

۱۶۔ خط جناب الحاج مولانا محمد بشیر الدین صاحب منظر ڈھاکہ اے۔ بوقت ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء

۱۷۔ جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان کے دادا جناب شاہ صوفی محمد عبداللہ صاحب حبیب بھادیشور

صلح سلہٹ (ننگہ دیش) میں پیدا ہوئے۔ وہ چودہ سال تک حضرت مولانا غلام سلانی صاحب ر کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵ پر)

محمد عبداللہ صاحب مظلہ سے شریف بیعت حاصل ہے۔

بشیر ہاٹ ضلع چوہیں پرگنہ کے حضرت مولانا شاہ صوفی محمد روح الامین صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کے نامور خلفاء میں ہوئے ہیں آپ اپنے دور کے جید عالم، فصیح البیان مقرر اور عارف کامل گذرے ہیں۔ بنگال کے اولین کرام اور صوفیائے عظام پر آپ نے کافی تحقیقی کام کیا۔ اور بنگالہ زبان میں تقریباً دو سو کتابیں تصنیف کیں۔ بشیر ہاٹ کلکتہ سے براہ راست چالیس میل (۶۵ کیلومیٹر) مشرق قدرے شمال کی طرف سب ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ یہاں ہر سال ۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ پھاگن بنگلہ (آخر عشرہ فروری) کو آپ کے مزار شریف پر اور آپ کے قائم کردہ مدرسہ امینیہ میں ۱۷-۱۸-۱۹ اور ۱۹ کو ایصال ثواب ہوتا ہے۔

جناب مولانا صاحب الخالق صاحب مرحوم ستورا ضلع کوٹلہ کے رہنے والے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۹)

کی خدمت میں حاضر ہے۔ انہوں نے ۱۳۳۲ھ - ۱۹۱۳ء "مرآۃ السلک" نامی ایک رسالہ لکھا، جو ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کا ادیبان کے صاحبزادے یعنی سفیان صاحب والد جناب شاہ محمد شہود چودھری مزار کریم گنج ضلع کچھار تاسام کے پاس ہسکوت میں ہے۔ خط جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان لکھنؤ کا ہے۔ مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۴۴ء، تعلیم مولانا فرید الدین عطار ام۔ اے۔

۲۶۷  
لے خط ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب انٹری مظلہ۔ گارڈن ریج کلکتہ  
مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۵ء



ڈبل ام۔ اے، پریزیڈنسی کالج اور لیڈی برابرن کالج کلکتہ میں پروفیسر تھے۔ تقریباً ۲۰ سال قبل انتقال ہوا۔ مولانا نے مرحوم کے مُريدوں کی تعداد بہت ہے۔ سیرۃ النبی کے انگریزی مترجم جناب فضل الرحمن صاحب مرحوم (متوفی دسمبر ۱۹۶۶ء سابق وزیر پاکستان کی بیگم جناب سیدہ فاطمہ فضل الرحمن عرف نسیم بیگم سابق لکچرار اردو لیڈی برابرن کالج کلکتہ کو بھی آپ کے شرفِ بیعت حاصل ہے۔ مولانا نے ننگہ میں اسلامیات پر بہت کتابیں لکھی ہیں۔ اور یہ کتابیں بہت مقبول ہیں۔ سید المرسلین تین جلدوں میں ہے۔ دُوبُغیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تصوف و معرفت میں آپ کی کتاب سراج السالکین بہت مشہور ہے۔ پہلی بار کلکتہ سے شائع ہوئی۔ ڈھاکہ سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت امام غزالیؒ (متوفی دسمبر ۱۱۱۱ء) کی کتابوں کا ننگہ میں ترجمہ کیا۔ ایک کتاب آپ کی مَنہات ہے۔ حکومت پاکستان نے انگریزی دور حکومت کے ملکی قوانین کو قرآن پاک اور سنتِ رسولؐ کی روشنی میں ڈھالنے کے لئے تعلیمات بورڈ قائم کیا تھا۔ مولانا عبدالحق صاحب مرحوم اُس بورڈ کے ایک سرکردہ ممبر تھے۔ آپ کے صاحبزادے ریٹائرڈ بریگیڈیئر جناب محمد عبدالقدوس صاحب مظہر آپ کے جانشین ہیں۔

لے دیکھئے ص ۱۲۰ بحوالہ بالو گرافیکل انسائیکلو پیڈیا آف پاکستان۔

ایڈیشن چھٹہ دوم ص ۱۲۰۔ انٹرنیشنل پبلیشرس۔ لاہور۔ فروری ۱۹۷۰ء۔ مولانا محمد بشیر الدین صاحب

ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء؛ مقدمہ۔ ترجمہ انگریزی سیرۃ النبی۔ کراچی ۱۹۷۰ء

لے مقدمہ انگریزی ترجمہ سیرۃ النبی۔ سیدہ فاطمہ فضل الرحمن۔ ڈھاکہ جنوری ۱۹۷۰ء (بقیہ حاشہ ص ۱۲۱ پر)

حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید، جلالی، بڑے جید عالم اور عارف  
 کامل تھے۔ آپ کا شمار بنگالی کے مشاہیر علماء اور مشائخ طریقت میں ہوتا ہے۔ عربی، فارسی،  
 اردو اور بنگلہ جامہ زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ایک طویل عرصہ تک اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا  
 شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رحمہ کی صحبت مستفید ہو کر ان کے اجل خلفاء میں شامل ہوئے۔  
 پوری زندگی دین اسلام کی عظمت و ترقی اور خلق خدا کی اصلاح و ہدایت میں صرف کردی۔ اس  
 مقصد کے تحت مضافات کلکتہ اور بنگال کے دوسرے علاقوں میں سفر بھی کیا کرتے تھے۔ دینی تعلیم  
 کے سلسلہ میں حضرت مولانا تجوید کے اصول و ضوابط کے ساتھ قرآن شریف کی تعلیم اور حفظ قرآن  
 کو بہت ضروری سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں قرآن پاک کی اہمیت اور افادیت  
 اور اس کی تعلیم پر بہت زور دیتے تھے۔ حلقہ ذکر و حفظ القرآن سوسائٹی کے صدر اور اس کے  
 روح رواں تھے اور ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ سرکاری مدرسوں کے نصاب میں حفظ قرآن  
 کو شامل کیا جائے۔ چنانچہ ۲۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کو حلقہ ذکر و حفظ القرآن سوسائٹی کے زیر اہتمام مسلمان  
 کاؤنسلینڈ اور جلسہ کلکتہ مسلم انسٹیٹیوٹ ہال میں آپ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا اور جس میں ڈاکٹر  
 کیلاش ناتھ کاسٹ جو گورنر بنوئی بنگال بحیثیت ہمان خصوصی شریک ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں آپ  
 گورنر صاحب کی خدمت میں اردو میں سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے یہاں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۱ کا ۲

سیرۃ النبی انگریزی ترجمہ۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی ۱۹۷۷ء۔ قیمت : ۳۰ روپے  
 لے خط جناب الحاج مولانا ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مظلہ۔ ڈھاکہ ۱۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء

دوبارہ کھولے جانے پر مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا اور حکومت کو مبارکیا پیش کی، وہیں نہایت پر زور الفاظ میں اس بات کی درخواست کی کہ مدرسہ مذکورہ میں حفظ القرآن اور تجوید کے ساتھ تعلیم القرآن کا ایک شعبہ قائم کیا جائے۔

اسی مقصد کے تحت مولانا احمد علی صاحب حمید جلالیؒ نے اوائل ۱۹۵۰ء میں جناب مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیمات حکومت کو جو خط لکھا تھا۔ وہ مولانا زین العابدین خاں اختاری کی کتب سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :

۴۸۶

ان ہوا لا ذکر و قرآن مبین صغتم خیر امتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب فیضیاب اخینا المعظم والحریم انریسل مولانا ابوالکلام آزاد صاحب، زاد محکم

وزیر تعلیم حکومت عالیہ ہند :-

۱۔ گزشتہ ۲۲ دسمبر مسلم اسٹیٹوٹ میں ہزار کسینی جناب گورنر بہادر کے قدم میں

لزم سے ہم لوگوں کے خاطر افسردہ کو فایت درجہ کی مسرت اور تازگی حاصل ہونے کے ساتھ ہی

ساتھ جناب والالائی کلکے میں تشریف آوری کی خبر تازہ تازہ، نو بہ نو اور بیشتر از بیشتر

اس درجہ تک طرب خیز اور فرحت انگیز ہوئی کہ ہم اپنی ملی آرزو کو کھول کر خدمت فیض و جہت

میں گزارش کے بغیر مطمئن نہیں رہ سکتے اور وہ یہ ہے کہ :-

۱۔ حضرت شاہ جلالی پر قبلا رجعتی "بکلمہ مطبوعہ بکلمہ ۱۹۴۲ء - ص ۱۸۳ بہ حیات شاہ جلالی پر قبلا" ضمیمہ اردو حقہ۔

۲۔ حضرت شاہ جلالی پر قبلا رجعتی (حیات شاہ جلالی پر قبلا) بکلمہ - مولانا زین العابدین اختاری - مطبوعہ بکلمہ ۱۹۴۲ء - ضمیمہ اردو حقہ ۸۸-۸۹

۲۔ جس حیثیت سے کہ حفظ القرآن نیاں اسلام کی بنیاد ہے۔ اس لئے مدرسہ عالیہ کلکتہ

میں تعلیم حفظ القرآن کی ایک جماعت کہ جس میں افہام و تفہیم معانی و محاورات و استعارات

قرآنی حفظ کرنے والے طلباء کو خاص طور پر تعلیم دی جائے اور بعد امتحان کامیاب

طلباء کو ”سند اور لقب حافظ“ کا سرکار دولت مدار کی جانب سے عنایت کی جائے۔

دوسری جماعت تجوید کے ساتھ قرآن خوانی سیکھنے کے لئے ہم مسلمان رعایا کی دلی تمنا خواہ

عنایت کی ہے۔ ہماری ہر بان حکومت ہند نے غایت کرم گستری سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے

دوبارہ افتتاح سے جس طرح ہم لوگوں کو ممنون فرمایا ہے۔ اسی طرح مذکور دو جماعتوں کے افتتاح

و انتظام سے ہم لوگوں کو تشفی کامل عنایت فرما کر قوم اسلام کو مریدان دائمی کریں گے۔

۳۔ جناب والہ کی توجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی کا پورا یقین ہے۔ چند کاغذات

اس کے تعلق سے مطالعہ کے لئے ارسال خدمت عالی کرتا ہوں۔

بارک اللہ لنا ولكم فی القرآن العظیم

اللھم انصر من انصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عمن کذا اکثرین خادم القرآن

احمد علی حمید جلالی

مولانا شاہ صوفی احمد علی حمید جلالی کا ۱۴ بجان ۱۳۵۵ھ تکبیر فصلی، ۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ

۲۸ فروری ۱۹۵۷ء کو بدست طہر انتقال ہوا۔ آپ کی ابدی آرام گاہ ٹیبا بروج کے پاس کان کھولی

پیر ڈنگا شریف۔ گارڈن ریح۔ کلکتہ ۲۴ میں نہایت پر فضا مقام پر ہے۔ مزار شریف نہایت

خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے۔

مولانا حمید جلالی رح کو تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ میلاد مصطفیٰ ۳۰ معراج مصطفیٰ ۳۱

سیف الخویش الاعظم، بحم الاسواس الخناس فی صدور الناس۔ حلقہ ذکر۔ جام حیات۔ آب زندگی وغیرہ۔



آپ کی تصانیف ہیں۔ چند ننگہ کتابیں بھی یادگار ہیں۔

حضرت مولانا حمید جلالی رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے الحاج مولانا محمود بخت بختاری صاحب مدظلہ، اور آپ کے بڑے داماد ممتازالحقین الحاج مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مدظلہ کو آپ اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ مولانا محمود بخت بختاری صاحب کان کھولی شریف میں سجادہ نشین ہیں اور مولانا اختر سی صاحب مدظلہ گوشہ نشین۔ حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی رحمہ اللہ نے مانک تلہ دلی وال قبرستان کی مسجد میں اپنے دادا پیر حضرت ویسی کی یادگار میں ایک مدرسہ دارالافتون قائم کیا تھا۔ خود بھی اس مدرسہ میں طلباء کو قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد فسادات کے باعث جب مانک تلہ علاقہ مسلمانوں سے بالکل خالی ہو گیا، تو مولانا شاہ حمید جلالی نور اللہ مرقدہ نے دسمبر ۱۹۴۹ء سے دلی وال قبرستان کی مسجد میں حضرت ویسی کے ایصالِ ثواب کے لئے باضابطہ جلسہ منعقد کرنا شروع کیا۔ دو سال تک یہ جلسہ آپ کے زیرِ اہتمام منعقد ہوا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کے انتقال کے بعد سے یہ جلسہ ہر سال ۵، ۶ اور ۷ دسمبر کو آپ کے بڑے داماد اور خلیفہ ممتازالحقین الحاج مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مدظلہ کے زیرِ اہتمام بڑے آب و تاب اور بڑی کامیابی سے منعقد ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا حمید جلالی رحمہ اللہ کے دوسرے صاحبزادے جناب مولانا نور المعین صاحب ہشتی ہیں۔ حضرت حمید جلالی رحمہ اللہ کے نواسے یعنی مولانا زین العابدین صاحب اختر سی، مدظلہ کے صاحبزادے ممتازالحقین، مولانا غلام محی الدین صاحب جیلانی سلسلہ کے کاموں اور حضرت ویسی کے ایصالِ ثواب کے لئے منعقد ہونے والے سالانہ جلسوں کے اہتمام میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔

مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالیؒ کے حالات زندگی اُن کے بڑے داماد اور خلیفہ مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ نے نگاربان میں "حضرت شاہ جلالی پیر قبلاہ" جیوٹی کے نام سے لکھا ہے، جسے کلکتہ سے ۱۹۷۲ء میں اُن کی اہلیہ جناب فاطمہ خاتون صاحبہ اور صاحبزادے جناب مولانا غلام محی الدین جلالیؒ نے شائع کیا۔ اس کتاب کو حضرت مولانا نے اپنے والد محترم جناب عین الحقؒ ملا اور والدہ مرحومہ بی بی صادقہ خاتون کے نام سے معنون کیا ہے۔ ۱۹۲ صفحات کی اس کتاب میں دس صفحات اردو میں بھی ہیں۔ اسی حصہ میں مولانا حمید جلالیؒ کے چھ خطوط بھی شامل ہیں۔

ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ مظلّم، کو حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ قدس سرہ سے کمال عقیدت اور محبت ہے۔ اُس دربار عالی کے ناچیز راقم الحروف جیسے ایک سگ خاک نشین کو وہ پیارا اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مولانا اخترؒ مظلّم نے بڑی جستجو، کاوش، محنت اور عرق ریزی سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ کے متعلق ایک کتاب "حیات ویسی مرتب کر کے ۱۹۵۵ء میں کلکتہ سے شائع کیا۔ اور اسے اپنے پیر و مرث حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالیؒ کے نام سے معنون کیا۔ اس کتاب کا ایک حصہ ننگلہ میں اور دوسرا حصہ اردو میں ہے۔ حصہ ننگلہ میں ۸۸ صفحات اور حصہ اردو میں ۷۰ صفحات ہیں۔ ننگلہ والے حصہ میں حضرت صوفی صاحبؒ اور مولانا شاہ احمد علی صاحب حمید جلالیؒ کے مزارات کی تصویریں ہیں۔ جناب صوفی اکرام الحق صاحبؒ، پٹنہ سی ضلع مرشد آباد کے نام حضرت صوفی صاحبؒ قدس سرہ کے ایک خط کی عکسی نقل ہے۔ اور اس کا

متن بھی ہے۔ صوفی صاحب نے نواب واجد علی شاہ، موزول والی اودھ کی پولیٹیکل نیشن آفس سے نومبر ۱۸۶۷ء میں آفس سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے جو شاہرہ لیا تھا اور کتب چھاپ کر کے رجسٹرڈ کر دیا تھا۔ اس کی فوٹو نقل ہے۔ خط اور دستخط کی فوٹو نقل سے پڑھنے والوں کو صوفی صاحب کے حروف کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس حصہ میں حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک کے اس کتبہ کی نقل بھی شامل ہے۔ جسے آپ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شاہ صوفی محمد الکر صاحب صدیقی "فرز اشرف" نے لکھوایا تھا۔

حصہ اُردو میں خدا کی حمد کے بعد ادب و ولایت کے اوصاف کے متعلق حضرت داتا گنج بخش رحمہ کی کتاب "کشف المحجوب" کا اقتباس ہے۔ اُس کا اُردو ترجمہ ہے۔ پھر حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے حالات زندگی، اخلاق و عادات، کشف و کرامات اور اولاد کا بیان ہے۔ حضرت صوفی صاحب کے خلیفہ مولانا عبدالحق صاحب کی ایک عروجی کیفیت اور دربار رسالت کا شرف باریابی کا حال ہے۔ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری اور مولانا عبدالحق صاحب عمقری کی طرف سے حضرت صوفی صاحب کے دربار میں فارسی میں منظم خراج عقیدت ہے۔ غزلوں کا انتخاب ہے۔ صوفی صاحب کا شجرہ عالیہ چشتیہ ہے۔ مریدوں کی فہرست ہے۔ ایصال ثواب کے چند سالانہ جلسوں کی مختصر و مفید فہرست ہے۔

۱۰ حیات ولسی ۲۶-۲۷ ۱۱ حیات ولسی ۲۵ ۱۲ حیات ولسی ۲۴

۱۳ حیات ولسی (حصہ اُردو) ۳-۴ ۱۴ حیات ولسی (حصہ اُردو) ۲۸-۲۹

۱۵ حیات ولسی (حصہ اُردو) ۵-۶ ۱۶ حیات ولسی (حصہ اُردو) ۴۲-۴۳ ۱۷ حیات ولسی

(حصہ اُردو) ۴۴-۴۵ ۱۸ حیات ولسی (حصہ اُردو) ۵۲-۵۳

اور کتاب کے متعلق چیز اہم مستیوں کی تقریظیں ہیں۔ لفظ ویسی کی تحقیق اور دعا ہے۔  
 غرض کہ صوفی صاحب کے متعلق حضرت مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ کی مظلہ کی  
 یہ کتاب نہایت کارآمد اور قابل فخر کارنامہ ہے۔ حضرت صوفی صاحب کے انتقال  
 کے ۸ سال بعد اس کتاب کو مرتب کر کے مولانا نے صوفی صاحب کے متعلق بہت سارے حالات کو محفوظ کر دیا۔ اور اس قابل قدر کتاب کی ترتیب  
 و تالیف کے لئے وہ لائق صدمہ مبارک باد ہیں۔ ناچیز راقم الحروف نے مولانا کے  
 محترم کی اس کتاب سے پورا پورا لغائدہ اٹھایا ہے۔

ابھی حال میں حضرت مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ کی مسلسل ششوار  
 سے تقریباً ایک سو سال بعد مغربی بنگال کے تمام اسکولوں کے نصاب فارسی میں حضرت  
 صوفی صاحبؒ کی چند غزلیں شامل کی گئی ہیں۔ ان کی غزلوں کی مدد سے بنگال کے فارسی  
 خواں طلباء کو حضرت ویسیؒ اور ان کی شاعری سے روشناس ہونے کا موقع ملے گا۔  
 مغربی بنگال، بہار، اتر پردیش، مدھ پردیش، راجستھان، اندھرا پردیش،  
 گجرات اور مہاراشٹر کی یونیورسٹیوں کے نصاب فارسی میں بھی اس عظیم المرتبت  
 اور قادر الکلام شاعر کا کلام شامل کرنا مناسب ہو گا۔ تاکہ فارسی پڑھنے والے طلباء

۱۔ حیات ویسی (حصہ دوم) ص ۶۲

۲۔ نصاب فارسی برائے امتحان ہائی اسکول، مغربی بنگال ص ۱۷۲

۳۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ مظلہ۔ بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۲۲ جون ۱۹۷۳ء



حضرت صوفی صاحب قاری سترہ کی بلند پایہ ہستی اور ان کے کلام کی گونا گوں خوبیوں سے واقف ہو سکیں۔

مشرقی بنگال کے ضلع فرید پور میں ایک مشہور مقام خان خانان پور ہے۔ یہ عجیب گیری کے مشہور فوجی جنرل اور بنگال کے صوبہ دار منعم خاں خان خانان (متوفی ۱۵۷۷ء) کے نام پر ہے۔ جناب مولوی تمیز الدین خاں نے اسی موضع خان خانان پور کے رہنے والے اور جناب مولوی امیر الدین خاں مرحوم کے عاثر اہل خانہ کے عظیم منہر و پاکستان کے اس نامور فرزند سے ہر پڑھا لکھا آدمی واقف ہے۔ وہ پاکستان نیشنل اسمبلی کے اسپیکر تھے۔ اور جب پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل غلام محمد مرحوم نے ۱۹۵۳ء میں وزیر اعظم جناب خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم کو معزول کر کے قومی اسمبلی کو معطل کر دیا تھا۔ تو مولوی تمیز الدین خاں نے قومی اسمبلی کے اسپیکر کی حیثیت سے گورنر جنرل کی اس غیر آئینی

۱۵ منعم خاں خانان ۱۵۶۷ء میں خاں انتقال کے بعد خان خانان معزز خطاب گورنر ہوئے اور خان زماں علی خاں کے شکست کے بعد جون پور کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ جون پور میں گومتی کا مشہور و معروف تاریخی محل انہیں لکھا ہوا ہے (۱۵۶۷ء) ۲۵ ستمبر ۱۸۷۳ء کو بنگال کے نیم آزاد حکمران داؤد قمرانی کے دار الحکومت طانڈہ پر قبضہ کر لیا۔ ۳ مارچ ۱۸۷۵ء کو ضلع منڈا پور کے جنوبی حصہ میں مغل ماری (تہ کار دی) کے مقام پر داؤد قمرانی کو شکست دیا۔ ۱۲ اپریل کو داؤد قمرانی نے کلکتہ میں ہتھیار ڈال دیا اور پور بنگال سلطنت مغلیہ میں شامل ہو گیا۔ منعم خاں خان خانان نے گورنر کے دہائی بخار کے موقع پر ۲۳ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو طانڈہ میں انتقال کیا۔ قاسم بن المشاہیر جلد دوم ص ۲۳۵، شیلز ہند جون پور۔ سید اقبال احمد ہسٹری آف بنگال جلد دوم۔ مرتبہ سر جلد ڈاکٹر کرا ۱۹۳-۱۸۹ء منڈا پور ضلع گورنر ایس۔ ایس۔ او بی ۱۹۱۱ء (مغل ماری)۔

کارروائی کے خلاف پاکستان کی عدالت عالیہ میں مقدمہ دائر کر کے گورنر جنرل کے اختیارات کو چیلنج کیا اور بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ ان کا سخت آئینی مقابلہ کیا۔ گریچہ کئی ماہ کی آئینی جنگ کے بعد عدالت عالیہ کا فیصلہ حکومت وقت کے حق میں ہوا اور ان کو ناکامی ہوئی۔ لیکن پورے بڑے عظیم میں ان کی جرات اور عظمت کی دھاک بیٹھ گئی۔ پاکستان کے سب سے اہم انگریزی قومی اخبار ”ڈان“ نے ان کو ”ہیرو آف دی پوسٹ میل“ (ہاری ہوئی لڑائی کا مرد غازی) کا خطاب دیا۔ اور اس عنوان سے ایک ادارہ سپرد قلم کر کے ملک و قوم کے اس عظیم المرتبت اور علیل القدر فرزند کو خراج عقیدت پیش کیا۔

اس واقعہ کے تقریباً ساڑھے تین سو سال قبل حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں سطوت جہانگیری کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا اور اس جرم میں مغل شہنشاہ کے حکم سے اُن کو قلعہ گوالیار کے مرکزی جیل میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانی پڑی۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس گرم سے ہے گرمیِ اخوار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا، جس کو خیردار (اقبال)

اور اس واقعہ سے ۱۲۲ سال قبل پنجاب اور سرحد میں سکھوں کی نیم وحشی اور فوجی جاہر و ظالم حکومت کے خلاف امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء کا رہنے باغی اور بالاعلان

جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں وادی کوئٹہ کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا تھا۔

بعد نیاز شہیدوں کی انجمن کو سلام بعد خلوص غریبان بے وطن کو سلام

وفا پر مٹ گئے ہشع وفا کے پروا نظر فرور ستارہ کی انجمن کو سلام

قبائے گل بھی شہیدوں کی رشک کرتی ہے روحیات کے ہر لالہ پسین کو سلام

امیر مملکت دین، سید والا تھے خلوص ترے جذبہ وطن کو سلام

تجلیاں میں ترے عزم بے نہایت جین کوہ کے اجلال پر شکن کو سلام

نیاز عشق کی خوابیدہ جراتوں درود سر نیاز کے احجام بے کفن کو سلام

نثار شہد عشاق پر دل خا اور

شعاع مہر کا، پھولوں کی انجمن کو سلام

مولوی تمیز الدین خان اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب

صدیقی رحمہ فر فر اس شریف کے ذریعہ ان بزرگوں کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے واسطے تھے۔

اور ان کے کردار میں جو عظمت و بلندی ہے اور ناحق کے خلاف جرات و ہمت کے

ساتھ آواز اٹھانے کی جو صلاحیت ہے۔ وہ انہیں بزرگوں کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔

مولوی تمیز الدین خان بڑی صلاحیتوں کے حامل تھے اور عمدہ جلیلہ پر

فائز تھے ہمیشہ لڑی اور شیرانی پہنتے تھے۔ لمبی ڈاڑھی تھی۔ بہت ہی متشدد، متقی

اور پر سز گار بزرگ تھے۔ انہیں اپنے پیر و مرشد سے بڑی محبت تھی۔ ایصال ثواب کے

لہ اقباس از نظم "مشہد عشاق"۔ عبدالرشید خاور۔ ماہ نوکراچی۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱۹

کے موقع پر فرزند شریف میں حاضر ہوئے تھے۔ اور شیوا کھالاریلوے اسٹیشن سے  
 فرزند شریف تک حضرت مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے بڑے بھائی الحاج سید  
 ابونصر محمد نصیر الدین صاحب کے ساتھ ہیل گاڑی میں سفر کرتے تھے۔ سوموار ۲۸ مارچ ۱۳۸۳  
 ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء کو ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ ڈھاکہ میں پاکستان کے  
 دوسرے دارالحکومت کی عمارتوں کے پاس۔ ایوب گیت کے قریب آپ کا مزار ہے۔ مزار کا  
 احاطہ کافی وسیع ہے۔ ایک خاندان مقبرہ زیر تعمیر تھا۔ مدرسہ اولیٰ کتب خانہ بھی قائم  
 کرنے کا منصوبہ تھا۔

جناب مولوی تیمز الدین خاں کی تین صاحبزادیاں، فاطمہ بیگم، کلثوم بیگم،  
 اور رضیہ بیگم ہیں۔ بڑی صاحبزادی فاطمہ بیگم کے شوہر جناب سید اے کے، ام خطا الحسن  
 صاحب۔ چٹاگانگ میڈیکل کالج کے پرنسپل تھے۔ دوسری صاحبزادی کلثوم بیگم ام اے  
 کی شادی جناب محاکر مرزا نور الہدی صاحب سے ہوئی۔ جو ڈھاکہ یونیورسٹی میں شعبہ اقتصادیات  
 کے صدر ہیں۔ صوم و صلوة کے سختی سے پابند اور متشدد مسلمان ہیں۔ ان کا شمار ایک  
 زبردست ماہر اقتصادیات میں ہوتا ہے۔ وزیر خزانہ لہجے میں۔ ایک لادز کے لئے  
 گورنر بھی مقرر ہوئے تھے۔ مولوی تیمز الدین خاں کی تیسری صاحبزادی رضیہ بیگم ڈھاکہ یونیورسٹی  
 میں انگریزی کی پروفیسر ہیں۔ ان کی شادی مشرقی بنگال کے سابق وزیر اعظم اور  
 پاکستان کے سابق نائب صدر مشر نور الہدیٰ مرحوم کے صاحبزادے انوار الہی صاحب  
 سے ہوئی ہے جو لندن میں ننگہ دیش کے بینک کے منیجر ہیں۔

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب۔ ڈھاکہ ۱۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۵ مارچ  
 (بقیہ صفحہ ۲۶۳ پر)



مولانا سید حاتم علی صاحب مدظلہ کا وطن حاجی گنج ضلع کوٹاہ ہے۔ عمر آپ کی تقریباً سو سال ہے۔ کافی ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں۔ حاجی گنج ضلع کے صدر مقام کوہلا سے ۳۳ میل جنوب مغرب کی طرف ڈکاتیاندی کے کنارے منگلہ دیش ریلوے کی لکسام، چاند پور لائن پر چاند پور سے ۳۱ میل پورب ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہاں تھانہ۔ ڈاک خانہ سب رجسٹری آفس اور منگلہ وغیرہ ہے۔ دلی۔ چاول۔ نمک۔ کراچی تیل اور پٹیشن کی اچھی تجارت ہوتی ہے۔

جناب الحاج مولانا حافظ سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کو اجازت و خلافت حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدظلہ سے حاصل ہے۔ لیکن آپ نے اب تک کسی کو بیعت نہیں کیا ہے۔ آپ کے مطالعہ میں بڑی گہرائی اور فہم و معلومات ہیں بڑی وسعت۔ اسلامیات کے ماہر ہیں۔ ہنگال کے صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے متعلق آپ کی معلومات نہایت وسیع ہیں۔ اور اس علاقہ میں صوفیائے کرام کے اکثر خاندانوں سے آپ کی ذاتی تعلقات ہیں۔ علم و فضل کے میدان میں آپ ایک مینار بلند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ طالبان علم کی ایک کثیر تعداد آپ سے فیض حاصل کر رہی ہے۔ بڑے بڑے سائنسدان آپ سے مشورہ کرتے ہیں فزکس کس کرتے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۲ کا]

اپریل ۱۹۷۵ء اور ۳۱ مئی ۱۹۷۵ء بحوالہ رشیدیہ ذاتی لازم جناب تیز الدین خاں۔

۱۔ خط مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ طحاہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۷۵ء

۲۔ ٹیلیگرام گزٹریٹر جے۔ ای۔ ویلیٹر (الہ آباد ۱۹۷۱ء) ص ۱۱۰۔

اور نیک چاروں زبان اور اس کے ادب پوری واقفیت رکھتے ہیں اسلامیت  
 خصوصاً تصوف و معرفت کے ادب کا مطالعہ تشنه کامان علم کی رہنمائی اور خدمتِ خلق  
 آپ کے محبوب مشغلے ہیں۔ بحرِ عظیمِ ہند کے مشرقی حصے میں وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ  
 کے ایک نہایت مستحکم ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آئینہ ویسی کی ترتیب و تدوین  
 کے سلسلہ میں گزشتہ بارہ مہینے میں انہوں نے ناچیز راقم الحروف کو اپنی علالت، کمزوری  
 اور ہرنیا کے آپریشن کے باوجود تقریباً ۳۰ خطوط لکھے۔ بہت سارے استفسارات  
 کے نہایت گرم جوشی اور محبت کے ساتھ جواب دیئے۔ دوسروں سے خط لکھوا دیا۔  
 کچھ ضروری کتابیں بھیجیں۔ آئینہ ویسی کی ترتیب و تالیف کی خبر سے ان کو دلی مسرت  
 حاصل ہوئی۔ اور اس کتاب کو مفید اور کارآمد بنانے کے لئے میری اعانت میں اس  
 بزرگ سستی نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں ان کا جس قدر بھی  
 شکریہ ادا کیا جائے وہ ان کی علمی فضیلت، درجہ، اور استحقاق کے لحاظ سے  
 بہت کم ہوگا۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب، نڈالہ کی حضرت صوفی سید فتح علی  
 صاحب دہلویؒ اور خود ان کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب دہلویؒ کے خاندان  
 سے بہت قریبی رشتہ داری ہے۔ سید غلام محی الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی صاحبہ  
 یعنی مولانا کی چچا زاد بہن سیدہ منورہ خاتون رحمہ سے صوفی صاحب کے بڑے پوتے  
 جناب مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کی شادی ہوئی تھی اور انہیں سیدہ منورہ خاتونؒ  
 کی دوسری بہن کی شادی حضرت صوفی صاحب کے نامور حلیف اور مولانا کے پیر و مرشد

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدنی رح فر فر اشریف نے نابہ الحلاج قاضی محمّد  
سیف اللہ صاحب ہونی۔ جنہوں نے مشرقی پاکستان کے اسپیکر جنرل یحیٰ عیسیٰ کی  
حیثیت سے ریٹائر کیا۔ یعنی صوفی صاحب کے بڑے پوتے اور حضرت مولانا محمد ابوبکر  
صاحب کے واسطے ہم زلف تھے۔ اور دونوں مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے نسبتی بھائی۔  
مولانا سید بشیر الدین صاحب کا تعلق علی پور کلکتہ کے ایک نہایت ہی معزز  
و محترم سادات خاندان سے ہے۔ یہیں ۱۰ دسمبر ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان  
کا قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیفی اور ان کے خلفائے کرام تعلق  
تھا آپ کے والد کو مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب سے اور آپ کے ماموں کو حضرت مولانا غلام سلیمان  
صاحب سے شرف بیعت حاصل تھا۔ چار سال چار ماہ کی عمر میں حضرت شاہ محمد ابوبکر صاحب  
مدنی کے ہاتھوں آپ کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی۔ اس موقع پر میلاد خوانی کے فراموش  
مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب کے خلیفہ مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی نے  
انجام دیا۔

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کی اعلیٰ تعلیم مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ہوئی  
ہوئی۔ وہاں اس نے تاریخی درس گاہ کے آخری یورپین پرنسپل سٹر لے۔ ایچ۔ ہارلے  
اور پہلے ہندوستانی پرنسپل شمس العلماء کمال الدین احمد ام۔ لے، شمس العلماء ڈاکٹر  
ام۔ ہدایت حسین شمس العلماء مولانا ولایت حسین اور شمس العلماء مولانا صفی اللہ شمس العلماء

لے خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ ڈھاکہ ۱۷ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۷۵ء

مولانا محمد جمیل صاحب شمس العلماء مولانا اظہر حسین شمس العلماء مولانا وصی الدین اسماعیل سمبھلی مولانا  
محمد جمیل صاحب انصاری۔ مولانا اے۔ ارج۔ ام۔ فصیح الاظہری آپ کے اساتذہ میں  
شمس العلماء کمال الدین احمد رائدین ایڈوکیٹیشنل سروس، نواب عبداللطیف  
خان بہادر سی۔ آئی۔ اے کے داماد اور مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے ناموں  
خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کے پرنسپل تھے۔ شمس العلماء ڈاکٹر ام۔ ہدایت حسین  
صاحب مولانا کو "دیوان قسی" کا نسخہ بطور تحفہ دیا تھا۔ شمس العلماء مولانا ولایت حسین صاحب  
ابھی حیات میں۔ ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کی عمر پر۔

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب دادا سید عبدالعزیز رح کا ۱۹۲۱ء میں

سلہ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری۔ شیخ اور موضع بہار پور۔ تھانہ سرسریا۔ سب ڈویژن سیوان  
ضلع سارن۔ دراب ضلع سیوان (بہار) کے رہنے والے تھے۔ وہیں آپ کا مراد ہے۔ آپ کو اکثر  
علم و فضل اور دنیاوی ثروت و وجاہت دونوں ہی سے پوری طرح نوازا تھا۔ اجازت و مخالفت آپ کو حضرت  
مولانا شاہ محمد نعمت اللہ صاحب نقشبندی مجددی سے حاصل تھی (متوفی ۱۳۳۸ھ)۔ (۱۹۱۹ء) مولانا  
شاہ نعمت اللہ صاحب مزار ضلع گوپال گنج بہار، میں تھا۔ وہے خکشن کے پاس اندر و احباب اللہ  
نامی موضع میں مرجع خلافت ہے۔ حکیم محمد مظہر الحق صاحب مدنی آپ کے پوتے ہیں۔ مولانا محمد جمیل صاحب  
انصاری نے اپنے پیر و مرشد کے متعلق ایک کتاب خصائص نعمت لکھی ہے۔ جو ۱۹۳۲ء میں کلکتہ  
سے شائع ہوئی۔ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری کے بڑے بیٹے مولانا محمد عطار الرحمن صاحب طبیبہ کالج علی گڑھ میں اور ننھے مولانا  
ڈاکٹر محمد فضل الرحمن صاحب ندوی شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پڑھتے ہیں۔ اور چھوٹے بیٹے مولانا محمد طیف الرحمن  
صاحب ندوی جلد یونیورسٹی (سعودی) میں لائبریرین کے عہدہ پر فائز ہیں۔

سلہ خط مولانا محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء



انتقال ہوا۔ وہ دلی وال قبرستان مانگ تلم میں حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک کے  
 پیچھے مدفون ہیں۔ ان کے قریب ہی ان کی پوتی سیدہ منورہ بیگم اور ان کی چھوٹی بچی سیدہ  
 سکینہ بھی آرام فرما ہیں۔ مولانا کے چچا سید غلام محی الدین صاحب کا مزار جیسور میں ہے۔  
 مولانا کی والدہ کو کنب النساء بیگم جناب خان بہادر مولوی غلام قاسم صاحب مرحوم میں  
 بشیر پٹ کی صاحبزادی تھیں۔ جناب خان بہادر صاحب مرحوم جنوبی بنگال کے بریسے  
 با اثر رئیس گذرے ہیں۔ ان کے انتقال پر جناب شمس العارف خان بہادر مولوی محمد یوسف صاحب  
 جعفری (علیک) رنجور، عظیم آبادی نے یہ قطعہ تاریخ لکھا تھا۔

کنج مرت میں جا کے سوئے اے واغے غصیب غلام قاسم  
 رنجور ناگر ہونے کا تاریخ لکھ "کیا ہوئے اب غلام قاسم"

۳۷ ۱۳ ۵

مولانا کی والدہ کو کنب النساء بیگم کا مزار بشیر پٹ میں آبائی قبرستان میں ہے۔  
 مولانا کے والد جناب غلام معین الدین صاحب بنگال پولیس میں ملازم تھے۔ ان کی  
 ٹرننگ سبائل پور پولیس ٹرننگ اسکول میں ہوئی۔ انہوں نے کلکتہ پولیس کے چیف جسٹس  
 انسپکٹر کی حیثیت سے ریٹائر کیا ۱۹۴۲ء میں انتقال ہوا۔ ان کا مزار مدھوپور  
 ضلع سنتھال پرگنہ (دھارم) ہے۔ ان دونوں سے قبل اس خاندان کے کسی فرد نے

۱۔ خط جناب ابو ذہب جلیل احمد صاحب ام۔ اے۔ دھان منڈی۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الخود

مورخ ۱۳ اپریل ۱۹۵۷ء

سرکار انگریزی کی ملازمت قبول نہیں کی تھی۔ دونوں پشتو زبان کے ماہر تھے مولانا کے والد نے پولیس کی ملازمت سے قبل اسٹریٹس پولیٹیکل نیشن آفس میں بھی ایٹور اسسٹنٹ کام کیا تھا۔ جہاں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیاح اور ان کے صاحبزادے سید مصطفیٰ علی صاحب ان کی جگہ پر کام کر چکے تھے سید مصطفیٰ علی صاحب بھی علی پور میں قیام رکھتے تھے اور وہیں ان کے چھوٹے صاحبزادے سید جان عالم صاحب مدظلہ کی پیدائش ہوئی تھی اور ان ہی تعلقات سبب سید مصطفیٰ علی صاحب کے برائے صاحبزادے مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کی شادی سید غلام محی الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی سیدہ منورہ بیگم سے ہوئی تھی، جن کا ۱۹۳۴ء میں انتقال ہوا۔ جناب مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے ماموں، خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب بنگال ریشریشن سروس میں ایکٹ اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی شادی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ اے۔ ای مرحوم سابق وزیر ریاست بھوپال کی چھوٹی صاحبزادی عصمت ادا بیگم سے ہوئی تھی۔ قیام بھوپال کے زمانہ میں نواب صاحب کی دوسری شادی رام پور (یو۔ پی) کے محبذی خاندان میں ہوئی تھی۔ اپنی عمائی کے رشتہ سے مولانا بشیر الدین صاحب کی شمس العلماء مولانا کمال الدین احمد صاحب (انڈین انڈکشنل سروس) پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ اور خان بہادر نواب سید محمد صاحب مرحوم آئی، اے، اے (مولانا آزاد) ڈھاکہ سے قرابت مندی تھی۔ یہ دونوں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کے ہم زلف تھے۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی خورشیدہ طلعت بیگم کی شادی شیر بنگال مسٹر ابوالقاسم

لہ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۵ء اور اس مارچ ۱۹۴۵ء

ی  
 فضل حق سابق وزیر اعظم بنگال اور شہر بانو بیگم کی شادی کرنل سر حسنان سہروردی  
 چیف میڈیکل آفیسر ایسٹ انڈین ریلوے سے ہوئی تھی۔ کرنل سر حسنان سہروردی  
 غیر منقسم بنگال اور پاکستان کے وزیر اعظم محمد حسین شہید سہروردی کے ماموں اور  
 کلکتہ یونیورسٹی کے پہلے مسلمان وائس چانسلر تھے۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم  
 کے بیٹے سید علی حسن کی شادی جات بے نظیر کے مصنف پروفیسر عبدالغفور  
 شہید بہاری (سر میرا سب ڈویژن بارہہ ضلع پٹنہ) کی صاحبزادی کبشری بیگم  
 سے ہوئی تھی۔ ان کے صاحبزادے سید اختر حسن کی شادی مولانا سید محمد بشیر الدین  
 صاحب کی ماموں زاد بہن یعنی خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کی صاحبزادی  
 رحمت آرا بیگم سے ہوئی۔ نواب سید محمد مرحوم کے دوسرے بیٹے سید حسین صاحب  
 تھے۔ جو انجمنی پنڈت موتی لال نہرو کے سکریٹری اور ان کے مشہور انگریزی اخبار  
 ”انڈی پینٹسٹ“ آباد کے نامور ایڈیٹر اور کیلی فورنیا یونیورسٹی میں بین الاقوامی  
 تعلقات کے پروفیسر تھے۔ آزادی کے بعد وہ مصر میں ہندوستان کے سفیر  
 مقرر ہوئے۔ جہاں ۱۹۴۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ مصر میں ان کا مقبرہ بن گیا  
 ہے۔ اور مقبرہ جس شاہ راہ پر واقع ہے اس کا نام ان کے نام پر رکھا گیا ہے۔  
 مولانا بشیر الدین صاحب کے ماموں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق نے  
 منگل کوٹ ضلع بردوان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مشہور خلیفہ

۱۔ مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ناٹک کے چند خطوط اور مضمون ”بنگال کے دو نامور خاندان“  
 صاحب حسن صاحب نواب کوٹھی۔ بارہہ ضلع پٹنہ۔ آج کل نئی دہلی میں ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۶ء اور ۲۰۰۱ء

مولانا حمید الدین دانشمندؒ کے مزار مبارک کی صفائی - مرمت اور حفاظت میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۵ جون ۱۹۵۶ء کو ان کا کلمتہ میں انتقال ہوا۔ کلمتہ کارپوریشن کے حلقہ میں ان کے نام پر ایک راستے کا نام ابوالخیر محمد صدیق لدین ہے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رحمہ کا تعلق بنگال کے نہایت ہی معزز و محترم خاندان سے ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ عہد شاہ جہانی میں بغداد سے دہلی اور دہلی سے بنگال آئے۔ خان بہادر صاحبؒ کے چھوٹے بھائی جناب ابوالفتح محمد عبدالرحمان صاحب غیر منقسم بنگال میں وزیر تھے۔ ان کو شرف بیعت حضرت مولانا ابوبکر صاحبؒ سے حاصل تھا۔

خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحبؒ کی اہلیہ نواب زادی عصمت اراکیم صاحبہ سرمنڈ شریعت میں حضرت امام ربانی کے دربار گہر بار میں حاضر ہوئیں، تو بخش عقیدت اور محبت میں مزار اقدس پر اپنا جو کلام گھڑائے عقیدت کے طور پر پیش کیا ان میں سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

بہار گلستان نظروں میں خار	دکھایا رب گل گلزار سرمنڈ
در دولت پہ آتے ہیں ملک بھی	وہ عالی شان ہے سرکار سرمنڈ
وہ روضہ خیر و برکت کا ہر شجر	منور ہے درود یار سرمنڈ

۱۔ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ، مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء

”ننگہ دیشیر پیر اولیا گن“ جولائی ۱۹۶۹ء ص ۳

۲۔ چھالی شان دربار امام دین ربانی  
لائک صفت بصف استادہ این جاہر درباری



پئے تعظیم جھکتے ہیں ستارے بڑی سرکار ہے، سرکارِ سرمنہ

قیامت میں کرم عصمت پہ کرنا خدایا از پئے سر دارِ سرمنہ

نواب زادی عصمت آرا بیگم کا چاٹ گام میں ۳ جولائی ۱۹۵۷ء کو انتقال

ہوا۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کے بڑے صاحبزادے ابو حامد فاروق احمد صاحب  
ام سے چاٹ گام میں اور چھوٹے صاحبزادے ابو زاہر جلیل احمد صاحب ام سے دھان منڈی  
ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ جناب فاروق احمد صاحب کلکتہ یونیورسٹی کی سرگب پرشین سورسائی کے پہلے

اعزازی سکریٹری تھے۔ ان کی شادی ۱۹۳۹ء میں اپنی پھوپھی زاد بہن، یعنی مولانا سید محمد

بشیر الدین صاحب کی ہمیشہ سیدہ عابدہ خاتون سے ہوئی۔ ان کی صاحبزادی خالہ

خاتون کی شادی چاٹ گام کے مشہور قومی رہنما مرحوم رفیع الدین صاحب صدیقی کے صاحبزاد

مسٹر عبداللہ صدیقی سے ہوئی ہے۔ جناب ابو زاہر جلیل احمد صاحب پہلے چٹاگانگ میں

سول سپلائرز کے ضلع کنٹرولر تھے۔ اب وہ بنگلہ دیش میں شہر امرکھی فرم ویشل کارپوریشن

کے ایک اعلیٰ انتظامی عہدہ پر فائز ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کو شرفِ محبت حضرت

مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی سے حاصل ہے۔

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ۱۹۳۷ء میں حرمین شریفین کی زیارت

سے مشرف ہوئے۔ اسی موقع پر نواب سید محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی اور جناب ابوالقاسم

۱۔ ماخوذ از "الفرقان" بریلی۔ مجلہ دالفت ثانی نمبر ۱۳۵ھ ۱۹۳۸ء ص ۲۱۳

۲۔ خط جناب ابو زاہر جلیل احمد صاحب ام سے۔ مکان ۹۲، سڑک ۲، دھان منڈی ڈھاکہ

مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۵ء

فضل الحق صاحب (وزیر اعظم غیر منقسم بنگال) کی اہلیہ خورشید طلعت بھی حج بیت اللہ کو گئی تھیں، وہ نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای کی لاسی تھیں اور ان کا تعلق رام پور کے مجددی خاندان سے تھا۔ چنانچہ ان کے وسیلے سے مولانا کی مکتبہ معظمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے مجددی خاندان کے بہت بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ نے کلکتہ میں ایک انجمن اشاعت مجددیہ کے نام سے قائم کیا تھا۔ مولانا خود انجمن کے صدر رہے اور آپ کے ماموں زاد بھائی جناب مولوی فاروق احمد صاحب ام۔ اے۔ اس انجمن کے نہایت سرکردہ رکن تھے۔ ۱۳۵۷ھ = ۱۹۳۸ء میں جب مولانا محمد منظور نعمان مدظلہ نے "الفرقان" بریلی کا مجدد الف ثانی نمبر شائع کیا تو اس خاص نمبر کی اشاعت اور کامیابی کے لئے ان دونوں بزرگوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کوششیں کیں۔ سلسلہ عالیہ مجددیہ کے متعلق بہت سا لٹریچر مہیا کیا۔ اشتہار چھپوا کر شائع کیا۔ مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے اس سال میں اپنے مضمون "نگاہ اولین" میں ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کو بہت سراہا اور ان حضرات کے خلوں اور انہماک کی بہت تعریف کی۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا شجرہ طیۃ مطبع ستارہ ہند کلکتہ میں چھپوا کر شائع کیا۔ جناب مولانا شاہ محمد ابوالشکر مجددی معصومی دہلوی ثم المدنی نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی

سرمنڈی کی طرح میں ایک قصیدہ "آفتاب شرف" کے نام سے ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۳ء میں لکھا تھا۔ یہ قصیدہ مدحیہ بھی مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے زیر اہتمام ستارہ ہند پریس "کلکتہ" سے شائع ہوا تھا۔ بنگال کے نامور عالم دین اور شہید ماسٹر اسلامیات ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے فروری ۱۹۶۳ء میں اسلامی طریقہ حیات کے متعلق بنگلہ دیش میں ایک قابل قدر کتاب "اسلام پر اشنگا" لکھی تھی۔ اس کتاب کو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے لائق فرزند جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب نے جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی اعانت سے نظر ثانی اور اضافہ کے بعد اکتوبر ۱۹۷۰ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی شادی بردوان میں جناب سید بدیع الرحمن صاحب کی صاحبزادی سیدہ سنجیدہ خاتون سے ہوئی تھی۔

اس قصیدہ "آفتاب شرف" میں کل گیارہ مطلع ہیں۔ اسی قافیہ اور ردیف میں سات اشعار کی ایک غزل اور چودہ اشعار کا ایک قطع ہے۔ ردیف آفتاب ہے اور قافیہ آخر، منور، خنجر، جو مردِ غرہ ہیں۔ فٹ نوٹ میں تبصری اشارات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل مالک پوری نے قطع تاریخ لکھا تھا: ۵

نکر روشن کا وہ چمکا آفتاب  
ہو گیا سارا قصیدہ آفتاب  
نور کی تاریخ لکلی اے جلیل  
ہے یہ کیا برج شرف کا آفتاب

۵۱ ۵۱۳

قصیدہ کا پہلا شعر ہے: ۵

مرحبا کس شان سے نکلا فلک پر آفتاب  
خودِ قلیم انجم شاہ خاور آفتاب  
۵ خط جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب ڈھاکہ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء

اُن کا ڈھاکہ میں ۱۹۶۱ء میں انتقال ہوا۔ پوسٹہ گولا قبرستان میں مدفون ہیں۔ ۴  
 اگست ۱۹۷۵ء کو مولانا کے ہم رلف جناب الحاج سید ابوبکر صاحب کا ڈھاکہ میں طہر  
 کی نماز کے بعد جائے نماز ہی پر انتقال ہوا۔ سید عبدالرشید، سید عبدالسلام  
 سید تمیز الدین اور سید شمس الدین اسلم مولانا کے چار صاحبزادے ادما یک صاحبزادی سیدہ  
 بدیعہ السلطانہ بیگم ہیں۔ سیدہ بدیعہ السلطانہ بیگم کی شادی آستانہ سید شہید  
 میدان میان صاحب ڈھاکہ کے سجادہ نشین جناب مولانا شاہ احمد اللہ صاحب  
 کے صاحبزادے سے ہوئی ہے۔ جناب سید عبدالسلام صاحب بی۔ اے۔ ال۔ ال۔  
 کرنے کے بعد وکالت شروع کر رہے ہیں۔ سید عبدالسلام صاحب کے بچوں کے نام  
 سید رضی الدین، سید رفیع الدین اور سید انیس الدین ہیں اور ایک صاحبزادی سیدہ  
 عظیمہ النساء تین سال کی ہیں۔

جناب مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ میرسر کے ضلع جامگام کے پاس  
 مکے پاش کے رہنے والے ہیں یہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے پیر و مرشد  
 حضرت صوفی نور محمد صاحب مدظلہ سلم پیر کا مزار ہے۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب نے  
 ۱۹۰۴ء میں مکے پاش میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کا نام آپ کے پیر و  
 مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدظلہ کے لئے داد پیر رح کے نام پر

لے جناب سید ابوبکر صاحب رحمہ پورہ (بہار) کے رہنے والے تھے۔ اُن کا آبائی وطن  
 بردوان تھا۔ پروفیسر سید ابونصر صاحب سابق مدرسہ شعبہ انگریزی ٹی۔ ای۔ بی کالج بھگل پور کے  
 بھائی تھے۔ (خط جناب سید عبدالسلام صاحب جدو نامہ پاکستان۔ ڈھاکہ۔ مئی ۱۹۷۵ء)



صوفیہ ذریعہ مدرسہ رکھا۔ مولانا شاہ محمد عید الغنی صاحب اب کافی غیبت اور کمزور ہو گئے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کے خلفاء میں علم و فضل کے لحاظ سے الحاخ علامہ ڈاکٹر محمد شہید الرحمن صاحبؒ ایک نوٹے تابدار اور گوہر شبنمؒ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسی نامور اور قابل قدر ہستیاں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں اور جس قوم اور ملک میں پیدا ہوتی ہیں۔ اُس کے لئے باعثِ مددناز و افتخار ہوتی ہیں۔ ان کا علمی اور ادبی کارنامہ قوم کے لئے سرمایہٴ حیات کا کام کرتا ہے اور اُن کی زندگی حیاتِ انسانی کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ :-

قرہنا باید کہ تا یک کودک از لطیف طبع  
عالم دانا شود یا شاعر شیریں سخن  
سالہا باید کہ تا یک سنگ خارا از آفتاب  
لعل گردد و در بدخشاں یا عقیق ابرار یمن

ڈاکٹر محمد شہید الرحمن صاحبؒ کی باکمال شخصیت اور اُن کے علم و فضل کی افادیت اور تابانی کے سامنے لعل بدخشاں اور عقیق یمن کی آب و تاب اور چمک دکھ، کی کوئی حیثیت اور قدر و قیمت نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد شہید الرحمن صاحبؒ کے مورث اعلیٰ شیخ دارا علیؒ، حضرت شاہ جلال مجر دینیؒ فاتح سلطنت و توفی ۱۳۴۶ھ کے خلیفہ حضرت شاہ صوفی عباس علیؒ کے خادم کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور ضلع جوہپور کے پرگنہ بلندہ میں آباد ہوئے۔

سلطان علاء الدین خلجی نے (۱۳۱۶-۱۲۹۶ء) نے ان کو سند اور جاگیر عطا کیا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے بڑے چچا منشی غلام عابد صاحب گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ (۱۸۴۱-۱۸۳۶ء) کے دور حکومت میں میرٹھی کے عہدہ پر فائز تھے۔ ان کے دوسرے بھائی منشی حبیب الشجیان صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کا تھیلیا خاندان بھی بہت ہی دیندار اور معزز و محترم تھا۔ مکہ معظمہ (سعودی عرب) میں ملازمہ صنو لیتیہ بڑی دینی درس گاہ ہے۔ حج بیت اللہ کو جانے والے تمام تعلیم یافتہ مسلمان اس مدرسہ سے واقف ہیں۔ اس مدرسہ کو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی والدہ محترمہ کی خالہ صولت النساء بیگم نے قائم کیا تھا۔ جو اس وقت مکہ معظمہ میں اپنے قسم کا واحد دینی ادارہ تھا۔ صولت النساء بیگم صاحبہ سیلیا گھٹا کلکتہ کی رہنے والی تھیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کے انتقال (۶ دسمبر ۱۸۸۶ء) سے ڈیڑھ سال قبل علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ۱۸۸۵ء کو ضلع جوبیس پر گئے۔

اے سرچارلس سکاٹ عارضی گورنر جنرل کے بعد لارڈ آکلینڈ ۱۸۳۶ء میں برطانوی ہند کے گورنر جنرل مقرر ہوئے تھے۔ ان کے زمانہ میں افغانستان کی پہلی ردائی ہوئی۔ لارڈ آکلینڈ نے جہاں آباد رنجیت سنگھ سے سازش کر کے امیر دوست محمد خاں کی جگہ شاہ شجاع کو کابل میں بادشاہ بنایا۔ لیکن ۱۸۴۱ء میں بغاوت ہو گئی۔ انگریزی سیر کو قتل کر دیا گیا۔ سولہ ہزار انگریز فوج کابل سے ہندوستان روانہ ہوئی۔ راستہ میں افغانوں نے تمام انگریزی فوج کو ختم کر دیا۔ صرف ایک شخص ڈاکٹر برائین کسی طرح جان بچا کر جلال آباد پہنچ سکا۔

تاریخ ہند۔ ڈاکٹر الشوری پرشاد آباد ۱۹۳۵ء - ص ۲۹-۲۲۲

(مغربی بنگال) کی بستی پیارا میں پیدا ہوئے۔ اُن کی تعلیم زیادہ تر کلکتہ میں ہوئی۔  
 کلکتہ یونیورسٹی سے انہوں نے سنسکرت آنرز کے ساتھ بی۔ اے، پھر ایم۔ اے  
 اور بی۔ ایل کے امتحانات پاس کئے۔ اس کے بعد پیرس (فرانس) گئے اور قوانین  
 میں ڈپلومہ ڈیپل فون حاصل کیا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے قیام کے بعد وہ ۱۹۳۱ء  
 میں مستقل ڈھاکہ منتقل ہو گئے اور برابر یونیورسٹی سے وابستہ رہے۔ پہلے ڈھاکہ یونیورسٹی  
 میں اور بعد میں راج شاہی یونیورسٹی میں بنگلہ اور سنسکرت کے یونیورسٹی پروفیسر اور  
 صدر شعبہ رہے۔ دونوں جگہ فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین بھی رہے۔ سارا جملائی ۱۹۶۹ء کو  
 ڈھاکہ میں ان کا انتقال ہوا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی میں ان کے نام پر شہید اللہ ہال ہے۔  
 اس کے قریب ہوسٹی خاں کی مسجد کے بیرون ان کے مین میں دفن ہوئے۔

جناب میرا سلام صاحب شرقی نے قلعہ تارخ لکھا: ۱۹۷۹ء

فخر پاک و مہر بحر العلوم  
 زین رشتہاں حیات اودا قضا دارد  
 عیسوی سال و عاش زہد و با تقی و استند  
 "مکتبی جنت رحمت شہید اثر" گفت

۱۹۷۹ء

۱۔ جناب میرا سلام صاحب شرقی ریٹائرڈ انکم ٹیکس مکتبہ دیکھو ۱۹۷۹ء  
 ۲۔ خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب۔ جلد نامہ باسک لین۔ ڈھاکہ ۱۹۷۹ء  
 مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء۔

ڈاکٹر محمد شہید الشریعی - فارسی، اردو، بنگلہ، سنسکرت - انگریزی اور  
فرانسیسی، زبان اور اس کے ادب سے واقف تھے۔ عربی، فارسی، بنگلہ  
اور سنسکرت کے ادب پر ان کو بخوبی کامل حاصل تھا۔

بابائے اردو مولانا عبدالحق مرحوم ان کو بابائے زبان کہا کرتے تھے۔  
وہ ایک زبردست ماہر تعلیم اور ماہر لسانیات تھے۔ دنیا کی مختلف زبانوں اور مختلف  
مذہب کا انہوں نے تقابلی مطالعہ کیا تھا۔ اسلامیات پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔  
اور مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین اور نہایت متقی اور پاکیزہ نگار  
انسان تھے۔ اسلام اور بانی اسلام سے انہیں بڑی محبت تھی۔ بنگال کے  
بعض صوفیائے کرام اور ان کی ادبی خدمات پر ان کے کارنامے بہت  
واقع میں۔ کراچی یونیورسٹی میں لکھات اردو کی دین کے عظیم منصوبے اور ڈھاکہ  
کی بنگلہ اکیڈمی سے وابستہ تھے۔ اسلامیات اکیڈمی ڈھاکہ (بیت العلوم اسلامی)  
کی مجلس انتظامیہ کے ممبر تھے۔ مشرقی پاکستان کی حکومت نے ایک عربی یونیورسٹی  
کمیشن قائم کیا تھا۔ اس کے بجایہ ایک اہم رکن تھے۔

ان کے پیرو مشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی مدظلہ  
حضرت مولانا محمد امجد علی (۱۳۵۵ھ - ۱۹۳۶ء) کو انہیں اجازت و خلافت حاصل ہوئی غلام  
نامہ میں پیرو مشد نے ان کے لئے لفظ "مولانا" استعمال کیا ہے اور ان انتقال  
کے بعد فائز خوان کی محفل میں ان کے مرشد زادہ جناب مولانا عبدالرحمن صاحب مدظلہ  
تجارتہ نشین خزانہ شریف نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اب سے ڈاکٹر محمد



شہید الشہر مروجہ کے لئے علامہ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ کیونکہ مولانا صاحبان اُن کے علم و فضل سے روشنی اور بصیرت حاصل کر سکتے ہیں۔

مشرقی بنگال سر دانت سماج کی طرف سے اُن کو ”ڈیا بچش پتی“ کی اعزازی ڈگری دی گئی۔ بنگالی زبان و ادب کی اعلیٰ خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کے صدر کی طرف سے ۱۹۵۸ء میں اُن کو دس ہزار روپیہ کا انعام (پرائیڈ آف پرفورمنس ایوارڈ) دیا گیا۔ بنگلہ زبان کے لئے یہ پہلا نام تھا جو ان کو ملا۔ اُن کے انتقال کے بعد اگست ۱۹۶۹ء میں حکومت پاکستان نے ان کو ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز ”بنال امتیاز“ پیش کیا اور دسمبر ۱۹۷۴ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی نے ڈی۔ لیٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ وہ بہت دنوں تک ڈھاکہ میں الائنس فرانسیس (انجمن فرانس پاکستان دوستی) کے صدر رہے۔ ۱۹۶۶ء میں فرانس کے یوم جمہوریہ کے موقع پر ان کو ادب کی اعلیٰ ترین ڈگری (ایوارڈ آف لیٹریچر ڈی ون آڈر ڈس لیٹرس) دی گئی۔

پاکستان کی ایشیاٹک سوسائٹی صدر کے لئے جو میعاد تھی اس کے وہ تین بار صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے علماء کا جو وفد چین گیا تھا، اس میں ڈاکٹر محمد شہید الشہر شامل تھے۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف کالج افرس (ہندوستانی ادارہ برائے امور ثقافت) کی طرف سے دنیا کے جن دس بڑے ماہرین فن کو فیلوشپ شپس کی گئی تھی، اُن میں پروفیسر طرین لی اور ڈاکٹر طاہر حسین وغیرہ کے ساتھ ان کا بھی نام شامل تھا۔ لیکن چونکہ

کسی غیر ملکی اعزاز کو قبول کرنے سے پہلے حکومت کی اجازت ضروری تھی اور حکومت  
پاکستان نے ایل فیلوشپ کو قبول کرنے کی منظوری نہ دی۔ اس لئے مجبوراً انہیں  
اس کو قبول کرنے سے انکار کرنا پڑا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ ارکان اسلام کے تھے۔ وہ پابند تھے۔ وہ  
بڑے ذوق و شوق اور احترام کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور آخری عشرہ رمضان  
شریف میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ پنج وقتہ نماز کے علاوہ تہجد، اشراق اور چاشت  
کی نمازیں پابندی سے پڑھتے تھے۔ میلاد شریف کی محفلوں میں شریک ہونے  
اور وہاں تقریر کرنے میں ان کو دلی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ ایصالِ ثواب کی مجلسوں  
میں بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ نہ انہوں نے کبھی ڈاڑھی منڈائی اور نہ کبھی  
سگریٹ یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز استعمال کی۔ اپنے لباس اور وضع قطع کے  
لحاظ سے ٹوپی کے ذوق کے علاوہ بالکل عینِ حسنِ قوم سید احمد خاں (متوفی ۱۸۹۸ء)  
معلوم ہوتے تھے۔

وہ انجمن علمائے بنگال کے ایک نہایت ممتاز اور سرکردہ رکن تھے اور  
اس سلسلہ میں جناب مولانا میرا ثماں اسلام آباد مرحوم کے ساتھ مل کر کام کرتے  
تھے۔ وائسرائے لارڈ ڈرہنگ (۱۹۲۱-۲۶ء) کے عہد حکومت میں جب آریہ سماجیوں نے  
اپنی شذھی کی تحریک کے ذریعہ میواتی مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش شروع  
کی، تو ارتداد کی اس لہر کو روکنے اور آریہ سماجیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ۱۹۲۳ء  
میں علمائے اسلام کا جو اجتماع ہوا تھا اس میں علمائے بنگال کی طرف سے صرف

علامہ ڈاکٹر محمد شہید الشہر شریک ہوئے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے نام سے پہلے اپنے کو خادم العلماء والفقراء سمجھتے تھے۔

جناب ڈاکٹر محمد شہید الشہر صاحب رحمہ کے راسخ العقیدہ اور اپنے اصول مذہب کے سختی سے پابند ہونے کے باوجود ان کی شخصیت اور علم و فضل، وسیع النظری اور انسان دوستی کے سبب بنگال میں ہندو، بودھ اور عیسائی مذاہب کے ماننے والے بھی ان کو نہایت ہی ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ برہمن سماج اور رام کرشنا سوامی مشن کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے اور وہاں دین کے آخری الہامی مذہب کی حیثیت سے تعلیمات اسلامی کی برتری اور فوائد اور برتر عظیم ہندوستان میں سماجی اور ثقافتی حالات پر اسلام کے زریں اصولوں کے خوش آئند اثرات کا جائزہ لیتے تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید الشہر صاحب رحمہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے۔ وہ اپنے نام کے اخیر میں عبد ربی لکھتے تھے۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ایک شاخہ بھی بنگلہ دیش میں مرتب کیا تھا۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب مدد بھی اور اپنے دادا پیر حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دینی کے حالات زندگی پر مضامین لکھے حضرت صوفی صاحب رحمہ کے متعلق مضمون میں نہ صرف ان کی فارسی شاعری اور دیوان و لیلی کا جائزہ لیا، بلکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت اور ایک عظیم روحانی پیشوا کی حیثیت سے بھی ان کی اعلیٰ خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے پانڈوا شریف ضلع مالده کے حضرت نور قطب عالم رحمہ (متوفی ۱۳۱۵ھ) کے حالات

لکھے۔ جن طرح حضرت خواجہ امیر خسرو رح (متوفی ۱۳۳۵ھ) نے فارسی اور اردو  
 بنا کر رخنہ میں شاعری کی تھی۔ اسی طرح حضرت نور قطب عالم رح نے فارسی اور  
 ہنگلہ ملی جلی ہوئی زبان میں شاعری کی تھی اس کو بھی رخنہ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد  
 شہید اللہ صاحب نے اپنے مضمون میں آپ کے کلام رخنہ کا جائزہ لیا۔ اس کے  
 علاوہ بہت سے دوسرے مسلمان بزرگان دین کے حالات بھی لکھے

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی زیادہ تر کتابیں ہنگلہ زبان میں ہیں۔ انہوں  
 نے خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی (متوفی ۱۳۸۹ھ) کی کچھ غزلوں اور عمر خیام  
 (متوفی ۱۱۲۳ھ) کی کچھ رباعیوں کا فارسی سے فرانسیسی زبان میں "چینٹس میٹکس"  
 کے نام سے ترجمہ کیا۔ علامہ سر محمد اقبال رح (متوفی ۱۹۳۸ء) کی مشہور نظموں شکوہ  
 اور جواب شکوہ کا اردو سے اردو کی روایتی شاعر (متوفی ۱۳۶۰ھ) کے ہتھی  
 گیتوں کا ہنگلہ شاعری میں ترجمہ کیا۔ عربی کے قصیدہ بردہ اور نبات سود کو اردو کا ہے۔

عمر خیام اصلاً نیمہ دوز تھے۔ فارسی کے نامور شاعر ہوئے ہیں۔ ان کی رباعیوں کا انگریزی فرانسیسی  
 اور دنیا کی اکثر مہذب زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ ان کا کلام یورپ میں بہت مقبول ہے۔ یہ نیشاپور (عربیہ  
 خراسان، ایران) کے رہنے والے اور سلاطین سلجوقیہ کے مشہور وزیر خواجہ حسن نظام الملک طوسی، فردوسی  
 کے سردار ساحر الموطط حسن بن صباح (متوفی ۱۱۲۴ھ) اور مشہور عالم دین اور اسلامی فلسفی حضرت  
 امام محمد غزالی متوفی ۱۱۰۵ھ کے ہم عصر تھے۔ ان کا ۱۱۲۱ھ یا ۱۱۲۳ھ میں انتقال ہوا۔ قاموس

المشاہیر جلد اول صفحہ ۲۰۴، جلد دوم صفحہ ۱۰۴ اور صفحہ ۱۱۰



کے نام سے بنگلہ نثر میں تبدیل کیا۔ انہوں نے دو جلدوں میں ”بنگلہ سائیکس ٹریٹیا“ (تاریخ ادب بنگلہ) مرتب کیا اور ”بنگلہ بھاشا رتیپ ریتا“ (تاریخ زبان بنگلہ) اور ”بنگلہ ویا کرن“ (قواعد بنگالی) لکھی۔ انہوں نے بنگلہ زبان کے مشہور شاعر علاؤ (متوفی ۱۶۸۰ء) کی کتاب پر موقی اور بودھوں کے مذہبی گیتوں کے تصحیح اور توضیح کے ساتھ شائع کیا۔

اُن کی تصانیف میں ”اقبال“ (حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی حیات اور شاعری)؛ رگاماری (مختصر افسانے)، اسلام پر اشنگا (تصویرات اسلامی)؛ قرآن پر اشنگا (تصویرات قرآنی) اور اسلام کے متعلق مضامین بہت ہی مشہور اور مقبول کتابیں ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب، بیکل بارغ حجاز، حکیم الامت علامہ مہر محمد اقبال کی شاعری، ان کے فلسفہ حیات اور انکار اعلیٰ سے بہت متاثر تھے۔ علامہ اقبالؒ کی اکثر کتابیں اردو اور فارسی میں تھیں اور بنگالی مسلمانوں کا زیادہ حصہ ان دونوں زبانوں سے نا آشنا تھا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے شکوہ اور جواب شکوہ کا ترجمہ کیا اور پھر علامہ اقبالؒ پر ایک مستقل کتاب لکھ کر اُس دانائے راز اور مفکر اسلام کی شاعری اور خیالات سے بنگلہ زبان بولنے والی آبادی کو روشناس کرایا یا اسلام پر اشنگا

۱۶۸۰ء میں جو براتھمان بہت ہزاری ضلع چانگام میں پیدا ہوئے یہیں ۱۶۸۷ء میں اُن کا انتقال ہوا۔ انہوں نے ملک محمد جالسیؒ کی کتاب پداوت نظامی گنجویؒ کی کتاب مہبت پکیر اور سکندر نامہ اور شیخ یوسف گدا کی کتاب تحفۃ النصائح کا بنگلہ میں ترجمہ کیا تھا۔ دیکھیم ۸۱-۸۳

اُن کی ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ لائق مصنف نے اس کتاب میں اسلامی طریقہ حیات اور تصور زندگی کو برطانیہ کا میانی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار فروری ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے لائق و فائق فرزند جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب الحانج مولانا سید محمد شمس الدین صاحب مدظلہ کی مدد سے اس کتاب پر نظر ثانی اور اضافہ کر کے اسے اکتوبر ۱۹۷۷ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ ”قرآن پر اشنگا“ بھی اس قسم کی نہایت کارآمد تصنیف ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کو قرآن حکیم کے معنی و مطالب اور اس کی تفسیر و تشریح سے کافی دلچسپی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے خود اسلامیات اور مسلمان صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور دوسرے مسلمان علماء کو بھی مسلمان صوفیائے کرام اور ان کی خدمات کے متعلق مضامین اور کتابیں لکھنے کی ترغیب دلائی۔ آپ نے خود سید احمد شہید بریلوی (متوفی ۱۸۳۱ء) کے مشہور خلیفہ حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری (متوفی ۱۸۷۳ء) کی ایک مختصر سوانح حیات بنگلہ دیان میں لکھا اور آپ کی ترغیب سے مولانا عبد الباقی صاحب جون پوری نے اپنے دادا حضرت مولانا کرامت علی جون پوری کی حیات مرتب کر کے ۱۳۶۸ھ = ۱۹۴۹ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی ترغیب سے جناب مولانا علید الحق صاحب اسلام آبادی مہتمم مدرسہ عالیہ فنی ضلع نواکھالی مصنف

”بنگلہ دیش اور بنگال“ (تذکرہ ادیبائے بنگال) نے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلویؒ کے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کی حیات لکھی، جو ندائے اسلام، نامی پرچہ میں شوال ۱۳۸۲ھ = جنوری ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اس پرچہ کو حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحبؒ نے جاری کیا تھا۔

ڈاکٹر محمد شہید الشہ صاحبؒ نے بنگلہ دیش میں مذہبی کتابیں لکھیں۔ چچہ در رسولؐ (حیات رسولؐ) حکایات قرآنی۔ کتھا منجری۔ نبیؐ کتھا۔ چو تو در بنی کتھا وغیرہ۔ انہوں نے یو نائیٹڈ نیشنس ایجوکیشنل سائنسز اینڈ کچلرل آرگنائزیشن (ادارہ اقوام متحدہ برائے تعلیمی سائنس اور ثقافتی امور) کی طرف سے مشرقی پاکستان کی روایتی ثقافت کے متعلق اپنی تحقیقات مکمل کی اور پروفیسر محمد عبدالحی صاحبؒ کے تعاون اور اشتراک سے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ بنگالی اکیڈمی (بیت العلوم بنگالی) نے بخاری شریف کا ترجمہ بنگالی زبان میں شائع کیا۔ ڈاکٹر محمد نے اس نیک کام میں اکیڈمی کی بڑی مدد کی۔ اس اکیڈمی کی طرف سے ایک اسلامی انسائیکلو پیڈیا (قاموس العلوم) شائع ہوئی۔ ڈاکٹر محمد شہید الشہ صاحبؒ نے اس قابل قدر تصنیف کے چیف ایڈیٹر (مدیر اعلیٰ) کے فرائض انجام دیے۔ برصغیر ہندوستان کے بہت سے علمی اجتماع میں انہوں نے اپنے مضامین پیش کئے۔ وہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بہت سے اجلاس



میں شریک ہوئے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۴۰ء میں پٹنہ بھی تشریف لائے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں اور نیٹل کانفرنس کے جلسہ منعقدہ حیدرآباد میں انہوں نے اُس کے فلاسفیکل سکشن کی صدارت کی تھی۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی امور کی طرف سے ۵ جولائی ۱۹۵۸ء کو مدراس (ہندوستان) میں جنوبی مشرقی ایشیا کی روایتی ثقافت کے متعلق جو بین الاقوامی سمینار (مجلس مذاکرہ) منعقد ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ نے اُس کی بھی صدارت کی تھی۔

مختلف دور میں وہ ادبی رسالوں کے ایڈیٹر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کلکتہ سے ۱۹۲۰ء میں مسلمان بچوں کے لئے 'نگہ' نامی ایک رسالہ اور دسمبر ۱۹۲۱ء اسلام اور اسلامی تمدن اور ثقافت کے بارے میں "پہلے" (امن) نامی رسالہ جاری ہوا۔ وہ ان دونوں رسالوں کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۱۱ء میں کلکتہ میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے دوستوں کی کوشش سے 'نگہ' مسلمان سہیتہ سمیٹی (ہنگامی مسلمانوں کی ادبی انجمن) قائم ہوئی۔ وہ اس انجمن کے پہلے سکریٹری منتخب ہوئے۔ اس انجمن کی طرف سے ایک ادبی رسالہ بھی شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۲۱ء تک ڈاکٹر صاحب اس رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی سسرال ہنگال کے نہایت تعلیم یافتہ، دیندار، اور با اثر نہ میندار خاندان میں تھی۔ اُن کی بیگم صاحبہ کے رشتہ دار شمالی ہندوستان میں مظفر پور (بہار) بستی اور سیتاپور (اُتر پردیش) میں آباد ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے سات بیٹے یادگار ہیں اور ماشاء اللہ سب اپنی جگہ اپنے پیشہ میں نہایت کامیاب اور



لائق و فائق ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے جناب ابوالفتح محمد صنفی اللہ صاحب  
 ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں وہ ان کے ادبی معاون اور ان کی کتابوں کے  
 ناشر کے فرائض انجام دیتے تھے۔ انہوں نے سن ۱۹۳۳ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی  
 سے میٹرکولیشن پاس کیا۔ مزید تعلیم ڈھاکہ اور کلکتہ میں ہوئی۔ دل امڈیا اسٹوڈنٹس  
 فیڈریشن کے کنوینر تھے اور ۱۹۴۷ء میں اسی کے پٹنہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۴۰ء  
 تک کانگریس میں رہے اور ڈھاکہ قلعہ کانگریس کمیٹی کے سکریٹری تھے۔ ۱۹۵۳ء  
 سے وہ ڈھاکہ یونیورسٹی کی سینٹ اور سنڈیکیٹ کے ممبر ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ  
 صاحب کو ان کے شاندار علمی اور ادبی کارناموں پر ان کے مداحین کی طرف سے  
 منجملہ زبان میں مبارک بادی کی جو کتاب پیش کی گئی تھی۔ اس کے یہ ایڈیٹر تھے۔  
 انتظامی مشیر کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ طنز و مضامین لکھتے ہیں اور انٹورنس کمپنی لاہ  
 پر ایک کتاب لکھی ہے۔ عنان تھ پروک ہال روڈ، ڈھاکہ علم میں ان کا ریناس  
 پبلشنگ ہاؤس ہے۔ جہاں سے ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔  
 جناب محمد صنفی اللہ صاحب کی اعلیٰ شیخ عبدالعزیز کے نواسے صوفی شیخ  
 عبدالرزاق رح کی آنکھوں میں نشت ہیں۔ صوفی عبدالرزاق صاحب کے پر پوتے  
 کے صاحبزادے جناب صوفی محمد فیاض کراٹک پور (ضلع الہ آباد) اتر پردیش سے  
 ہجرت کر کے بنگال چلے آئے تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے پانچویں صاحبزادے، ڈاکٹر محمد تقی اللہ صاحب  
 سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں میڈیکل آفیسر ہیں اور وہیں آباد ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مرقفی بشیر صاحب فارن آرٹ  
کے ماہر اور چٹاگانگ یونیورسٹی میں فارن آرٹ کے پروفیسر ہیں۔ اس سال ان  
کو اکیڈمی کا اوارڈ بھی ملا ہے۔

مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب کے مریدین میں سید معین الدین احمد صاحب  
علی پوری (متوفی ۱۹۷۲ء) الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب  
مڈگل کے والد محترم اور خان بہادر ابوالفتح عبدالرحمان سابق وزیر غیر منقسم  
بنگال مولانا کے ماموں تھے۔ جناب سید ابوالنصر محمد نصیر الدین ایڈووکیٹ  
سپریم کورٹ ڈھاکہ اور جناب ابوظفر محمد ظہیر الدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ  
پولیس ڈھاکہ مولانا کے حقیقی بھائی ہیں۔ جناب ابو حامد فاروق احمد صاحب  
اور ابو زامد حلیل احمد دونوں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے صاحبزادے  
اور مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ پروفیسر اے۔  
کے۔ ام جلال الدین صاحب مرحوم (ریٹائرڈ پرنسپل) مولانا کے بستی بھائی  
تھے۔ خان صاحب عید القادر مرحوم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل جو ۱۹۷۲ء کے  
ہنگامہ میں بھاگل پور میں شہید ہوئے۔ وہ مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب  
کے بھائی جناب سید ابوظفر ظہیر الدین صاحب کے خسر تھے۔ الحاج مولانا فضل  
صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج اس وقت اسلامک اکیڈمی (بیت العلوم  
اسلامی) ڈھاکہ کے ڈائریکٹر ہیں۔

# ۱۔ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب رحمہ

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی رح کے تیسرے  
نامور اور ممتاز خلیفہ شمس العلماء الحاج حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب  
عباسی مشہور قصبہ فر فر اشریف ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ آپ  
کا تعلق وہاں کے شیوخ عباسی کے خاندان سے تھا۔ آپ کے والد محترم حضرت  
مولانا غلام ربانی صاحب دہلی، فارسی کے زبردست عالم اور سرکار انگریز  
میں عہدہ منصبی پر فائز تھے۔ ان کی شادی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب  
صلی کے خاندان میں ہوئی تھی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صلی رحمہ  
میں حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے ماموں زاد بھائی ہوتے تھے۔ حضرت  
مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کی ولادت باسعادت ۵ شوال المکرم ۱۲۷۰ھ  
= ۱۷ اساطیر ۱۲۷۰ھ بمطابق فصلی = یکم جولائی ۱۸۵۴ء کو فر فر اشریف ضلع ہوگلی

۱۔ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب فر فر اشریف ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۷ اگست ۱۹۷۲ء  
۲۔ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب دہلی۔ دیدار بخش لین۔ کلکتہ ۱۶۔ بنام راقم الحروف  
مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء۔



۱۰ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے بہت ہی فہم و ذہین اور ذکی الطبع تھے۔ ابتدائی تعلیم  
فر فر اشرف اور ہوگی میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے اور  
شہرہ آفاق مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے تفسیر فرقانی، حدیث  
نبوی، فقہ، اصول فقہ، عقاید، منطق و حکمت، بلاغت، خصوصاً عربی و فارسی اور  
تاریخ اسلام میں مہارت کا طہ حاصل کی۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری  
سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔

فراغت تعلیم کے بعد اپنے ضلع کے صدر مقام پورکارہ میں تیسری مدرسہ حسینیہ  
ہوگی میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ترقی پا کر مدرسہ عالیہ کلکتہ کو منتقل ہوئے  
صاحب شمس العارفین جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری کے مطابق  
دسمبر ۱۸۸۶ء میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دیکھ کے انتقال کے وقت  
حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس چہارم کے  
عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔

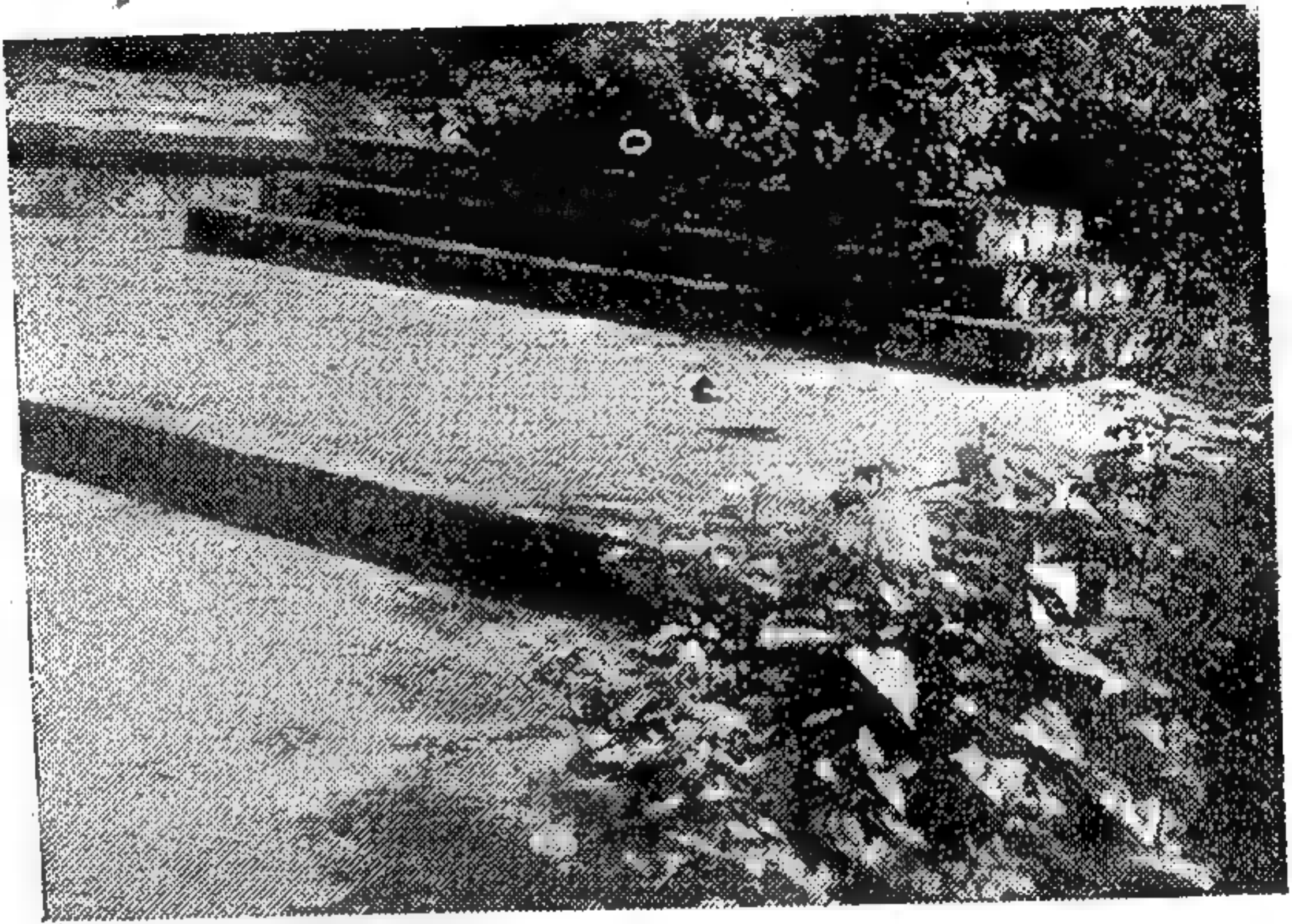
آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیت اور قابلیت سے متاثر ہو کر حکومت نے ۱۹۱۰ء  
میں آپ کو شمس العلماء کے خطاب اور خلعت فاخرہ سے نوازا۔ ۱۹۱۱ء میں آپ کو

۱۰ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ بنا اراقم الحروف  
مورخہ ۲۲ جون ۱۹۲۵ء۔

۱۰ خط ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمن، بدلتہ۔ کلکتہ ۲۴  
مورخہ ۳ اگست ۱۹۲۴ء۔







۱۵۔ مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی ؒ۔ فرزند شریف

مدرسہ تحسینہ ہوگلی کا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ حضرت مولانا شاہ غلام  
 سلمانی صاحب نے سوموار ۱۷ اساتذہ ۱۳۱۹ھ نیکوہ فصلی = ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ  
 مطابق یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو پانچ بجے شام کے وقت شہر ہوگلی میں کھڑکی گھاٹ  
 کے قریب جناب حکیم عبد اکرم صاحب کی قیام گاہ پر انتقال فرمایا۔ لاش مبارک  
 خزانہ شریف لاہور دفن کی گئی۔ ”افتخار اولیا“ سے سابقہ وفات معلوم  
 ہوتا ہے۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کی طبیعت نقیصہ و معرفت کی طرف  
 مائل ہوئی اور بنگال کے بابہ ناز بزرگ عارف کامل، قطب الارشاد حضرت صوفی سید  
 فتح علی صاحب دہلی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایک طویل عرصہ تک  
 مرشد کامل کی صحبت کیمیا اثر سے مستفید ہوتے رہے۔ علم طریقت میں کمال حاصل  
 کیا۔ خلافت سے سرفراز ہوئے اور فلک معرفت پر آفتاب بن کر چکے۔ بنگال کے  
 اولیائے کرام میں اعلیٰ ترین مقام رکھنے کے باوجود ہمیشہ اپنے کو چھپائے رکھتے  
 تھے۔ شہرت اور نام و نمود سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ بیعت کے معاملہ میں  
 بہت سخت تھے۔ ظاہر اپری مریدی سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔ حصول بیعت سے  
 قبل آپ کے مریدوں کو بڑی عبرت آمیز منزل سے گزرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جب  
 قطب الارشاد علوش زماں حضرت سید عبدالباری شاہ (نیلیل شریف ضلع ہوگلی)

۱۰ دیوان دہلی ص ۲۶۷ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب کلکتہ ۱۶ مورخہ

۱۲ جون ۱۹۷۵ء

کی لطافت عشرہ کی تعلیم ختم ہو گئی اور وہ حصولِ بیعت کی غرض سے آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے، تو اس شہیدِ طریقت کی بھی بیعت کی غرض سے آمد کو آپ نے پسند نہیں فرمایا اور فرمانے لگے ”بس جائیے۔ اللہ اللہ سیجھے۔“

قطب الارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ رحمہ اللہ معنوم مکانِ دایں آگئے۔ وضو کر کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ حضرت امامِ بابائی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ تشریف فرما ہوئے اور معنوم ہونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت سید صاحب نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت مجدد صاحب نے فرمایا۔ گھرایئے نہیں۔ اچھا اب جائیئے، مرید کر لیں گے۔ حسبِ ہدایت آپ فوراً روانہ ہوئے۔ جب مولانا موصوف رحمہ اللہ کی قیام گاہ پر پہنچے، تو حضرت موصوف نے حسبِ سابق خفگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن سید صاحب خاموش بیٹھ گئے اور بہت ادب سے حضرت مجدد صاحب کی آمد کا واقعہ اور آپ کے حکم کی تعمیل میں وہاں حاضر ہونے کے متعلق خدمتِ عالی میں عرض کیا۔ جب مولانا موصوف نے یہ سنا تو آپ سے فرمایا کہ وضو کر کے آئیے۔ خود سب کام چھوڑ کر وضو کیا اور حضرت سید عبد الباری شاہ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔

۱۔ سوانح حیات سید عبد الباری شاہ۔ مؤلفہ الخلیفہ حضرت مولانا سعید خاں صاحب قبلہ

ادام اللہ فیوضہ ص ۳۷

۲۔ سوانح حیات امام الطریقۃ السید عبد الباری شاہ۔ الخلیفہ حضرت مولانا محمد سعید خاں

صاحب قبلہ مظلہ ص ۳۸



لارڈ ہارڈنگ وائسرائے (۱۹۱۶-۱۹۱۰ء) کے عہد حکومت میں ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء دہلی میں انگریز شہنشاہ ہند کی تاج پوشی کا دربار ہوا تھا۔ دربار تاج پوشی کے بعد شہنشاہ جارج پنجم نکلستہ شہر لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا غلام اسلامی صاحب بنگال کے ایک ممتاز عالم دین، اعلیٰ سرکاری ملازم اور شمس العلماء کی حیثیت سے خلعت شاہی میں ملبوس شہنشاہ ہند کے دربار میں پاریا ب ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریز شہنشاہ ہند نے "عراج خسروانہ" سے دریافت کیا کہ اگر آپ کی کوئی آرزو، خواہش اور تمنا ہو تو بیان فرمائیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے اس پیکر و قائم ملک خود داری کے بادشاہ اور فیصلہ اور رضا کی سلطنت کے اس شہنشاہ ذی جلال نے بکمال ادب شہنشاہ ہند کی خدمت میں عرض کیا کہ "آپ شہنشاہ عادل ہیں۔ عادل و انصاف و بادشاہ اپنی رعایا کے لئے جو دعا کرتے ہیں، خدا اس کو قبول کرتا ہے۔ آپ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خداوند تبارک و تعالیٰ مجھ کو اپنی محنت و مشقت سے روزی دیتے ہوئے دنیا سے اٹھائیں اور یہی میرے لئے کافی ہے۔" اللہ جل شانہ نے اپنے اس برگزیدہ بندے کی اس نیک خواہش کو پورا کیا۔ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا اور اسی سال چھ ماہ بعد دوران ملازمت ہی میں ہو گئی میں یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو آپ کا وصال ہوا۔

لے خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فقیہہ فرزا شریف ضلع ہوگلی  
بنام راقم الحروف مورخہ ۶ اگست ۱۹۴۷ء۔ جناب مولانا عبدالسلطان (بقیہ حاشیہ ص ۲۹۴)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب قدس سرہ کے کچھ حالات جناب

مولوی عبدالستار صاحب کی کتاب "تاریخ مدرسہ عالیہ" میں ملتے ہیں اور

جناب مولانا عبدالحق صاحب پرنسپل مدرسہ فنی ضلع نواکھالی نے اپنی قابل قدر تصنیف  
"بنگلا دیشیر اولیا گن" (تاریخ اولیائے بنگال) میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کی شادی خیرا شریف سے

متصل کھن موضع بیل پار میں جناب ملا عنایت اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی بی بی

صفورہ خاتون سے ہوئی۔ حضرت کی دو صاحبزادیاں بی بی عزیزہ خاتون اور

بی بی خدیجہ خاتون اور ایک صاحبزادے جناب مولانا ابوالبرکات محی الدین صاحب تھے۔

بڑی صاحبزادی بی بی عزیزہ خاتون کی شادی ان کے ننھیالی گاہوں

بیل پار میں جناب سید لغیف اللہ سے ہوئی، ان کے دو صاحبزادے سید بلیم اللہ

صاحب بنائے اور سید صفی اللہ صاحب اور ایک صاحبزادی بی بی معصومہ خاتون ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۳ کا]

صاحب کی والدہ محترمہ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے چچا زاد بھائی کی صاحبزادی تھیں

اور جولائی ۱۹۱۲ء میں حضرت کے انتقال کے وقت مولانا عبدالسلطان صاحب ۴۴ سال تھے۔

لے خط جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب بند پوری از ۲۱ دیر بخش لین

کلکتہ ۱۶۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۵ء

جناب سید سلیم صاحب کی عمر تقریباً ۷۵ سال اور بی بی معصومہ خاتون صاحبہ کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہے۔ جناب سید صفی اللہ کی عمر تقریباً ۵۵ سال ہے اور وہ فرزند شریف میں مدرس ہیں۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کی چھوٹی صاحبزادی بی بی خدیجہ خاتون کی شادی فرزند شریف ہی میں جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب سے ہوئی۔ ان کے دو صاحبزادے جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب بی بی عائشہ بی بی اور جناب قاضی نسیم الرحمن صاحب بی بی اور ایک صاحبزادی بی بی بشیرہ خاتون ہیں۔ جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب کی عمر تقریباً ۷۰ سال ہے۔ وہ زیادہ تر ۲۱ دیر بخش لین کلکتہ ۱۶ میں رہتے ہیں اور کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کرتے ہیں۔ قاضی صاحب محترم کا ایک چھوٹا سا مکان ضلع گریڈیہم (مہار) میں ہمیشہ مندر استیشن کے پاس ہے۔ اس پہاڑی علاقہ کا پانی بہت اچھا ہے اور قاضی صاحب مدظلہ تبدیل آب و ہوا کے لئے کبھی کبھی کلکتہ سے ہمیشہ مندر استیشن لاتے ہیں۔ جناب قاضی نسیم الرحمن صاحب کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہے اور وہ اس وقت ۲۵/۲

۱۷ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب پوسٹ اسٹریٹ فرزند شریف۔ ضلع ہوگلی مورخہ ۶ اگست ۱۹۷۲ء

۱۸ ایٹرن ریوے کی مدھو پور گریڈیہم برانچ لائن پر ہمیشہ مندر استیشن پورہ ۲۰۰ میل (۲۰۰)

۳۲ کیلومیٹر کے فاصلہ پر اور مدھو پور سے تقریباً ۱۰۷۱ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ پورہ سے کلکتہ

۳۹ کیلومیٹر کا گٹا ہے۔ یہ گریڈیہم سے بنگا یاد کو جانے والی پختہ سڑک پر ۶ میل اتر کی طرف ہے

۱۹ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب ۲۱ دیر بخش لین کلکتہ ۱۶۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء



پورنا چندر نہر جی لین ڈھاکہ ۱۔ (منگلہ دیش) میں قیام رکھتے ہیں۔ ان کی شادی  
اپنی ماموں زاد بہن بی بی علیمہ خاتون سے ہوئی۔

حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب قدس سرہ کی نوامی بی بی بشیرہ خاتون  
کی شادی فرزا شریف چنڈ میل کے فاضلہ پریٹنڈ پور میں ہوئی۔ آپ کے دو صاحبزادے  
اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑی صاحبزادی بی بی صالحہ خاتون کی شادی سید پور میں  
ہوئی ہے۔ بڑے صاحبزادے جناب اخوند کار مولانا الاصلاح محمد رضوان الکروم صاحب  
ہیں جو عام طور پر ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ میں اپنے ماموں جناب قاضی  
نجیب الرحمن صاحب وکیل ہائی کورٹ کے ساتھ رہتے ہیں۔ بہار بیگم عوف سیدہ خاتون  
کی شادی فرزا شریف میں اور تیسری صاحبزادی مرزا بیگم کی شادی اکوئی میں ہوئی  
ہے۔ چھوٹے صاحبزادے جناب اخوند کار ابوالخیر محمد فاضل الکریم صاحب ہیں جو  
بہار پور میں رہتے ہیں۔

جناب مولانا غلام سلمانی صاحب کے صاحبزادے مولانا ابوالبرکات  
محی الدین صاحب مدرسہ حسینہ ہوگلی میں صدر مدرس تھے۔ آپ کی شادی فرزا  
شریف سے ۸ میل اتر موضع غازی پور میں جناب سید عبدالحمید صاحب مرحوم کی  
صاحبزادی بی بی آسیہ خاتون سے ہوئی تھی۔ ان سے دو صاحبزادے جناب  
ابوالفیض مصباح الدین صاحب اور ممتاز المحدثین جناب مولانا ابوالخیر حسام الدین

۱۔ خط جناب مولانا بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۔ موصولہ ۲ جولائی ۱۹۷۵ء  
۲۔ بہار پور۔ ڈاک خانہ اکوئی۔ براہ دوست (۱۶۷۰) ضلع ہوگلی۔



صاحب بی سہ (آنر) اور ایک صاحبزادی بی بی حلیمہ خاتون ہیں۔ بی بی امسیہ خاتون کے انتقال کے بعد مولانا ابو البرکات محی الدین صاحب کی دوسری شادی آپ کی اہلیہ مرحومہ کی بہن بی بی شریفہ خاتون سے ہوئی۔ ان سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ایک کا وصال ہو گیا ہے۔ باقی چار کی شادی ہو گئی ہے۔ بی بی حلیمہ خاتون کی عمر تقریباً چالیس سال ہے۔ ان کی شادی اپنے پھوپھی زاد بھائی جناب قاضی نسیم الرحمن سے ہوئی۔ جو ان دنوں ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں قیام پذیر ہیں۔

جناب مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے پوتے ابو الفیض عمصم صاحب مدظلہ فر فر اشریف کے پرائمری اسکول میں مدرس ہیں۔ ان کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ حضرت کے دوسرے پوتے مولانا ابو الخیر حسام الدین صاحب مدظلہ نے مدرسہ الیہ کلکتہ سے "متنازل الحدیث" یعنی دورہ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ پھر فلسفہ میں آنرز کے ساتھ بی۔ اے کی ڈگری لی۔ اس وقت فر فر اشریف سات میل کے فاصلہ پر ایک ہائر سکینڈری اسکول میں کام کرتے ہیں۔ اور "الناسیت" نامی ایک مفتہ وار بنگلہ رسالہ کے منتظم ہیں جو ۳۱ کولین اسٹریٹ کلکتہ ۱۶ سے شائع ہوتا ہے۔ جمعیتہ العلماء ہند کے ایک سرکردہ رکن ہیں۔ نہایت اچھے خطیب اور فقیہ البیان مقرر ہیں۔ پہلی اہلیہ سے آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد مرحومہ کی بہن سے آپ کی دوسری شادی ہوئی۔

۱۷ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتح فر فر اشریف ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲ اگست ۱۹۷۷ء



این زمان از رحلت شان تیرہ شد قندہا  
 شہدایم و مقتدی چون شمع سوزاں اشکبار  
 نے غلط کردم کہ جملہ سکنانِ مملکت  
 بر مثال اہل ہنگلی نوحہ گر بے اختیار  
 خاک پاک فرزہ کاں مطلع خورشید بود  
 چون شفق صدف بارہ گشت ازین خبر روزگار  
 ماہ دروز و ساعت حلت کشید کوریش  
 تا بماند سالہا بر لوح ہستی یادگار

فضیلا چوں ذات پاکش افتخار اولیاست  
 "افتخار اولیا" شد سال و شش آشکار

۱۳۳۰ھ

دوسری نظم بھی فارسی میں ہے۔ اسے حضرت رح کے انتقال سے ڈیڑھ ماہ  
 قبل ۸ مئی ۱۹۱۲ء کو ضلع لڑاکھالی کے جناب محمد عبداللہ صاحب نے آپ کی مدح میں  
 لکھا تھا اس نظم میں کل بیس اشعار ہیں۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

مرجباے شمس بروج علم و عرفاں مرجبا  
 مرجباے ہر چرخ ستر مزیدان مرجبا  
 مرجبا پشت و پناہ دین احمد مرجبا  
 مرجبا رونق فزائے باغ عرفاں مرجبا  
 بود خلق اندر ظلام و درد برق گریہی  
 ناگہاں شمس ہدایت گشت بسخشاں مرجبا  
 بود ہر سو ظلمت ناکامی و حزن الم  
 شکر ایزد شمس رحمت تاباں مرجبا  
 مرجبا لے گریان را چشمہ روشن کردہ  
 خاک پایت نور بہر چشم کو راں مرجبا  
 مرجبا صدر نشین سرگروہ عالماں  
 ز التفات جہل ہر بوجہاں پراں مرجبا  
 رعد و فخر عالماں و کمالاں ذات کریم  
 گشتہ ساطع بر ہمہ چوں دور دوراں مرجبا

لے دیوان ویسی۔ مطبوعہ کان پور ۱۹۳۵ء۔ ص ۲۲۵-۲۲۳

اے کہ تو شمسِ عالمگانی نے کہ شمسِ اسماء  
 باسکان کوئے تو گر نسبتے دارد گئے  
 یک نگاہت عالم صمد ملکِ پیراں آمدہ  
 لے ز تو روشن شدہ آلِ دودہ عجب آسیا  
 تا ابد ماناد ذاتِ مجمعِ فضل و کمال  
 نور ذاتِ کبریا از تو نمایاں مر حبا  
 گوئے بزدہ و روشن از تو شرعاً مر حبا  
 ذکر تو تسکین دہ اشفت جانان مر حبا  
 و ز تو نازندہ است ان ادواءِ پیران مر حبا  
 مرکز الطافِ حیاں خلقِ گویاں مر حبا

عبدسکین راچہ یارِ اشمہ از لطفِ

باز گوید جز کہ ہر دم مر حبا صمد مر حبا

تیسری نظم اردو میں ہے اور اس میں کل پچیس اشعار ہیں۔ یہ نظم مولوی  
 عبدالخالق صاحب نامی کسی مریدِ عقیدت مند نے لکھا ہے۔ اس نظم کے بھی کچھ اشعار  
 پیش کئے جاتے ہیں۔

جو وصفِ باطنی ہاں آپ کا ہے  
 حقیقتِ معرفت کی سرزمین میں  
 ضمیر با صفا للشرع حاشا  
 تجلّیئے رخِ زیبا پر ان کے  
 علیم اُس کا جناب کبریا ہے  
 انہیں کا دیکھنا ڈنکا بجا ہے  
 عجب ایک قلمِ سرِ خدا ہے  
 چراغِ عرش کا دھوکا ہوا ہے  
 وحید العصر بھی نامِ آپ کا ہے  
 جہاں میں دوسرا کون آپ سا ہے  
 انہیں سے بولے فطرتِ آشنا ہے



فرشتے آنکھیں ملتے ہیں اُسی جا  
وہ حضرت کے سراپا سے ہویدا  
جدھر تشریف فرما ہوں حضرت  
یہ بندہ عبد خالق احتقر الناس  
کرم فرمائیے بلکہ اس پر  
یہیں یوم الحشر تک آپ قائم  
جناب کبریا میں یہ دعا ہے

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے تمام خلفاء اور مریدوں  
کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ حضرتؒ بیعت کے معاملہ میں سخت تھے اور ظاہر پیری مری  
کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے مریدوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن آپ کے مریدوں  
اور ملنے والوں کو آپؒ والہانہ عقیدت تھی۔ آپ کے مریدوں میں حسب ذیل حضرات  
کے نام معلوم ہوئے ہیں :

- ۱۔ جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحبؒ سابق رجسٹرار اشولہ بنگال۔
- ۲۔ جناب نواب سراج الاسلام صاحبؒ۔ برہم باریا۔ ضلع کوٹلا (بنگلہ دیش)

۱۔ دیوان لوسی۔ مطبوعہ کان پور ۱۹۳۵ء۔ صفحہ ۲۳۰-۲۲۸

۲۔ خط ممتاز الخیر جناب مولانا زین العابدین صاحب خیریؒ نے منظرہ۔ گارڈن ریح کلکتہ  
میں ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء

۳۔ دیکھئے صفحہ ۱۶۸-۱۶۷ اور صفحہ ۲۶۸-۲۶۷

۴۔ دیکھئے صفحہ ۱۶۸-۱۶۷

۳۔ جناب نواب سلطان عالم صاحب طالی گنج۔ کاکتہ

۴۔ جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب انسپکٹر جنرل رجسٹریشن۔ بنگال

۵۔ جناب شاہ صوفی محمد عیسیٰ صاحب بسکورت۔ نزد کریم گنج ضلع کچھار (آسام)

حضرت مولانا شاہ غلام اسمانی صاحب کے خلیفہ قطب ارشاد غوث

راماں حضرت سید عبدالباری شاہ رح کو جل شانہ نے اپنی بے پایاں نعمتوں اور

گوناگوں رحمتوں سے نوازا۔ ان کے درجات اور اعزاز و افتخار کو اتنا بلند فرمایا

کہ دور جدید کے صوفیائے کرام میں دنیا کے طریقہ کے اس آفتاب عالم تاب

اور اس عاشق صادق کی مثال ملنا مشکل ہے۔

اس سعادت پرور بار و نیست بہا تناء بخش خدا کے بخشیدہ

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ کے پورٹ علی حضرت

سید محمد الدین رح با حضرت سید موسیٰ رح

علیہ وس کے اخیر میں پٹھانوں کی فوج کے امام کی حیثیت سے بنگال تشریف لے

گئے۔ بنگال کی فتح کے بعد تقریباً ایک ہزار فوجی بچھان بنگال کے سابق دارالحکومت

نیربہنی (تری پانی شاہ پور) یا فیروز آباد اور ست گاؤں کے قریب بال گڑھ میں

۱۵ اور ۱۶ دیکھئے صفحہ ۱۷۹ ۱۸۰ دیکھئے صفحہ ۲۲۹

۱۷ تریپنی ضلع ہوگلی میں بالنس باریا شہر کا بالکل شمالی سمتی کھال کے جنوبی کنارے

پر مسلمانوں کے دور کی چند عمارتیں ہیں۔ ۱۸۱۳ء کی مسجد ہے۔ ظفر خان غازی مقبرہ

ہے۔ ان کے بیٹوں کی قبریں ہیں۔ ظفر خان غازی کا تعلق پانڈوا ضلع ہوگلی کے حضرت صفی الدین صاحب

(بقیہ حاشہ صفحہ ۳۰۳ پر)

میں آباد ہو گئے۔ حضرت سید صاحبؒ کے مورث اعلیٰ بھی نہیں سیں گے اور  
 اُن کا خاندانی سلسلہ بڑھتا رہا۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے دادا کا نام سید  
 رمضان علیؒ تھا۔ جو علوم ظاہری اور باطنی کے ماہر تھے۔ اور غالباً درس و تدریس  
 کا سلسلہ بھی تھا۔ اُن کے تین صاحبزادے سید اکبر علیؒ، سید شمشیر علیؒ اور سید احمد علیؒ  
 تھے۔ اُول الذکر دو نے لا ولدا انتقال کیا۔ چھوٹے بھائی سید احمد علیؒ کے دو لڑکے  
 ہوئے۔ ایک کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ دوسرے سید عبدالباری شاہؒ تھے۔

حضرت سید عبدالباری شاہؒ ۱۲۷۹ھ = ۱۸۶۰ء کے قریب  
 بال گڑھ ضلع ہوگلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں صحت اچھی نہ تھی۔ آپ کی والدہ  
 محترمہ آپ کی صحت کی طرف سے فکر مند رہتی تھیں۔ لیکن آپ کے والد ماجد کو باطنی  
 طور پر آپ کے اعلیٰ مدارج، شاندار اور روش مستقبل کا اندازہ تھا۔ حضرت

[بقیہ حاشیہ ۳۰۲ کا ۲]

ہے۔ ہوگلی گزٹ میٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او مئی ۱۹۱۲ء۔

بال گڑھ، مغربی بنگال کے ضلع ہوگلی کے شمالی مشرقی گوشہ میں ہوگلی صدر سب ڈویژن کے ایک  
 تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہ ۲۳ درجہ ۸ دقیقہ شمال عرض البلد اور ۸۸ درجہ ۲۸ دقیقہ مشرق طول البلد  
 پر ہوگلی ندی کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ بہت پرانی جگہ ہے۔ ایسٹرن ریلوے کی بنڈیل برسر والوب  
 لائن یہاں سے گذرتی ہے اور اس لائن پر پورٹھ سے ۶۵ کیلو میٹر اور بنڈیل جکشن سے ۲۵ کیلو میٹر اتر ایک  
 ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ ۱۹۲۱ء میں بال گڑھ تھانہ کا رقبہ ۸۰ مربع میل اور آبادی ۵۲,۰۲۹ تھی جس میں

۶۲۴۴ مسلمان تھے۔ ہوگلی ضلع گزٹ میٹیر ایس۔ ایس۔ او مئی ۱۹۱۲ء؛ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء بنگال اور  
 دوش سید ۱۹۲۲ء



سید صاحب کے والد سید احمد علی صاحب علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ فن کشتہ سازی میں بڑی جہارت رکھتے تھے۔ اپنے انتقال سے کچھ قبل اس فن کا سارا راز اپنے ایک مرید علی بخش کو بتا دیا۔ پھر علالت کا سلسلہ شروع ہوا ایک رات جب لوگ کھانا کھا چکے، تو آپ نے چادر اوڑھ لی۔ ایک بار کلمہ شریف پڑھا اور رحلت فرمایا۔ اس وقت حضرت سید عبدالباری شاہ رحم کی عمر صرف چھ سال تھی۔ آپ کے والد محترم نے اپنی حیات میں اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا کہ بال گڑھ کے لوگوں کے اطوار خراب ہیں۔ یہاں عذاب الہی کا اندیشہ ہے۔ لہذا بچے کو لے کر کہیں چلی جانا۔ چنانچہ حضرت کی اس ہدایت کے مطابق آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر ہوگلی کے محلہ بالی میں منتقل ہو گئیں اور وہاں چرخہ کات کر نہایت صبر و شکر کے ساتھ زندگی کے دن گزارنے لگیں۔ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے باعث آپ کی کفالت کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ محترمہ پر آ پڑی تھی۔

لے ننگہ زبان میں بالو کو بالی کہتے ہیں۔ ندی کے کنارے جہاں بالو نکل آتا ہے اس مقام کو بالی کہتے ہیں۔ ہوگلی کے محلہ بالی کے علاوہ ضلع ہوگلی میں ایک دوسرا بالی آرام باغ سب کے گوگھاٹ تھانہ میں آرام باغ سے چھ میل کے فاصلہ پر دوار کیسور ندی کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ ضلع ہوڑہ کے مشہور سیلے سٹیشن، صنعتی مرکز اور تھانہ کے صدر مقام بالی سے فرق کرنے کے لئے ضلع ہوگلی کے بالی کو بالی دیوان گنج کہتے ہیں۔ ضلع ہوڑہ کا بالی اصل ضلع ہوگلی اور ہوڑہ کی سرحد پر ہوگلی ندی کے کنارے آباد ہے۔ اور ہوڑہ سے ۹۱ کیلومیٹر اتر ہے۔ ۱۹۱۲ء میں بالی شہر کی آبادی ۳۹۰۵۰ تھی جس میں مسلمان ۸۷۷۱ تھے۔ ہوگلی ضلع گریٹر ایس۔ ایس۔ روپلی ۱۹۱۲ء، ہوڑہ ضلع گریٹر ایس۔ ایس۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱ پر)



حضرت سید صاحبؒ بہت ہی حساس طبیعت تھے اتنی کم سنی میں  
 بھی آپ کو اپنی والدہ کی مجبوریوں اور محنتوں کا احساس تھا۔ آپ نے حصول معاش  
 کے سلسلہ میں ماں کی مدد کے لئے اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ اینٹ ڈھونے کا کام  
 شروع کیا۔ کئی روز کے بعد کام کے نگران کو معلوم ہوا کہ آپ خاندان سادات سے  
 ہیں۔ چنانچہ وہ بہت ہی ادب و احترام کے ساتھ پیش آیا اور اینٹ ڈھونے  
 کے بجائے کھڑی بانٹے کا ہلکا کام آپ کے سپرد کیا۔ چار دنوں کے بعد نگران نے  
 سید صاحبؒ کو ایک روپیہ دیا۔ آپ خوشی خوشی گھر آئے اور روپیہ  
 والدہ محترمہ کی خدمت میں پیش کیا۔ والدہ محترمہ بہت خوش ہوئیں اور فرما  
 لگئیں ”بیٹا! محنت عار کی چیز نہیں۔ کام سے عزت بڑھتی ہے۔ ہمیشہ  
 اس کا خیال رکھنا“ اس طرح سید صاحبؒ تقریباً دو سال ہوگلی میں رہے۔  
 سید صاحبؒ کے ایک خالہ زاد بھائی شہر ہوگلی سے چند میل اتر  
 قاضی ڈانگہ جہاں ان دنوں مشہور بنڈیل خنکاشن واقع ہے اُس کے متصل  
 نفل ڈانگہ میں رہتے تھے۔ وہ خود غریب آدمی تھے۔ لیکن ہوگلی جا کر  
 حضرت سید صاحبؒ اور اپنی خالہ کو نفل ڈانگہ لے آئے اور رہنے کے لئے ایک  
 چھپرہ دے دیا۔ سید صاحبؒ کو بنگلہ زبان کے ایک اسکول میں داخل  
 کر دیا گیا۔ لیکن یہ پڑھائی آپ کو پسند نہیں آئی۔ پھر بیل چرانے پر مامور کیا گیا۔ لیکن قرآن  
 شریف کی تعلیم کا شوق غالب تھا۔ اس لئے اس کام میں بھی جی نہ لگا۔ مرزا نیاز علی صاحب

جو ہو گئی کے محلہ بالی میں رہتے تھے اُن سے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کیا اور  
دورانہ نلڈرائنگ سے ہو گئی جاتے تھے۔

قرآن شریف کی تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حصولِ مواش  
کی طرف توجہ کی جس اتفاق سے ریلوے کے دفتر میں دس روپیہ ماہانہ پر کلرک  
مقرر ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی شادی بھی ہو گئی۔ ریلوے کی ملازمت  
میں مشاہیرہ کے علاوہ بالائی آمدنی بھی تھی۔ زندگی کی دشواریاں ختم  
ہو گئیں۔ احباب کا مجمع رہنے لگا۔ لیکن قابلیت کو سببِ صاحب سے کچھ  
اور کام لینا مقصود تھا۔ ایک روز والد بزرگوار کو خواب میں دیکھا فرما  
ہے تھے کہ میری اولاد ہو کر حرام کھاتے ہو۔ صبح ہوئی تو ملازمت سے دل  
اُچاٹ ہو گیا۔ اور استعفا دے دیا جسے ذمہ دار افسر نے تیرہ دنوں کی فرسٹ  
کے بعد بڑی مشکلوں سے منظور کیا۔

ملازمت سے استعفا کے بعد حضرت سید صاحب پیمیش کے سخت مرض  
میں مبتلا ہوئے اور لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک رات والدِ محرم  
کو خواب میں دیکھا۔ وہ میدان میں گئے۔ کہیں سے دودھ اور چاول لائے  
کھیر تیار کی اور آپ کو مشکم سیر ہو کر کھلایا۔ آنکھ کھلی تو بھوک معلوم ہوئی۔ صبح  
چہرے پر بے شاشت کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد بالکل تندرست ہو گئے  
محبتِ الہی کا غلبہ شروع ہوا۔ پیٹھ پیٹھ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے تھے جنگل میں جا کر  
تنہائی میں روتے تھے۔ مرشد کی تلاش میں اپنے استاد مرزا نیاز علی صاحب

سے۔ وہ آپ کے شوق کو دیکھ کر قریب کے گاؤں میں اپنے پیر شاہ نجیب الاسلام  
 کے یہاں لے گئے اور حضرت سید صاحب جناب شاہ صاحب سے مرید ہو گئے  
 لیکن حبیب شاہ صاحب کے مریدوں نے کہا کہ اب تو آپ مرید ہو گئے، آپ کو نماز،  
 روزہ کی ضرورت نہیں، تو سید صاحب کو افسوس ہوا۔ گھر چلے آئے اور ایسی پری  
 مریدی سے توبہ کیا کہ آپ کو ایسے مرد حق آگاہ کی تلاش تھی، جو تمام حجابات کو اٹھا دے  
 اور آپ کے لئے مشاہدہ حقیقت کو آسان کر دے۔  
 حسن اتفاق سے اسی زمانے میں کوئٹہ ٹرہ ضلع اعظم گڑھ (اتر پردیش)  
 کے حضرت کریم بخش علویؒ جو سروے میں ان پیکر تھے اور جن کو سلسلہ عالیہ چشتیہ

سے کوئٹہ ٹرہ، ٹاک خانہ کوئٹہ ٹرہ۔ ہلاک اور تھکانہ پور میں تحصیل پھول پور ضلع اعظم گڑھ  
 ۲۶ درجہ ۷ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۴۳ دقیقہ مشرقی طول البلد پر شاہ گنج بخش  
 ضلع جون پور سے پانچ میل اتر پورب واقع ہے۔ نارنگیہ الیٹرن ریلوے کا خان جہاں لٹ  
 تین میل دکھن ہے۔ یہاں بھرو لوگوں کا قلعہ تھا جسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ کوئٹہ ٹرہ کے سات ٹولے  
 ہیں۔ اکیارہ مسجدیں ہیں۔ سلسلہ دینیات بڑے کوئٹہ ٹرہ کے پچھ میں ہے۔ یہاں حضرت مسکین شاہؒ  
 کے خلیفہ حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ اور ان کے خلیفہ حضرت کریم بخش علویؒ کے مزارات ہیں۔  
 کوئٹہ ٹرہ اعظم گڑھ سے ۸۸ میل پچھم ہے۔

۱۲۰۰ حضرت کریم بخش علویؒ کا انتقال ۱۳۳۵ھ = ۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔ اجازت و خلافت  
 آپ کو حضرت مولانا مسکین شاہؒ جے پوری کے خلیفہ (بقیہ حاشیہ ص ۳۰۸ پر)

میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ وہ کلکتہ سروے آفس میں حاضری دینے جا رہے تھے۔ حضرت سید صاحبؒ کے استاد مرزا نیاز علی صاحب مرحوم کو حضرت علویؒ کی آمد کا حال معلوم ہوا، تو ان کو خوشی ہوئی اور انہوں نے سید صاحبؒ کو بلوایا۔ وہ حضرت علویؒ سے ملے اور گزارش کی کہ اللہ اللہ کرنے کا طریقہ بتا دیجئے، حکم ہوا کہ دستور کے مطابق پہلے مرید ہونا ضروری ہے۔ لیکن سید صاحبؒ مرید ہونے کے لئے راضی نہ ہوئے۔ حضرت علویؒ نے طلب صادق دیکھ کر آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پاس انفاس کا طریقہ بتا دیا۔ سید صاحبؒ گھر لوٹ آئے۔ گھر آتے آتے آپ کا قلب ڈاکر ہو گیا۔ آپ کو بڑی مسرت ہوئی۔ رات بھر جگے رہے۔ صبح نلکا لنگہ سے ہو گئی جا کر حضرت علویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کو اپنے گھر لائے۔ خود شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنے دو تین آدمیوں کو مرید کرایا۔ پھر حضرتؒ نے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ بتایا۔

حضرت سید صاحبؒ پر پیر و مرشد کی تسلیم کا ایسا گرا اثر ہوا اور ان کو ذکر و فکر سے ایسی لذت و علاوت ملنے لگی کہ ہر قسم کی دنیاوی مشغولیت ختم ہو گئی۔ عزیز و اقارب نے سمجھا یا۔ مرزا نیاز علی صاحبؒ نے ذمہ داریوں کا احساس دلایا لیکن ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور آپ اپنے کاموں میں مشغول رہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۰۸ کا]

حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ سے حاصل تھی۔ حضرت کریم بخش علویؒ حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے پہلے پیر و مرشد اور ان کے نامور خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن صاحبؒ (متوفی ۱۳۲۹ھ) کے والد محترم ہیں۔



ایک دن حضرت سید صاحب الشکر نے میں مشغول تھے کہ آپ پر  
 رحمتوں کی بارش ہوئی اور یکایک سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین <sup>حشتی</sup>  
 تشریف لائے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایک وسیع میدان میں پہاڑ کے کنارے  
 گئے، جہاں ایک فقیر نفی اثبات کے ذکر میں مشغول تھے۔ ذاکر فقیر کا یہ حال تھا کہ  
 جب لا الہ کہتے تو گویا پہاڑ بیچ سے پھٹ جاتا اور جب لا الہ کہتے تو پہاڑ اپنی  
 حالت پر آجاتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ذکر اس طرح کیا جاتا ہے  
 پھر دونوں حضرات اپنے مقام پر واپس آئے۔ حضرت سید صاحب نے حضرت غریب <sup>نواز</sup>  
 کے صحبت میں سلوک کی منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ جہاں کہیں سخت منزلیں آتی  
 اور سید صاحب کے وجود میں بلند ہونے کی طاقت نہ ہوتی، تو حضرت سلطان العارفین  
 خواجہ غریب نوازؒ اپنے وجود خاص کے ربط سے سید صاحب کو بلند فرماتے تھے۔  
 اس طرح حضرت خواجہ صاحب نے اپنے فیوض باطنی سے آپ کو منزل مقصود پر پہنچا دیا۔  
 اس کے بعد ابتدا اور آزمائش کا دور شروع ہوا۔ برسات کا زمانہ اور  
 رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ پاس میں عورت ایک بیسہ تھا۔ چند روز چنے پر گزارہ  
 ہوا۔ پھر دو دن فالتے سے گزرے۔ اذکار و سحر پانی کے گھونٹوں سے ہوتا  
 رہا۔ اس عبرت آمیز منزل میں بی بی صاحبہؒ نے ہر طرح آپ کا ساتھ دیا۔ ہانڈی  
 میں پانی رکھ کر آگ پر رکھ دیتیں کہ محمّد والوں کو آپ کے فاقہ کی خبر نہ ہو۔  
 اس حال میں سید صاحب کے ذکر و فکر میں اور زیادہ انہماک ہوا۔ پھر بوسیدہ  
 ہونے کے باعث پھلنی کی طرح بارش کے قطرے ٹپکنے لگے لیکن اس عاشقِ صافی

نے ایسے حال میں بھی اپنا کام جاری رکھا۔

اس بے سرو سامانی کے حال میں ایک روز جب سید صاحب رحمہ اللہ اللہ کرنے میں مشغول تھے کہ حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہذا برقی لباس میں ملبوس شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے تشریف لائے۔ ایک نے حضرت سید صاحب رحمہ کا دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بایاں ہاتھ پکڑا اور ایک بلند مقام پر کھڑا کر کے فرمایا ”عبدالباری آج سے تم ولی ہو گئے“ کیفیت ذائل ہونے کے بعد آپ اپنے کام میں مشغول ہی تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میرا صاحب آپ کا چہرہ بہت بوسیدہ ہو گیا ہے اجازت دیجئے کہ مرمت کرادوں۔ دوسرے صاحب آئے اور کہنے لگے کہ یہ دور روپے آپ کے لئے نذر ہیں۔ دور ابتلا ختم ہوئے۔ اس کے بعد گرجہ جہینے میں دو چار فاقے ہو ہی جاتے تھے لیکن مسلسل فاقوں کی نوبت نہیں آئی۔

اس کے بعد حسن اتفاق سے آپ کی ملاقات حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کے نامور خلیفہ اور اس زمانہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحب سے ہوئی، جو سلسلہ عالیہ مجددیہ سے وابستہ تھے۔ حضرت مولانا موصوف رحمہ کی نگاہ جب سید صاحب پر پڑی، تو آپ نے اپنی فراست سے ان کا حال معلوم کر لیا اور ان کے ذوق و شوق کا اندازہ لگا کر فرمانے لگے کہ آپ اللہ اللہ کرتے ہیں ایسے ہم بھی کچھ تبادلیں۔ حضرت سید عبدالباری شاہ نے خیال کیا کہ میرے تو سلوک ختم ہو چکے

ہیں۔ اب آپ کیا بتائیں گے۔ لیکن ادب کے خیال سے خاموش رہے۔ صرف نماز میں دسویسہ کی شکایت کی۔ عصر کا وقت قریب تھا۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا "وضو کیجئے" اور اپنی امامت میں سید صاحب کو عصر کی نماز پڑھائی کہ دسویسہ کا آنا ختم ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت سید صاحب کو حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کی بزرگی کا خیال ہوا اور تعلیم کے لئے آپ کی خدمت میں جانے لگے۔ طائف عشرہ تک کی تعلیم کے بعد آپ سعیت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ لیکن چونکہ حضرت مولانا موصوف کو ظاہر اپیری مریدی سے دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے آپ نے سید صاحب کی آمد کو پسند نہیں فرمایا اور فرمانے لگے جائیے۔ اللہ اللہ کیجئے۔ حضرت سید صاحب بہت ہی معنوم گھر واپس آئے اور ابھی وضو کرتے حجرہ میں بیٹھے ہی تھے کہ حضرت امّا کہ بانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی تشریف لائے۔ حالات معلوم کرنے کے بعد فرمایا گھر آئیے نہیں اب جائیے مرید کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت سید صاحب فوراً حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ حضرت موصوف نے حسب سابق خفگی کا اظہار کیا لیکن حضرت مجدد صاحب کی تشریف آوری کا حال معلوم کرنے کے بعد فوراً سید صاحب کو سعیت سے مشرف فرمایا۔ اس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی باعنا بطہ تعلیم شروع ہوئی۔ باطنی طور پر خود حضرت امّا کہ بانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی آپ کو تعلیم دیتے رہے۔



سلسلہ عالیہ مجددیہ کی تعلیم کے زمانہ میں مقام نفس کے دوار کی توجہ کے  
 بعد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہاں کسب کو دخل نہیں ،  
 کامیابی کا دار و مدار محض عنایت خداوندی پر ہے سید صاحبؒ کو اپنی محنت  
 کا خیال تھا۔ لیکن یہ سن کر یاس کے آثار ظاہر ہوئے۔ حسب معمول نماز مغرب کے بعد  
 جب مراقب ہوئے، تو اپنے کو ایک وسیع میدان میں پایا، جہاں پر ایک مزار  
 تھا۔ صاحب مزار نے ایسی موثر توجہ دی کہ آپ دھڑام سے پیچھے گر پڑے اور  
 مقام صاف ہو گیا۔ وہ مزار کسی پیغمبر کا تھا۔ پھر اللہ جل شانہ کی عنایات سے  
 آپؒ سلوک کے مشکل سے مشکل مقامات طے کرتے رہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب  
 حاصل ہوتے رہے۔

بظاہر آپؒ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے ذریعہ  
 ہوتی رہی۔ لیکن ائمہ سلاسل کے بعد دیگرے اویسی طریقہ پر آپؒ کو اپنے اپنے  
 سلسلہ کی تعلیم دیتے رہے اور خلافت سے سرفراز کرتے رہے۔ ایک بار آپؒ کسی شخص  
 کے میاں حجان تھے اور تنہا ایک حجرہ میں مقیم یاد الہی میں مشغول تھے کہ غوث الاعظم  
 حضرت سیدنا عید القادر جیلانیؒ تشریف لائے اور توجہ دینی مشورہ کی  
 خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے سلسلہ میں بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی اسی  
 طرح دوسرے ائمہ سلاسل حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ اور حضرت خواجہ  
 بہاء الدین نقشبندؒ نے بھی اپنے اپنے سلسلہ کی اجازت اور خلافت بخشی یہ مقام  
 ولایت میں کئی بار حرم کردہ نبویؐ میں آپؒ نے حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کو



کمیل پر جلوہ افروز دیکھا۔ ایک دن حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ آپ کو اپنے پاس بلا یا۔ مقام فنا کی توجہ دی اور اپنے سلسلہ میں بیعت کرنے کی اجازت دی اس طرح حضرت سید عبدالباری شاہؒ کو سلسلہ حشمتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ، شاذلیہ، قرنیہ اور سلسلہ الذہب میں بیعت کرنے اور تعلیم دینے کی اجازت ملی اور باطنی طور پر مختلف خدمات سپرد ہونے لگیں۔

کلکتہ سے دکن ضلع چوہیس پرگنہ کے شہر ڈائمنڈ ہاربر میں ایک ہندوستانی ضعیف رہتی تھیں۔ وہ مجذوبہ تھیں اور دنیا کے چالیں ابدالوں میں سے تھیں سید صاحبؒ کبھی کبھی ان سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ان کی حضرت سید صاحبؒ پر بڑی نظر عنایت تھی۔ مجذوبہ کے انتقال کے بعد پہلی خدمت آپ کو ان کی جگہ ملی۔ اس کے بعد اس زمانہ کے قطب مدار شیخ ابوالحسنؒ نے جو ظاہری طور پر مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ آپ کی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ کبھی وہ ہوٹلی تشریف لاتے اور کبھی سید صاحبؒ مکہ معظمہ جاتے۔ حضرت شیخ ابوالحسنؒ کے وصال کے بعد قطب مدار کے انتخاب کے سلسلہ میں خانہ کعبہ کے قرب و جوار میں اکابر امت کا روحانی اجتماع ہوا۔ بڑی بڑی ہستیاں موجود تھیں اور اس عہدہ جلیلہ کے لئے بہت لوگ امید والے تھے۔ حضرت سید صاحبؒ اپنے کو سب سے نااہل اور سب سے بچتے ہوئے سب سے بچے کھڑے تھے۔ لیکن آپ ہی کا نام پکارا گیا اور آپ ہی کے سر پر تاج زمردین رکھا گیا۔ خانہ کعبہ کا محافظ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ قطب مدار کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپنی ادب پرانے محیط الوداد حافی امام دورہ رابع عشر مقبول بانی

جناب عبدالباری دودمان شاہ گیلانی تعالیٰ الشریعہ فی زینہ فرشت تاج سلطانی

کہ مورد و گشت رانی سز و ناز سلیمانی

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ کی باضابطہ تعلیم طریقت

کا آغاز حضرت کریم بخش علویؒ سے ہوا تھا۔ لیکن تقریباً دس سال تک دونوں

کی ملاقات نہ ہو سکی۔ دس برس کے بعد حضرت کریم بخش علویؒ کا پھر نوکلی اور کلمہ

کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کو حضرت سید صاحبؒ کی ملاقات ذوق و شوق

تعلیم اور شرف معیت کا واقعہ یاد آیا۔ دوبارہ ملاقات ہوئی۔ حضرت سید صاحبؒ

نے اپنے کچھ حالات آپ کے بیان فرمائے۔ آپ اپنے اس لائق و فائق اور عظیم المرتبت

مرید کو کبریت احمدیہ کے اپنے ساتھ کوٹنڈہ ضلع اعظم گڑھ لے آئے اور اپنے

صاحبزادہ جناب حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کو تعلیم طریقت کے لئے

آپ کے حوالہ کر دیا۔ جناب سید صاحبؒ نے اپنے مرشدزادہ کو اپنی معیت اور

ابادت کا شرف بخشا اور اپنے انعامات سے مالا مال کر دیا۔ آپ کی تعلیمات

اور آپ کے فیوض و برکات سے الحاج جناب حافظ حامد حسن صاحب علویؒ اپنے

وقت کے عارف کامل اور بلند پایہ شیخ طریقت ہوئے اور آپ کے ذریعہ احیاء

دین کی تحریک اور تعلیم طریقت کو بڑی تقویت اور ترقی نصیب ہوئی۔

اللہ العالمین بہر غبار خاک اقدس کہ بردار مذہبی و ملائک ناز خدائیں

زمین و آسمان بر خوشن نازان رایش کمالش بکراں حافظ حامد حسن نایش

شہید منبر شہیدی من ہادی و محبوب سبحانی

اس طرح کوہنڈہ میں حضرت سید عبدالباری شاہؒ کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ تشریف لاتے اور کافی عرصہ تک قیام فرماتے۔ کوہنڈہ میں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے یہاں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی اہلیہ محترمہؒ، ہمیشہ مکرمہؒ اور آپ کے دوست جناب مولوی عبدالصمد صاحبؒ آپ کے خاندان کے لوگوں میں عبدالواحد مرحوم، اور کوہنڈہ کے قریب نمبر چھ کے حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم اور

مہ حضرت بی بی عائشہ خاتونؒ آپ حضرت حافظ حامد حسنؒ سے بڑی بھتیجی۔ آپ کی شادی منگراؤں سے دو میل اتر گنگا گودام پور میں جناب عبدالغفار صاحب قریشی سے ہوئی۔ بھتیجی۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ جناب عبدالجبار صاحب بنارس میں نکالت کرتے ہیں۔ حافظ اخلاق احمد صاحب اور عبدالسلام صاحب گنگا گودام پور میں رہتے ہیں اور جناب التغات احمد صاحب عالم سن کا لچ گونڈہ میں بکچر ہیں۔ صاحبزادی کی شادی ہو کر اتھانہ دیرالنج میں ہوئی ہے۔

مہ سعید خضر ضلع جون پور کے حدود میں اعظم گڑھ کی سرحد پر شاہ گنج سے دو میل دھن ایک بڑی بستی ہے یہ جون پور سے ۱۹ میل اتر اور کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ سے ۱۶ میل دھن کچھ ہے۔ یہاں کا خربزہ اپنی لطافت اور مٹھاس کے لئے مشہور ہے۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں یہاں نور محمد صاحبؒ بڑے عالم اور پریم داری شاعر گذرے ہیں۔ فارسی غزلوں کا ایک دیوان روضۃ الغلیات، پریم داری شاعری میں انزراولی اور ایک اندر کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۶ پر)



الہی بخش صاحب مرحوم اور جلال پور ضلع فیض آباد کے جھناؤں مرحوم (نابینا) اور  
وزیر مرحوم شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

جھناؤں مرحوم (نابینا) اور وزیر مرحوم دونوں بیعت کے لئے فیض آباد  
میں شاہ نیاز احمد صاحب جالسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے  
کشف کے ذریعہ ان دونوں کو کوہنڈہ میں حضرت سید صاحبؒ کی آمد کی اطلاع دی  
تھی۔ چنانچہ حضرت سید صاحبؒ کی تشریف آوری سے قبل ہی یہ دونوں آپ کی  
متوقع آمد کے انتظار میں کوہنڈہ آیا کرتے تھے اور جب حضرت سید صاحبؒ تشریف  
لائے، تو یہ دونوں حلقہ بگوش ہوئے ان دونوں مریدوں کی خصوصیت یہ ہے  
کہ دونوں ساتھ مرید ہوئے۔ ہمیشہ ساتھ ہے۔ ساتھ ہی دونوں کا جنازہ اٹھا  
اور ساتھ ہی دفن ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۱۵ کا]

اُوراگ بانسریؒ ان کی یاد گاہ ہے۔ ایندراولی میں بالبحر کے راج کمار اور اگم پوری کی راج کماری کی  
داستان عشق ہے۔ یہ ملک محمد صاحب جالسیؒ (متوفی ۱۵۴۲ھ) کا کتاب پدمات کی طرح لہری  
شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اُوراگ بانسریؒ کی زبان سنسکرت آمیز ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ  
ڈاکٹر محمد حسن ص ۹۲

۱۔ قصبہ جلال پور، پرگنہ ٹبر پور، تحصیل اکبر پور، ضلع فیض آباد (اُتر پردیش) ٹنڈی کے  
دائیں کنارے پر ۲۶ درجہ ۱۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۴۴ دقیقہ مشرقی طول البلد پر  
اکبر پور سے ۴ میل اور فیض آباد سے ۵۰ میل پور واقع ہے (بقیہ حاشیہ ص ۳۱۵ پر)



حضرت سید صاحب قاری سمرقہ کے متوسلین میں کوہنڈہ کے خباب مولانا  
عبدالصمد صاحب لکھنؤ میں ملازم تھے۔ اس لئے آپ کو لکھنؤ بھی جانے کا اتفاق ہوا۔  
پروفیسر ذاب علی صاحب نے اپنی کتاب ”ہندو جہد کا مصوفی“ میں مولوی عبدالصمد  
صاحب کے حالات کے ضمن میں آپ کے کسمند ٹی جانے کا بھی ذکر کیا ہے۔  
قیام لکھنؤ کے دوران ایک دن لوگوں نے آپ سے لکھنؤ کے قطب کے بارے میں  
دریافت کیا۔ آپ نے قدرے غور کے بعد نعیم اللہ نام بتلایا۔ لوگ سمجھ گئے کہ  
یہ مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی ہیں۔ آپ نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی

[بقیہ صفحہ ۳۱۶ کا]

نوی عالی پوہستی کے رقبہ میں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے نام پر آباد ہے۔ یہاں دو پرانی مسجدیں  
اور ایک ویران قلعہ ہے۔ بنارس سے فیض آباد ہو کر لکھنؤ جانے والی ریلوے لائن پر معالی پور  
اسٹیشن یہاں سے سات میل دکن پچم اور کچھوچھو شریف دس میل اتر ہے۔ کاروباری جگہ  
اور ترقی پذیر شہر ہے۔ کپڑے کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں کی آبادی میں آدمی مسلمان  
ہیں اور کپڑے کی صنعت کی وجہ سے کافی خوش حال ہیں۔ جلال پور اور کچھوچھو شریف کے  
مابین ٹوٹ پور ہے۔ جہاں گیارہویں شریف میں بڑا میاں لگتا ہے۔ فیض آباد ضلع گز میٹر  
ایچ۔ آر۔ نیو مل آباد ۱۹۰۵ء تا ۲۲۹۔

۱۔ کسمند ٹی اتر پردیش کے ضلع لکھنؤ میں تحصیل کے صدر مقام طبع آباد سے چار میل اتر پورب اور شہر  
لکھنؤ سے تقریباً ۱۲ میل اتر پچم کی طرف اودھ کا ایک مشہور قصبہ ہے اس کو کسمند ٹی کہاں کہتے ہیں۔  
اس کے چند میل اتر پچم سے چھوٹا گاؤں کسمند ٹی خود ہے۔ لکھ سوانح حیات سید عبدالباری شاہ

لیکن چونکہ حضرت سید صاحب نے ظاہری طور پر کتب درسیہ نہیں پڑھی تھیں اس لئے لوگوں نے مولوی محمد نعیم صاحب جیسے زبردست عالم دین سے آپ کو ملانے میں جھجک محسوس کی۔ لیکن ایک روز آپ خود اٹھے اور مولوی صاحب سے ملنے روانہ ہو گئے اور ٹھیک حضرت مولوی صاحب کے کوٹھے کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے پھر کوٹھے پر جا کر ملاقات کی۔ مولوی صاحب بیٹے تھے۔ بیٹھ گئے اور غور کرنے کے بعد حضرت سید صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ سید ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا۔ جی ہاں۔ پھر دریافت فرمایا کہ آپ پیری مریدی کرتے ہیں۔ حضرت سید صاحب نے فرمایا۔ پیری مریدی آپ لوگوں کا کام ہے۔ خدا کے طالبوں کو خدا کے پاس پہنچانا میرا کام ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر سید صاحب نے فرمایا کہ اگر ضرورت ہو تو مجھے بلا لیجئے گا۔

اس زمانہ میں ایک بار حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کے ساتھ اجودھیا جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ ایک مزار پر جو اجودھیا میں مشہور ہے تشریف

[بقیہ صفحہ ۳۹ کا]

مرتبہ مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ۔ دہلی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵۲  
 لے اجودھیا۔ پرگنہ حویلی اودھ۔ ضلع فیض آباد (اتر پردیش) شہر فیض آباد سے چار میل اتر  
 یورب دریلے گھاگرا کے جنوبی کنارے پر ۲۶ درجہ ۴۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۷۸  
 درجہ ۱۳ دقیقہ مشرقی طول البلد واقع ہے بہت ہی پُرانا شہر اور اہم تاریخی اور مذہبی مقام  
 ہے۔ ہندو اسے وشنو جی کی پیشانی سمجھتے ہیں اور اپنے سات تیرتھوں میں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ پر)

لے گئے اور خلافت معمول وہاں تقریباً پندرہ بیس منٹ تک بیٹھے۔ جب حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ نے آپ سے صاحب مزار کی شان دریافت فرمائی تو آپ نے فرمایا کہ اولیائے اُمت میں جس کی پرواز عالم قدس میں ہے کوئی ایسا نہیں جس کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ لوں۔ مگر ان صاحب مزار کی طرف محبت نہ ہوئی۔ دو چار روز رہتا تو ربط خاص کے بعد محبت سوال کی ہوتی۔ اندازہ ہے کہ کسی نبی کا مزار ہے۔ اس لئے مجھے طاقت دیکھنے کی نہ ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بڑے بڑے باکمال ولی کی نسبت انبیاء میں سب سے کم درجہ کے نبی کے ساتھ وہی ہے جو ایک شیر خوار بچہ کو عالم متحضر سے

اس کے بعد اچھٹیا میں امامتیں کے مصنف حضرت علامہ الدین ماسر درجہ کے مزار پر بھی مراقب ہوئے۔ گرمی کا زمانہ تھا تو چل رہی تھی۔ حضرت سید صاحبؒ نے چند بار اسمائے رحمت کی تکرار فرمائی اور اسٹیشن روانہ ہو گئے۔ یکے پر راستہ میں ایسی سردی کی کیفیت طاری ہوئی کہ حضرت

ذیقہ حاشیہ ص ۳۱۸ کا ۲

سے ایک تیرتھ۔ یہاں مندو دوں کے مذہبی پیشوا اور اوتار شری رام کی جائے پیدائش ہے۔ مسلمان مورخین اسے شہر اودھ لکھتے ہیں۔ یہاں تھانہ کے سامنے جو لوگزی قریب اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حام بن نوح علیہ السلام یا ہند بن حام بن نوح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور یا بھار اور پتیا بھار مٹی کی دو چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ بادشاہ (بقیہ حاشیہ ص ۳۲ پر)



حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے دانت بچنے لگے۔ عرصہ حال کے بعد سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اثر رحمت یہی ہے۔

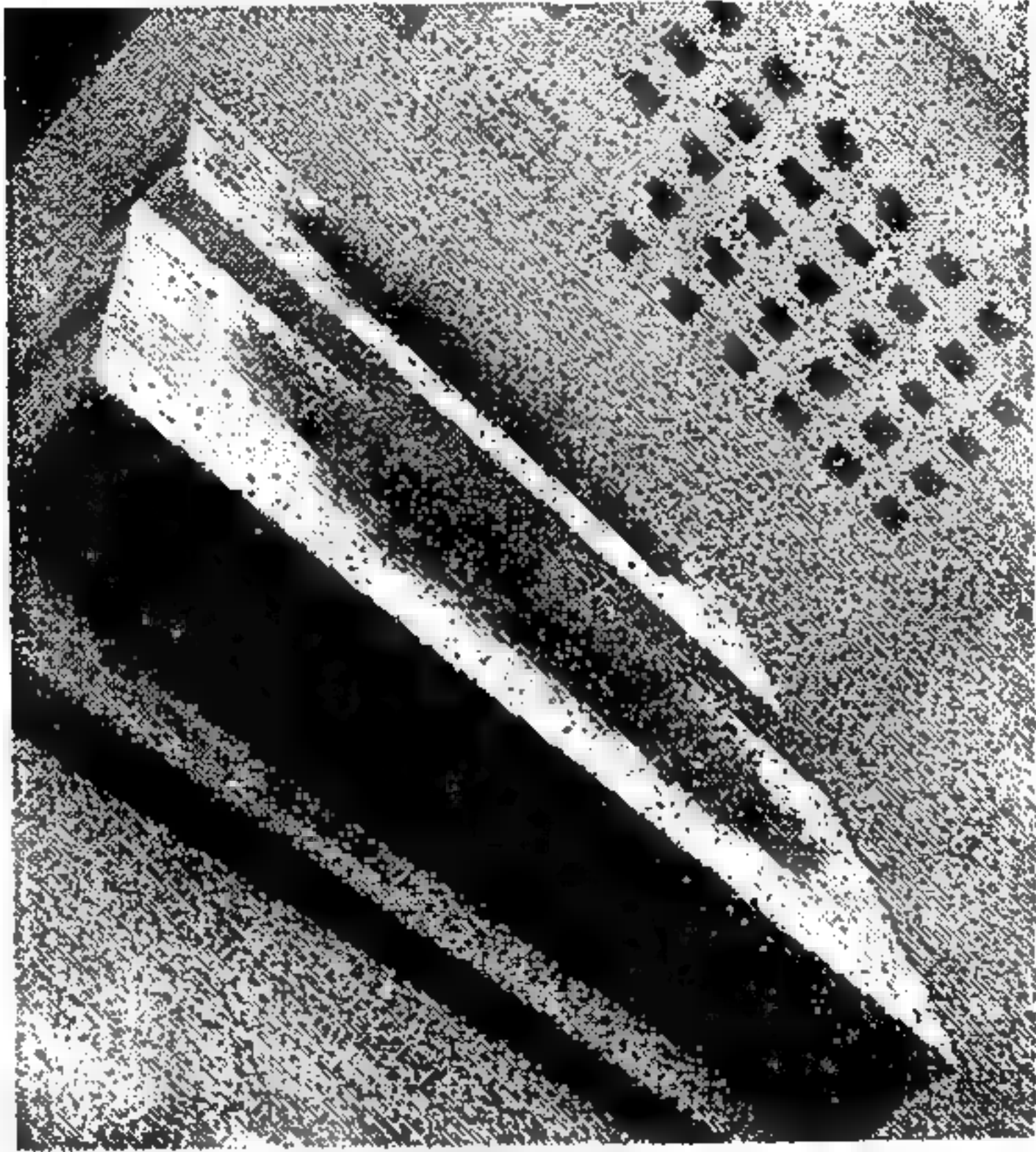
حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے کوئی اولاد ظاہری نہ تھی ایک بار لوگوں نے بہت اصرار کے بعد دعا کے لئے آمادہ کیا۔ حضرت سید صاحبؒ نے دعا فرمائی، بعد میں فرمایا کہ اولاد باطنی انشاء اللہ بہت ہوگی۔

حضرت سید صاحبؒ نے تقریباً چالیس سال کی عمر میں ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ، سنیچر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء کو نلڈر انگا (بنڈیل شریف ضلع ہوگلی) میں انتقال کیا۔ مزار مبارک آپ کا آپ کے خالو نواب جان صاحب مرحوم کے

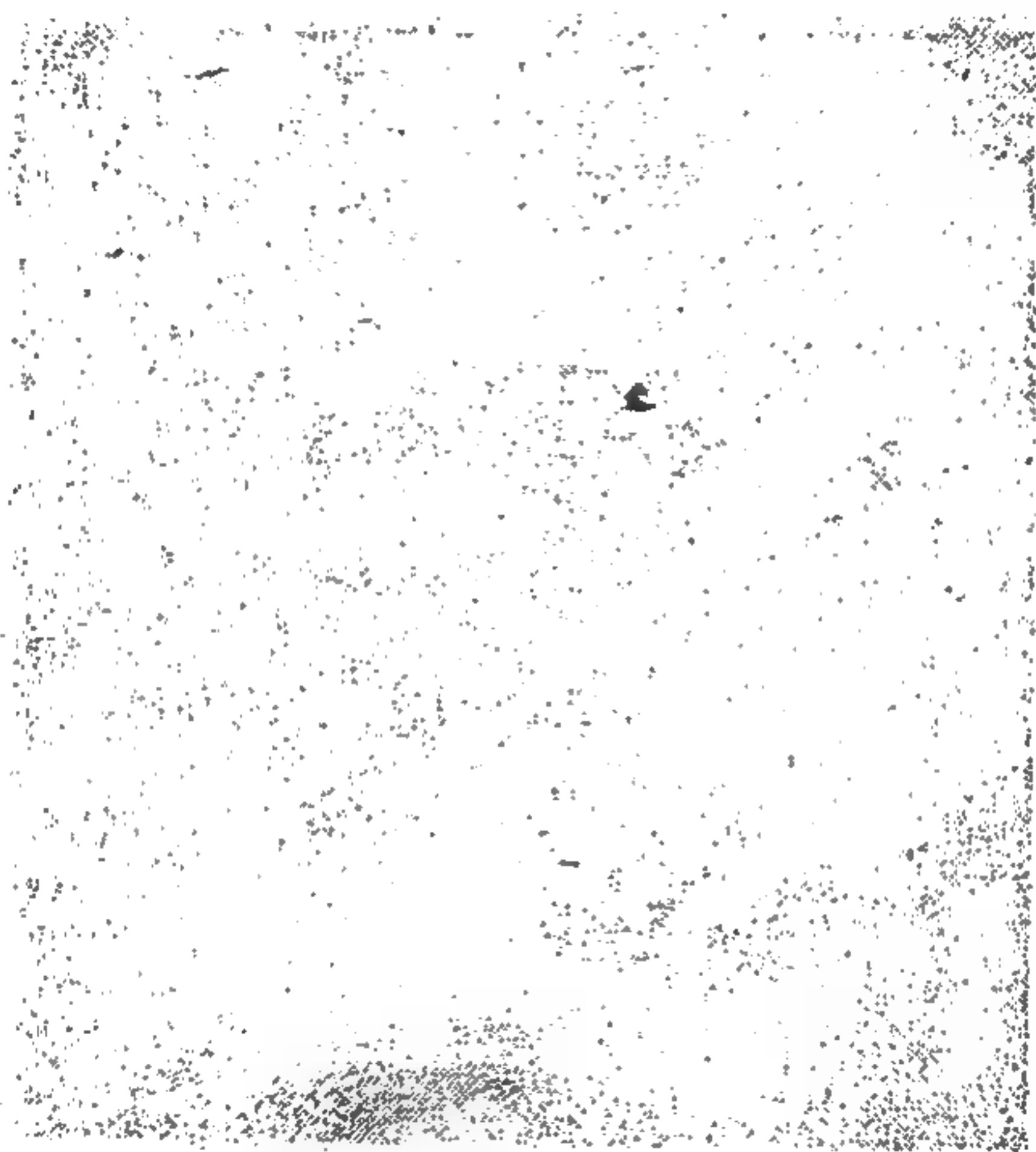
[بقیہ حاشیہ ص ۳۱۹ کا]

مکندر لودی نے حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ کے بھانجے حضرت جلال الدینؒ کی ترغیب سے دونوں مزارات کو بچتہ بچا دیا اور احاطہ تعمیر کرایا۔ کچھ ہی دور کچھ دوسرے احاطہ میں حضرت جلال الدینؒ کا مزار ہے۔ محد حراغہ دہلی میں حضرت شیخ صدر الدین حکیم دہلویؒ کے خلیفہ حضرت شیخ فتح اللہ دہلویؒ (متوفی ۱۲۱۸ھ) ان کے بیٹے حضرت شاہ قاسمؒ اور ان کے صاحبزادے حضرت درویش محمدؒ (متوفی ۱۲۹۰ھ) کے مزارات ہیں۔ تالاب ابٹوا کے کنارے بندی پر حضرت عذوم سید شرف جہانگیر سمٹانیؒ کے خلیفہ حضرت شمس الدین فریادرسؒ کا مزار ہے خود بکے میں حضرت میر احمد نورانیؒ عرف سید احمد ماہر وادرسید غلام الدین خراسانیؒ مصنف مایقان کے مزارات ہیں۔ سوار گدڑ کے پاس مراد ٹولہ میں ایک ٹیلہ پر حضرت شاہ جوان غوریؒ کا اور قلعہ رام کوٹ کی فہیل پر بہار باری کے خواجہ سمٹھیؒ کا مزار ہے۔ جنہاں مستحان مزار اور (بقیہ حاشیہ ص ۳۲۱ پر)





۱۶۔ مزار پُرانوار حضرت سید عبدالباری شاہ ۷۰۔ بندیل شریف ضلع ہونہ



مکان کے پاس نل ڈانگ مسجد کے بیرونی گوشہ میں ہے۔ یہ مسجد تبدیل ریلوے جنکشن کے ٹھیک سامنے پچیم، اسٹیشن کے مین گیٹ اور بکنگ آفس سے تقریباً دو فرلانگ دکھن کی طرف ریلوے انسی ٹیوٹ اور ریلوے کنٹین کے مابین اسٹیشن روڈ اور ریلوے احاطہ کے کنارے واقع ہے۔ قطب ارشاد حضرت سید عبدالہیاری شاہ کا قدیم ساند، بدن اکہرا اور رنگ ہلکا سا نولا تھا۔ لباس میں مسند کی سا کرتہ اور منگی ہوتی۔ سر پر کبھی عمامہ باندھتے اور کبھی دوپٹی ڈھپتی ہوتی۔ ہاتھ میں عصا رکھتے تھے۔ طبیعت میں سادگی، تواضع اور خاکساری بہت تھی۔ جمہوری جھونپڑے میں سیدھے سادھے طریقہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ کھانے کی پرواہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ کا]

مسجد بابر کا کے پاس پنج شہیداں ہے۔ فیض آباد ضلع گزنیٹراج۔ آر نیول سنہ ۱۹۰۵ء، گم گشت۔ حالات اچودھیا۔ مولوی عبدالکریم۔

سہ بندیل شریف ضلع ہوگلی ۲۲ درجہ ۵۶ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۸ درجہ ۲۵ دقیقہ مشرقی طول البلد پر ضلع کے صدر مقام چنیٹورہ سے تقریباً پانچ میل اتر پچیم کی طرف واقع ہے۔ ہوگلی یہاں تین میل پر ہے۔ بندیل جنکشن سے نل پالی اور عظیم گنج کو لائن جاتی ہے۔ بندیل جنکشن ہوڈہ سے ۲۵ میل (۵۵ کیلومیٹر) اتر اور بدوان جنکشن سے ۳۴ میل (۵۵ کیلومیٹر) دکھن پورب کی طرف ہے۔ بندیل جنکشن کا مینی ڈانگ موضع میں ہے اور نل ڈانگ اس سے متصل پورب کے خاص بندیل، بندیل جنکشن سے ایک میل دکھن پورب سہر ہوگلی کے حدود میں ہے۔ جہاں پر نگالیوں کے عمارت چرچ اور سرکٹ ہاؤس ہے۔ تربیتی شاہ پور (فیروز آباد) اور دست گاؤں کے تاریخی مقامات بندیل جنکشن سے قریب ہیں۔ بندیل شریف کلکتہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ پر)

نہ تھی۔ بل جانتا تو کھا لیتے، ورنہ تو کل ہی پر ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ اپنے احباب اور متوسلین سے کسی قسم کا امتیاز گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اسلاف کا بے حد احترام کرتے اور اصحاب کمال سے ملنے میں کسر شان نہیں سمجھتے تھے۔ تحمل اور بردباری کا مادہ بہت تھا۔ سید صاحب کو ساری زندگی میں کبھی غصہ نہیں آیا۔ کبھی اپنے احباب پر غصا نہیں ہوئے۔ ہر لمحہ اتباع سنت کا خیال رہتا تھا۔

حضرت سید صاحب اپنے معمولات اور اُوراد و وظائف میں زیادہ وقت مراقبہ میں صرف فرماتے۔ مغرب، عشا اور فجر کے بعد تین تین گھنٹے چاشت اور ظہر کے بعد ایک ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔ صلوٰۃ التبیح سفر میں روزانہ ایک بار اور گھر پر دو بار پڑھتے تھے۔ پیر و مرشد کا بڑا ادب و احترام کرتے اور اپنے متوسلین کو اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ آپ کے مریدین بھی دل و جان سے آپ پر فدا تھے۔

حضرت سید صاحب پر کبھی کبھی جذب کی کیفیت طاری ہوتی تھی اور اس حال میں جو شخص بھی آپ کے قریب آتا، یا جس پر آپ کی نگاہ پڑ جاتی۔ وہ بھی بیہوش ہو کر گر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک بار کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ میں نماز عصر اور نماز مغرب

بقیہ حاشیہ ۲۲۱ کا ۲

۲۸ میل اتر اور فرزا شریف سے ۲۱ میل اتر یورپ کی طرف ہے۔ یہاں کا مقام جہینورہ اور ڈاک خانہ

بندیل خٹکشن ہے۔ کوئٹہ ٹرنک روڈ رومی شاہراہ ۲۱ بندیل خٹکشن کے مشرق سے گذرتی ہے۔



کے مابین اور اس کے بعد بھی بہت دیر تک حالت جذب میں رہے۔ حضرت حافظ  
حامد حسن صاحب علویؒ اور شہر خد کے حاجی سلیم القدر صاحب مرحوم اور حضرت فاطمہ  
حامد حسن صاحبہؒ کی ہمیشہ محترمہ پر سید صاحبہؒ کو اس حال میں دیکھ کر جذب  
کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ حالت جذب میں سید صاحبہؒ یہ شعر پڑھتے رہے :

ساز آ باد خدا یا دل ویرانے را

یادہ بہرستان، بیج مسلمانے را

حضرت سید صاحبہؒ کو کشف و الشرح کے لئے کیفیت طاری  
کرنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ آپ کھلی آنکھوں سے وہ باتیں مشاہدہ فرماتے جو بڑوں  
بڑوں پر کیفیت و استغراق میں ظاہر ہوتی ہیں۔

حضرت سید صاحبہؒ نے گو بظاہر زیادہ تعلیم نہیں پائی تھی۔ کبھی لکھنے  
کی ضرورت پیش آتی تو الفاظ کو اردو کے الگ الگ حرفوں میں تحریر فرماتے، لیکن  
انکشاف باطنی کا یہ حال تھا کہ جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو بقیہ صفحہ و سطر کتاب  
کا حوالہ دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ گویا علوم و فنون کے دفن آنکھوں کے سامنے  
کھلے پڑے ہیں۔

حضرت سید صاحبہؒ کے بچپن کا ایک واقعہ ہے۔ اُن کی عمر تقریباً آٹھ  
سال تھی۔ اور شہر ہوگلی کے محلہ بالی سے اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اپنے خالو

سید بالی، شہر ہوگلی کا ایک حصہ جو شہر کے شمالی حصہ خاص نینڈیل اور خاص ہوگلی کے  
(بقیہ حاشیہ ص ۳۲ پر)

نواب جان صاحب مرحوم کے یہاں نلڈا انگہ (موجودہ نیڈیل خیلشن) میں آگے تھے۔ ایک دن محلہ کے دو تین آدمی آپ کے پاس آئے اور ناریل پھرانے کی عرض سے آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ آپ نے انکار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے اصرار پر آخر ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ درختوں کے قریب پہنچ کر ان لوگوں نے ناریل توڑنا شروع کیا اور آپ کو کچھ دور پر اس لئے کھڑا کر دیا کہ کوئی آنے نہ پائے۔ یہ جگہ قبرستان کے قریب تھی۔ دفعتاً دیکھا کہ پاس کی قبر سے ایک مردہ آپ کے قریب آیا اور کہا کہ حضرت! آپ اس کام کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں چنانچہ آپ ان لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس آگئے۔

حضرت سید صاحب رحمہ کو تصرف کی بہت زیادہ طاقت حاصل تھی لیکن اس کے باوجود آپ بہت کم تصرف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ غلام سلما نی صاحب آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ مکان

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۳]

ماہین واقع ہے۔ خاص ہو گئی شہر بنالی سے دکن یورپ ہے جو پہلے یہ بہت گھنا آباد تھا۔ سرکاری کچھریاں یہیں تھیں۔ ۱۸۹۱ء میں سرکاری کچھریاں اور دفاتر اور ۱۹۰۹ء میں انسپکٹر آف اسکوٹس کا دفتر ہو گئی ہے چنیوڑ منتقل کر دیا گیا۔ اس سے شہر کے اس حصہ کو نقصان ہوا۔ بنالی کے کچھ حصہ کو رائے ریاں بھی کہتے ہیں۔ بنالی کے خازن یا راہیں بھکاری داس کا اکھاڑہ ہے۔ بھکاری داس تریبہنی شاہ پور (فیروز آباد) کے ظفر خاں غازی کے زمانہ میں تھے۔ ہو گئی

ضلع گزنیٹر۔ ایس۔ ایس۔ اومیلی اور من موہن جکوردتی ۱۹۱۲ء ۲۶۹

کے قریب کچھ قبریں تھیں جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ حضرت مولانا موصوفؒ نے فرمایا  
میرے صاحب! آپ یہیں رہتے ہیں اور ان لوگوں پر عذاب ہوتا ہے۔ پھر حضرت مولانا  
موصوفؒ نے توجہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کی توجہ کی برکت سے ان مردوں  
کو نجات بخشی۔

کوہنڈہ میں اکثر نماز عصر سے پہلے یا بعد تالاب کی طرف ٹہلنے تشریف  
لے جاتے تھے۔ ایک بار کرامت کے سلسلہ میں فرمایا کہ مردہ کو زندہ کر دینا بڑی  
کرامت نہیں۔ بلکہ کرامت یہ ہے کہ دوزخی کو بہشتی بنا دیا جائے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد زاروقی سرمدیؒ نے سلسلہ  
عالیہ نقشبندیہ کو اندراج النہایت فی البدایت کے اصول پر جاری کر کے اس کی  
تکمیل فرمائی۔ حضرت سید صاحبؒ نے دوسرے سلسلوں کو بھی اندراج النہایت فی  
البدایت کے اصول پر جاری کر کے اس کی تکمیل کی۔ کوہنڈہ میں پہلے یہ خیال آیا کہ

۱۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے قبل نفس سے اصلاح کی ابتدا ہوتی تھی اور قلب پر انتہا حضرت  
مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ قلب کی اصلاح سے شروع کیا۔ اس لئے جہاں دوسروں  
کی انتہا ہے وہاں ان کی ابتدا ہے۔ اسی بنا پر اس طریقہ کے بزرگوار پہلی ہی محبت میں دہشتہ  
عطا فرماتے ہیں جو دوسرے طریقہ کے مفسدوں کو کہیں آخر میں حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس طریقہ  
کو اندراج النہایت فی البدایت یعنی انتہا کا ابتدا میں درج ہونا کہلے۔ سوانح حیات  
سید عبدالباری شاہؒ۔ مرشدنا الخلاج مولانا محمد سعید خانہ قبلہ ادا ام الشرفیوضہ۔ دہلی ۱۳۵۵ھ



سلسلہ عالیہ چشتیہ کو بھی اسی اصول پر چلائیں۔ تردد یہ تھا کہ طریقہ کے امام تالیف  
نمائیں گے یا نہیں۔ چنانچہ دس بارہ منٹ خاموش رہے ماس۔ میناں  
میں سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ سے اجازت حاصل کر لی۔  
حضرت سید عبدالباری شاہؒ بھی اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ  
غلام سلمانی صاحبؒ کی طرح پیری مریدی کے مروجہ طریقہ کو پسند نہیں فرماتے تھے  
چنانچہ اس بنا پر آپ نے کوشش کی بیعت کرنے اور مرید ہونے کا سلسلہ ہی ختم  
پوچھ جائے اور بغیر بیعت ہوئے بھی طالب منازل سلوک کو ملے کر سکے۔ لیکن لطائف  
عشرہ کی تعلیم کے بعد بغیر مرید کے طالب کا آگے بڑھنا مشکل نظر آیا۔ چنانچہ  
مجموعہ لطائف عشرہ کی تعلیم ختم کرنے کے بعد مقام توبہ کی توجہ سے پہلے بیعت  
کو ضروری قرار دیا۔

قطب مدار سے عالم خالی نہیں رہتا۔ ایک جا ملے دوسرا آتا ہے۔ ایک  
قطب مدار کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے کا تقرر و عمل میں آتا ہے۔ لیکن قطب ارشاد  
کا ہر وقت موجود رہنا ضروری نہیں۔ اس کی روحانیت اپنا کام کرتی رہتی ہے  
چنانچہ قطب ارشاد کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا تعلق رشد و ہدایت سے  
ہوتا ہے۔ حضرت سید عبدالباری شاہ رحمہ اپنے زمانے کے صرف قطب مدار ہی  
نہ تھے۔ بلکہ اللہ جل شانہ نے آپ کو قطب ارشاد کا درجہ بھی عطا فرمایا تھا چنانچہ

سلسلہ لطائف عشرہ: قلب۔ روح۔ سر۔ غنی۔ اخفی۔ نفس۔ آب۔ باد۔ نار۔ خاک۔



آپ کے وصال کے ۵۷ سال گزرنے کے باوجود آپ کی روحانیت ایمان و معرفت اور رشد و ہدایت کا نور پہنچا رہی ہے۔ آپ کے فیوض و برکات جاری ہیں آپ کے اثرات سے بہت سارے مسلمان دین کے صحیح راستے پر آ رہے ہیں۔ ان کے قلب نور ایمان کی روشنی سے جگمگا رہے ہیں۔ کچھ لوگ دائرہ اسلام میں بھی داخل ہو رہے۔ سلسلہ کا کام بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

ایک دن حضرت سید صاحبؒ اپنے گوشہ خاص میں و عنو فرما رہے تھے۔ اٹھائے وضو میں خیال آیا کہ میں ایک گوشہ نشین غریب آدمی ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ میری ذات تک محدود رہے گا اور یہ کیفیت بصورت غم ظاہر ہوئی۔ لیکن بشارت خداوندی نے آپ کو مسرور و شادماں کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ اس سلسلہ کو شرق سے غرب تک عام کریں گے۔ حضرت سید صاحبؒ کی برکت سے اس کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ آج ہندوستان کا شاید ہی کوئی بڑا گوشہ ایسا ہو جہاں اس کی تبلیغ نہ پہنچی ہو اور لوگ اس سے متوسل نہ ہوئے ہوں اور وہ وقت دور نہیں جب کہ انشاء اللہ نہ صرف ہندوستان بلکہ برصغیر میں اس کی اشاعت ہو چکی ہوگی۔

دسمبر ۱۹۷۱ء میں حضرت سید صاحبؒ کے وصال کے وقت آپ کے مریدین اور متوسلین کی کل تعداد ۲۸ تھی۔ جن میں ۵ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ جناب نجیب بوا صاحبہ مرحومہ بنگال۔

- ۲۔ جناب نظام الدین صاحب مرحوم۔ فریدیور بنگلہ دیش۔

۳۔ جناب امانت اللہ صاحب مرحوم بنگال

۴۔ جناب فیدر و بھشتی مرحوم بنگال

۵۔ جناب فرید مرحوم بنگال

۶۔ جناب حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم نمبر خلیع جون پور

۷۔ جناب الہی بخش صاحب مرحوم نمبر خلیع جون پور

۸۔ جناب حسین علی صاحب مرحوم برہنہ پور ضلع اعظم گڑھ

۹۔ جناب مولوی عبدالصمد صاحب مرحوم کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

۱۰۔ جناب مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم کسمپڑی ضلع لکھنؤ

۱۱۔ جناب جھانڈن مرحوم (نامیاء) جلال پور ضلع فیض آباد

۱۲۔ جناب وزیر مرحوم جلال پور ضلع فیض آباد

۱۳۔ جناب اہلیہ محترمہ حافظ حامد حسن صاحب علوی ح۔ کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

۱۴۔ جناب بی بی عائشہ خاتون صاحبہ ہمیشہ دگر مرہ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی

کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

۱۵۔ حضرت الحاج حافظ حامد حسن صاحب علوی ح۔ کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

بچپن بڑا صاحبہ بڑی باکمال اور روشن ضمیر گذری ہیں۔ کلکتہ سے

تلاش حق میں حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ توجہ دینے کے بعد گھر میں

گئیں۔ آثار ذکر اعصاب دجواح میں جھنجھٹ کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ پھر جذب

کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت سید صاحب اپنے شغل میں تھے۔ وہ آئیں اور جاں رائے

گرس سید صاحب نے آنکھیں کھولیں تو عورت دیکھ کر ترس کھایا سا کترہ اکثر ایک ساتھ رہیں اور محنت بیماریوں پر آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت سید صاحب کے وہ مال کے وقت تجھیں بوا صاحبہ نے فہیفہ کیا تھا کہ آپ کے دیوانے کو کون جاری رکھے گا۔ مخوری دیر تامل فرمانے کے بعد حافظہ حاد حسن صاحب علیؒ اور مولوی عبدالصمد صاحب کا نام لیا۔ بوا صاحبہ نے فرمایا کہ یہ ابھی کم عمر ہیں اس پر حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ ”میں تو ہوں“

غیر و بھشتی مرحوم ایک (تہ دریا سے پانی لے رہے تھے کہ پانی سے ایک ہاتھ بندھ لیا۔ لیکن وہ اس طرح قطعاً متوجہ نہیں ہوئے۔ حضرت سید صاحب سے اگر عرض کیا حضرت نے نگاہ کی اور فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تھے دو سو دن حسب معمول جب پانی لینے گئے، تو حضرت خضر علیہ السلام دریا سے باہر کھڑے ہو کر بھشتی مرحوم کو بلا لے گئے۔ لیکن مستوں کا حال ہی جدا ہوتا ہے۔ بھشتی مرحوم یہ کہتے ہوئے حضرت سید صاحب کی طرف چل دیئے کہ آج تک آپ نہ ملے۔ جن کے پاس جانے کی برکت سے آپ بلا رہے ہیں۔ انہیں کے پاس کیوں نہ جائیں۔

جناب مولانا عبدالصمد صاحبؒ کو اجازت و خلافت حاصل آپ کا مزار کوہ ہندۂ ضلع اعظم گڑھ میں بستی سے پورب عام قبرستان کے ایک گوشہ میں ہے۔

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے حالات کے متعلق ۸۸ صفحات کی ایک کتاب ”سوانح حیات امام الطریقہ السید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ“ کے نام سے ہادینا و مرشدنا الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبیلہ اداام الشہر



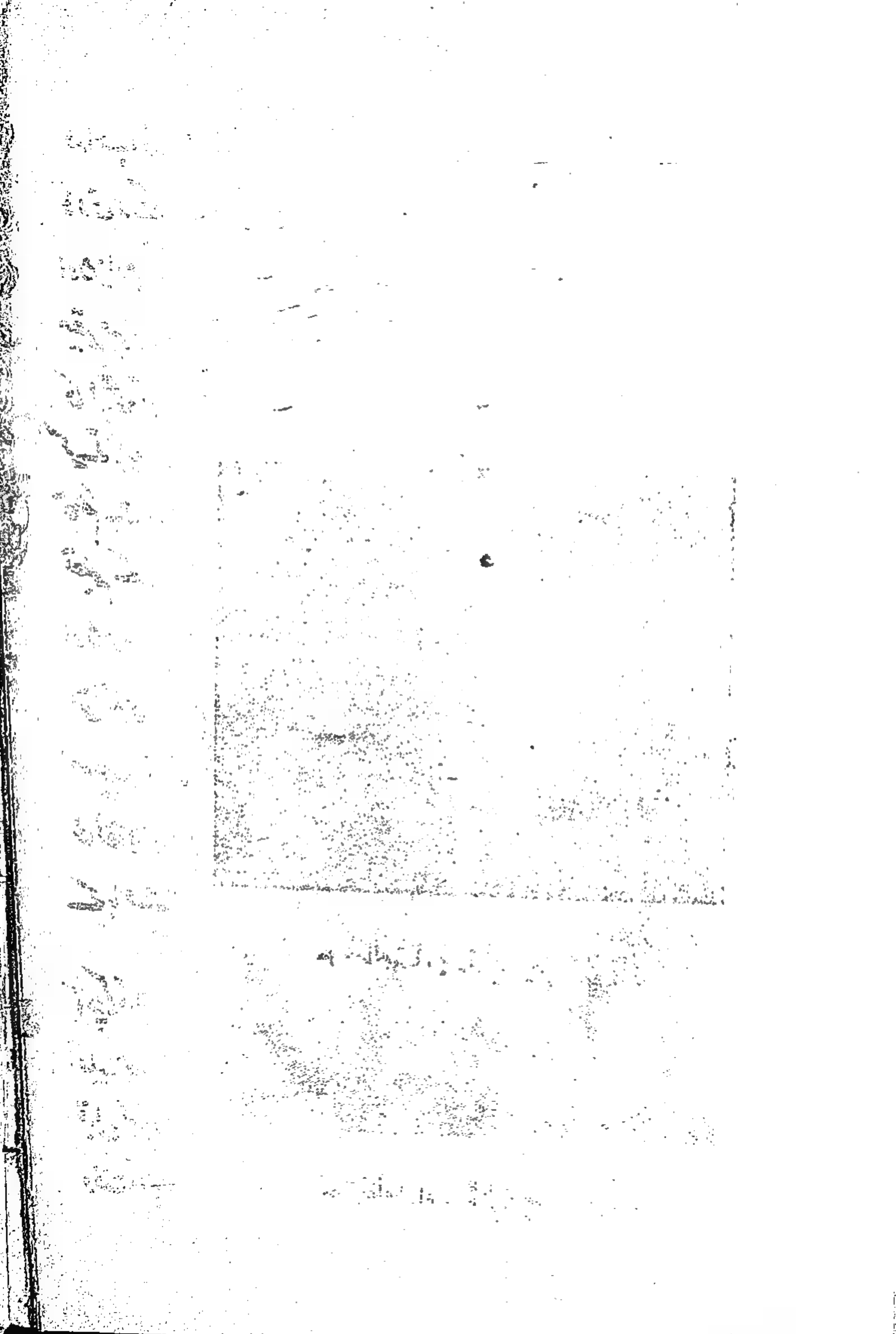
فیوض نے مر قبا کیا اور آپ کے پیرو مرشد حضرت الحاج الحافظ حامد حسن صاحب  
علوی نے اس کا مطالعہ فرما کر ضروری تباہیلیاں کر دیں اور کتاب جناب  
مولانا آزاد رسول صاحب مازک انچارج جامعہ پرائمری سائنس کے زیر اہتمام  
تجدید برقی پریس۔ بلی ماران۔ دہلی میں چھپ کر سنہ ۱۹۵۹ء میں جامعہ نگر۔ دہلی  
سے شائع ہوئی حضرت سید عبدالباری شاہ رحمہ کے متعلق تمام حالات اسی  
کتاب سے ماخوذ ہیں۔ اور راقم المحررت نے فیوض و برکات کے خیال سے  
اعلیٰ حضرت قبلہ عالم اداہم ایشر فیوض کی عبارت کو قدرے اختصار کے ساتھ  
بجسہ نقل کر لیا ہے۔

نذیر شریف میں نل ڈانگہ سی جہاں حضرت سید عبدالباری شاہ  
سامرا مبارک ہے۔ اس کے پیچھے آپ کے مرشد زادہ اور چلیے خلیفہ حضرت  
الحاج الحافظ حامد حسن صاحب علوی نے مریدین اور متوسلین کے قیام اور  
عبادت و ریاضت کے لئے ایک کشادہ خانقاہ تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ میں تین  
کمرے۔ ڈوبہ آمدہ۔ ایک حجرہ اور دونوں طرف کشادہ مہن ہے۔ عمارت کے باہر  
بھی خانقاہ کی زمین باقی ہے۔ خانقاہ کا دروازہ شاندار اور بلند ہے۔ خانقاہ  
کے اندر عام طور پر صرف سلسلہ کے متوسلین قیام کرتے ہیں اور وہاں کسی غیر شرعی  
اور خلاف سنت کام کی اجازت نہیں ہے۔ مسجد اور مزار شریف سے متصل  
متر پورب گوشہ میں حضرت سید صاحب رحمہ کے خالو ذاب جان صاحب مرحوم کی  
اولاد کا آبائی مکان ہے۔ اسی میں اس خاندان کے چشم و چراغ جناب ابوانکلام





۱۴۔ خانقاہ بندیل شریف - ضلع ہونہ



صاحب بی۔ الیں۔ سی رہتے ہیں۔ وہ نہایت دنیدار و جوان ہیں۔ قصوف کا  
ذوق رکھتے ہیں۔ حضرت سید صاحبؒ کی اُن پر نگاہ کرم ہے۔ وہی سید خاتقاہ  
اور مزار مبارک کی حفاظت اور نگرانی کے فرائض انجام دیتے ہیں اور خاتقاہ میں  
مقیم مہمانوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ مسجد کے اس پاس مسلمانوں  
کی ابھی آبادی ہے۔ اُن میں سے کچھ ریوسے میں ملازم ہیں اور کچھ اپنا کاروبار  
کرتے ہیں۔ قبرستان کی حفاظت کے لئے ابوالکلام صاحبؒ کی نگرانی میں ایک کھلی  
تھم ہے۔ مسجد کے قریب جماعت اسلامی کلکتہ دفتر کی طرف سے بچوں کی دینی  
تعلیم کے لئے ایک مدرسہ ہے۔ مسجد میں پانی اور بجلی کا انتظام ہے۔ مشرقی  
اور مغربی ننگال مشرقی بہار یعنی پورنیہ اور طامانگر حبشید پور کے مرید ہیں اور  
متوسلین کی آسانی کے خیال سے ہادیانہ و مرشدنا حضرت الحاج مولانا محمد  
سعید خاں صاحب قبلہ ادام الشرفیو ضہ سال میں چند ماہ نیڈیل شریف  
خاتقاہ میں قیام فرماتے تھے۔ لیکن اردھ و تین سال سے علالت اور کمزوری  
کے باعث حضور قبلہ مظلہ کو نیڈیل شریف جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔  
قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ قدس سرہ کے جانشین  
آپ کے مرشد زادہ اور چچے خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن علومی رحمۃ اللہ  
علیہ ہوئے۔ و بھرت ۱۹۷۱ء میں حضرت سید صاحبؒ نے اپنے انتقال سے چند روز  
قبل بجنہن بوار سے آپ کی خلافت کا ذکر کیا تھا۔ پیر و مرشد کے انتقال کے  
وقت آپ برہم میں تھے اور عمر شریف تقریباً تیس سال تھی۔ وہاں معلیٰ کی خدمت

پر مامور تھے۔ پیر و مرشد کی غلات کا خط ملے ہی ملازمت سے استعفا دے کر منڈی شریف آئے۔ لیکن آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی حضرت سید صاحب قدس سرہ کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کو سندھ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ سندھ نسب آپ کا، کاکوری ضلع لکھنؤ کے شیوخ علویہ سے ملتا ہے۔

۱۔ کاکوری، لکھنؤ اور ملتان آباد کے درمیان لکھنؤ سے فوہل (۵۵ کیلو میٹر) اتر چمک اودھ کا نہایت شہور اور مردم خیز قصبہ اور دیوبند اسٹیشن ہے۔ یہ لکھنؤ کی صدر تحصیل میں ۲۶ درجہ ۵۲ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۰ درجہ ۴۸ دقیقہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ پہلے یہاں بھادوں کی آبادی تھی۔ بعد میں یہ عیسائی واد میں شامل رہا۔ جون پور کے مشرقی سلطان حسین شاہ (متوفی ۱۴۹۹ء) نے یہ مسلمانوں کو دے دیا۔ شہر اور مضافات میں بہت سارے مسلمان بزرگوں کے مزارات ہیں۔ یہاں کا پیرانا شیخ خاندان بہت با اثر ہے۔ یہاں کے بہت سے لوگ لکھنؤ میں دیں ہیں۔ کچھ سرکاری ملازمت میں ہیں۔ امپریل گزٹیر آف انڈیا جلد چہارم ص ۲۸۹۔ ملاح رسول احباب محسن کاکوری دہ اردو کی جدید شاعری کے پیشرو نادر علی خاں نادر کاکوری (متوفی ۱۹۱۱ء) اور اخبار اودھ پنچ کے اڈیر مشہور ناول نگار منشی سجاد حسین صاحب کاکوری (متوفی ۱۹۱۵ء) (مصنف حامی بھول۔ کایا پیٹ۔ حیات شیخ چلی۔ طرحدار لونڈی۔ پیاری دنیا۔ الحق الذمہ) (میسری چھری وغیرہ) اور جناب غلام احمد فرحت کاکوری (متوفی ۱۹۴۵ء) بقیہ حاشیہ



والد محترم کا نام حضرت شیخ کریم بخش علویؒ تھا جن کو سلسلہ عالمیہ چشتیہ  
نظامیہ میں حضرت مولانا مسکین شاہ جے پوری رح (متوفی ۱۲۷۲ھ - ۱۲۸۵ھ) سے  
کے خلیفہ حضرت شیخ نجابت علی شاہ رح سے اجازت و خلافت حاصل تھی حضرت  
مولانا مسکین شاہ رح حضرت مولانا نیاز احمد صاحب بریلویؒ (متوفی ۱۲۸۵ھ  
۱۲۸۳ھ) کے خلیفہ تھے اور پانچ واسطوں سے ان کا سلسلہ حضرت مولانا  
شیخ محی الدین ابو یوسف محمد کچی مدنی رح تک (متوفی دسمبر ۱۲۸۹ھ) اور ۱۳ واسطوں  
سے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی رح  
(متوفی ۱۲۸۵ھ = اپریل ۱۳۲۵ھ) تک پہنچتا ہے۔ حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ  
کا ۱۳۰۶ھ = ۱۸۸۹-۸۸ء میں کوہنڈہ میں انتقال ہوا۔ اور رستی سے اتر،  
ذیلیقہ حاشیہ ص ۲۳۲ کا ۱۔

اسی مردم خیز قصید کے رہنے والے تھے۔ تالیف ادب اردو۔ رام بابو سکینہ اردو  
ترجمہ حصہ ۱۰۵؛ لکھنؤ کا دستخانہ شاعری۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ص ۳۳-۳۱۲  
مختصر تاریخ ادب اردو۔ ڈاکٹر اعجاز حسین ص ۱۱۱-۱۱۰؛ ملار کا کوردی۔ ممتاز حسن  
ماہ ذکراچی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۷۔ مزاج رسول حسن کا کوردی۔ سید یونس حبیب۔ ماہ اگست  
۱۹۶۴ء ص ۳۲؛ حسن کا کوردی۔ فلاں احمد فرقت۔ مزاج کل دسمبر ۱۹۶۹ء ص ۳۰؛ غشی سجاد حسن  
کے ناول۔ یوسف مرست۔ آج کل جنوری ۱۹۶۸ء ص ۳۲؛ اگست ۱۹۲۵ء کو اشفاق اللہ  
خان اور رام پرشاد بسمل نے کاکوری میں مہارن پور لکھنؤ پستھر سے سرکاری خزانہ لوٹ لیا تھا۔  
نیا دور اگست ۱۹۷۵ء ص ۷

پچیم حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کی کھلیان کے ایک گوشہ میں آپ کا  
مزار ہے۔

حضرت کریم بخش علوی کا خاندانی پیشہ زراعت تھا اور کوئٹہ میں ابھی  
کاشتکاری تھی۔ لیکن چونکہ آپ حکم سروس میں ملازم تھے اور سروس انسپٹر  
کے عہدہ پر فائز تھے۔ سال میں برما کے علاقے میں سروس کے لئے جانا پڑتا  
تھا۔ اس لئے کاشتکاری خود نہیں کرتے تھے۔ آپ کی طرف سے یہ کام دوسرے  
لوگ انجام دیا کرتے تھے۔ اس لئے خانگی حالات بہت اچھے نہ تھے۔ تنگی سے  
بسر ہوتی تھی۔

کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ کے مغربی حصہ میں جون پور کی سرحد کے قریب  
شرفاء کی ایک قدیم بستی ہے۔ یہ شہر اعظم گڑھ سے ۲۸ میل پچیم اور جون پور  
سے ۲۵ میل اتر ڈوئس کی معاون ندی کون ور کے طاس میں واقع ہے۔  
ضلع جون پور میں تحصیل کا صدر مقام اور نادر ن ریلوے کی بنارس لکھنؤ کو  
لائن کا شاہ گنج خلیش یہاں سے ۵ میل دکن قدرے پچیم ہے۔ اس لائن  
کا بیڑی اسٹیشن یہاں سے ساڑھے چار میل اتر پچیم اور نار تھ ایسٹرن  
ریلوے کی مو شاہ گنج میٹر گج لائن پر خاں جہاں ہالٹ اسٹیشن ڈھانی  
میل دکن ہے۔ شاہ گنج خلیش سے خیر الدین پور ہو کر کوئٹہ کو راکستہ  
جاتا ہے۔ کوئٹہ کے اتر پور پ سے ہر کی ایک شاخ پورب کو جاتی ہے۔  
نار تھ ایسٹرن ریلوے کے دیدار گنج روڈ اسٹیشن (امباری) سے ہر کے





کنارے کنارے محلہ آبپاشی کی طرف سے بھی کوئٹہ جا سکتے ہیں۔ دیوار گنجر روڈ سے کوئٹہ پانچ میل قدرے اتر ہے۔ کوئٹہ کے اتر میں سعد آباد پور، پورب میں حاجی پور قدرت اور کوکری پور۔ دکن پورب میں حمزہ پور اور دکن میں شیرجہاں پور اور کوئی اور پچھلے میں تربت پور ابراہیم پور اور باغ وہاں ہے۔ کوئٹہ موضع کا رقبہ ۱۱۰۸ ایکڑ (تقریباً ۱۹۵۰ ایکڑ) ہے۔ اس میں آٹھ ٹوٹے ہیں اور سلاسل کی مردم شماری کے مطابق آبادی ۲۲۰۰ نفوس ہے۔ کوئٹہ تپہ پوئی پرگنہ ماہل میں ہے۔ پرگنہ کا صدر مقام ماہل یہاں سے چھ میل پورب ہے۔ خانہ اور بلاک کا صدر مقام پوئی چار میل اتر قدرت پچھلے کی طرف ہے۔ کوئٹہ میں ایک چھوٹا سا خانہ ہے۔ سید صاحب کے انتقال کے وقت ۱۹۰۶ء میں تحصیل کا صدر مقام اہرولہ میں تھا، جو کوئٹہ سے گیارہ میل اتر پورب کی طرف ہے۔ بھولی پٹری کی لائن تعمیر ہونے کے بعد تحصیل کا صدر مقام پھول پور (خراپا روڈ) کو منتقل کر دیا گیا۔ پھول پور کوئٹہ سے دس میل (۱۲ کیلو میٹر) دکن پور کا طرف ریلوے لائن اور اعظم گڑھ لکھنؤ روڈ پر واقع ہے۔

۱۔ خان جہاں، شیرجہاں اور بسالت جہاں تین بھائی تھے۔ تینوں کے نام پر تین مواضع ہیں۔ کوئٹہ سے تقریباً تین میل دکن پھول پور بلاک کی خاں جہاں پورستی ہے۔ جہاں اعظم گڑھ سے ۸ کیلو میٹر پچھلے اور شاہ گنج سے ۹ میل کیلو میٹر پورب شمالی مشرقی ریلوے کا خاں جہاں ایک ہاٹ اسٹیشن ہے۔ ریلوے کے اوپر ابست وکساد نے اسٹیشن کا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۷ پر)



کوہنڈو میں بھارہ لوگوں کا قلعہ تھا۔ اسے مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ لوگوں  
 کا کہنا ہے کہ اس بستی کا پرانا نام کہنہ دہ یا کہنہ ڈیمہ تھا۔ بعد میں کوہنڈا بن گیا  
 ڈیمہ یعنی ایک پست ٹیلہ پر مسجد ہے۔ پیاروں طرف خندق ہے۔ شہر کے زیادہ  
 میں بستی میں کئی تالاب ہیں اور اتر میں بدو کھڑاں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آئینہ  
 اودھ مطبوعہ نول کشور پریس میں اس بستی کا ذکر ہے۔ بڑا کوہنڈہ پچم میں اور  
 چھوٹا کوہنڈہ پورب میں ہے۔ اس موقع میں کئی گیارہ عیدیں ہیں۔ سات  
 مسجدیں بڑے کوہنڈہ میں ہیں۔ مدرسہ دینیات بڑے کوہنڈہ کے پچم میں ہے  
 حضرت حامد حسن صاحب علیؒ نے اس مدرسہ کی بنیاد ڈالا تھا۔ لوگ آپ کو کمرسی  
 پر بٹھا کر لے گئے تھے۔ مدرسہ کی پختہ عمارت بن گئی ہے۔ دن اساتذہ ہیں۔  
 چار سو طلبہ ہیں۔ مدرسہ کی حالت بہت اچھی ہے۔ لوگوں کے لئے ایک چھوٹا سا مدرسہ  
 الگ ہے۔ بستی کے شمالی مغربی گوشہ میں حضرت نجابت علی شاہ رحمہ اللہ کا مزار ایک پختہ  
 البقیہ حاشیہ ص ۳۳۶ کا ۲

نام رکھنے میں بڑی ناواقفیت اور بد مذاقی کا ثبوت دیا ہے۔ ٹائم ٹیبل مارکف الیٹرن  
 ریلوے ۱۹۶۱ء نمبر ۱۲۱ پر ۱۹۶۱ء ۱۲۳؛ اعظم گڑھ ضلع سیشن ہینڈ بک مردم شمارہ ۱۹۶۱ء  
 لکھنؤ ۱۹۶۵ء ص ۱۳۱ "ریلیے اسٹیشنوں کا فہرست" اور ۱۹۶۹ء سلسلہ وار ۶۲۲  
 خاں جہاں پور اور ۱۹۶۹ء سلسلہ وار ۶۲۲ شیرجہاں پور۔ بسالت گنج شیرجہاں پور  
 سے پورب ہے۔ ۱۹۶۵ء اعظم گڑھ ضلع سیشن ہینڈ بک مردم شمارہ ۱۹۶۱ء لکھنؤ  
 ص ۱۹۶ اور ۱۹۶۹ء سلسلہ وار نمبر ۶۲۳ کوہنڈہ

۱۱ دونوں مزارات حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کی کھلیان کے شمالی مغربی گوشہ میں ہیں  
 موضع کے نقشہ میں ان کھلیان کا خسرہ ۲۶۷۹ ہے۔ کوہنڈہ ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء

احاطہ کے اندر رہے جو کچھ وہیں ان سا ہے۔ اندر بیڑ کا ایک پرانا درخت ہے اور  
احاطہ کے باہر دکن میں حضرت کریم بخش علویؒ کا مزار ہے۔ آپ کا سال ۱۳۳۷ھ =  
۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔

حضرت کریم بخش علویؒ کی شادی کوہنڈا سے تین فرلانگ دکن پیم نریت پور  
چھاؤنی میں ہوئی تھی۔ آپ کے صرف ایک صاحبزادے جناب حافظ حامد حسن صاحب  
علویؒ اور ایک صاحبزادی بی بی عائشہ خاتون تھیں۔ صاحبزادی صاحبہ برہمی  
تھیں اور ان کی شادی منگراٹواں کے قریب گنگا گودام پور میں عبدالغفار صاحب  
قریشی سے ہوئی تھی۔ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ ۱۲۸۸ھ = ۱۸۷۱ء  
میں کوہنڈہ میں پیدا ہوئے۔ آپ چھوٹے تھے، تو والد بزرگوار نے اپنے پیروم  
حضرت شیخ نجات علی شاہؒ (متوفی ۱۸۸۸ء - ۸۹ء) کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ  
نے فرمایا کہ ان کو پڑھانا مت۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نجات علی شاہؒ  
کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی باطنی صلاحیتوں اور استقبال میں آپ کے  
اعزاز و افتخار اور درجات عالیہ کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے خلیفہ  
کو ان کے صاحبزادہ کی تعلیم سے منع فرمایا کہ کہیں غلط تعلیم مستقبل کی شادابی اور  
بہار کو ختم نہ کر دے اور مروجہ تعلیم اَلْعِلْمُ حِجَابٌ لِّلْکِبْرِ کا مصداق نہ بن جائے۔  
حضرت کریم بخش صاحب علویؒ نے پیروم رشید کے حکم کے مطابق اپنے لائق و  
فائق فرزند کی ظاہری تعلیم کی طرف توجہ نہ کی۔ (اسی بنا پر حضرت قبلہ کی ظاہری تعلیم  
عربی میں ہدایت النور، باب مرفوعات تک ہی رہی۔ خط بہت صاف سُتھرا اور

لے دیکھئے صفحہ ۳۳۹

نسبتاً متعلق ہوتا تھا۔ قرآن شریف کے جلیلہ حافظ تھے اور لوگ آپ کو بڑے حافظ  
جی کے نام سے موصوم کرتے تھے۔

سرمکاری کام سے کلمتہ سروے آفس کو جاتے ہوئے ہو گئی میں حضرت کریم بخش  
صاحب علویؒ نے مرزا نیاز احمد صاحب کے یہاں قیام فرمایا تھا اور وہیں آپ حضرت  
سید عبدالباری شاہؒ کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ملاقات کے دوسرے روز  
قطب ارشد حضرت سید عبدالباری شاہؒ کو آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت سے  
مشرّف فرمایا تھا۔ دوسری ملاقات تقریباً دس سال بعد ہوئی۔ سیدم یوسف کی  
ملاقات میرا اور حضرت کی ملاقات سے کم نہ تھی۔ حضرت سید صاحبؒ کے حالات معلوم  
کرنے کے بعد سیر و مرشد کو اپنے مرید کے ملازم عالیہ کا اندازہ ہوا اور دینائے معرفت  
کے اس لعل درخشاں کو ہر شب تاب اور انمول ہیرے کو اپنے فرزند احمد بلکہ اہل و  
عیال کی روحانی تربیت کے منتخب کر لیا اور سفر سے واپسی میں ساتھ کو ہندو لیتے آئے۔  
حضرت کریم بخش صاحب علویؒ صاحب جانا دہونے کے باوجود نزل اور  
قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کی والدہ محترمہ بھی حضرت  
شیخ نجابت علی شاہؒ سے بیعت تھیں اور ان کو بھی دنیا کی کوئی طلب نہ تھی۔ ایسے حال  
میں زندگی میں تنگی ناگزیر تھی۔ چنانچہ ظاہری تعلیم سے فراغت پانے کے بعد حضرت حامد  
صاحب علویؒ نے اپنے گاؤں میں لڑکوں کو تعلیم دینا شروع کیا۔ اسی زمانہ میں ان کے

والد محترم قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رحمہ کو ساتھ لے کر کوہنڈہ  
 واپس آئے اور اپنے فرزند ارجمند کو ان کے حوالہ کر دیا اور عالم معرفت کے اس اکسیرگر  
 نے اس کبریت احمد کو اپنی نگاہ کیمیا اثر سے لعل و یاقوت میں بدل دیا۔ مرشد کی شیفقتگی  
 اور بے پناہ محبت اور مرید کی دارفتگی بے مثال فدائیت اور چہرے کی چمک و یک  
 نے لوگوں کو متوجہ کیا۔ حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کے خاص دوستوں میں مولانا  
 عبدالقہر صاحبؒ بڑے ہی باصلاحیت شخص تھے۔ ان کے دریافت کرنے پر آپ نے  
 اپنے پیر و مرشد قطب ارشاد سید عبدالباری شاہ رحمہ کے متعلق فرمایا کہ ”یہ وہ  
 جوہر ہے جو بڑی قسمت سے ہاتھ آیا ہے۔ باپ کا بڑا احسان ہے، جو ہم سے  
 ملایا۔ ورنہ میں کہاں اور کہاں یہ آفتاب طریقت۔ یہ وہ ہیں جن سے دیرانے دل  
 میں آبادی دکھائی دیتی ہے۔ درد کی دوا ہوتی ہے اور زخم کا مرہم ملتا ہے۔“  
 چنانچہ مولانا عبدالقہر صاحبؒ بھی شریک ہو گئے۔ اور حضرت سید صاحبؒ  
 سے یہ دونوں ماہ واجم کی طرح روشنی حاصل کرنے میں معروف ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت حافظ حسن صاحب علویؒ دینی اور دنیاوی دونوں  
 میدانوں میں پوری ذمہ داری ادا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ کھیتی کاشتعل اپنانے  
 کا فیصلہ کیا۔ لوگوں کو سحت تعجب ہوا کہ پیر اور پیر زادے کھیتی اور محنت سے  
 روزی حاصل کریں گے۔ پہلے سال آپ نے لوگوں سے پوچھ پوچھ کر کھیتی کیا اور  
 کامیاب رہے۔ دوسرے سال بہت کم پوچھنے کی ضرورت پڑی اور کامیابی  
 ہوئی اور تیسرے سال اپنی عارفانہ صلاحیت کی بنا پر کاشتکاری کے ماہر ہو گئے۔



اور دنیاوی کاموں میں بھی امامت کے مستحق ثابت ہوئے۔ لیکن کاشتکاری کے کام اور دنیاوی مشغولیتیں آپ کے ذہنی اہٹاک میں کبھی حائل نہ ہو سکیں۔

قطب ارشاد حضرت عبدالباری شاہ رحمہ نے حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کو دوسرے دائرہ تک تفصیل کے ساتھ تعلیم دی۔ اور فرمانے لگے کہ ظاہر حیات جس کو آپ طاؤس سے تشبیہ دیتے تھے (دوسرے پھرک چکا ہے۔ ممکن ہے کہ اب کی مرتبہ پھرکے تو پرواز کر جائے۔ لہذا آئندہ کے لئے باتیں محفوظ رکھنے کی وصیت فرمائی اور ادبیت تک کی تعلیم بیان فرمادی۔ برما کے سفر سے پہلے ہی تعلیم دینے کی اجازت مل گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سید صاحبؒ جب کوہنڈہ تشریف لائے، تو اپنے دو نئے تعلیم دیئے ہوئے آدمیوں کو حضرت کے دربار میں پیش کیا۔ حضرت سید صاحبؒ نے دیکھا اور فرمانے لگے۔ آپ نے تعلیم کی ہے۔ میں نے اجازت دی تھی ورنہ مرحلتے یا مرگے ہوتے۔ آئندہ کی ذمہ داری پا کر تشویش رہی۔ لیکن تبلیغ کا کام ذمہ دارانہ انداز سے شروع کر دیا۔

دسمبر ۱۹۰۶ء میں قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رحمہ کے وصال کے بعد حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کھولی ہوئی صحبت کی تلاش میں بنے تاب لبیبہ حضرت سید صاحبؒ کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی رحمہ حیات تھے۔ اُس دربار عالی میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے، پھر اشارہ غیبی کے تحت کوہنڈہ واپس آئے۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے دربار میں وقت کی پابندی بہت سخت تھی۔ وہاں معمول یہ تھا کہ لوگ اجازت آتے اور پہلی ہی اجازت میں یہ

متعین کر دیا جاتا تھا کہ فلاں وقت میں اور فلاں وقت واپس چلے جائیں۔ ملاقات کرنے والوں کے لئے وقت کی پابندی لازمی تھی۔ ایک بار حضرت حافظ عابدین علیہ السلام اس وقت حاضر ہوئے جب حضرت مولانا کو کھٹے پر بیٹھے تسبیح ہاتھ میں لئے مشغول تھے۔ لیکن نگاہ پڑتے ہی بڑی محبت سے بلایا اور دریافت فرمایا کہ کہاں گئے تھے۔ عرض کیا کہ تبلیغ میں۔ پوچھا کتنے دنوں کے لئے۔ عرض کیا کہ ایک مہینہ۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ تبلیغ کے لئے کم از کم تین چار مہینے کے لئے نکلا کیجئے۔ چنانچہ آئندہ جب بھی تبلیغی سفر میں تشریف لے گئے تو حضرت مولانا کے حکم کا خیال رکھا۔ گفتگو کے خاتمہ کے بعد حضرت مولانا نے سے دریافت فرمایا کہ پھر کب حاضر ہوں۔ وہاں حضرت مولانا کے خلفاء بھی موجود تھے۔ جن کا آنا جانا وقت کی پابندی کے ساتھ ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا آپ کے لئے اولاد کے مریدوں کے لئے میرا روادار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ حضرت مولانا نے پھر فرمایا کہ میں تبارک الدنیا گوشتہ نشین فقیر ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے کیا مطلب۔ کوئی آتا ہے کہ میرے مقدمہ کے لئے دعا کیجئے، تو کوئی اولاد کے لئے دعا کرانے آتا ہے۔

چاٹگام (مشرقی بنگال) میں حضرت کریم بخش علیہ رحمۃ اللہ کے متوسلین پہلے سے موجود تھے۔ پہلا تبلیغی سفر چاٹگام کا کیا۔ وہاں لوگوں کو آپ کی محنت و ریاضت اور شب بیداری پر تعجب ہوا۔ لیکن متوسلین نے مرشد زادہ سمجھ کر خاطر مدارات کی اور رخصت کر دیا۔ اور لوگوں کو زیادہ توجہ نہیں ہوئی۔ دوسرے سفر

میں آپ کے دائمی احوال اور استقامت سے کچھ لوگ متاثر ہو کر مخاطب ہوئے۔ آپ نے ان لوگوں کی تعلیم کی۔ تعلیم کا نیا رنگ دیکھ کر اور تعجب بڑھا۔ تیسرے سفر کے بعد لوگ بوق و دھوم حصول تعلیم اور سعادت کے لئے حاضر ہونے لگے اور بعد میں ایک بار حب شریف لے جا رہے تھے، تو کنارے پر آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کے استقبال کا مجمع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کا جنگل ہے۔

علاقہ چانگام میں حافظ منیر صاحب، حضرت حاجی حسن صاحب علوی کے خاص مریدوں میں تھے۔ پیر کا رنگ غالب تھا۔ معمولات اور اشغال میں بڑی پابندی تھی۔ اُن کو جب خلافت سے سرفراز کیا گیا، تو سلسلہ سے وابستہ بہت سے عالموں کو سخت تعجب ہوا۔ اور بہت سے لوگوں نے حضور قبضہ سے دریافت بھی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے امید ہے کہ پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ علاقہ چانگام میں حافظ منیر صاحب کو جو عزت اور شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ اس علاقہ میں آپ کے کسی دوسرے خلیفہ کو حاصل نہ ہو سکی۔

گفتہ اوگفتہ الشریف : گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حافظ منیر صاحب کے انتقال بعد حب حضرت حافظ حاجی حسن صاحب علویؒ ہادیہ و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ کے ساتھ چانگام شریف لے گئے۔ تو حافظ منیر صاحب کے متوسلین میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اور اُن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ایک روز فجر کی مشغولیت کے بعد مجمع کو دیکھ کر خود

حضور قبلہ حیران و پریشان ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں گورنمنٹ ٹھیکوں کی وراثت کس ہنگامہ میں بھینس گیا ہوں۔ پھر حافظ صاحب کے برٹے صاحب زادے <sup>مصطفیٰ</sup> صاحب سے فرمانے لگے۔ اس بھڑ بھاڑ میں کوئی صاحب کمال کیسے پیدا ہو گا۔ صاحب کمال تو غوطہ زن کی طرح ہوتا ہے اور موتی نکالتا ہے۔ بھاڑ پھونک گندہ تعویذ رہ جا گا اور کمال کی رسائی مشکل۔ ناشتہ کے بعد حضرت مرشدنا ادام اللہ تعالیٰ نے حضور قبلہ کو راضی کیا کہ یہ سب متوشلین ہیں اور دیدار کے مشتاق ہیں۔ چنانچہ جب تک باہر تھے جمع ایک دروازہ سے آتا اور مصافحہ کے دوسرے دروازہ سے باہر چلا جاتا۔ اندازہ کیا گیا کہ اگر اعلیٰ حضرت قبلہ، ٹرین سے واپس ہوتے ہیں، تو اسٹیشن پر پر اتے جمع پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اس جمع سے رخصتی کسی واقعہ کا سبب بن جائے۔ چنانچہ مولیٰ جہاز سے ڈھاکہ واپس آئے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی، علماء کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اور یہ اختلافات مسالک علماء کے احترام اور تقدس کا ہمیشہ اعتراف کرتے تھے۔ دیوبند تشریف لے جاتے، تو ڈاکٹر احمد اللہ صاحب کے یہاں قیام فرماتے۔ ننڈا والا ضلع عظیم گڑھ کے مولانا شبلی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے خاص گرد و

آلہ ڈاکٹر احمد اللہ صاحب دیوبند ضلع سہارن پور کے خاص لوگوں میں تھے۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت حافظ حامد حسن علوی سے حاصل تھی۔ لائل پور (پاکستان) میں انتقال ہوا۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن صاحب علوی ص ۳۸



میں تھے۔ شرف بیعت بھی آپ ہی سے حاصل تھا حضرت شیخ الہند کے وصال کے بعد مولانا شبلی نے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ تب بھی دوسرے علماء اور مولانا شبلی کے اخلاص میں کسی قسم کا فتور نہ ہوا۔ بلکہ محبت اور خلوص ایک دوسرے سے بڑھتا ہی گیا۔

ایک شخص کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کے سینہ پر ایک درشنی نمودار ہے۔ اس نور کے بارے میں تجسس ہوا۔ پتہ چلا کہ وہ کسی یتیم بچے کی پرورش کر رہے تھے۔ یہ اسی کفالت کا نور ہے۔ ایک بار ایک بھانڈے کا یتیم بچہ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس کی کفالت اور پرورش شروع کر دی۔ بچہ کبھی کبھی اپنی کوتاہیاں سناتا۔ بچہ کو خوش کرنے کے لئے آپ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔ تاکہ بچہ باپ کی محبت کا لطف پائے اور خوش ہو۔

حضور قبلہ کا ایک غیر مسلم ملازم آپ کی صحبت کے اثر سے مسلمان ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اپنے اوجھاؤں کے ذریعہ آپ پر سبغلی کا اثر ڈالنے کی کوشش کی اور ظاہر میں مخالفت نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ حضور قبلہ قدس سرہ سے متعلقین پریشان تھے کہ گزشتہ نشینی کی وراثت عدالت امتحان میں کیسے پیش ہوگی۔ تاریخ کے دن جیسا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کمرہ عدالت میں

مولانا شبلی کا وصال مظفر نگر میں مراد اکرم خاں کے یہاں نوابزادہ بیات علی خاں کے کچھن پر ہوا۔ سوانح حیات حضرت حافظ حاکم حسن صاحب علوی ص ۳۸

داخل ہوئے تو انگریز عسکریت جو بہت سخت تھا۔ احترام میں کھڑا ہو گیا اور  
وکلار میں حضور قبلہ قدس سرہ کی خدمت باسعادت کے لئے ایسا جوش و خروش  
تھا کہ عدالت کا یہ رنگ دیکھ کر سبھی فرار ہو گیا۔

قصہ جان سٹھ ضلع مظفرنگر (انڈیا پریش) کے جناب حکیم انوار  
صاحب مولانا شبلی کے دوستوں میں سے تھے۔ کافی بڑے زمیندار تھے۔ لیکن  
انتظام کی خرابی کے باعث آہستہ آہستہ ساری جائداد گروی ہوتی گئی اور اس  
پر مہاجن قابض ہوتے گئے۔ حکیم صاحب بہت پریشانی کی حالت میں حضور  
قبلہ قدس سرہ کے پاس آئے اور دعا کی گزارش کی کہ اللہ جل شانہ اکل  
حلال کے لئے کچھ حصہ محفوظ رکھے۔ حکیم صاحب چند روز کے لئے حضور قبلہ  
نے ان کے حق میں دعا کی۔ دعا قبول ہوئی۔ فیصلہ کے وقت جو حکم ہوا، اُس سے  
معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کو پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن جب تجویز دیکھی گئی، تو  
معلوم ہوا کہ اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہوئے۔

حضرت حافظ حامد حسن علویؒ اپنے دینی اور دنیاوی معمولات  
میں انتظام اوقات کے بہت سختی سے پابند تھے۔ ہر کام ٹھیک وقت مقررہ پر انجام  
دیتے تھے۔ روزانہ چوبیس گھنٹے کے اوقات بالکل مرتب اور منضبط تھے۔ ہر لمحہ  
ذمہ داری اور بیداری کا احساس تھا۔ کہیں بھی بے ضابطگی، بے قاعدگی اور

بے اعتدالی کا نام و نشان نہ تھا۔ نماز مغرب کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھے۔  
 پھر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد نماز عشاء پڑھتے اور درود شریف جس میں  
 تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا۔ پھر کھانا تناول فرماتے اور کچھ دیر دینی باتوں میں  
 مریدین کو آگاہی اور ہوشیاری کے لئے صحبت میں رکھتے۔ گیارہ بجے آرام فرما  
 گرمی میں دو بجے اور جاڑے میں تین بجے نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے۔ لیکن  
 یہ تین گھنٹے بھی نیند تسلسل کے ساتھ نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر یون گھنٹہ، آدھ گھنٹہ کے  
 بعد بیدار ہوتے اور متوسلین کو بیدار کرتے رہتے۔ اکثر تہجد میں جہر کے ساتھ قرا  
 کرتے، جو ایک دو مریدین موجود ہوتے وہ اقتدار میں ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ نماز  
 تہجد کی چار رکعتوں کے بعد وتر پڑھتے۔ پھر سورہ الم سجدہ اور سورہ ملک بلند آواز  
 سے تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو کا ذکر، لا الہ  
 الا اللہ کا ذکر، لا الہ الا اللہ کا تین مرتبہ ذکر، اللہ اللہ کا چار مرتبہ ذکر فرماتے۔  
 مراقبہ کرتے۔ صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اول وقت ادا کرتے اور مراقبہ میں  
 بیٹھے۔ سورج نکلنے تک فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے۔ ناشتہ کے بعد کھیتی سے  
 کاموں کی نگرانی کے لئے کھیت یا کھلیان جاتے۔ مریدین بھی ساتھ ہوتے۔ وہاں  
 بھی غلط و نصیحت اتقین و ارشاد کا کام جاری رہتا۔ دس بجے ملازموں اور مزدوروں  
 کو ضروری ہدایات دے کر گھر تشریف لاتے۔ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد  
 اپنی تنہائی میں دو رکعت نماز چاشت ادا کرتے۔ بقیہ ذکر اذکار پورا کر کے ایک  
 گھنٹہ بعد باہر تشریف لاتے۔ دن کا کھانا کھانے کے بعد جاڑے میں ہلکا قیلولہ

اور گرمی میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا قیلولہ کر کے نماز ظہر ادا کرتے۔ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور مریدوں کو توجہ دیتے۔ پھر کھیتی کے کاموں کی نگرانی کے لئے روانہ ہو جاتے۔ اکثر عصر کی نماز وہیں پڑھتے۔ مغرب کی نماز سے کچھ پہلے گھر واپس آ جاتے تھے۔

روزانہ کے نظام کے اوقات کے ساتھ ہی کچھ سالانہ نظام اوقات بھی تھے۔ جون سے جنوری تک کو ہنڈہ میں قیام فرماتے تھے۔ آنے جانے والوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔ خریف کی بوائی اور کٹائی کے بعد واجد صاحب اور رحمت صاحب کو دروازہ پر ذمہ دار بنا کر تبلیغی سفر پر روانہ ہوتے اور حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق کم از کم تین مہینے اور کبھی کبھی مئی تک تبلیغی سفر میں رہتے۔ اپنی روزانہ اور سالانہ زندگی کا ضبط اور اس کی پابندی جس استقامت اور استقامت کے ساتھ کرتے۔ وہ مدار و مت کی ایک بڑی مثال ہے۔ کبھی فرماتے "میں تو اپنی باری جاگ چکا۔ اب جاگے کس کی باری ہے۔" کبھی فرماتے "سید صاحب کا نمونہ بنو۔ پھل سے درخت پہچانے جاتے ہیں۔" جب تک قومی میں صلاحیت رہی۔ رمضان شریف کے روزوں کا بڑا اہتمام رہتا تھا۔ تراویح کا قافلہ کی جامع مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ ہر توجہ کے بعد لہذا توقف ہوتا۔ قومی میں اضمحلال پیدا ہونے کے بعد تراویح اپنی خانگی مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ رمضان شریف میں شب قدر کی تلاش کا بھی بڑا اہتمام تھا۔ دوبارہ شب قدر کے حصول کی سعادت نصیب ہوئی۔ عام طور پر نماز ظہر کے بعد



قرآن پاک تلاوت فرماتے تھے۔ اور کبھی کبھی چاشت کے بعد بھی۔ قرآن پاک کی توجہ اور نسبت نماز ظہر کے بعد ہی دیتے تھے۔

کھیتی میں اللہ جل شانہ نے بڑی برکت دی۔ اصول ذراعت کا پورا لحاظ رہتا۔ کھیتوں کی جتنائی، بوائی اور کٹائی بالکل وقت پر ہوتی۔ سوکھا ہوتا یا سیلاب پیداوار میں صرف دس پانچ من کا فرق ہوتا۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا۔ فرماتے اگر نہ ہو تو جہان کیا کھائیں۔ دینی پروردہ کی حیثیت غام پروردہ کی نہ ہوتی۔ بلکہ ان کے لئے ہر طرح کا پہلے اور بروقت اہتمام رہتا۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں پیداوار کا حساب کر کے زکوٰۃ کی رقم ادا کر دیتے تھے۔

اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ مولوی نذیر احمد صاحب چانگامی۔ مولوی فضل حق صاحب تنکناوی، حاجی سعید صاحب کھنڈوی، صوفی عبدالحمید صاحب اور ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب شریک سفر تھے۔ مکہ معظمہ میں ہیں ایک روز حضرت شیخ سنوسیؒ سے اُن کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے شاگرد مولانا عبید اللہ سندھیؒ مسی حرام میں ایک جگہ درس لے رہے تھے، اس میں شریک ہوئے۔

جیوں جیوں حضور قبلہ قریں سرہ کے قوی کمزور ہونے لگے۔ علید علید کام کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ جائداد کو وقت علی الاولاد کر دیا۔ دینی معاملات کی ذمہ داریاں لوگوں کے سپرد کر دیں۔ اپنے پیرومرشد حضرت سید عبدالباری شاہؒ کی سوانح جہات مرتب کرایا اور سلسلہ کی تعلیمات کو مرتب کرنے کا حکم دیا، تاکہ

اختلاف نہ ہو۔ کتاب تعلیمات بھی تسلسل کے ساتھ مختلف تجربوں اور مشاہدوں کے بعد مرتب ہو چکی ہے۔ نیڈل شریف ضلع ہوگی میں اپنے پیرو مشرک کے مزار مبارک سے متصل پچھم ایک خانقاہ تعمیر کرایا اور اس کے دروازہ پر لکھوادیا "یہ خانقاہ زائرین کے لئے وقف ہے۔ اس میں رسومات صوفیہ مثل سماع وغیرہ کی اجازت نہیں" اس خانقاہ کی تعمیر میں چانگام، پورنیہ اور چترافضلع بیرکھوم کے متوسلین بڑی سرگرمی اور جوش و خروش کا ثبوت دیا۔ الحاج محمد سعید الدہلوی مرحوم نے پیر کے فرائض انجام دیئے اور مسو ضلع اعظم گڑھ کے عبدالعزیز مستری نے تعمیر کا کام کیا۔ خود اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ بھی عام مزدوروں کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ چانگام کے ایک اعلیٰ خمدہ دار جناب عبدالغنی صاحب حضور قبلہ کی ممتاز، پر وقار اور دھیمہ شخصیت کو مزدوروں کے ساتھ معروف کار دیکھ کر سخت متحیر ہوئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد تنہائی میں دریافت فرمایا کہ آپ تو ہمارے یہاں کے بڑے پیر ہیں اور یہاں مزدوروں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے خاص لہجہ سے فرمایا کہ یہی خدمت ہے جو بڑے پیر صاحب کہلاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت الحاج حافظ حامد حسن صاحب علوی کو معدہ کی تکلیف اور ریاحی پریشانی بہت پہلے سے تھی۔ کبھی کبھی اشغال میں پورا وقت گزارنے میں غفل ہوتا تھا۔ ۱۹۷۲ء سے ہر لمحہ وقت موعود کا انتظار رہتا۔ معدہ کا علاج ہوتا، مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی۔ ظاہر ہوش بھی آہستہ آہستہ جواب دینے لگا۔ بڑھاپے کے ساتھ قوی کا اضمحلال بڑھنے لگا۔ اہلیہ محترمہ کا وصال ہو چکا تھا۔ فرزند ارجمند جناب باقر علی

صاحبؒ بھی رخصت ہو چکے تھے۔ ظاہری بیماری روزانہ بڑھتی رہی۔ آخر وقت میں نیڈل شریف جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ لیکن ایسے حال میں متعلقین کو منہ نہ سے باہر لے جانے پر راضی نہیں ہوئے۔ مجبوراً سفر ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد اس خیال سے کہ حضور قبلہ قدس سرہ کی صاحبزادی صاحبہ کے یہاں زیادہ خدمت ہو سکے گی اور خدمت کرنے والوں کو آسانی ہوگی۔ آپ کو شاہ گنج لایا گیا اور وہاں کوئٹہ پہنچایا گیا۔ وہاں کچھ دنوں بعد اپنے بھانجے اور داماد جناب التفات احمد صاحب کی قیام گاہ پر انوار ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ = ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء کو ۱۲ بجے قریب یکایک روح سعید خضری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چہرہ پر تبسم اور خوشی کی دید تھی۔ گوئدہ میں جس شخص نے اللہ کے اس نوری صفات بندے کے جسم خاکی کو غسل دلایا۔ اُس کا بدن روشن اور منور ہو گیا۔ سو موار، یکم اکتوبر کو شریک کال سے خبر ہونے پر ہادیہ و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ اعظم گڑھ سے چند ساتھیوں کے ساتھ اٹھ بیٹھے شب میں گوئدہ پہنچے۔ نماز عشاء کے بعد جنازہ باہر لایا گیا۔ نماز جنازہ کی امامت کا شرف اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کو حاصل ہوا۔ شہر کے باہر فیض آباد روڈ پر جناب التفات احمد صاحب کی ایک زمین تھی، وہیں دفن کئے گئے۔

۱۔ بحوالہ جناب ولی محمد صاحب لال گنج، ضلع اعظم گڑھ (مرید حضرت مولانا عبدالحی اشرف صاحبؒ کچھوچھ شریف، ضلع فیض آباد) استاذہ حضرت مجدد مہدی اشرف جہانگیر سمنانی ۲۰ کچھوچھ شریف۔ جمعہ ۹ محرم ۱۳۹۲ھ = ۲۵ فروری ۱۹۷۲ء۔ اب یہ زمین انڈولہ کولڈ (بقیہ حاشیہ ص ۳۵۲ پر)

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کی پہلی شادی

لگاؤں ہی میں ہوئی تھی، جو عین الحق صاحب مرحوم کی ہمیشہ اور اکرام الحق صاحب کی پھوپھی تھیں۔ ان سے حضرت کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی بی بی مقبولہ

خاتون تھیں۔ بی بی مقبولہ خاتون کو شرفِ معیت ہادینا و مرشدنا حضرت مولانا

محمد سعید خاں صاحب قبلہ آدام اللہ فیوضہ سے حاصل تھا۔ ان کی شادی سحر پور

ضلع اعظم گڑھ میں جناب شیخ عبدالستار صاحب سے ہوئی تھی۔ اخیر عشرہ رمضان المبارک

۱۳۹۲ھ - نومبر ۱۹۷۲ء میں سحر پور میں انتقال ہوا۔ ان کے تین صاحبزادے

[بقیہ حاشیہ دیکھیں]

اسٹوریج کے معاملہ میں آگئی ہے۔ جس کے ایک آٹروڈ ضلع گوندہ کے جناب الحاج عبدالستار خاں صاحب

ہیں۔ یہ کولڈ اسٹوریج شہر کے جنوبی مشرقی حصہ میں فیض آباد روڈ کے کنارے چم ہے۔ کولڈ اسٹوریج

اور سڑک کے درمیان وسیع اور کشادہ میدان ہے، جس میں ٹھیکتی ہوتی ہے اور درمیان سے کولڈ اسٹوریج

کی سڑک گزرتی ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے قریب اور اس کی سڑک سے اتنی نہایت ہی پر فضا جگہ پر حضرت

حافظ حامد حسن صاحب قدس سرہ کا مزار مبارک ایک احاطہ کے اندر ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے قریب ہی آٹروڈ

پیچم میں جگریموریل ہال اسکول کی غارت تعمیر ہوئی ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے پاس ہی سے ایک عام سڑک

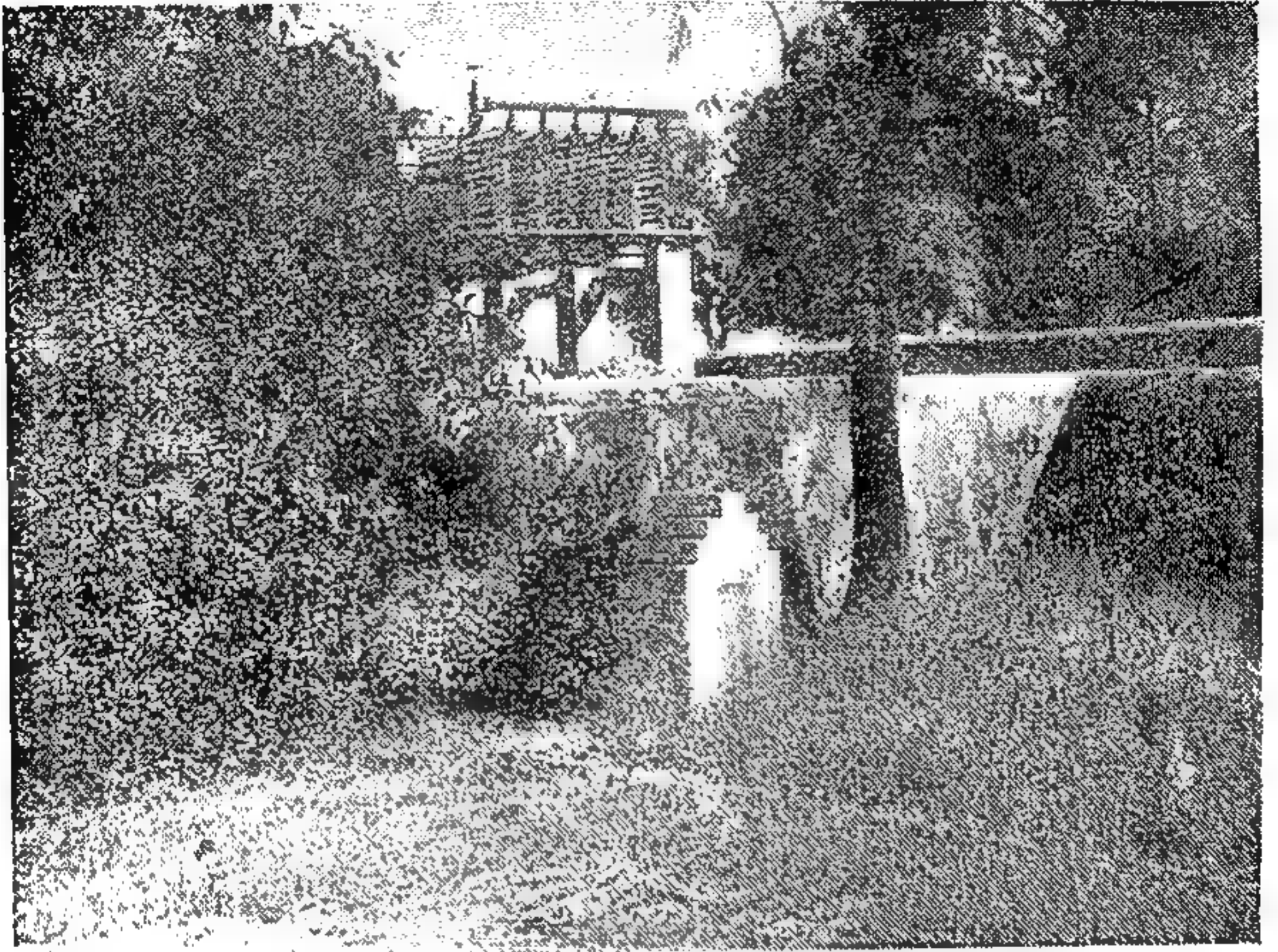
نکلنے لگی ہے اور اسٹیشن روڈ سے جا کر ملتی ہے۔

سحر پور۔ مقام دھاکھانہ سحر پور۔ تقاضا نظام آباد۔ منوسہ اعظم گڑھ ہوتے ہوئے شاہ جگہ کی

جائے والی ریلوے لائن پر سرائے میر اور پھر یا اسٹیشنوں کے درمیان اعظم گڑھ سے بیس کیلو میٹر کے

سحر پور ہالٹ اسٹیشن ہے۔





۲۰۔ مزار مبارک حضرت حافظ حسن صاحب علموی۔ فیض آباد روڈ۔ گوندہ



حسن سعید حسین اجل اور حسین کمال ہیں۔ حسین اجل صاحب اخبار دعوت دہلی میں کام کر رہے تھے حسن سعید صاحب گھر پر کھیتی کرتے ہیں۔

حضور قبلہ قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے جناب محمد صاحب نے پندرہ سال کی عمر میں غالباً ۱۹۲۲ء میں انتقال کیا۔ بڑے صاحبزادے جناب باقر علی صاحب اسمسول ضلع بردوان (مغربی بنگال) کے پاس سری پور ہاٹ میں کوئلہ کی ٹھیکہ داری کا کام کیا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال سے دو سال قبل جون ۱۹۵۷ء میں ان کا سری پور ہاٹ ضلع بردوان میں انتقال ہوا۔ ان کی پہلی شادی امباری کے یورب پھد گودیا میں ہوئی تھی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی دوسری شادی گیان پور، ریاست بنارس میں ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے جناب محمد الحق صاحب ہیں۔ جن کی عمر تقریباً ۳۷ سال ہے۔ یہ گریمنٹ کولیری۔ ڈاکخانہ پری ہار پور۔ ضلع بردوان میں ملازم ہیں۔ ان کی شادی مرزا پور میں ہوئی۔ اور ایوان حق کے نام سے غفور خاں کی لگی۔ شہر مرزا پور (اٹریڈیشن) میں مکان بنایا ہے۔ ان کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ حضور قبلہ قدس سرہ کی لے سری پور اسمسول اور رانی گنج کے درمیان کالی پہاڑی اسٹیشن کے پاس واقع ہے۔

لے گیان پور پہلے ریاست بنارس میں شامل تھا۔ انقضا ریاست کے بعد ضلع مرزا پور میں شامل کیا گیا۔ اب اس وقت ضلع بنارس میں ہے۔ یہ گنگا کے اتر تقریباً بندھیا چل کے سامنے ہے۔ بنارس الہ آباد میٹر گنج لائن پر دونوں مقامات تقریباً بیچ میں وانا ناس جکشن سے ۱۶ کیلو میٹر پیم اندہ الہ آباد سٹی سے ۶۳ کیلو میٹر پورب گیان پور ڈسٹریکشن ہے۔ قصبہ اسٹیشن سے چند میل اتر ہے۔

لے پری ہار پور کالی پہاڑی اسٹیشن کے پاس ہے۔



کی زندگی میں عبدالحق صاحب کے جائداد کا انتظام سنبھالا تھا۔ لیکن اب کوئٹہ بہت کم آتے ہیں۔

جناب باقر علی صاحب علوی رح کی تیسری شادی آسنسول کے ایک بہاری خاندان میں ہوئی۔ جن سے ایک صاحبزادے اختر عالم صاحب ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۳۰ سال ہے۔ یہ آسنسول کے پاس پنوکینڈا کوئٹہ میں ملازم ہیں۔ قیام ان کا کوئٹہ میں رہتا ہے۔ لیکن اپنے سوتیلے بھائیوں سے الگ ہیں۔ ان کی شادی استخوانوں کے پاس کوئٹہ ضلع نالندہ (بہار) میں جناب حکیم محمد ایوب صاحب کی صاحبزادی ریحانہ خاتون سے ہوئی۔ ان کے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔

جناب شیخ باقر علی صاحب علوی رح کی چوتھی شادی آسنسول ضلع بردوان ایک بہاری خاندان میں ہوئی۔ جن سے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی رضیہ صاحبہ صاحبہ ہیں۔ حکیم صاحبہ کا ۱۹۵۸ء میں آسنسول میں مرض سرطان سے انتقال ہوا۔ بڑے صاحبزادے عبدالمنعم صاحب ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۲۷ سال ہے۔ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کوئٹہ میں رہتے ہیں اور جائداد کا انتظام کرتے ہیں۔ ان کی شادی منگراؤں ضلع اعظم گڑھ میں جناب سراج الحق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ ایک صاحبزادی اسمہ خاتون دو سال کی ہیں۔ دوسرے صاحبزادے عبدالمنان صاحب ہیں۔ ان کی عمر ۲ سال ہے۔ ان کی شادی سبر حد ضلع جون پور کے جناب مقبول خاں صاحب کی صاحبزادی



سے ہوئی ہے۔ تیسرے صاحبزادے عبدالرشید صاحب ۲۲ سال کے ہیں۔ ان کی شادی سلطان پور میں محمد اسحاق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ مئی ۱۹۷۳ء تک چوتھے صاحبزادے عبدالقادر صاحب (۲۰ سال) اور پانچویں صاحبزادے عبدالسبحان صاحب (۱۸ سال) کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ صاحبزادی رضیہ سلطانہ سب سے چھوٹی ہیں۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی دوسری شادی راجہ پور سکروہ میں ہوئی۔ جن سے سات صاحبزادیاں ہوئیں۔ بی بی مسعودہ صاحبہ کی شادی منگراٹوال سے دو میل اتر گنگا گودام پور میں اپنے چھوٹے زاد بھائی جناب حافظ اخلاق احمد صاحب سے ہوئی۔ ان کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔

دوسری صاحبزادی بی بی مسرورہ صاحبہ کی شادی بھی گنگا گودام پور میں اپنے چھوٹے زاد بھائی جناب التفات احمد صاحب سے ہوئی۔ جو ٹاماسن کالج گونڈہ میں پچھلے سال ان کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ ایک صاحبزادے کا نام فضل الباری ہے۔ التفات احمد صاحب نے گنگا گودام پور کی زمین فروخت کر کے گونڈہ میں زمین خرید کر لیا ہے۔ حضور قبلہ قدس سرہ نے انہیں کے مکان پر گونڈہ میں انتقال فرمایا۔

تیسری صاحبزادی بی بی محمودہؒ کی شادی سبھو پور کے پاس چھاؤں میں جناب نظیر احمد صاحب سے ہوئی تھی۔ بی بی محمودہ صاحبہ نے حضور قبلہؒ کی زندگی ہی میں ۱۹۷۴ء کے قریب انتقال کیا۔ ان کے ایک صاحبزادے جناب خالد صاحب ہیں۔ چوتھی صاحبزادی بی بی فاطمہؒ کی شادی میرے اتر پورب سیدھا سلطان پور

موضع میں حافظ حبیب الرحمن صاحب سے ہوئی تھی۔ بی بی فاطمہ صاحبہ کا سال ۱۹۶۳ء کے قریب انتقال ہوا۔ دو صاحبزادے ظہور الحسن اور ظہور الباری اور ایک صاحبزادی بی بی عذرا صاحبہ یادگار ہیں۔ بی بی نورا صاحبہ کی شادی قصبہ مانگل سے اتر مخدوم پور میں ہوئی ہے۔

حنور قبلہ قدس سرہ کی پانچویں صاحبزادی بی بی اسمہ صاحبہ کی شادی کوئٹہ میں جناب اکرام الحق صاحب مرحوم سے ہوئی۔ ان کے دو بیٹے نذیر الاسلام (۷ سال) اور فیض الاسلام (۴ سال) اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔ ان میں سے چار شادی شدہ ہیں۔ فیض الاسلام صاحب کوئٹہ میں لہتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ حضرت کی چھٹی صاحبزادی سابعہ صاحبہ کی شادی سحر پور کے پاس برہنہ میں جناب وحید الدین خان صاحب سے ہوئی۔ یہ مع اہل دیال دہلی میں لہتے ہیں۔ اور مفتہ دار الجمعیۃ کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کے ایک بیٹے شمس الاسلام صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اب دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک صاحبزادے کا ناکظر الاسلام ہے۔ ایک صاحبزادی کی شادی حیدرآباد میں اور دوسری کی دہلی میں ہوئی ہے۔ حضرت قبلہ کی ساتویں صاحبزادی ثامنہ خاتون صاحبہ کی شادی کوئٹہ میں جناب شیخ عبدالرؤف صاحب سے ہوئی۔ ان کے ایک صاحبزادے محمد شاہ صاحب اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ ۱۹۷۳ء تک دو صاحبزادیوں کی شادی ہو چکی تھی۔ الحاج حضرت حامد حسن صاحب علوی کو ہر لمحہ اتباع سنت کا خیال رہتا تھا۔ اور کبھی کوئی کام خلاف سنت پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک صاحب

جو پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ لیکن اپنے ماحول کے پیش نظر انہیں ڈاڑھی رکھنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ اُن سے فرمایا کہ احکام شریعت میں نسخ کا حق نہیں۔ کچھ ہی دنوں بعد آپ کی صحبت کے اثر سے اُن میں اتباع سنت کا جذبہ پیدا ہوا۔

حنور قبلہ قدس سرہ کو جھاڑ پھونک اور دعا تعویذ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپ کے کسی خلیفہ کے ایک مرید جن کی صحیح تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی۔ وہ آپ کے پاس آئے اور تعویذ بتانے کی گزارش کرنے لگے۔ مختلف طریقہ سے پریشان کرتے رہے۔ اگر مَوُضُو فِکْر کے پیش نظر آپ نے تین دنوں تک برداشت کیا اور خندہ پیشانی سے جواب دیتے رہے۔ لیکن تین دنوں کے بعد سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ مدظلہ سے فرمایا کہ آئندہ صفائی، ستھرائی، اصلاح اور سدھار کا ضرور خیال رکھا کہ اللہ کے نیک بندوں کی باشعور تقدس اور محترم جماعت تیار ہو سکے۔

جس کام کے لئے کوئی شرعی جواز نہ ہوتا اور جس کو خلاف سنت اور منافی نہیں سمجھتے اس کو بلا پس و پیش فوراً روک دیتے تھے۔ ایک بار بندہ بلی شریف (ضلع ہوگلی) کی مسجد میں جب اذان کے وقت کلوی میاں نے اپنے انگوٹھے کو چومنا چاہا، تو آپ نے پیچھے سے اُن کے دونوں بازو پکڑ لئے اور اس وقت تک پکڑے رہے جب تک اذان ختم نہ ہو گئی۔

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ۵۸ ۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ۵۹ ۲۔ کلوی میاں چنار گڑھ ضلع مرزا پور (اثر پردیش) کے رہنے والے بندہ بلی شریف (بقیہ حاشیہ ص ۳۵۸ پر)

حضرت حافظ حامد حسن علویؒ میں قوتِ تاثیر اور علمی تجربہ بہت تھا۔ آپؒ  
 تحمل و بردباری، تواضع و خاکساری، ایثار و اخلاص، اعتدال و وسعتِ نظری کے  
 اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپؒ کے پاس ہر طرف سے مایوس اور محروم معترض، مخالف اور دشمن  
 آتے اور سب کے سب مرادیں پا کر جاتے۔ آپؒ کی صحبتِ کیمیا اثر سے ان کی دنیا  
 بدل جاتی۔ مرید ہو جاتے اور ہمیشہ حق اور صداقت کا دم بھرتے حقیقت نگاہوں  
 میں جگمگا جاتی۔ یاس و ناامیدی ختم ہو جاتی۔ \_\_\_\_\_ جو شخص  
 بھی آپؒ کے قریب آتا، آشنائے دید و محبت ہو جاتا۔ جذب و کیف، سرشاری اور  
 سرستی کے عالم میں لطف و لذت کے آستان اور محفوظ نظر آتا۔ آپؒ کی مجلس میں تاثیر  
 اور ضبط و ارتقائی کی بنا پر ایسا رنگ ہوتا کہ دوست تو دوست دشمن بھی گردید ہ  
 ہو جاتا۔

جناب مولانا فصیح احمد صاحبؒ بہاریؒ کو دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث

[بقیہ حاشیہ ۳۵۸ کا]

ضلع ہوگلی کے مشہور لوگوں میں سے ہیں۔ ان کا خصلتی کاروبار ہے۔

لے الحاج مولانا قاری سید فصیح احمد صاحبؒ ۱۳۲۲ھ و ۱۹۰۴ء میں ادگان، تھانہ استھانول  
 ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) بہار میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام محمد خورشید علی تھا۔ ابتدائی تعلیم آپؒ کے  
 والد مولوی محمد حسین صاحبؒ (متوفی ۱۳۴۸ھ) کی نگرانی میں پورنی ضلع بھاگل پور اور گیا میں  
 ہوئی۔ پھر کان پور اور وہاں سے دیوبند ضلع سہارن پور شریف لے گئے۔ ۱۹۲۵ء میں دورِ حدیث  
 شریف کے بعد تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ جناب مولانا انوار احمد صاحبؒ (بقیہ حاشیہ ۳۵۹ پر)



حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے ثروتِ تلمذ حاصل ہونے پر بڑی مسرت تھی اور ان  
آئندہ کے لئے برابر ان کی یہی دعا رہی کہ طریقت اور سلوک میں بھی کوئی ایسا ہی محترم  
امام مل جائے۔ چنانچہ حبیب ان کی حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ سے ملاقات ہوئی

دقیقہ حاشیہ ص ۳۵۸ کا ۱

نگوئی پور۔ تھانہ سنگھ وار ضلع درہنگہ۔ متوفی ۱۹۶۹ء کے گھرے دوستوں میں تھے۔ ان ہی کی  
کوششوں سے پہلے مدرسہ سہارن پور میں ملازم ہوئے۔ پھر نگینہ ضلع بجنور میں کام کیا۔ ۱۹۲۷ء میں وسط  
ہند میں واقع راجپوتانہ کی واحد مسلم ریاست ٹونک کے پرگنہ سیرونج (اب ضلع ودیشا۔ مدھ پردیش) کے  
مدرسہ ریاض المراد میں مقرر ہوئے اور درمیان میں ایک سال چھوڑ کر ۱۹۴۸ء تک اسی مدرسے  
والی تھے۔ درمیان میں ایک سال کے لئے مدرسہ عزیز بہار شریف تشریف لائے تھے۔ ۱۹۴۸ء کے بعد  
اپنے وطن کے قریب مدرسہ محمدیہ استھانواں ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) میں منتقل ہو گئے۔ استھانواں میں  
مکان خرید کر وہیں اقامت اختیار کر لی۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ  
سے حاصل تھی۔ آپ نے استھانواں، بہار شریف، بارڈھ، گیا اور برہمنی کے آس پاس بہت کام کیا  
سینکڑوں افراد آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔ عام طور پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تعلیم دیتے  
تھے اور اجازت و خلافت حاصل ہونے کے باوجود اپنے متوسلین کو اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ ادام اللہ  
فیوضہ سے بیعت کراتے تھے۔ جمعہ ۸ جمادی الآخر ۱۳۸۹ھ = ۲۲ اگست ۱۹۶۹ء کو سہ پہر میں تین بجے  
انتقال ہوا۔ استھانواں ضلع نالندہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا معظم حسین صاحب قاسمی  
مدرسہ اسلامیہ سہارن پور میں ٹیچر اور مدرسہ جوئیر سکشن کے انچارج ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے مکمل  
یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر ہیں۔ اور دوسرے بھائی ضلع گیا میں پرمولوی ہیں۔ ہفتہ وار نقیب پھلواڑی شریف ضلع پٹنہ  
مصحف آئندہ پھر مابین ۱۹۶۹ء ص ۳۵۸-۳۶۰

تو ان کو یقین ہوا کہ دعا کو قبولیت کا درجہ حاصل ہوا۔ جناب مولانا آزاد رسول  
صاحب مظلہ، رُشد و ہدایت اور روحانیت کی تلاش میں بہت سرگرداں اور پریشان  
ہے۔ اس غرض سے مسجد و مندر اور شیخ و برہمن سب تک دوڑے۔ لیکن کہیں پیاس  
نہ بجھی۔ حضور قبلہ قدس سرہ سے ملاقات کے بعد معلوم ہوا کہ آپ حیات کے قریب پہنچ  
گئے ہیں اور اب سیرابی اور زندگی یقینی ہے۔

کوشدہن کوئی کتب خانہ اور مطالعہ کا کوئی ظاہری سامان موجود نہیں ہونے  
کے باوجود آپ کے تجربہ علمی کا یہ عالم تھا کہ جس مسئلہ پر گفتگو کرتے ایسا معلوم ہوتا کہ علم و فضل  
کا دریا جاری ہے۔ پیرائیز تک معنائیں کی آمد ہوتی تھی۔ جو مضمون شروع کرتے۔ اسباب  
و علل کے ساتھ مفصل بیان فرماتے۔ یہ مکتب کی کرامت نہ تھی، بلکہ فیضانِ نظر تھا۔  
ایک بار ناشتہ کے وقت اعلیٰ حضرت سید و مرشد قبلہ ادا م الشرف وفدہ کے ذہن میں یہ  
وسوسہ پیدا ہوا کہ حضور قبلہ قدس سرہ تصوف کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن  
خلفائے راشدینؒ کے بارے میں آپ کیا بیان فرمائیں گے۔ ابھی یہ وسوسہ باقی تھا کہ  
حضور قبلہ قدس سرہ نے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے بارے  
میں گفتگو شروع کی اور مسلسل ڈھائی گھنٹے تک اس موضوع پر دلیل اور ثبوت کے ساتھ بیان

۱۔ جناب مولانا آزاد رسول صاحب مظلہ، کنرولی ضلع اُدے پور (راجستھان) کے رہنے والے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ  
جامعہ گرنی دہلی ۲۵ میں جامعہ کے پرائمری سکشن کے انچارج ہیں۔ حضرت سید عبدالباری شاہ رح اور حضرت  
حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی سوانح حیات آپ ہی کے زیر اہتمام دہلی سے شائع ہوئی ہے۔

فرماتے ہیں۔ ایک بار مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ) میں مزارعت کے مسئلہ پر کافی دیر تک پورے ثبوت کے ساتھ گفتگو کی۔ ایک بار رات کو سوتے وقت حاس کے اشعار اور چمن جنگوں میں وہ کہے گئے تھے، تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ پھر فرمانے لگے کہ لوگ کہتے ہیں کہ مجھے علم لدنی حاصل ہے۔ چنانچہ میں بھی آپ کے بارے میں ایسا ہی مشہور تھا۔ طبیعت میں خاکساری، تحمل، اور بردباری کا مادہ بہت تھا۔ اگر کبھی کسی مرید کی زبردستی کی ضرورت پڑتی، تو پھر فوراً ہی ضبط اور تحمل کے بعد سانس کر اس کا غم غلط کر دیتے۔ اکثر اپنے پیروں پر مشرق قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رحیم کے مستفاد انداز ترمیم کا ذکر فرماتے۔ سفر ہو یا حضر، ہر جگہ اپنے مریدین اور متوسلین کے ساتھ احترام اور برابری سے پیش آتے اور کبھی بھی اپنے لئے کوئی خاص امتیاز پسند نہیں فرماتے۔ ماسٹر محمد عیسیٰ صاحب کی صاحبزادی کی تقریب شادی میں شریک ہوئے۔ پالکی واپس کر دی اور می کے مہینہ میں اسٹیشن سے متوسلین کے ساتھ پاپادہ کی میل کا سفر کر کے کوٹریا پار پہنچے۔ واپسی میں جب سب کے لئے سواری کا انتظام ہوا تو پالکی سے اسٹیشن آئے۔ جلال پور ضلع فیض آباد، کوئٹہ سے میرہ چودہ میل اتر ہے۔

۱۷ ماسٹر محمد عیسیٰ صاحب کو ٹریا پار ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ آباد و خلافت حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی سے حاصل ہے۔ ابھی حیات میں اور لاؤ کھیت کراچی (پاکستان) میں مقیم ہیں۔ ۱۷ دیکھئے ۱۷-۳۱۶، جلال پور ضلع فیض آباد کے جناب حافظ محمد طہور مرحوم حضرت قیصر کے غلیہ تھے۔ جن کے ذریعہ جلال پور میں کام جاری ہوا۔ اور بہت سے لوگ کام میں لگے۔

سوانح حیات حضرت حامد حسن علوی رح ۶۵-۶۸



گشت و ہدایت کی غرض سے وہاں تشریف لے جاتے تھے اور اتنی لمبی مسافت پیدل ہی طے کرتے تھے۔ شاہ گنج جکشن کو ہنڈہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں بھی تبلیغی کام سے پیدل تشریف لے جاتے تھے اور پیدل ہی اسیر آتے تھے۔

حضور قبلہ قدس سرہ بہت ہی سادہ لباس پہنتے تھے۔ عام طور پر لٹلی، سادہ کرتا، گول ٹوپی اور کبھی کبھی پاجامہ اور پوری راستین کی بنڈی بھی پہنتے تھے۔ لیکن سادگی ہمیشہ ملحوظ خاطر رہی اور اپنے متوسلین کو بھی سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے تھے۔ دسترخوان پر حضور قبلہ کے لئے جو کی چھوٹی چھوٹی دو ٹکیاں آتی تھیں جن میں ایک ہی ادھی تناول فرماتے۔ پوری تن دی اور انہماک سے کھیتی ہیں مشغول رہتے اور اپنے کو قوتِ لایموت کے لئے کسبِ محنت کا ذمہ دار جانتے۔ اور سب کچھ اللہ کے لئے رکھتے۔ صدقات اور زکوٰۃ واجبہ کی ادائیگی کے بعد ساری پیداوار اللہ کے نیک بندوں پر خرچ ہوتی۔ اپنے مریدین اور متوسلین کو اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ اور ایسا سب کچھ اللہ والوں کے لئے وقف سمجھتے۔ حضور قبلہ قدس سرہ کے متوسلین میں مختلف مکتبہ خیال کے لوگ شامل تھے۔ مشائخ کی غفلت کے لحاظ کے باوجود مسائلِ تصوف کے سوا دوسرے امور شرعی میں کسی شیخ کی پیروی نہیں۔ بلکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تقلید کو ضروری سمجھتے تھے۔ دنیائی معاملات میں اپنے متوسلین کے اجتہاد اور اختلاف لئے کو جائز سمجھتے تھے۔



مسک میں استحکام تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں آپ کی رائے سے اپنی موافقت کا فائدہ اٹھانا چاہتا، تو پسند نہیں فرماتے۔ اور کہتے کہ آذادی رائے کی گنجائش ہے۔ اس طرح آپ مسائل میں اعتدال اور مسالک میں پوری احتیاط برتتے۔ جماعت کے اصول کا لحاظ کرتے اور اشخاص کی شخصیتوں اور ان کی کیفیات پر بھی نگاہ رکھتے تھے۔

حق سے خاموشی کو گناہ جانتے تھے۔ ایک بار ایک مجلس میں جہاں آپ بھی موجود تھے۔ کسی واعظ نے شہداء کے مدارج بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد انہیں کے امتیازات ہیں۔ آپ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ نبیین کے بعد یقین ہیں۔ پھر شہداء اور صالحین۔ اس طرح بیچ کی ایک کڑی کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں۔ علمی معاملات میں رواجی۔ ظنی اور شبہ باتوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ تحقیق و تفتیش کو ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ایک تعلیم یافتہ شخص کے اس خیال سے متعجب ہوئے کہ فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ اور آیات قرآنی کی روشنی میں ثابت کیا کہ فرعون دریائے نیل میں نہیں، بلکہ بحر قلزم میں غرق ہوا۔

حضور قبلہ کے نزدیک انسانیت کا ایک مقام تھا اور اسی کے ساتھ

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۷۲-۷۸

۲۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۷۷

۳۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۷۶-۷۵

اکرام مومن کی بھی اہمیت تھی۔ وہاں ذات اور نسل حسب و نسب سامنے نہیں ہوتا۔  
 بلکہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ بنیاد خوبی اور کمال ہوتا، کوئی اور چیز نہیں ایمان  
 کی ابتداء کلمہ کے اقرار سے جلتے۔ کیونکہ وہ عامی مومن جو ظاہری معصیت میں گرفتار  
 ہے۔ ممکن ہے ایسی ساعت پا جائے کہ اس کا نور ایمانی چمک اٹھے اور خاتمہ بخیر ہو۔  
 بارہا ایسا ہوا ہے کہ ظاہر میں خراب سے خراب انسان کو کلمہ کی برکت کی بنا پر لاشعرا  
 و جل شانہ نے ایسے کام کی توفیق دی کہ اس کے لئے آخرت کی خوبی کا ذریعہ بن  
 گیا۔ اس لئے کلمہ کی بڑی قدر تھی۔ کلمہ ایمانی کو جاری اور عام کرنے اور اس کے  
 انوار کو کام میں لانے کی پوری کوشش رہتی کہ مومنین، صدیقین کی راہ پر چل کر  
 اخلاص اور احسان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔

جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ نے اپنے انتقال سے  
 پانچ سال قبل رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ = مئی ۱۹۵۵ء میں اپنے مریدین اور متوسلین  
 کی کہنمائی کے لئے جو وصیتیں تحریر فرمائی تھیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اٰمِیْنُ: یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۷۷

۲۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۱۶۸-۱۶۷

الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ الشَّرِبُ الْعَزِيزُ  
 کے نزدیک قبولیت اور محبوبیت کے کچھ اصول ہیں جن سے بلند عزائم والوں  
 کو آراستہ ہونا اور کچھ محرومی اور ناکامی کے اسباب ہیں جن سے اصحابِ فہم کو  
 بچنا اور احتراس کرنا ضروری ہے۔

۱۔ بنیادی چیز جس سے ہر بلندی کی ابتدا ہوتی ہے۔ خوفِ خدا ہے۔ انسان میں  
 اگر خوفِ خدا نہ ہو تو کسی طرح قبولیت ممکن نہیں۔

۲۔ محبتِ الہی ترقی اور خروج کا بنیادی سرچشمہ ہے، جو اصحابِ محبت کی  
 صحبتوں سے آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ اخلاص، اللہ کی رضا اور اطاعت جذبہ سے عمل کی ابتدا ہونی چاہیے۔  
 اگر یہ چیزیں مفقود ہیں، تو جو لوگ ان صفاتِ عالیہ سے متصف ہوں ان  
 کی صحبت سے یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

۴۔ مسنونہ اور ماثورہ اشغال میں کسب اور مجاہدہ ترقی کی راہ کھولتا ہے۔  
 اور خامیوں کو دفع کرتا ہے۔ صفائی باطن کے لئے خلوت لازمی ہے۔ اس سے  
 حال و مقام بن سکتا ہے۔

۵۔ اصحابِ تقویٰ کے آپس میں اخلاص و محبت سے متجاہدون فی اللہ کا لشکر  
 منظم ہوتا ہے۔

۱۔ قرآن پاک۔ سورہ مائدہ (۵) آیت ۳۵؛ پارہ ۶۔ رکوع ۱۰۔ (۱۔ ایمان والو! اللہ  
 تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قریب ڈھونڈو۔ اور اللہ کی راہ جہاد کیا کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب  
 ہو جاؤ گے)۔

- ۶۔ محبت دنیا سر کے بنیادی خامی ہے جس سے احترام ذکر نالازمی ہے۔
- ۷۔ اختلاف، جمعیت کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے ناپس  
 بین اگر کسی بات میں اختلاف ہو تو خاموشی سے اس کا تذکرہ کرنا چاہیے، جو  
 غلطی پر ہوا ہے محبت آمیز لہجہ میں سمجھانا چاہیے۔ تاکہ اختلاف بڑھنے نہ پائے  
 اور آپس کی محبت میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔
- ۸۔ نیابت اور خلافت میں اہلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ محض آبائی دراثہ  
 کو بنیاد بنانے سے مستقبل تاریک ہو جائے گا۔
- ۹۔ نسبت صوفیہ کی تکمیل کے لئے اصحاب نسبت کی تعظیم و تکریم اور ان کا  
 احترام لازمی ہے۔
- ۱۰۔ ریاضت، شغل و اشغال کا حاصل تقرب الہی ہے۔ قدم سعی بیشتر بہتر تا آنکہ  
 جنت الفردوس، دیدار خدا حاصل ہو۔
- ۱۱۔ سلسلہ کے احباب کو چاہیے کہ معامت اور مسابقت کے غلط اثرات سے  
 متاثر نہ ہوں۔ آپس میں اخلاص اور محبت کا برتاؤ رکھیں اور اپنے کو امام الطریقہ  
 حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید خیال کریں کہ اس سے  
 بے شمار فائدے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(دستخط) حامد حسن علوی نطلہ

۲۹ رمضان المبارک

۱۳۷۲ھ



الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ نے اپنی زندگی ہی میں  
سلسلہ کے لئے تعلیمات کی کتاب مرتب کرادی تھی۔ تاکہ آئندہ اختلاف نہ ہو۔ اس میں تفصیل  
سے مسائل سمجھائے اور بتلائے گئے ہیں۔ اجمال و تفصیل کے ہر بیچ دھم سے آگاہ اور دانت  
کیا گیا ہے۔ کتاب تعلیمات کے صفحات ۲۹، ۳۰ اور ۳۱ پر حضور قبلہ قدس سرہ کے  
خلفا کی فہرست چھپی ہے۔ یہ فہرست میری گزارش پر آئینہ دہلی کے لئے اعلیٰ حضرت  
پیر و مرشد قبلہ ادام الشرفیوہ نے بڑے ذوالاسرار الحق خاں محرم نے نقل کر کے

لے محرم المقام جناب بابو اسرار الحق خاں؛ بی۔ بی۔ بی۔ ایڈ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ مظلہ کے  
بڑی صاحبزادی مرحومہ کے فرزند رشید پھول پور ضلع اعظم گڑھ سے آئے والدہ کے رہنے والے نہایت ہی صالح  
اور لائق و فائق نوجوان ہیں۔ بچپن ہی سے اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مظلہ کے ساتھ رہے اور  
فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ بی۔ بی۔ اور بی۔ ایڈ کے امتحانات پاس کرنے کے بعد بی۔ بی۔ ایڈ  
اعظم گڑھ میں ال۔ ال۔ بی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تعلیم تصوف مکمل ہو چکی ہے۔ اپنی امتیازی خصوصیت  
کے باعث کالج میں شیل کیڈٹ کوہ کے اعلیٰ ترین عہدہ پر پہنچ گئے تھے۔ فوج میں کمیشن کے لئے انتخاب  
ہو چکا تھا۔ لیکن والدہ مرحومہ کی مخالفت کی وجہ سے اس عہدہ کو قبول نہ کر سکے۔ اعظم گڑھ میں  
اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام الشرفیوہ اور آپ کے متوسلین مہمانوں کی خدمت میں ہمہ تن مصروف  
رہتے ہیں۔ عبادت و ریاضت، خدمت، سادگی، تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ بہار حج،  
جون پور، ممبئی، کلکتہ اور اعظم گڑھ میں اپنے بڑا کام کیا ہے۔ اس نوجوانی میں سیکڑوں آدمی آپ  
کی کوششوں سے راہ راست پر آئے اعلیٰ حضرت کے متوسلین میں شامل ہوئے ہیں (بقیہ حاشیہ ص ۳۷ پر)

بھیجا ہے جسے شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے :-

۱۔ جناب ڈاکٹر احمد انصاری صاحب مرحوم۔ دیوبند ضلع سہارن پور

۲۔ جناب سید عبدالجلیل صاحب مرحوم۔ شاہ پور ضلع فتح پور

۳۔ جناب سید شاہ محمد احسن صاحب مرحوم۔ کچی پور۔ شہر الہ آباد

۴۔ جناب محمد سعید صاحب مرحوم۔ کچی پور۔ شہر الہ آباد

۵۔ جناب صوفی عبدالجلیل صاحب مرحوم۔ برہنہ یا ضلع اعظم گڑھ

۶۔ جناب محمد خلیل خاں صاحب برہنہ یا ضلع اعظم گڑھ

۷۔ جناب محی الدین خاں صاحب جمہور مرحوم۔ برہنہ یا ضلع اعظم گڑھ

۸۔ جناب حافظ محمد ظہور صاحب مرحوم۔ جلال پور۔ ضلع فیض آباد

۹۔ جناب عبدالرؤف صاحب مرحوم۔ قصبہ سئو۔ ضلع اعظم گڑھ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۷ کا]

کئی آدمی آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ چند سال قبل جون پور کے محلہ سپاہ میں گوشتی ندی کے کنارے ابراہیم شاہ شریفی کی تعمیر کردہ چھتری مسجد کے پاس عصر کے وقت آپ کو حضرت خواجہ خضرؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ گفتگو بھی ہوئی۔ آپ کے تمام ساتھیوں اور پاس میں کام کرنے والی ایک دھون نے بھی حضرت خواجہ خضرؒ کو گوشتی کے سطح آب پر دیکھا اور دھون سخت متعجب ہوئی۔

(مئی ۱۹۷۳ء کو آپ کی والدہ محترمہ کا اعظم گڑھ میں دصال ہوا۔ اس سے چند روز قبل آپ کی

شادی شرعی طور پر نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کے حکم سے متوسلین کی

ابتداءً تعلیم اسرار بابہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔

- ۱۰۔ جناب ولی محمد میاں صاحب مرحوم۔ تصنیف منو۔ ضلع اعظم گڑھ
- ۱۱۔ جناب مولانا عبد الستار صاحب مرحوم۔ بہار و ضلع بلیا
- ۱۲۔ جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم۔ ہشتنگیاں۔ ضلع پورنیہ
- ۱۳۔ جناب الحاج محمد احسان صاحب مرحوم۔ کھمیاں۔ ضلع پورنیہ
- ۱۴۔ جناب مولوی محمد شبلی صاحب مرحوم۔ تداؤں ضلع اعظم گڑھ
- ۱۵۔ جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم۔ چنوتی۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۶۔ جناب مولوی محمد منیر صاحب مرحوم۔ حالی شہر۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۷۔ جناب مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم۔ ساگ پورہ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۸۔ جناب مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم۔ منوہ ضلع چانگام۔ (بنگلہ دیش)
- ۱۹۔ جناب مولوی فضل حق صاحب مرحوم۔ چنوتی۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۰۔ جناب مولوی فضل الرحمن صاحب مرحوم۔ کریونگر۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۱۔ جناب مولوی شرف الدین صاحب مرحوم۔ انوارا۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۲۔ جناب مولوی منظر صاحب مرحوم۔ مندو ضلع اکیاب (برما)
- ۲۳۔ جناب مولوی تراب الدین صاحب مرحوم۔ مندو ضلع اکیاب (برما)
- ۲۴۔ جناب مولوی مطیع الرحمن صاحب مرحوم۔ منی بیل ضلع اکیاب (برما)
- ۲۵۔ جناب مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم۔ گرام پاٹا۔ ضلع اکیاب (برما)
- ۲۶۔ جناب عبدالجبار صاحب مرحوم۔ مولی باٹا۔ ضلع اکیاب (برما)
- ۲۷۔ جناب مولوی عبدالشکر صاحب مرحوم۔ سندھ پرائنگ رنگون (برما)

- ۲۸۔ جناب مولوی ولی احمد صاحب مرحوم۔ بندہ پراگ۔ رنگون (برما)
- ۲۹۔ جناب مولوی عزیز احمد صاحب مرحوم۔ ہلی بازار۔ رنگون (برما)
- ۳۰۔ جناب عبد الجبار صاحب ولد حمید علی مرحوم مولیٰ بازار۔ ضلع اکیاب رنگون (برما)
- ۳۱۔ جناب مولوی جمال الدین صاحب قطب دیا۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۳۲۔ جناب حکیم مولوی قاضی میر الدین صاحب جنوبی ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۳۳۔ جناب سید حافظ منظور احمد صاحب مرحوم۔ کچی پور۔ شہر الہ آباد
- ۳۴۔ جناب حکیم مولوی محمد عمر صاحب مرحوم۔ قصبہ سہو۔ ضلع اعظم گڑھ۔
- ۳۵۔ جناب منشی محمد شفیع صاحب مرحوم۔ بمبئی۔
- ۳۶۔ جناب ماسٹر محمد عیسیٰ صاحب لالو کھیت کراچی (پاکستان)
- ۳۷۔ جناب مولوی محمد سعید خاں صاحب، لوناری، ضلع اعظم گڑھ۔
- ابھی تک الحاج حافظ حامد حسن صاحب مولوی کے خلفاء کے حالات اور ان کے شاندار کارناموں کو مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی جاسکی ہے اور ان میں سے اکثر بزرگوں کے اسمائے گرامی اور ان کے محقریتہ کے سوا یہیں کچھ بھی معلوم نہیں۔
- جناب ڈاکٹر اختر احمد صاحب مرحوم دیوبند ضلع سہارن پور کے رہنے والے تھے اور وہاں کے مشہور اور خاص لوگوں میں سے تھے۔ حضور قبلہ قدس سر کا جب بھی دیوبند تشریف لے جاتے تھے، تو انہیں کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ غالباً بر عظیم کی تقسیم کے بعد پاکستان چلے گئے اور صوبہ پنجاب کے شہر لائل پور میں ان کا انتقال ہوا۔



شہر آباد میں چوک سے کچھ آگے بھاڑتی بھون اسٹریٹ الہ آباد جکشن سے تقریباً  
 ۱۰ میل دھن پور بجی پور ایک مشہور محلہ ہے حضور قبلہ قدس سرہ کبھی کبھی الہ آباد  
 جاتے تھے۔ وہاں جناب سید شاہ محمد احسن صاحب مرحوم، جناب محمد سعید صاحب  
 مرحوم اور جناب سید حافظ منظور احمد تین خلفاء کے نام ملتے ہیں۔ برہمیا ضلع اعظم گڑھ  
 کے نظام آباد تھانہ میں شہر اعظم گڑھ سے ۱۰ میل پچم قدرے دھن اور سبزی پور سے  
 ڈیڑھ میل اتر پور ہے۔ سبزی پور ہاٹ اسٹیشن سے برہمیا ضلع ایک میل کے  
 فاصلہ پر ہے۔ برہمیا میں حضرت رح کی چھٹی صاحبزادی سابعہ خاتون صاحبہ کی شادی  
 محمد الدین خاں صاحب سے ہوئی۔ برہمیا میں بھی آپ کے تین خلفاء جناب عبد فی  
 عبد المجید صاحب مرحوم، جناب محمد خلیل صاحب مرحوم اور جناب محی الدین خاں صاحب  
 جمعدار صاحب مرحوم تھے جمعدار صاحب مرحوم کا مزار بھوپال میں ہے۔

جناب حافظ محمد ظہور صاحب جلال پور ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے جلال  
 پور کو ہندو سے تقریباً چودہ میل اتر معالی پور ریوے اسٹیشن اور اشرف پور کچھوچھ  
 کے درمیان واقع ہے۔ تاریخی مقام اور کپڑے کی صنعت کا مرکز ہے۔ حافظ محمد ظہور  
 صاحب مرحوم کے ذریعہ وہاں بہت کام ہوا اور حضور قبلہ تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں  
 اکثر وہاں پایادہ جایا کرتے تھے۔

تصیہ موصوعہ اعظم گڑھ کی محمد آباد تحصیل میں ٹونس ندی کے کنارے ایک مشہور  
 مقام اور ٹھٹنی بنارس میٹر گینج لائن پر ریوے جکشن ہے اس صنعتی مرکز کو

منو ناتھ بھٹن کہتے ہیں۔ یہ ضلع اعظم کاسب سے بڑا شہر اور شمالی ہندوستان میں کپڑے کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں سیدی اور دینی ادارے بہت ہیں۔ اس وقت یہاں کے مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ علم حدیث میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ یہاں جناب عبدالرؤف صاحب مرحوم اور جناب ولی محمد میاں مرحوم اور جناب حکیم مولوی محمد عمر صاحب مرحوم تین خلفاء کے نام ملتے ہیں۔

مولانا عبدالسمیع صاحب مرحوم ضلع بلیا میں بلتھار روڈ اسٹیشن سے ایک میل اتر بہوڑ واگاؤں کے رہنے والے تھے۔ بہوڑ وائیں چمڑہ کی تجارت کرنے والے خوش حال مسلمانوں

لے منو گونس ندی کے دائیں کنارے پر ۲۵ درجہ ۵۷ دقیقہ شمال اور ۸۳ درجہ ۴۴ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ یہاں سے ایک براہ پنج لائن اعظم گڑھ جوتے ہوئے شاہ گنج کو جاتی ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں کی

آبادی ۱۷۹۶ تھی۔ شہر بہت پرانا ہے۔ لیکن اس کی تاریخ معلوم نہیں ہے۔ آئین اکبری میں ایک جہاں

یا پیر گنہ کا صدر مقام لکھا ہے۔ شہنشاہ شاہ جہاں نے اسے اپنی بڑی جہاں آرا بیگم کو جاگیر میں دیا۔ شاہی

اطداد سے اس کی بڑی ترقی ہوئی۔ اس زمانہ میں شہر میں ۸۴۰۰ محلے اور ۳۶۰ مسجدیں تھیں۔ شہر آبادی

جہاں آرا کی بنوائی ہوئی سڑک موجود ہے۔ زیادہ تر آبادی مومن برادری کے مسلمانوں کی ہے۔ ۱۹۶۱ء

کی مردم شماری میں آبادی ۸۵،۷۸۴ تھی دو خانہ۔ تھانہ اور ڈاک وغیرہ ہے۔ امپریل گز میٹر انڈیا

جلد ہفتم صفحہ ۲۲۳؛ اعظم گڑھ ضلع سنس ہند بک ۱۹۶۱ء ص ۹۔ منو کے قریب لوہرا میں حضرت

مخدوم شاہ ابوالغوث گرم دیوان، بہرہ پور میں حضرت مخدوم شاہ اسماعیلؒ اور ولید پور میں حضرت مخدوم محمد کمال

قادریؒ دستوفی ۱۳۲۲ھ = ۱۹۰۴ء کے مزارات ہیں۔ شیرازہ ہند جون پور سید اقبال احمد جون پوری ۷۱۳ اور ۷۱۴

کی آبادی ہے۔ یہاں بستی کے پورب تالاب کے مغربی کنارے پر مولانا عبدالشمیع صاحب کا مزار ہے۔ مولانا عبدالشمیع صاحب نے کیا اور اورنگ آباد کے علاقے میں بہت کام کیا۔ زیادہ تر سلسلہ عالمیہ حشیہ میں تعلیم دیتے تھے۔ کشف والشرح بہت ہوتا تھا اور اپنی سادگی اور نیکی سے فائدہ اٹھا کر بہت سے لوگ آپ سے اس طرح کی باتیں دریافت کرتے تھے اور پھر حضور قبلہ قدس سرہ کو ان باتوں کی خبر کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک دو بار آپ کی تادیب بھی کی گئی۔ مولانا عبدالشمیع صاحب مرحوم صاحب خدمت بزرگ تھے اور باطنی نظام کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے اور ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اس طرح کی مجلس میں سیاسی مسائل میں ان کی رائے کا غلبہ رہے۔

کیا میں جب ایک بار ایک بنگالی مجذوب نے سلیمان کریم صاحب کی ساری روحانی صلاحیتیں سلب کر لی تھیں اور یہ سخت بیمار ہو گئے تھے اور حالت بے حد خراب تھی۔ جمعہ کی نماز سے پہلے ان کو نیند آئی اور دیکھا کہ مولانا عبدالشمیع صاحب مرحوم اس مجذوب کے سر کا بال پکڑے ہوئے گھسیٹتے ہوئے لارہے ہیں اور اس کی اس ناقابل معافی جرائم پر سخت سزا دینا چاہتے ہیں۔ وہ مجذوب گریہ و زاری کے ساتھ معافی کا خواستگار تھا۔ آخر سلیمان کریم صاحب نے معاف کر دیا۔ ان کی ساری طاقتیں واپس آئیں۔ نیند سے بیدار ہوتے ہی طبیعت شاداں و فرحاں ہو گئی اور باسانی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہوئے۔

سہ سوانح حیات حضرت حامد حسن ملوی ص ۱۱۲

بلکہ بحوالہ جناب سلیمان کریم صاحب فیضی بوٹ ہاؤس۔ مقابل چھتہ مہی گیا۔ (بقیہ حاشہ ص ۳۷۲ پر)



ضلع پورنیہ (بہار) کے انور تھانہ میں ایک مقام ہفیان ہے۔ جو تاریخہ ایسٹ  
 فرنٹیر ریلوے کی بارسوئی سٹی گوری لائن کے سورجا کمال اسٹیشن سے تقریباً چار میل  
 (۶ کیلو میٹر) پچھم ہانڈا اور کنکلی ندیوں کے درمیان دونوں کے مقام اتصال سے  
 کچھ اوپر واقع ہے۔ یہاں حضور قبلہ قدس سرہ نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی اور  
 تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں وہاں برابر تشریف لے جاتے تھے۔ اُن دنوں میٹر گج  
 کی لائن صوبہ بہار کے آخری سب ڈویژن کے صدر مقام کشن گنج میں ختم ہو جاتی تھی۔  
 سورجا کمال اسٹیشن قائم نہیں ہوا تھا۔ حضور قبلہ کشن گنج سے ایک اسٹیشن دکن  
 کانکی میں اترتے تھے اور وہاں سے ہانڈا کو عبور کر کے پیدل یا ہیل گاڑی پر چھ سات  
 میل کا سفر کر کے ہفیان پہنچتے تھے۔ اس کو ردہ دیہات کا دشوار گزار  
 اور تکلیف دہ راستہ کبھی بھی آپ کی تبلیغی کاوشوں اور اللہ کے بندوں کو اللہ  
 سے ملانے کے ذوق و شوق کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔ یہاں بہت سے لوگ دین  
 تربیت سے وابستہ ہوئے اور تعلیم میں لوگوں نے بہت جوش و خروش کا اظہار کیا۔  
 کتاب تعلیمات کی فہرست میں ضلع پورنیہ کے صرف دو خلفاء جناب  
 عبدالستار صاحب مرحوم اور حاجی محمد احسان صاحب مرحوم کے نام شامل ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۷۵]

جناب سلیمان کریم صاحب بہار شریف سب ڈویژن کے لمبے والے اور پیر و فیہ نواب کریم صاحب  
 بہار مشیل کالج پٹنہ اور جناب حافظ کریم ریٹائرڈ ایڈیشنل کلکٹر کے چچا زاد بھائی ہیں۔  
 لہ سورجا کمال اسٹیشن ڈال کولا اور کانکی کے درمیان آزادی کے بعد [بقیہ حاشیہ ص ۳۷۵]



لیکن اجازت و خلافت جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم اور حافظ عبدالحفیظ صاحب مرحوم کو بھی حاصل تھی۔ کتاب تعلیمات کی فہرست میں ان دونوں بزرگوں کا نام چھوٹ گیا ہے۔ اسی طرح کی ایک فروگزاشت جناب مولانا فیض احمد بہاروی کے سلسلہ میں ہوئی ہے۔ اُن کو بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اُن کا نام بھی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلفاء کی فہرست مکمل نہیں ہے اور کچھ بزرگوں کے نام شامل نہیں ہیں۔

جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم اور جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم دونوں پٹنیا کے رہنے والے تھے۔ صوفی عبدالستار صاحب مرحوم کا سو وار ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ = ۲۸ مارچ ۱۳۶۹ء فصلی = ۱۳ اگست ۱۹۶۲ء کو اور جناب منشی غلام محی الدین صاحب کا بدھ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ = ۲۷ مارچ ۱۳۸۴ء

[بقیہ حاشیہ ص ۳۷۴ دیکھو]

نام ہوا ہے۔ یہ تقریباً پٹنیا کے سامنے پورب ہے۔ سورجاکمال اسٹیشن کٹیہار جنکشن سے ۷۵ کلومیٹر، اتر پورب بارہ سوئی جنکشن سے ۳۵ کلومیٹر اور کشن گنج سے ۲۰ کلومیٹر دکن ہے۔ یہی مہراجا پور پرگنہ کا صدر مقام تھا مہراجا پوری بونی اور مہراجا پوری آم انہی پرگنہ کے نام پر ہے۔ اسی لائن پر بارہ سوئی جنکشن سے گیارہ کلومیٹر اتر سدھانی اسٹیشن ہے۔ جہاں سے ڈیڑھ دو میل پچھلے مہانڈا کے دابن کٹا ہے پر رحمان پور سبھا ہے۔ جہاں سلسلہ نقشبندیہ، ابو العالیہ کے مولانا حفیظ الدین صاحب لطیفی کا مزار ہے۔ کٹیہار میں دارالعلوم لطیفی آپ کے نام پر ہے۔

۱۔ جناب مولانا فیض احمد صاحب (اگر ضلع ٹبہ (اب ضلع نالندہ) دیکھئے صفحہ ۳۷۴)

۱۳۷۱ھ فیصلی = ۱۲ اگست ۱۹۶۲ء کو ہفتیاں میں انتقال ہوا۔ دونوں بزرگوں کے  
 مزارات ہفتیاں میں خانقاہ سے متصل اتر میں حضرت کے تیسرے خلیفہ جناب  
 حاجی محمد احسان صاحب مرحوم ہفتیاں کے قریب کھیاں گاؤں کے لہنے والے  
 تھے۔ انہوں نے منگل ۲۲ جمادی الآخر ۱۳۷۶ھ = ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو انتقال کیا  
 ان کا مزار کھیاں ہی میں ہے۔ جناب حافظ عبد الحفیظ صاحب مرحوم ہفتیاں گاؤں  
 کے لہنے والے تھے۔ ان کا وصال بھاٹا باڑی میں ہوا اور وہ وہیں مدفون ہیں۔  
 جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم کے صاحبزادے صوفی عبد الحلیم صاحب  
 خانقاہ ہفتیاں کے نگران ہیں اور سلسلہ کے کاموں سے بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ کے  
 ایک بھائی ڈاکٹر صاحب سورج کمال میں پریکٹس کرتے ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے  
 محمد حریر صاحب نے پٹنہ یونیورسٹی سے آرڈس ام اے کیا ہے اور دوسرے  
 صاحبزادے محمد حسنین پٹنہ یونیورسٹی کے بی کام میں پڑھتے ہیں۔ جناب منشی غلام محی الدین  
 صاحب مرحوم کے صاحبزادے ابو سعید صاحب ریاضی میں ام۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی  
 کیا ہے۔ اور وہ کلکتہ کے پاس کلیانی یونیورسٹی میں ملازم ہیں۔  
 بہار کا ضلع پورنیہ جہاں اس وقت بارہ لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔

لہ ہفتیاں۔ ڈاکخانہ میر پور ہاٹ۔ براہ سونٹھا۔ ضلع پورنیہ۔

لہ خط جناب صوفی عبد الحلیم صاحب خانقاہ ہفتیاں۔ ڈاکخانہ ہفتیاں، براہ بالسی۔ ضلع پورنیہ۔

مورخہ ۶ جولائی ۱۹۷۵ء اور ۲ ستمبر ۱۹۷۵ء

اوردو ہاں کی پوری آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً چالیس فی صد ہے اور ہندوستان کے تمام اضلاع سے یہاں اوردو بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس کی طرف حضور قبلہ قدس سرہ نے کافی توجہ کیا تھا۔ اور اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ ادام اللہ فیوضہ بھی وہاں اکثر تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ پورنیہ ضلع کے مشرقی حصہ میں سلسلہ کے بہت لوگ ہیں۔ وہاں زیادہ تر لوگوں کی تعلیم سلسلہ عالیہ قادریہ میں شروع ہوتی ہے پتھنیاں میں سلسلہ کے لوگوں میں کافی ذوق و شوق پایا جاتا ہے۔ عبدالخلیم صاحب کے خاندان کے اکثر افراد کو اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ ادام اللہ فیوضہ سے شرفِ سماعت حاصل ہے۔ وہاں اکثر شادیاں اعلیٰ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کے موقع پر شرعی انداز سے بالکل سادہ طریقہ پر انجام پاتی ہیں۔

جناب مولوی محمد شبلی صاحب مرحوم شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے خاص شاگردوں اور مریدوں میں تھے۔ حضرت شیخ الہند جب کہیں باہر تشریف لے جاتے تو کبھی کبھی مولانا شبلی مرحوم کو بھی اپنی جگہ پر رکھ جاتے تھے۔ حضرت شیخ الہند کے وصال کے بعد مولانا محمد شبلی مرحوم نے حضرت حافظ حامد حسن صاحب عادی

۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں پورنیہ ضلع کی پوری آبادی ۱,۱۲۸,۳۰۸ میں مسلمان ۶,۳۹,۳۶۱ تھے اور ان کا تناسب ۵۶.۴۸ فی صد تھا۔ جو پہاڑ میں مسلم آبادی کے عام تناسب ۴۵.۴۲ فی صد سے تین گنا زیادہ تھا۔ مردم شماری ہند ۱۹۶۱ء۔ مذہب لے۔ متر ۱۹۶۷ء ص ۴۹-۷۲، اگر یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو پورنیہ ضلع کے مشرقی علاقوں سے ۹.۶۶ مواعضات ۳۳ مربع میل رقبہ (بقیہ عاشرہ ص ۳۷ پر)



کی طرف رجوع کیا اور خلافت کے سرفراز ہوئے۔ مولانا محمد شبلیؒ کا وطن ننڈاؤں ضلع اعظم گڑھ  
 تھا، جو سرانے میر اسٹیشن سے ۵ میل دکن اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادا م الشرفیہ کے وطن  
 ننڈاؤں سے چار میل پورب قدر سے دکن ہے۔ مولانا شبلیؒ کا وصال مظفر نگر میں سردار  
 اکرم خاں کے یہاں فواب زادہ لیاقت علی خاں مرحوم کی کوٹھی پر ہوا۔ وصال کی خبر پہنچتے ہی  
 دارالعلوم دیوبند بند کر دیا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ مزار غاکبرستان  
 میں ہے۔ حضور قبلہؐ کے ایک خلیفہ جناب منشی محمد شفیع صاحب مرحوم بمبئی میں تھے۔  
 ضلع چانگام (جنگلہ دیش) کے ست کانیاتھانہ میں سانگو ندی سے چند میل  
 دکن پورب اراکان روڈ کے ۳۸ میل پر چوناٹی واقع ہے۔ یہاں اتر پچم میں انوار اسے  
 پچم میں سانگو ندی کے جنوبی کنارے پر نال مورا ہوتے ہوئے دوسری سرک اکریل جاتی

دبقیہ حاشیہ ص ۳۷۷ کا

اور ۶۶۶ ۳۷۷ نفوس کی مسلم اکثریت والی آبادی کے ساتھ مغربی بنگال کو منتقل نہیں کئے جاتے، تو  
 ۱۹۶۱ء میں ان علاقوں کی مسلم آبادی میں ۸۳۲۹ فی صد کے اضافہ کے ساتھ سابق پوربہ ضلع میں مسلم آبادی  
 کا تناسب ۵۰ فی صد کے قریب ہو جاتا۔

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علی رح ص ۳۸

۲۔ ۱۹۶۱ء میں ست کانیاتھانہ کا رقبہ ۲۷۷ مربع میل اور آبادی ۸۷۷۷۷ تھی جس میں ۵۲۷۷۷  
 مسلمان تھے۔ ست کانیاتھانہ اس وقت چانگام جنوبی سب ڈویژن میں شامل ہے۔ جس کا صدر مقام پایٹا ہے۔  
 ست کانیاتھانہ چوناٹی چندیل دکن پچم ہے۔ ست کانیاتھانہ کے اتر سانگو ندی پچم میں سانگو ندی اور بانس کھالی  
 تھانہ۔ پورب میں چانگام بل ٹریکٹ۔ دکن میں چکانیاتھانہ ہے۔ مردم شماری ۱۹۷۱ء بنگال۔ اے۔ اے۔  
 ڈویژن ۱۹۷۲ء



چنانچہ چٹاگانگ جنوبی صدر سب ڈویژن میں سانگوندی کے دکن چوٹائی کو ذرائع آمد و رفت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ضلع چٹاگانگ میں حضرت حافظ حسن صاحب علوی کے تین خلفاء جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم، جناب مولوی فضل حق صاحب مرحوم اور جناب حکیم مولوی قاضی میر احمد صاحب کا تعلق اس چوٹائی سے ہے۔ لیکن ان لوگوں کا کوئی حال معلوم نہیں ہے۔

جناب حافظ محمد میر صاحب ضلع چٹاگانگ کے حالی شہر کے رہنے والے تھے۔ اس کا محل وقوع معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ حافظ صاحب کا ظاہری تعلیم بہت زیادہ نہیں تھی۔ لیکن معمولات اور اشغال میں حضرت قبیلہ قدس سیرۃ کا رنگ غالب تھا۔ جب ان کو خلافت سے سرفراز کیا گیا، تو لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ حضور قبیلہ قدس سیرۃ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے امید ہے کہ پورا ہو کر رہے گا۔ حافظ صاحب مرحوم کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور ہر طبقہ کے لوگ ان سے وابستہ ہوئے۔ حافظ صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے کا نام سراج المصطفیٰ ہے۔ حافظ صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد جب حضور قبیلہ قدس سیرۃ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبیلہ مظلہ کے ساتھ چٹاگانگ تشریف لے گئے، تو حافظ صاحب

سہ عالی شہر کا محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ قطب یا جزیرہ سے آٹھ پورب بانس کھالی تھانہ کا کوئی مقام ہو۔ بانس کھالی تھانہ میں بانس کھالی سے کچھ دکن پورب جٹالی نام کا ایک مقام ہے۔ جو چاندپور اور پورب ہاری کے درمیان گزرنے والی سڑک پر واقع ہے۔

کے متوسلین کا اتنا بڑا مجمع حضور قبلہؐ سے ملاقات کے لئے حاضر تھا کہ اتنی کثیر تعداد کو دیکھ کر پریشان ہوئے۔ آخر میں یہ مجمع ایک دروازہ سے اُتار دیا۔ صاف کر کے دوسرے دروازہ سے نکل جاتا۔ یہ اس شخص کے متوسلین کا حال تھا جس کی خلافت پر لوگ شک و شبہ کے ہوئے تھے۔ مگر قدر گو ہر شاہ داند، یا بداند جوہری۔“

حالی شہر کی طرح ضلع چانگام کے ساگ پورہ، منوہ اور کرینگر کے محل وقوع اور وہاں کے خلفاء مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم، مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم اور مولوی فضل الرحمن صاحب مرحوم کے حالات بھی معلوم نہیں ہیں۔ حضرت قبلہؐ کے خلیفہ جناب مولوی شرف الدین صاحب مرحوم انوار ضلع چانگام کے رہنے والے تھے۔ کرناٹکی اور سانگو ندیوں کے درمیان انوار چانگام کا مشہور تھانہ ہے۔ یہ چانگام سے تقریباً ۱۶ میل دکن قریبے پورب کی طرف ہے اور کرناٹکی ندی کے دکن چانگام سے چوناٹی اور چانڈپور کو جانے والی سڑک انوار سے گزرتی ہے۔

ضلع چانگام کے قطب دیا میں حضور قبلہؐ قدس سرہ کے خلیفہ مولوی جمال الدین صاحب مرحوم تھے۔ متاموہاری ندی کے دہانہ پر بانس کھالی

لے ۱۹۴۱ء میں انوار تھانہ کا رقبہ ۶۱ مربع میل اور آبادی ۶۵۶۹۹ تھی۔ جس میں ۲۴۸۸ مسلمان تھے۔ انوار تھانہ بھی چانگام جنوبی صدر سب ڈویژن میں شامل ہے۔ اس کے اتر میں پاٹیا تھانہ۔ پورب اور دکن میں سانگو ندی اور پیچم میں سمندر اور کرناٹکی کا دہانہ ہے۔ مردم شماری ہند ۱۹۴۱ء بنگال۔ اردو سے ڈوش سہ ۱۹۴۲ء۔ چانگام کا لائٹ ہاؤس ساحل سمندر پر انوار تھانہ میں سانگو ندی کے دہانہ کے اوپر واقع ہے۔

کے دکنی ساحل سمندر کے قریب قطب دیا نامی جزیرہ ہے۔ اس جزیرہ کے شمالی مغربی گوشہ میں قطب دیا لائٹ ہاؤس ہے۔ اور لائٹ ہاؤس کے متصل دکن ساحل سمندر پر قطب دیا قصبہ ہے۔ مولوی جمال الدین صاحب مرحوم اسی قصبہ کے لئے دلے تھے۔

ہمارے ضلع بلیاب میں حضور قبلہ قدس سرہ کے چھ خلفاء کے نام ملتے ہیں ان میں سے دو مندو کے، دو مولی بارا کے۔ ایک منی بیل اور ایک گرام بارا کے لئے دلے تھے۔ ان بزرگوں کے کچھ حالات معلوم نہیں ہو سکے ہیں اور چونکہ تفصیل نہیں ہے اور نہ بڑے پیمانہ پر برما کا کوئی نقشہ موجود ہے۔ اس لئے ان مقامات محل وقوع کی تعیین بھی مشکل ہے۔ آٹھویں اور نویں صدی عیسویں میں عربی مان تاجروں کی ساحل چٹاگانگ اور ساحل اراکان پر آمد و رفت شروع ہو گئی تھی اور

لے قطب دیا جزیرہ چار گام ضلع کے گریٹر بانڈا سب ڈویژن میں ساحل سمندر کے پاس سو میل لیا اور دو سے تین میل چوڑا جزیرہ ہے۔ سلسلہ ۱۹۰۱ء میں یہاں کا رقبہ ۳۵ مربع میل اور آبادی ۵۳۰۶۹ تھی اور سلسلہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں قطب دیا کا رقبہ ۱۰۰ مربع میل اور آبادی ۵۵۴۵۵ تھی جس میں مسلمان ۳۱۱۵۰ تھے قطب دیا قصبہ میں تھانہ اور دو اٹھانے ہیں۔ یہاں ہمیشہ طوفان کا خطرہ رہتا ہے۔ سلسلہ ۱۸۹۶ء کے طوفان میں بڑی تباہی آئی۔ مردم شماری سلسلہ ۱۹۲۱ء نیکال آر لے ڈوش سلسلہ ۱۹۳۴ء چار گام ضلع گریٹر۔ ایس۔ ایس او میلی کلک۔ سلسلہ ۱۹۲۵ء؛ امیرل گریٹر آف انڈیا جلد شانزدہم ص ۵۵



جنگل کی طرح ساحل اداکان پر بھی ان کے اثرات موجود ہیں اور برما کے  
 تقریباً آدھے مسلمان ضلع اکیاب میں آباد ہیں۔

اکیاب کا ضلع برما کے اداکان ڈویژن میں مشرقی بنگال کے ضلع چانگام  
 سے متصل دکھن خلیج بنگال کے ساحل سمندر پر واقع ہے۔ چانگام کے ضلع سے  
 مات ندی کا دہانہ اس کو الگ کرتا ہے۔ اوکھیار گھاٹ کے پاس دونوں اضلاع  
 کی سرحدیں ملتی ہیں۔ کوکسیر بازار سے اکیاب ضلع کی سرحد تقریباً ۲۴ میل اور  
 شہر اکیاب تقریباً ۱۱۰ میل دکھن پورب ہے۔ رامو جہاں عہد عالم گیر میں  
 سپلاز بزرگ امیر خاں کے ایک فوجی دستہ نے میر تقی کی ماتحتی میں پہنچ کر  
 اداکانیوں کو شکست دیا تھا، وہاں سے فاصلہ اور کم ہے۔ چانگام بہت زیادہ  
 ایک اداکانی سلطنت میں شامل رہا۔ ۱۷۳۳ء سے ۱۷۶۲ء تک اداکان کی  
 سلطنت بنگال کے مسلمان حکمرانوں کی ماتحتی میں رہی اور وہاں اسلامی اثرات  
 میں اضافہ ہوا۔ راجاؤں نے اپنے ناموں میں اسلامی نام بھی شامل کیا اور

۱۔ دیکھئے ص ۱۰۰

۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں اکیاب ضلع کا رقبہ ۳۹۵۰ مربع میل اندر آبادی ۲۶۶۲۸۱  
 تھی جس میں دو لاکھ ۸۰ ہزار و ۴۰۰ افراد مسلمان اور ایک لاکھ ۵۵ ہزار و ۵۰۰ مسلمان تھے  
 مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۲۲٪ و ۳۲٪ تھا۔ اس ضلع میں اکیاب میں بیا۔ کیو کٹا اور جھوٹی  
 ڈیوگ چار سب ڈویژن اور وٹاؤن شپ تھے۔ جھوٹی ڈیوگ سب ڈویژن۔ اتر میں میونڈی  
 کے کنارے چانگام اور چانگام ہل ٹریکٹ کے قریب ہے۔ ۳۵ دیکھئے ص ۳۶، ص ۴۱ اور ص ۶۳-۶۴



کلیہ شریف کے ساتھ اپنے سگے ڈھلے پرتگالی قزاقوں کے مظالم سے تنگ آکر  
چانگام کے بہت سے مسلمانوں نے اراکانی سلطنت میں پناہ لیا تھا اور بہت سے  
مسلمان اراکانی دربار میں معزز عہدوں پر فائز تھے۔ ان میں سکندر نامہ، مفت پیر،  
اور تحفۃ النصائح کے مترجم شہور شاعر علاول (متوفی ۱۶۸۰ء) بھی تھے۔ شہنشاہ  
اورنگ زیب کے سپہ سالار میر جملہ سے شکست کھانے کے بعد بنگال کے صوبہ دار شاہ شجاع  
نے ۱۶۶۶ء میں اراکانی راہہ سندھ آتھو دما کے دارالحکومت موروننگ میں پناہ لیا تھا۔ غرض  
کہ چانگام اور اکیاب کے درمیان بہت زیادہ سے تعلقات رہے ہیں۔ انگریزی دور حکومت  
میں ایک ہی سلطنت کا حصہ ہونے کی وجہ سے تعلقات ہیں مزید اضافہ ہوا۔ اس صدی  
کے اوائل میں اکیاب ضلع کی چار لاکھ ۸۲ ہزار آبادی میں ایک تہائی مسلمان تھے۔ ضلع  
اکیاب اور اناکان ڈویرن کا صدر مقام اکیاب شہر کلڈان ندی کے دہانہ پر واقع ہے۔  
۱۹۰۱ء میں یہاں کی آبادی ۳۵۶۸۰ تھی۔ یہ برہما لاچوتھا بڑا شہر تھا اور شہر  
میں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی۔ اراکانی راجاؤں کا قدیم دارالحکومت میووننگ  
اندوونی مشرقی حصہ میں لیرونڈی کے قریب ایک ٹاؤن خیم کا صدر مقام ہے۔  
جو کیو کٹا سب ڈویرن میں شامل ہے۔ آزادی کے بعد برہمنوں نے اکیاب کا نام  
سرتوے رکھا ہے۔

حضور قبلہ ندیس برہما کے تین حلقہ برہما کے دارالحکومت رنگون میں سندھ پرا

۲ دیکھے ص ۸۳-۸۱

۱ دیکھے ص ۱۱۳-۱۱۱

۲ دیکھے ص ۵۸-۵۷

ہندو پرانک اور بلی بازار میں تھے۔

تیس غائب ہے کہ یہ تینوں یعنی مولوی عبداللہ صاحب مرحوم، مولوی دلی احمد صاحب مرحوم اور مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم شمالی ہندوستان کے باشندے تھے اور ننگون میں کاروبار تجارت کی غرض سے مقیم تھے۔ پہلے برما میں اعظم گڑھ ضلع کے بہت سے مسلمان تجارتی مقاصد سے آباد تھے۔ اب بھی ملائیشیا میں وہ کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں ننگون کی آبادی ۲۳۴،۸۸۱ تھی اور یہ سلطنت ہند کا چھٹا بڑا شہر تھا۔ ہندوستانیوں کی آبادی ۱۳،۷۱۳ تھی۔ شہر میں ۸۳ ہزار ہندو اور ۲۳ ہزار مسلمان تھے۔ ۱۸۵۰ء کے غدر میں دہلی کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو معزول کر کے انگریزوں نے اُن پر مقدمہ چلایا۔ اور ۱۸۵۸ء میں ننگون میں قید کر دیا جہاں ۱ نومبر ۱۸۶۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔

حضرت قبلہ قدس سرہ کے خلیفہ جناب ماسٹر محمد علی صاحب جوان دہوں

۱۔ برما کا دار الحکومت ننگون ساحل سمندر سے ۲۱ میل اوپر ملینگ یا ننگون ندی کے شمالی کنارے پر آباد ہے۔ شہر کے کچھ نیچے اتر پردیپ سے پیگولہ دی اور اتر سے پزون ڈونگ کریک آکر ملینگ ندی سے مل جاتی ہے۔ یہ شہر ۱۶ درجہ ۳۰ دقیقہ شمال اور ۹۶ درجہ ۱۱ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں

مسلمانوں کی آبادی ۱۲،۰۷۳ تھی۔ ایسٹل گزٹیر آف انڈیا جلد یازدہم ص ۲۲-۲۱۸

۲۔ تانوس المشاہیر جلد اول ص ۳۵-۱۲۴، ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ ڈاکٹر کاکی کنکر دت

لاکھیت، کراچی پاکستان میں مقیم ہیں۔ وہ کوریا پارضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے حضور قبلہؐ اُن کی صاحبزادی کی تفریبات دی میں شریک ہوئے تھے اور اس سلسلے سے کوریا پار تک پیادہ گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ باطلہ بھی ساتھ تھے۔ جناب ماسٹر محمد غلٹی صاحب گورکھ پور میں تارکی تعلیم کے ذمہ دار تھے۔ اس لئے ماسٹر کہلائے تھے۔

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے خلفاء میں ہادیبا و مرشدنا الحاج الحاج حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام الشرفیضہ سب کے بعد آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔ لیکن ان کے فضیل و کرم سے اپنی ریاضت اور محنت پیر و مرشد سے اپنی بے پناہ عقیدت اور گہری وابستگی کے سبب حضور قبلہ قدس سرہ کی نگاہ میں سب سے زیادہ عزیز اور معزز و محترم ثابت ہوئے اور حضور قبلہؐ کی حیات ہی میں آپ نے اُن کے

لہ کوریا پار کو کچھ لوگ کوٹریا پار بھی کہتے ہیں۔ کوریا پار تحصیل کھوسی کوپانگ بلاک میں شہر اعظم گڑھ سے تقریباً اٹھارہ میل پورب اور قصبہ محمد آباد گوہل سے تقریباً ۵ میل اتر پورب کوپانگ سے محمد آباد جانے والی سڑک پر کوپانگ اسٹیشن سے تقریباً ۵ میل اتر پچھمال زر جا کے قریب واقع ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے خلیفہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی اسی مال زر جا کے قریب فتح پور کے رہنے والے تھے۔ سید اقبال احمد صاحب نے اپنی کتاب سیراز ہند میں مفہرالا حدیث کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ یار محمد نامی ایک بزرگ دہلی سے جون پور آئے (بقیہ ماشہ ص ۲۸۶ پر)

حکم سے نیابت کے فرائض انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ آپ کی ذات والا صفات  
 ایک چشمہ فیض کی حیثیت رکھتی ہے جس سے ہزاروں ہزار انسان سیراب ہو رہے  
 ہیں۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے اس سلسلہ عالیہ کو بڑی ترقی نصیب ہوئی ہے۔  
 پچھم میں گاموغل اور مدینہ طیبہ سے پورب میں میر علی ضلع چانگام اور آسام  
 کے گولپارہ تک اور اتر میں بالا کوٹ ضلع ہزارہ سے دھن میں نیگورہ تک  
 ہزاروں انسان آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر پیچھے مسلمان بن گئے ہیں  
 اور ان کے قلب اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے نور سے جگمگا اٹھے ہیں۔  
 قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رح اور اپنے پیر و مرشد الحاج حافظ  
 حامد حسن صاحب علویؒ کے سوانح حیات آپ کے مرتب کر کے شائع کرایا ہے  
 اور زیر نظر کتاب آئینہ روسی بھی آپ کے فیوض و برکات اور آپ کی نگاہ کرم  
 کا نتیجہ ہے۔

یدان ذاتے کہ اسلافش بیاں خلعت الرشید آں را  
 یان ذاتے کہ تحسین جنید و بایزید آں را  
 باں ذلتے کہ گویند حضرت حافظ سعید آں را  
 باں ذاتے کہ من نالہ کشر هل من مزیں آں را

بدہ یارب ز فضل او مرا ذوق خدا داری

[بقیہ حاشیہ ۳۸۵ کا]

اور فیروز شاہ تغلق نے کوٹریا پار یکیر پور اور پاک میر شہرت کے تین سواضات ان کو جاگیر میں  
 دیے۔ شیرازہ سندھ جون پور ص ۷۵۹ ۷۵۹ دیکھئے ص ۷۵۹ خط اخلاص حضرت  
 پیر مرشد قبلہ مدظلہ۔ بنام علامہ محمد رفیع مودودی ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۵ء



اعلیٰ حضرت الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادا م الشرفیہ کا  
 تعلق ضلع اعظم گڑھ (اُتر پردیش) کے مغربی حصہ تحصیل پھول پور سے ہے۔ آپ  
 کا آبائی وطن موضع نو ناری۔ بلاک مارٹن گنج۔ تھانہ سرانے میر، تحصیل پھول پور  
 ہے۔ جو منگنی ندی کے دھن، برداہ سے پھول پور کو جانے والی خام سڑک پر  
 برداہ سے ۱۲ میل (۲۰ کیلو میٹر) اُتر پورب اور تحصیل کے صدر مقام پھول پور  
 سے ۱۷ میل (۲۷ کیلو میٹر) دھن سڑک سے پورب، ۲۵ درجہ ۵۸ دقیقہ  
 ۶۷ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۵۰ دقیقہ ۲۳ ثانیہ مشرقی طول البلد پر  
 واقع ہے۔ موضع نو ناری کے اُتر چھتے پور، اُتر پورب۔ بلہری امام علی، پورب  
 میں پھر ہامو اور دنگ ڈیہ۔ دھن میں خاص ڈیہ۔ دھن پھیم میں کون راہ گنی اور

۱۔ اُتر پردیش میں پھول پور نام کی دو تحصیلیں ہیں۔ ایک ضلع الہ آباد کے شمالی مشرقی  
 گوشہ میں گنگا کے اُتر۔ اور دوسری ضلع اعظم گڑھ کے مغربی حصہ میں۔ ضلع اعظم گڑھ کی پھول پور  
 تحصیل کا نام پہلے اس کے صدر مقام ماہل کے نام پر تھا۔ جو پرگنہ کا بھی صدر مقام ہے۔ پھر  
 تحصیل کا صدر مقام ماہل سے اُتر پورب اور دہ تبدیل کر دیا گیا، جو اس وقت اس تحصیل میں  
 ایکس پلاک کا صدر مقام ہے۔ سو شاہ گنج میٹر گنج لاس کی تعمیر کے بعد انتظامی آسانی کے  
 خیال سے اس تحصیل کا صدر مقام پھول پور منتقل کیا گیا، جو نواسی روڈ اسٹیشن کے نصف  
 میل دھن اعظم گڑھ سے شاہ گنج کو جانے والی پختہ سڑک پر ایک مشہور قصبہ تحصیل پھول پور  
 کا رقبہ ۲۲۱ مربع میل اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۵۷، ۲۹، ۲۲ نفوس ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۷ پر)

پچیم میں دو بھنواں ہے۔ برداہ ضلع اعظم کی تحصیل لال گنج میں ایک تھانہ کا صدر مقام ہے۔ جو جون پور اعظم گڑھ روڈ پر واقع ہے۔ یہاں سے جون پور ۱۲ میل دکن پچیم اور اعظم گڑھ ۳۰ میل اتر پور تک۔ قصبہ پھول پور سے نصف میل اتر کی طرف پھول پور کا ریلوے اسٹیشن خراسان روڈ ہے۔ زنانہ سے ڈھائی میل (چار کیلو میٹر) دکن قدرے پچیم مخدم پور ہے۔ وہاں برداہ سے آنی والی سڑک دو شاخوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک لوناری کی طرف آتی ہے اور دوسری اتر پچیم کی طرف دیدار گنج کو جاتی ہے۔ جو ضلع کے مغربی حصہ میں ایک تھانہ کا صدر مقام ہے اور عہد اکبری کے راجہ دیدار جہاں کے نام پر آباد ہے۔ دیدار گنج سے یہی سڑک اتر میں دیدار گنج روڈ اسٹیشن (ابناری) کو جاتی ہے۔ لوناری کا تھانہ سرائے میر ہے، جو اعظم گڑھ کی صدر تحصیل میں مشہور قصبہ اور ریلوے اسٹیشن ہے۔ سرائے میر سے جعفر پور۔ نور پور، دیدار گنج ہوتے ہوئے ایک پچیم

۱۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۷ کا ۲۔

اس میں اترولیا، کوٹلیا، اہرولہ۔ پوئی۔ پھول پور اور ماٹن گنج چھ بلاک اور ۱۰۷۲ مواعظ ہیں۔ امیرلی گزٹیر آف انڈیا جلد ششم صفحہ ۱۵ اور جلد ہفتم صفحہ ۲۶ اعظم گڑھ ضلع سنہ ۱۹۶۱ء۔ ۱۹۶۲ء۔ آباد ۱۹۶۱ء۔ ۲ شاہ گنج طلبش سے خراسان روڈ ۲۲ کیلو میٹر اور سرائے میر ۱۰ کیلو میٹر پورب ہے۔ مو جکشن سے سرائے میر ۸ کیلو میٹر اور خراسان روڈ ۸ کیلو میٹر پچیم ہے۔ ۲ شیراز بند جون پور رسید محرقبال صفحہ ۲۳ راجہ ارادت جہاں کا خاندان۔ ۳ ضلع اعظم گڑھ کی تحصیل میں اعظم گڑھ سے ۱۶ میل پچیم سرائے میر مشہور قصبہ اور نامتھ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹ سے)

سڑک شاہ گنج سے دکن سرائے کھیتا دیوے اسٹیشن کو جاتی ہے اور جون پور فیض آباد سے ملتی ہے۔ جعفر پور میں جہاں سرائے میر سے سرائے کھیتا کو جانے والی پختہ سڑک بردہ سے پھول جانے والی خام سڑک کو عبور کرتی ہے۔ سرائے میر سے ۳ ۱/۲ میل پچیم اور ۱۲ مارچی سے ۳ ۱/۲ میل اتر ہے۔ موضع لوناری من گئی ندی کی وادی میں سرائے میر سے ۱ ۱/۲ میل دکن پچیم، خراسن روڈ اسٹیشن سے ۸ میل دکن، کھیتا سرائے سے ۹ میل پیمدب، شاہ گنج جکشن سے ۱۱ میل پورب قدرے دکن دیدار گنج سے پونے پانچ میل دکن پورب، حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کے وطن کوٹنڈہ سے ۳ میل دکن پورب، جون پور سے ۷ میل اتر پورب، بنارس سے ۳۵ میل اتر اور عظیم گڑھ سے ۲۲ میل دکن پچیم واقع ہے۔

الحاج حضرت مولانا محمد سعید رحال صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ اخیر عشرہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ (۲۶ رمضان المبارک کے قریب) اوائل نومبر

[بقیہ حاشیہ ۳۸۸ کا]

ہائپرین دیوے کا اسٹیشن ہے۔ یہاں حضرت خذرم سید عاشقان رح کا مزار شریف ہے۔ مزار شریف میں گنگو لا پھر آہستہ آہستہ سنگ مرمر میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ سرائے میر کا مدرسہ اصلاح پورے ہندوستان میں مشہور ہے۔ اسکے سربراہ حضرت شاہ نصیر الحق رح کے صاحبزادے اور حضرت قطب الدین بنیادل (متوفی ۱۹۱۵ء) جگہ پورے کے محلہ حضرت شاہ نور الحق رح کے نام پر ہے۔ ان کا مزار قصبہ سور پور ضلع فیض آباد کے متصل جعفر پور میں بحوالہ جناب سید من الحسن صاحب کراولہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد یکم مارچ ۱۹۴۲ء

۱۔ موضع لوناری میں تین لڑے ہیں۔ قصبہ ۸۲، ایکڑ ہے ۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں یہاں کی آبادی ۱۳۲۰ نفوس تھی۔ عظیم گڑھ ضلع سنس پینڈیک ۱۹۶۱ء ص ۲۸۶

۱۹۰۷ء میں اپنی تخیال موضع چھتے پور۔ تھانہ سرانے میر تحصیل پھول پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ چھتے پور، نوناری سے سو اسیل اتر برداہ سے پھول پور جانے والی خام سڑک سے کچھ پچھم ۲۵ درجہ ۵۹ دقیقہ ۱۸ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۵۵ دقیقہ ۳۲ ثانیہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ نوناری اور چھتے پور کے درمیان من گئی ندی پچھم سے پورب کو جاتی ہے۔ چھتے پور سے اتر کوریا لڑاں، پورب میں چک روشن حیدری۔ دکن پورب میں پلہری امام علی، دکن میں نوناری، پچھم میں صلاح الدین پور اور اتر پچھم میں بھرا اور ہارون پور ہے۔ چھتے پور سے ایک ڈیڑھ میل پورب روڑہ اور قصبہ فتح پور ہے۔ جہاں نصیر الحق قلندر کا مزار ہے۔ چھتے پور سے جعفر پور، دو ڈھائی میل اتر ہے۔ جہاں سے سرانے میر، پھول پور اور دینا گنج کو سڑکیں جاتی ہیں۔ نوناری کا ڈاک خانہ رنگ ڈیہہ اور چھتے پور کا ڈاک خانہ بکھرا ہے۔ یہ دونوں ڈاک خانے سرانے میر سب آفس کی ماتحتی میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے والد محترم کا اسم گرامی حافظ عبد الستار خاں مرحوم اور دادا جان کا نام غلام بخش خاں مرحوم اور نانا جان کا نام حاجی الہی بخش مرحوم تھا۔ والدہ محترمہ کا نام بی بی فاطمہ ہے۔ ابھی حیات میں اور شہر اعظم گڑھ میں اپنے چھوٹے صاحبزادے جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل ام۔ ال۔ اے کے ساتھ

لے چھتے پور۔ بلاک بارٹن گنج، تحصیل پھول پور اس موضع کا رقبہ ۲۸۰ ایکڑ ہے۔ اس میں چار ٹوٹے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں آبادی ۱۷۷ تھی۔ اعظم گڑھ ضلع سنسینڈیک (۱۹۶۱ء) ص ۲۸۷

سہ سرانے میر ضلع اعظم گڑھ پوسٹل انڈکس نمبر ۳۰۵، ۲۷۶ -



رہتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی نانی محترمہ پطر سن ضلع جون پور کی لہنے والی تھیں اور دادی جان مرحومہ کامیکہ منگراٹواں، کھانہ گھیر پور، ضلع اعظم گڑھ تھیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کی شادی منگراٹواں میں اپنی دادی مرحومہ کے خاندان میں جناب محمد بشیر صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ خاندان کے تمام دوسرے افراد ابھی نوناری میں آباد ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ اور آپ کے برادر عزیز مولوی محمد مسعود صاحب وکیل نوناری سے منگراٹواں منتقل ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا جان جناب خدابخش خاں مرحوم بڑے خوش حال کاشتکار، بڑے مخیر اور جہان نواز بزرگ تھے۔ مکان نوناری میں بستی سے دکن تھا۔ لیکن دالان بستی سے بالکل اتر۔ سرسے میر اور خراسان روڈ اسٹیشن

۱۵۔ اس کو قصبہ نیگہ کہتے ہیں۔ جو ڈیرہ سے ۵ میل دکن پورب کا طرف ہے۔ یہاں حضرت نصیر الحق قلندر مدد کامزاد ہے۔ جن سے حضرت قطب الدین بنیاد دل مدد متوفی ۱۵۱۹ء کی ہمشیرہ کی شادی ہوئی تھی۔ آپ کے چھ بچوں میں صرف نور الحق مدد زندہ ہے۔ نور پور کے سادات حضرت نور الحق مدد کی اولاد میں ہیں۔ آپ کامزاد قصبہ سر پور ضلع فیض آباد سے متصل ظفر پور میں ہے۔ آپ کا جرنیل

حضرت سید ابوالعالی مدد کامزاد۔ معالی پور ضلع فیض آباد میں ہے۔ معالی پور جلال پور سے سات میل دکن پور سے ۳۰ میل ہے۔ نوناری سے سات میل دکن پور ضلع جون پور کے حدود میں سونگر

نامی بستی ہے۔ جہاں حضرت قطب الدین بنیاد دل مدد نے قیام فرمایا تھا۔ یہاں ایک خاص سانب جہاں کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ پورا کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔ اس موضع میں آپ کے فیض سے کسی کو سانب نہیں کاٹتا۔ سانب کے کاٹے ہوئے مرلین اس بستی (بقیہ حاشیہ ص ۳۹۲)

کی طرف سے آنے والے مسافروں کو نواری کی آبادی میں سب سے پہلے ہی دالان  
 ملتا تھا۔ ہر روز مسافروں اور بھائیوں کے لئے کچھ فاضل کھانا تیار کرا کے رکھتے تھے  
 اور اگر تعداد کچھ زیادہ ہوتی تو پھر فوراً تیار کرایا کرتا تھا۔ ہر وقت یہ خیالی رہتا تھا  
 کہ کسی بہانہ کو تکلیف نہ ہونے پاسے۔ اپنے بچوں میں حیرات، ہمت اور بہادری  
 کو پسند فرماتے تھے اور کسی سیت ہمت اور بزدل خاندان میں شادی بیاہ کے  
 رشتہ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی دلدی مرحومہ نے آپ کو برطے  
 لاڈ و پیار سے پالا۔ برابر بالائی اور دوسری نفیس اور لطیف چیزیں کھلاتی  
 تھیں۔ کھانے کا مسالہ بالکل باریک اور سفوف ہونے کے باوجود کپڑے  
 میں چھان لیا جاتا تھا۔ اور ہمیشہ آپ کے لئے اعلیٰ قسم کے کھانے کا انتظام  
 رہتا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ امام الشریعہ کے سامنے کھانے کے سلسلہ میں  
 ان باتوں کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں ہے۔ آپ کے سامنے مرغ پلاؤ اور  
 دال روٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تعلیم اپنے وطن نواری میں شروع ہوئی۔ گیارہ سال کی

ذبیحہ حاشیہ ۳۹۱ کا

کے حدود میں شفا یاب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قطب الدین بنیاد دل کا مزار شہر جون پور کے محلہ  
 حن پورہ میں جبل کی پشت پر مرجع خلافت ہے۔ بحوالہ سید عین الحسن صاحب سکا اول  
 ملاحظہ صلیح فیض آباد، اعلیٰ حضرت پر درمشت قبلہ ملاحظہ اور شیراز منہد جون پور

۱۹۱۸ء میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم چھٹے پور  
اور نور پور کے درمیان بکرا ہوئی۔ ۱۹۱۵ء میں مدرسہ ضیاء العلوم کانپور سے عالم  
اور ۱۹۲۶ء میں مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور سے فاضل کی سند حاصل کی۔ آخری  
کتابیں مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں پڑھیں۔ ۱۹۳۳ء میں میٹرکولیشن کا اور ۱۹۳۶ء میں  
طیب کا امتحان پاس کیا۔

فراغتِ تعلیم کے بعد ۱۹۲۸ء میں مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں سائز م ہوئے اس  
وقت عمر شریف اکیس سال تھی۔ ۱۹۳۸ء تک وہاں کام کرتے رہے۔ قیام الہ آباد  
کے زمانے ہی میں جون ۱۹۳۷ء میں الحاج حضرت علامہ حسن صاحب علی سے ملاقات  
کا شرف حاصل ہوا۔ اور تصوف کے متعلق آپ کے ذہن سے تمام شبہات دور  
ہو گئے۔ آپ حضور قیام کے دامن تربیت سے وابستہ ہو گئے۔ آغازِ تعلیم کے  
۹ ماہ بعد اپریل ۱۹۳۸ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دو سال بعد ۱۹۴۰ء میں  
اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حصولِ بیعت کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ نے محمدیہ الہ آباد کی ملازمت  
سے استعفاء دیا اور شگرائوں چلے آئے۔ اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۱ء تک اپنا سارا  
وقت یاد الہی میں صرف کرتے رہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے لئے یہ بڑی آزمائش  
اور ابتلا کا زمانہ تھا۔ لیکن ”ہر چہ از دوستی رسید نیکوست“ کے مصداق  
تمام آزمائشوں اور پریشانیوں کو نہایت میرو مشکر کے ساتھ برداشت  
کیا۔ اور تسلیم و رضا کا اعلیٰ نمونہ بنے رہے۔

دوسری جنگ عظیم کے زمانہ میں ۱۹۴۱ء میں شیلی ہائی اسکول اعظم گڑھ میں غریب کے ٹیچر مقرر ہوئے اور اپنے فرائض منصبی باحسن وجوہ انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ دوران ملازمت میں بھی فرمت کے زمانہ میں تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں سفر کیا کرتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اکثر و بیشتر رشتہ و ہدایت کی غرض سے سفر ہی میں رہے۔ سفر سے واپسی کے بعد کبھی شہر اعظم گڑھ میں اپنی قیام گاہ پر کبھی اپنے چھوٹے صاحبزادے صاحب کے یہاں علی گڑھ میں اور زیادہ تر منگراڈاں ضلع اعظم گڑھ میں مقیم رہے۔ ۱۹۷۳ء میں بڑی صاحبزادی صاحبہ کے انتقال کے بعد سے اب زیادہ تر قیام شہر اعظم گڑھ میں ہے اور اکتوبر ۱۹۷۳ء کے بعد سفر میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔

۱۹۷۲ء تک اعلیٰ حضرت قبلہ عالم اداۃ الشرفیہ کو پانچ بار حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ پہلی بار ۱۹۵۵ء میں، دوسری بار ۱۹۶۱ء، تیسری بار ۱۹۶۷ء، چوتھی بار ۱۹۷۱ء، اور پانچویں بار ۱۹۷۳ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ کو زیارت خانہ کعبہ اور دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۷۱ء میں بصرہ شریف، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، بغداد شریف اور سلمان پاک کی زیارت سے شرف ہوئے۔

بڑے عظیم منہد و پاکستان کے اکثر شہروں اور دیہاتوں میں جہاں کہیں بھی مذہب کا کام ہو رہا ہے، قشربے لے گئے ہیں اور سلسلہ کے بزرگوں کے مزارات



یہ بھی حاضری ہوئی ہے۔ دہلی۔ اجیر شریف اور سرسند شریف جا چکے ہیں۔ وادی  
 کاغان کے دیانہ پر بالا کوٹ ضلع ہزارہ جا کر امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور حضرت  
 مولانا اسماعیل شہیدؒ کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ مشہد بالا کوٹ کی زیارت کی اور  
 گریڈ بھی حبیب اللہ جہاں حضرت امیر المومنینؒ کا سر مبارک دفن ہے۔ وہاں بھی  
 زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مشرق میں ڈھاکہ اور چانگام کئی بار گئے ہیں جنہوں  
 قبہ قدس سرہ کے ساتھ بھی تبلیغی سفر میں چانگام اور ڈھاکہ جانے کا اتفاق  
 ہوا ہے۔ میرسرانے ضلع چانگام کے پاس نئے پاش میں امیر المومنین حضرت  
 سید احمد شہیدؒ کے نامور خلیفہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ۔ تاکہ تہ  
 کلکتہ میں قطب انشا حضرت صوفی سید فتح صاحب ویسیؒ اور فرزند شریف  
 ضلع ہوگلی میں حضرت مولانا ابوبکر صاحب صدیقیؒ اور حضرت مولانا شاہ غلام  
 سلمانی صاحبؒ کے دربار میں حاضری ہو چکی ہے۔ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی میں  
 قطب انشا یوسف زماں حضرت سید خید الباری شاہؒ کے دربار گہر بار میں کئی بار  
 مہینوں تک قیام کا اتفاق ہوا ہے۔ شمالی مشرق میں جوگی گھوپا کے پاس  
 ودیلے برہمپر کو عبور کر کے قصبہ گوالپارہ تاکہ گئے ہیں۔ ہفتیاں ضلع پورنیہ میں  
 جہاں حضرت حامد حاند سن صاحب قبہ قدس سرہ نے سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت  
 کے لئے خانقاہ قائم کیا تھا کئی بار شریف لے گئے۔ رشید پوریت کے سلسلہ میں  
 دہلی حضرت قبہ بنقلہ نے بارہا کلکتہ، دہلی، ممبئی، طراپانگر، جمشید پور، گیا، کھٹانوالہ  
 ضلع نالندہ (پہلے ضلع پٹنہ)، چترال ضلع بیرکھوم اور پٹنہ عظیم آباد کا سفر کیا ہے۔ اور

اسی مقصد کے تحت حضور قبلہ عالم ادا م الشرفیوضی نے بنگال - آسام - بہار - اٹلیہ اور  
 آئرلینڈ کے بہت سے قصبات اور ہواضعات کا دورہ کیا ہے۔ اگر اللہ کے کسی بندہ  
 کو اللہ کی تلاش ہے تو خواہ وہ کتنی ہی دوری پر ہو اور راستہ کتنا ہی پیچیدہ اور دشوار  
 گزار ہو، اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مظلہ کو سفر کی تمام دشواریاں اور پریشانیوں کے باوجود اس  
 بندہ خدا تک پہنچنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں۔ بلکہ اللہ کے اس بندہ کو اللہ سے ملائے  
 کے لئے بے چینی اور بے قراری اور اس مقصد پر ہوجانے کے بعد سرت و شادمانی محسوس  
 فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مجدد مرشد قبلہ مظلہ کو اپنے مریدین اور متوسلین سے بڑا پیار اور  
 بڑی محبت ہے۔ ان پر بڑا شفقت و سخاوت اور مہربانی کی نظر رکھتے ہیں۔ جب عظم گڑھ  
 علی گڑھ یا منگراواں میں مقیم ہوتے ہیں تو بڑے عظیم کے طول و عرض سے ہر روز پانچ سے  
 پندرہ تک خطوط مریدین اور متوسلین کے آتے ہیں۔ ان تمام خطوط کو پڑھنے کے فوراً  
 بعد خود اس کا جواب لکھتے ہیں۔ اور یہ خطوط اس روز ڈاک میں ڈالے جاتے ہیں۔  
 بعض مخصوص حالات کے سوا خطوط کے جواب عموماً مختصر تحریر فرماتے ہیں۔ مریدین اور  
 متوسلین کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے باخبر رہتے ہیں۔ ان کے لئے دعا فرماتے ہیں  
 ان کے دینی مشاغل کی نگرانی کرتے ہیں۔ ضروری ہدایات دیتے ہیں اور دنیاوی کاموں کے  
 سلسلہ میں ضروری مشوروں سے نوازتے ہیں۔

متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہر شخص کا نام یاد رکھتے ہیں۔ کوئی مرید  
 کافی طویل عرصہ کے بعد بھی حضور قبلہ مظلہ کی خدمت عالی میں حاضر ہو تو اس کا نام فوراً

یاد آجاتا ہے۔ اکثر اس کے علاوہ کا نام بھی یاد رہتا ہے۔ چونکہ روزانہ خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر حضرات خط و کتابت کے سلسلہ میں جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ بھیجتے ہیں۔ تاکہ پتہ تلاش کرنے اور اس کے لکھنے میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو اور جواب فوراً آجائے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ جہاں کہیں بھی تشریف رکھتے ہوں سریدین اور <sup>سٹلین</sup> پر دانہ وار آپ کے پاس پہنچتے رہتے ہیں۔ منکرانوں اور انٹیم گروپوں میں کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا کہ کچھ نہ کچھ جہان موجود نہ ہوں۔ عمر کا ایک سے لے کر سات جہان تک اور کبھی کبھی کچھ زیادہ بھی موجود رہتے ہیں۔ ایک آتا ہے، دوسرا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے جہانوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں اور ہر طرح ان آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کے صاحبزادے پوتے اور نواسے بھی جہانوں کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں حضرت قبلہ مدظلہ تمام لوگوں سے نرمی، اخلاق اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ لیکن دنیاوی حیثیت سے بااثر اور معزز حضرات اور اپنے قریب ترین امیر و کبیر رشتہ داروں کے مقابلہ میں اللہ کی یاد میں مشغول غریب ترین انسان کو ترجیح دیتے ہیں۔ منکرانوں میں جہاں کھینچ موجود ہے۔ جہانوں کے لئے دسترخوان پر بالائی، گھی، دودھ، دہی موجود رہتا ہے۔ عابری خاں ساری اور جہان لازمی کا یہ عالم ہے کہ منکرانوں میں اگر اسرار باوجود نہ ہوں، تو کبھی کبھی اپنے پوتوں کے ساتھ جہانوں کا کھانا خود اندر سے لاتے ہیں۔ تاکہ جہانوں کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو۔ کبھی کبھی جلتے وقت کچھ تحفہ بھی جہانوں کو دیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مظلہ کے اوقات بالکل متعین اور منضبط ہیں اور غیر معمولی حالات کے سوا کبھی ان میں فرق نہیں ہوتا۔ موسم گرما میں رات کے دو بجے اور موسم سرما میں تین بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے ہیں۔ نیند پر ایسا قابو ہے کہ فجر کی اذان شروع ہوئی اور سحری کے اذان ختم ہوئی اور بیدار ہو گئے اور اتنے قلیل ترین وقفہ کی نیند بھی فرحیت اور تازگی کا باعث ہو جاتی ہے اپنے پیرومرشد حضرت علامہ حامد حسن صاحب علویؒ کی طرح رات میں تھوڑی تھوڑی دیر پر بیدار ہوتے رہتے ہیں۔ اشراق کے بعد ناشتہ تناول فرما کر آرام فرماتے ہیں۔ چاشت کی نماز کے بعد بھی مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ دن کا کھانا نماز ظہر سے کچھ قبل اور رات کا کھانا نماز مغرب کے فوراً بعد تناول فرماتے ہیں۔ قرآن شریف نماز ظہر کے بعد تلاوت فرماتے ہیں۔ عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک کا وقفہ تلقین و ارشاد میں صرف کرتے ہیں۔ فجر اور مغرب کے بعد تقریباً ایک ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ نفی و اثبات کے ذکر اور دوسرے اذکار الہیہ کئے تہجد کے بعد کا وقت مقرر ہے۔ اس کے بعد نماز فجر تک توہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت پیرومرشد قبلہ مظلہ کا قد مبارک ۵ فٹ ۸ اینچ اور وزن تقریباً ۷۰ من ہے۔ جسم مبارک دھیرا، گداز اور لمبی ہے۔ رنگ ہلکا سا ڈالا، بال بگندمی ہے۔ سر مبارک بڑا، پیشانی کشادہ اور ریش مبارک کے بال ہلکے ہیں۔ پیشانی مبارک پر سجدہ کے نشان کے پاس ایک چھوٹا سا مسابہ، جو خطمت اور اقبال مندی کی نشانی ہے۔ چہرہ مبارک پر نور کی تابانی اور درخشانی دیکھنے



کے لائق ہے۔ آپ کی مجلس میں آنے والا کوئی بھی شخص آپ کے روئے  
انور کی تابانی اور آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہ بہت ہی سادگی پسند ہیں۔ سادہ اور  
ہلکا کھانا پسند فرماتے ہیں۔ عام طور پر لنگی۔ گڑنا۔ صلیبی اور سفید گول ٹوپی پہنتے  
ہیں۔ باہر جانے پر پاجامہ اور شروانی بھی پہنتے ہیں۔ طبیعت میں نفاسست  
اور لطافت بہت ہے۔ انڈا اور بھی نہیں کھاتے۔ چائے نہیں پیئے۔ گوشت  
کے مقابلہ میں بڑی زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ گوشت کا ایک یا دو ٹکڑا تناول فرما  
پھلوں میں آم، خربزہ، انگور اور سیب مرغوب ہیں۔ کھانا بہت کم کھاتے ہیں۔  
اعلیٰ حضرت قبلہ مظاہر دینی اور دنیاوی معاملات میں اپنے مریدین اور  
متوسلین کے تساہل اور تغافل کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ جس طرح نماز پنجگانہ  
اول وقت میں اور اوراد و وظائف پورے اہتمام اور اس کی اہمیت کے ساتھ  
وقت معینہ پر پڑھنے کا حکم ہے۔ اس طرح دنیاوی معاملات، خالص منصبی  
اور حصول معاش کے کاموں کو بھی محنت، ایمان داری اور پوری ذمہ داری  
کے ساتھ انجام دینے کی امید کی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہ کبھی  
بھی اپنے مریدوں کو ان کے لباس وضع قطع، فروشی باتوں اور سیاسی مسئلہ کے  
بالے میں کچھ نہیں کہتے۔ وہ قلب کا علاج کر دیتے ہیں اور حیب قلب درست  
ہو گیا، تو پھر انسان سچے اسلامی پچھے میں ڈھل جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مظاہر کا موجودہ وطن موضع مشکرانوں جہان آباد کی

دادی محترمہ کا میکہ تھا۔ جہاں اُن کے آبائی خاندان میں آپا کی شادی ہوئی۔  
 ضلع اعظم گڑھ کی صدر تحصیل کے جنوبی حصہ میں شہر فا کی ایک بڑی بستی ہے اور  
 من گئی ندی کے طاس میں اندی سے ڈیرہ میل دکن ۲۵ درجہ، ۵۵ دقیقہ شمالی عرض البلد  
 اور ۸۳ درجہ ۱۲ دقیقہ مشرقی طول البلد پر اعظم گڑھ سے ۴۴ میل دکن پچم، جون پور سے  
 ۹۲ میل اور بنارس سے ۴۲ میل اتر پورب کی طرف واقع ہے۔ منگراواں کے ڈیرہ میل  
 پچم سے بنارس اعظم گڑھ روڈ گزرتی ہے جو چند میل اتر محمد پور میں، جون پور اعظم گڑھ  
 روڈ سے مل جاتی ہے۔ محمد پور سے اعظم گڑھ ۴۴ میل اتر پورب۔ بنارس اعظم گڑھ روڈ  
 پر بنارس سے ۴۲ میل اتر اور محمد پور سے دو میل دکن ایک مقام پر بند بازار  
 ہے۔ یہاں سے ایک پختہ سڑک دکن پورب میں مشہور تاریخی مقام مینہ نگر کو  
 جاتی ہے۔ مینہ نگر سے ۸ میل آگے کھار یا میں اس پختہ سڑک کی کئی شاخیں ہو جاتی  
 ہیں۔ ایک شاخ اتر پورب میں دس میل کے فاصلہ پر اعظم گڑھ۔ فاڑی پور روڈ  
 پر تحصیل محمد آباد کے قصبہ چریا کوٹ سے ملتی ہے۔ دوسری شاخ دکن میں  
 تحصیل لال گنج کے قصبہ منہاج پور جاتی ہے اور وہاں سے پچم رنج سڑک روڈ گاؤں  
 میں پھر بنارس اعظم گڑھ روڈ سے مل جاتی ہے کھار یا کو براہ راست اعظم گڑھ  
 پندرہ میل لمبی ایک پختہ سڑک کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے۔ کھار یا سے ایک خام  
 سڑک دکن پورب میں سات میل بعد چریا کوٹ سے اونری ہار جلنے والی  
 پختہ سڑک سے ملتی ہے۔

بند بازار سے مینہ نگر کو جانے والی پختہ سڑک پر دو میل کے فاصلہ پر



سڑک سے نصف میل دکن منگراواں بستی ہے۔ بختہ سڑک سے گاؤں میں دوسڑکیں جاتی ہیں۔ کچھ دور دکن جا کر دونوں سڑکیں مل جاتی ہیں۔ گاؤں میں جانے والی مشرقی سڑک پر ایک تالاب کے کنارے مدرسہ ہے اور مدرسے پر پورب ہائی اسکول ہے۔ یہ دونوں تعلیمی ادارے اعلیٰ حضرت قبلہ مظاہ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل اہل۔ اے کی کوششوں سے قائم ہوئے ہیں۔ بستی کی خاص آبادی سے اتر گاؤں کی سڑک کے کنارے وسیع اور کشادہ خیدگاہ ہے۔ بستی میں ۱۱ ٹولے ہیں اور چھ مسجدیں ہیں۔ جامع مسجد اعلیٰ حضرت قبلہ اہل الشریعہ کے مکان سے متصل اتر ہے۔

منگراواں اعلیٰ حضرت قبلہ مظاہ کے آبائی وطن نوناری سے ۴۴ میل پورب قدرے دکن اور حافظ حامد حسن صاحب علوی کے وطن کوہنڈہ سے ۲۵ میل دکن پورب ہے۔ سڑک کے ذریعہ محمد پور سے چار میل، اعظم گڑھ سے ۱۸ میل، جون پور سے ۳۲ میل، بنارس سے ۴۴ میل بینہ نگر سے ۱۴ میل۔ کھاریا سے ۱۲ میل، چتریا کوٹ سے ۲۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے نزدیک ترین ریلوے اسٹیشن نارنگھ انیسٹرن ریلوے کی موٹا شاہ گنج میٹر گنج لائن پر پھر یا ۱۷ میل اتر اور رانی کی سرائے ۱۹ میل اتر پورب ہے لیکن آمد و رفت کی زیادہ آسانی اعظم گڑھ، بنارس اور جون پور سے ہے۔

اے موضع منگراواں رائے پور، بلاک محمد پور تحصیل صدر اعظم گڑھ۔ رقبہ ۲۵۴۸، ایکڑ ۳۱۳۳، مکانات اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۲۵۹۹ نفوس۔ اعظم گڑھ ضلع بیننس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء۔ الہ آباد ۱۹۶۶ء۔

محمد پور ڈاکخانہ کا پوسٹل انڈیکس نمبر ۲۷۶۲۰۵ ہے۔



منگراٹواں کے اتر مقدم پور۔ اتر پورب میں سرجن پور، دکھن پورب میں خنجر پور۔  
 دکھن میں سلطان پور، دکھن پچھم میں سید علی پور اور پچھم میں مظفر پور اور تختنولی ہے۔ دکھن  
 پچھم میں تحصیل کی سرحد پر دھرسالا ٹال نامی ایک تحصیل ہے۔ منگراٹواں صدر تحصیل کے  
 محمد پور بلاک اور گنہیر پور تھانہ میں ہے۔ یہاں محمد پور کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ایک  
 چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مظلہ کے ایک صاحبزادے کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔  
 ان کے بعد حضرت قبلہ مظلہ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے ایک  
 اور ایک صاحبزادی ملکی موت کا حضور قبلہ کو صدمہ برداشت کرنا پڑا ہے۔ بڑی صاحبزادی  
 صاحبہ سے چھوٹے اور صاحبزادوں میں سب سے بڑے جناب سعد الدین خاں مرحوم تھے۔  
 بڑے بااثر، باوقار، وجیہ اور ادب و خوبصورت جوان تھے۔ ۱۹۶۳ء کے موسم سرما  
 میں پھر پاکستان کے پاس چلتی ہوئی ٹرین سے ڈاکوؤں کے نیچے ڈھیل دیا اور وہ  
 عین عالم جوانی میں شہید ہو گئے۔ یہ حادثہ جانکاہ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کے عشر  
 ثانیہ وسط فروری ۱۹۶۳ء میں پیش آیا۔ مرحوم کی صرف ایک صاحبزادی فرزانہ  
 عرف چینی بی بی یادگار ہیں۔ پہلے علی گڑھ میں چچا کے ساتھ تھیں۔ ان دنوں  
 اعظم گڑھ میں پڑھتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مظلہ کی بڑی صاحبزادی جناب بی بی رضوانہ صاحبہ حافظہ دار  
 تھیں۔ وہ طویل عرصہ تک مع اہل و عیال اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کے ساتھ رہیں  
 اور آپ کو حضور قبلہ کی خدمت کا بہت موقع ملا۔ ان کی شادی تحصیل کے صدر مقام

پھول پور سے پاس میل اتر نواح میں جناب صوفی محمد اظہار الحق خاں صاحب سے ہوئی تھی۔ جناب محمد اظہار الحق خاں صاحب کو شرفِ معیت حضور قبلہ مدظلہ سے حاصل ہے۔ وہ ماہل میں کاروبار کرتے ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ چند سال تک بیمار رہیں۔ غلی گڑھ اور اعظم گڑھ میں علاج ہوا۔ لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ حجرات ۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ = ۳۱ مئی ۱۹۷۳ء کو ۵ بجے شام میں اعظم گڑھ میں انتقال ہوا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کو دس کے بعد اولاد کی موت کا دوسرا شدید صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ حضور قبلہ ادام اللہ فیوضہ پر صاحبزادی صاحبہ کے انتقال کا گہرا اثر پڑا۔ لیکن اس صدمہ عظیم کو بھی اعلیٰ حضرت نے نہایت ہی صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیا۔

صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یادگار ہیں جناب اسرار الحق خاں، احتشام الحق خاں، فرحانہ خانم، عذرا خانم، اقبال الحق، صبیحہ خانم اور احسان الحق۔ والدہ کے انتقال کے وقت صبیحہ خانم (لیٹی بی بی) صرف پانچ سال کی اور احسان الحق (پیتو بابو) صرف ڈھائی سال کے تھے۔ اور یہ دونوں بچے اپنی دادی صاحبہ کے پاس نواح جانے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ چنانچہ ان دونوں چھوٹے بچوں کی پرورش و پرداخت کی نگرانی حضور قبلہ مدظلہ پر آگئی۔ بڑے صاحبزادے اسرار بابو نے

۱۔ نواح۔ بلاک او۔ تحصیل چکری۔ رقبہ ۳۵۸ ایکڑ اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۸۷ نفوس۔ اعظم گڑھ ضلع

سیٹس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء۔ الہ آباد ۱۹۶۶ء۔ نواح میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ ٹیری کے بڑے ڈاکخانہ

۲۔ دیکھئے صفحہ ۶۸-۶۹

کی ماتحتی میں ہے۔ پوسٹل انڈیکس نمبر ۲۷۱۴۱

جولائی ۱۹۷۱ء میں شبلی شینل کالج سے بی اے پاس کیا۔ پھر بی۔ ایڈ کی ڈگری حاصل

کی۔ ان دنوں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو امتحانات پاس کر چکے ہیں۔ تیسرے سال کا امتحان باقی ہے۔ تعلیم تقصوت کنگل ہو چکی ہے۔ برابر اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہے ہیں۔ سلسلہ کا بہت کام کیا ہے۔ کئی آدمیوں کو آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہونے کی توفیق عطا ہوئی ہے۔ والدہ کے انتقال کے چند روز پہلے رانی کی سرائے کے پاس شرعی طریقہ پر آپ کی شادی ہوئی اور مرحومہ نے بہو کو دیکھنے کے بعد انتقال کیا۔

بابو احتشام الحق خاں نے شبلی شینل کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ ان دنوں علی گڑھ میں ماموں جان کے ساتھ رہتے ہیں اور سلم پونی درسٹی علی گڑھ میں جغرافیہ میں آنرز لے کر بی۔ اے کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی نو اسی فرحانہ خاتم نے میٹرکولیشن کا امتحان پاس کیا اور ان دنوں اعظم گڑھ کے مدرسہ نسواں میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھ رہی ہیں۔ ان کی شادی بھی شرعی طریقہ پر مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے وطن پنڈول ضلع اعظم گڑھ کے لائق و فائق نوجوان بابو نشاط عالم صاحب سے ہوئی۔ بابو نشاط عالم صاحب کول مائٹس اتھارٹی کے تحت دھنبا د کے پاس کمار ڈوبی میں بجلی کے محکمہ میں اچھے عہدہ پر فائز ہیں۔ عزرا خاتم صاحبہ اور بابو ایثار الحق خاں دونوں اعظم گڑھ میں اسکول میں پڑھ رہے ہیں۔ صبیحہ خاتم کا بھی اسکول میں نام لکھا دیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام الشرفیضہ کے دوسرے صاحبزادے جناب طغرالدین خاں

صاحب مظلہ، انہوں نے اعظم گڑھ میں انٹر میڈیٹ تک تعلیم حاصل کیا۔ پھر کاشتکار کی طرف متوجہ ہوئے۔ بہت ہی سادہ، مستعد، محنتی اور کامیاب کاشتکار ہیں۔ انٹر کے فضل و کرم سے بڑی فراوانی اور خوش حالی ہے۔ بہت ہی با اثر، غریب پرور اور بہان نواز ہیں۔ قیام آپ کا منگراٹواں میں رہتا ہے۔ آب پاشی کے لئے بوزنگ کا انتظام ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مظلہ، جب منگراٹواں میں تشریف رکھتے ہیں، تو روزانہ ناشتہ کے بعد مریدین اور مستوسلین کے ساتھ بوزنگ پر جاتے ہیں۔ چاشت کی نماز میں پڑھتے ہیں۔ تلقین و ارشاد کا کام بھی جاری رہتا ہے۔ بابو ظفر الدین صاحب کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ صفیہ ظفر۔ طابق ظفر۔ ثاقب ظفر۔ شجاع الدین حسہ اور حسام الدین آپ کے بچوں کے نام ہیں۔ حسام الدین بابو ابھی شیرخوار ہیں ان سے بڑی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ظفر الدین بابو کے باقی بچے اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ مظلہ کی نگرانی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں حسہ خاتون (گڈی بی بی) ابھی چھوٹی ہیں۔ وہ کبھی اعظم گڑھ میں اور کبھی اپنی والدہ کے ساتھ منگراٹواں میں رہتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام الشرفیضہ کے دوسرے صاحبزادے جناب محمد عبداللہ صاحب مظلہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ تعلیمات اسلامی میں پکڑے ہیں۔ حضرت حافظہ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے دامن تربیت سے حضور قبلہ مظلہ کے واسطے



ہونے کے بعد اور شرفِ معیت سے دو ماہ قبل مرشد زادہ جناب محمد عضد الدین صاحب مدظلہ ۱۴ فروری ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ شبلی نیشنل اسکول ۱۹۵۳ء میں ہائی اسکول، ۱۹۵۵ء میں انٹر میڈیٹ اور ۱۹۵۷ء میں شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ سے بی۔ اے کیا۔ ۱۹۵۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگریزی میں اور ۱۹۶۱ء میں عربی میں ایم۔ اے کیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایل۔ ایل۔ بی اور ۱۹۶۳ء میں بی۔ ٹی۔ ایچ کا امتحان پاس کیا۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ادارہ علوم اسلامیہ میں بحیثیت ریسرچ اسٹنٹ کام شروع کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی پر کئی مقالے لکھے اور اسی موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ بھی تقریباً مکمل کیا۔ ۱۹۷۷ء میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں لکچرر مقرر ہوئے۔ اور اس عہدہ پر اپنے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

۱۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے بڑے صاحبزادے اور امیر مہتممین سید احمد شہید کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے والد ہیں۔ ۲۳۹ھ = ۱۸۶۴ء کا انتقال ہوا۔ مزار مبارک خواجہ میر درد دہلوی مولانا آزاد نیکل کالج اور دہلی جیل کے قریب مہریان میں ہے۔ یہیں آپ کے والد محرم دونوں پھوٹے بھائیوں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے مزارات بھی ہیں۔ رسالہ سرالشاہ دین بستانِ محاشین، تحفۃ اثنا عشریہ، تفسیر فتح الغزیرہ وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ تمام مآثر المشاہیر۔ نظامی یا الیونی۔ جلد دوم ص ۶۵ اور خط جناب مرشد زادہ صاحب محرم۔ مورخہ یکم می ۱۹۷۷ء

جون ۱۹۶۹ء میں شرف بعیت سے مشرف ہوئے۔ بڑی محنت اور

ریاضت کی اور بہت ہی غلبہ مختلف نشستوں کی تکمیل کا شرف حاصل ہوا۔ تعلیم تصوف  
کمال ہو چکی ہے۔ اکثر و بیشتر اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کے ساتھ سفر میں آپ کو خدمت کا  
موقع ملا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں جب اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ چوتھی بار حج بیت اللہ کو  
تشریف لے گئے تھے، تو اس مبارک و مسعود سفر میں بھی آپ کو اعلیٰ حضرت  
ادام الشرفیہ کے ساتھ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جناب مرشد زادہ صاحب مدظلہ نے دگی بدو علی گڑھ میں سکندریہ

لاج کے قریب اپنا ذاتی مکان خلع منزل کے نام سے تعمیر کرایا ہے۔ اعلیٰ حضرت  
قبلہ مدظلہ نے کئی بار سفر سے واپس آکر خلع منزل میں مرشد زادہ صاحب کے ساتھ قیام فرمایا ہے۔

۳ اگست ۱۹۶۳ء کو قصبہ پھول پور ضلع اعظم گڑھ کے جناب بدرالدین خاں

صاحب کی صاحبزادی سے مرشد زادہ جناب محمد عبداللہ خاں صاحب محترم کی شادی ہوئی۔  
آپ کی ایک صاحبزادی صاحبہ اور چار صاحبزادے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی

بالمترتیب یہ ہیں: شامین افروز، احمد سعید خاں، اسعد سعید خاں، احسن سعید  
اور افضل سعید خاں۔

مرشد زادہ جناب محمد عبداللہ صاحب محترم کی ناچیز راقم الحروف

پر بڑی جاہر بانیاں ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں جب وہ اپنے مقالہ تحقیقی کے سلسلہ میں

پٹنہ تشریف لائے، تو جناب ڈاکٹر نور اللہ صاحب کے مشورہ سے چند روزہ ناچیز کے

ساتھ اقبال ہوسٹل کے کوارٹر میں قیام فرمایا۔ ان کے قدم کی برکت اور ان کے درود مسعود کے فیض سے ناچیز کو پانچ سال بعد اعلیٰ حضرت قبلہ ادام الشرفیہ کی خدمت عالی میں حاضری کی توفیق نصیب ہوئی اور ان کے ادنیٰ ترین غلاموں اور کفش برداروں میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا اور اس وجہ سے کہ یہ کتاب ”آئینہ وسی“ جناب مرشد زادہ محرم کے نام معنون کی جا رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کی چھوٹی صاحبزادی صاحبہ کی شادی مگر انڈیا سے تقریباً پونے چار میل اتر پورب آٹوک میں جناب محمد افتخار صاحب سے ہوئی۔

جناب محمد افتخار صاحب نے خلی نشینل کالج سے بی۔ اے کیا۔

وہ اپنی بستی آٹوک میں رہتے ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں۔ آٹوک محمد پور سے تین میل پورب میں لگئی ندی کے طاس میں ایک پُرانا تاریخی مقام ہے۔ محمد افتخار صاحب پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ بالترتیب نام یہ ہیں: محمد محمود، محمد انیس، محمد مونس، محمد رئیس، محمد غنی، محمد نعیم اور حسینہ۔ جناب محمد افتخار صاحب کے چار لڑکے اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام الشرفیہ کو اپنے مریدین اور متوسلین کی طرح اپنی

لے آٹوک، تھانہ نظام آباد۔ بلاک محمد پور تحصیل صدر، ضلع اعظم گڑھ۔ آٹوک میں چھ ٹوٹے ہیں۔ رقبہ ۷۴۷ ایکڑ اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۱۵۰۲ نفوس ہے اعظم گڑھ ضلع، ضلع ہندوستان ۱۹۶۱ء اور آبادی ۱۹۶۶ء۔ آٹوک کا ڈاکخانہ کوٹلا ہے جو رانی کی سڑک کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ہے۔ پوسٹل انڈکس نمبر ۲۷۶۲۰۷ ہے۔

اولاد سے بھی بڑا پیار ہے۔ بچوں کے آرام و سانش کا پورا خیال رکھتے ہیں اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت، ان کے نظام اوقات کی پابندی پر کافی توجہ دیتی ہے۔ بچیاں گھر کا کام کر لیتی ہیں اور وقت پر اسکول اور کالج جاتی ہیں۔ مشاغل دینی اور ادا و وظائف میں تعاضل اور تساہل پر اگر اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ اپنے مریدین اور متوسلین کے ساتھ زبردستیہ سے کام لیتے ہیں، تو پھر ان کے تالیف قلوب کا پورا خیال رکھتے ہیں اور دینی و دنیاوی دونوں حیثیتوں سے ان کو اچھے حال میں فرحال و شادمانی، آباد و شاد دیکھا جاتے ہیں۔

اپنے مریدین اور متوسلین کی رہنمائی کے لئے چند سال قبل اعلیٰ حضرت قبلہ مرفیوہ نے پیغام عمل کے نام سے جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا یَنْفَعُ الْکَافِرَ شَیْءٌ

آگے جماعت کی تائیں اسکی بقا، اس کا استقام اور استواری نظم و ضبط تنظیم و انتظام سے ہے۔ نظم و ضبط تنظیم و انتظام میں لپیچ ہو اور اپنے اصول و ضوابط اور اپنے انتظام کے ساتھ قائم اور باقی نہ ہوں، تو شیرازے کے بکھرے اور استقام اور استواری کے متزلزل ہونے اور بنیاد کے انہدام کا امکان ہے۔ اللہ جل شانہ اس قسم کے ردگوں، خرابیوں اور خامیوں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

۱۔ حجم بیان کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور دین و دسلام بھیجے ہیں اس کے برگزیدہ رسول پر (قرآن پاک: سورہ ہومن (۲۰)۔ آیت ۱۳؛ پارہ ۲۴۔ رکوع ۷ اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو خدا کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ کرتا ہے)۔



حقیقی روشنی، فرض شناسی، ہمت، عزم اور وسعت نگاہی سب کے حقوق کا لحاظ اور چھوٹے بڑے کا خیال نگاہ کے سامنے رہنا بتائے۔ انٹر کی راہ میں اخلاص، ایثار اور اسلاف کی روش کے انداز پر دواں دواں، خوش و خرم چلتا، حرکت کرتا، عمل کے مظاہرے پیش کرتا، مقصود کو سامنے رکھتا ہوا گامزن ہو۔

مُحَلِّمٌ رَاضٍ رَاضٍ رَاضٍ مَسْئُولٌ عَنْ رِعَايَتِهِ۔ کا حکم صلا  
لغہ بیان حق لانی اور فردی جانے۔ حق دانی، حق فہمی اور حق بیانی کو لانی طور پر اپنا شعار بنائے۔ ہمیشہ چھوٹا ہوا یا بڑا اپنے موقع اور مقام کی ذمہ داری کو قائم رکھے اور جہاں تک ممکن ہو اختلاف سے بچے، شگفتگی، نشاط اور خوشی ہر عمل، ہر قدم اور ہر حالت میں فردی اور لازمی جانے۔

دائیں بائیں، آگے پیچھے نگاہ رکھنا، تھکنے کے لئے نہیں بلکہ اس یقین اور اطمینان کے ساتھ عمل ہو کہ اپنی خوبی سے خوبی اور اپنے کام سے کام ہو۔ ہر شخص کو اپنے عمل کا نتیجہ خود کرنے سے ملے گا۔ کوشش چاہیے کہ غلصین کا ایثار، بے نفسی، فردی اور تواضع پیدا ہو۔ جو فکر و اندیشہ کے لئے، جو کام ہو اس کی اطاعت کے لئے، جو فرض ہو اس کی رضا کے لئے، جو مقصد کی نہایت ہو، وہ ہو۔

جماعت میں ایچھے بھی ہوتے ہیں، خراب بھی۔ غلصین بھی ہوتے ہیں اور غیر بھی،

۱۔ حدیث شریف: "تم میں کا ہر شخص (چرواہا) نگہبان ہے۔ اور ہر (چرواہا) نگہبان سے اس کی رعیت (ریوڑ) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔"

جماعت چھوٹے بڑے ہر قسم، ہر انداز کے لوگوں سے بنتی ہے۔ مگر جو قیام اٹھنے  
پیچھے نہ رہے۔ جہاں ہوا آگے بڑھے۔ ڈگمگائے نہیں۔

دریں درطہ کشتی فروش ہزار

کہ پیرانہ شہر تکتہ برکنار

ایک بڑی تہیہ ہے۔ بہتر ہے اٹھنے، کھڑے ہونے، چلنے، دوڑنے، اور  
منزل کے قریب پہنچنے والے ہی تھے کہ کبھی کبھی نصیبی سہرا ہو گئی اور ہمیشہ کے  
لئے خسران میں پڑ گئے۔ خوش نصیبی اور سعادت یہ ہے کہ مستقیم الاحوال اور  
خاتمہ بالخیر کا پورے خوف درجہ کے ساتھ خیال ہو۔ جب خاتمہ بالخیر ہو سالی سعادتی  
سچی و مشکور کی خوشی کا مزہ نہیں گی اور سلاما سلاما کی بہار پیش نظر ہوگی۔

ہوشیار! یہ بڑوں کی میراث ہے۔ بگڑنے نہ پائے، سابقین و معقرین  
کے اخلاف ہو، ناخلف نہ کہلائے جاؤ۔ مبادا! کھو کر افسوس نہ کرنا پڑے، بگڑ  
کر رونانا پڑے۔ پھر ہاتھ ملنے اور افسوس کرنے سے کیا حاصل۔ جب وقت  
غریب ضائع ہو چکے اور قدر کے اوقات میں محرومی زدہ جائے

شیطان ہمیشہ کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کی چالوں میں نہ آنا۔ اُس کے پھسلانے  
میں نہ پڑنا۔ اُس کے دھوکے سے ہمیشہ ہوشیار رہنا کہ وہ لَا حَتِّكَ ذَرِیَّتُہٗ  
اَلَا قَلْبُہٗ لَا۔ کہہ کر آیا ہے وہ ہمیشہ گھات اور تاک میں ہے۔ پھسلانے کے

۱۔ قرآن پاک سورہ بنی اسرائیل (۱۶) آیت ۶۲؛ پارہ ۵۵ سورہ ۷۷ [تین (بھی) بجز قدرے قلیل  
لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا۔]

بے بہت سی چالیں چل سکتا ہے۔ گمراہ کرنے کے لئے ہر طرف سے آواز دے سکتا ہے۔

چاہیے کہ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ کی سعادت کا اہل بنے

کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْیَمِّ اَمِیْبٌ

والسلام

ظفر منزل، علی گڑھ

۳ مارچ ۱۹۷۳ء

محمد سعید خاں

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہ نے اپنے کچھ منتقی پر ہز گار، پیر جوش اور باہمت مریدوں کو خلافت سے سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن ابھی تک ان کے اسمائے گرامی معلوم نہیں ہیں۔ مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بہت سے حضرات کی تعلیم مکمل ہو چکی ہے۔ کچھ لوگوں کی تعلیم تکمیل کے قریب ہے اور کچھ ابھی تعلیم کی ابتدائی منزل میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کے مریدین اور متوسلین کی فہرست ابھی مرتب نہیں ہو سکی ہے۔ مریدین کی کثیر تعداد میں سے صرف چند حضرات کے نام یہاں بغیر کسی تخصیص کے پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ قرآن پاک، سورہ نبی اسرائیل (۱۷)۔ آیت ۷۵؛ پارہ ۱۵۵۔ رکوع ۷

(میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا)

۲۔ توفیق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ میں اسی کے اوپر بھروسہ رکھتا ہوں۔

- ۱۔ جناب مولانا آزاد رسول صاحب۔ جامعہ پرائمری سکشن جامنہ گری۔ نئی دہلی۔
- ۲۔ جناب سید محمد حبیب الرحمن صاحب۔ ۲۔ ال / ۲ پانڈوروڈ۔ ساچی، جیش پور۔
- ۳۔ جناب عبدالحلیم صاحب، ہفتیان، براہ بانسی، ضلع پورنیہ۔
- ۴۔ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب مرحوم، اسلام مشن، ریل گریڈ تیج گاؤں، ڈھاکہ۔

۵۔ جناب مولانا شریف الحسن صاحب، مدرسہ جامع العلوم، باغ فرحت افزا، بھوپال۔

۶۔ جناب مولانا عبدالحلیم صاحب، مدرسہ فیض العلوم، بخش پور، ڈاکخانہ ٹھکرا، براہ محمد پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔

۷۔ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب، عید و مرحوم، محلہ نیا پورہ۔ مالی گاؤں، ضلع ناسیک (مہاراشٹر)۔

۸۔ جناب محمد سلیمان کریم صاحب، محلہ بنیا پوکر، قصاب ٹولہ گیا۔

۹۔ جناب حاجی ولی محمد صاحب، قاضی چاک، ڈاکخانہ رفیع گنج، ضلع اوزنگ آباد (بہار)۔

۱۰۔ جناب حاجی محمد آفاق خاں صاحب، کہتہ سرے، بہار شریف، ضلع نالندہ (بہار)۔

۱۱۔ جناب مولوی معراج الدین صاحب مرحوم۔ جلال پور، ضلع فیض آباد۔

۱۲۔ جناب حاجی محمد علی عبدیقی صاحب، محلہ ہانڈی پورہ، جے پور (راجستھان)۔

۱۳۔ جناب منشی وصی احمد صاحب، مقام رانی۔ ڈاکخانہ دھنیت گنج، براہ سوتھا،

ضلع پورنیہ۔



- ۱۴۔ جناب عزیز الرحمن خاں صاحب متولی۔ جامع مسجد اعظم گڑھ۔
- ۱۵۔ جناب مرث زاده غفر الدین خاں صاحب ظفر منزل۔ دگی رور۔ ناگر گڑھ۔
- ۱۶۔ جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب۔ ڈنٹسٹ۔ باقر گنج۔ پیٹنہ۔
- ۱۷۔ جناب مولانا عبدالوہاب صاحب۔ کوئٹہ۔ براہ پھول۔ ضلع اعظم گڑھ۔
- ۱۸۔ جناب ڈاکٹر پیر محمد صاحب تکمیلی۔ بیل باغ۔ مالی گاؤں۔ ضلع ناسک (بھاراشتر)۔
- ۱۹۔ جناب حاجی احسان احمد صاحب صدیقی، ہندوستان ٹیلرنگ ہاؤس، ساکھی جمشید پور۔
- ۲۰۔ جناب حاجی محمد کتاب اللہ صاحب محمد عمر حبیب رور۔ مدن پورہ۔ بمبئی۔
- ۲۱۔ جناب ہاشم علی صاحب پوسٹل کلرک۔ رستو پور۔ جمشید پور۔
- ۲۲۔ جناب محمد اعجاز صاحب۔ ہمدرد و اخوان۔ باقر گنج۔ پیٹنہ۔
- ۲۳۔ جناب محمد وکیل الرحمن صاحب ۱۹۔ اے۔ برٹش انڈیا۔ اسٹریٹ کلکتہ۔
- ۲۴۔ جناب سید شیور الحسن صاحب طوطا بلڈنگ، مہرولی۔ نئی دہلی۔
- ۲۵۔ جناب ڈاکٹر جمیل اختر صاحب سید ٹولہ۔ استھانواں۔ ضلع نالندہ (بھار)۔
- ۲۶۔ جناب مولانا قمر الحسن صاحب امام تھانہ مسجد۔ بارٹھ۔ ضلع پیٹنہ۔
- ۲۷۔ جناب حاجی محمد سراج الدین صاحب بیچھی شریف براہ استھانواں، ضلع نالندہ۔
- ۲۸۔ جناب سید انیس احمد صاحب گولی مار۔ ہمدرد آباد۔ کراچی (پاکستان)۔
- ۲۹۔ جناب حاجی عبدالرشید صاحب رشید ام۔ انیس والا شکر بازار احمد آباد (بھارت)۔
- ۳۰۔ جناب محمد جمال الدین صاحب، دارالسلام، بارٹھ، ضلع پیٹنہ۔
- ۳۱۔ جناب اسرار الحق خاں صاحب، لہارہ، ضلع اعظم گڑھ (حالیہ مقام نزد جامع مسجد اعظم گڑھ)۔

- ۳۲۔ جناب ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب (سابق ام۔ پی) گڑیڈیہ۔
- ۳۳۔ جناب مینر عالم صاحب موضع بٹو پور۔ ڈاک خانہ سمی، ضلع نواہہ (بہار)
- ۳۴۔ جناب ابوصالح محمد متین صاحب، آبگہ۔ ڈاک خانہ بنیاد گنج۔ ضلع گیا
- ۳۵۔ جناب محمد حسین صاحب غوثی مولانا ڈیہہ۔ ڈاک خانہ مختار گنج۔ ضلع نالندہ
- ۳۶۔ جناب انوار احمد صاحب بھگوتی پور۔ بھر وارہ۔ ضلع درہنگہ۔
- ۳۷۔ جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب رمناباغ۔ پٹنہ ۴
- ۳۸۔ جناب حافظ محمد تسلیم صاحب چند پٹیا۔ ڈاک خانہ اورانی۔ ضلع مظفر پور
- ۳۹۔ جناب شبیر احمد صاحب قاضی پک۔ ڈاک خانہ رفیع گنج۔ ضلع اورنگ آباد
- ۴۰۔ جناب سید شبیر الدین صاحب آریہ نگر۔ پونچھ روڈ۔ لاہور (پاکستان)
- ۴۱۔ جناب محمد عالم گیر صاحب پیغمبر پور سنگھوارہ۔ ضلع درہنگہ
- ۴۲۔ جناب حاجی غلام کبریا صاحب بیل گیت۔ تیج گاؤں دھاکہ ۷ (بنگلہ دیش)
- ۴۳۔ جناب عزیز احمد صاحب جنار دیو۔ چھتر وارہ۔ (مدھ پردیش)
- ۴۴۔ جناب محمد عبد المجید صاحب قوت الاسلام ہائی اسکول۔ بنگلور
- ۴۵۔ جناب جلال الدین صاحب ہری پور۔ کسجہ بیہ۔ براہ باسی۔ ضلع پوربہ
- ۴۶۔ جناب مولوی وکیل الدین صاحب وکیل۔ اکڑیشن روڈ۔ پٹنہ ۷
- ۴۷۔ جناب نسیم احمد صاحب۔ درگاہ روڈ۔ پٹنہ ۷
- ۴۸۔ جناب حفیظ الدین صاحب ڈرائنگ ٹیچر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی ۱۱
- ۴۹۔ جناب ڈاکٹر شمس الدینی صاحب۔ دھچی ہاؤس۔ رمنہ روڈ۔ پٹنہ ۷

## ۲۲۔ حضرت صوفی سید فتح علی ضار کا تخلص

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہ کا تخلص ویسی ہے۔  
 ویسی، ویش سے بنا ہے جو عربی میں ایک کلمہ حقارت ہے۔ اس کے معنی ہیں بھائی  
 ارادہ کی ہوئی چیز، چاہی ہوئی چیز، یا نہ چاہی ہوئی چیز۔ ویسی، ویش کے معنی  
 میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ویش، کلمہ ترجم و توجیح ہے۔ اور کبھی مدح و انیس  
 تجبب اور تمبیہ کے لئے بھی آتا ہے۔

مراح میں لکھا ہے کہ ویسی، زبر کے ساتھ ایک ایسا کلمہ ہے، جو بچوں کے  
 سلسلہ میں محبت یا نرمی اور بھولے پن کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ ویسی کے معنی محتاج  
 کے ہوں یا اس چیز کے جس کی انسان کو خواہش ہو یا نہ خواہش ہو۔ چنانچہ بولا  
 جاتا ہے لَقِیْ وَفِیْیَا، یعنی جو چیز وہ چاہتا تھا، وہ اُسے مل گئی یہ  
 جناب مولانا صوفی عبدالرحمان صاحب عبقری نے انشائے جامی کے حوالہ  
 سے "حیات ویسی" میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالرحمان جامی رح کے زمانہ میں مولانا

لَهُ وَفِیْیَا بِالنَّفَقِ کَلِمَةٌ تُسْتَعْمَلُ فِي مَوْضِعِ رَأْفَةٍ وَاسْتِغْلَاحٍ لِلصَّبِيِّ وَالْوَلَدِ  
 الْفَقْرُ وَمَا يُرِيدُ الْإِنْسَانُ مِنْهُ تَقَالُ قَدْ لَقِیْ وَفِیْیَا لَقِیْ مَا يُرِيدُ۔

— عراج ابوالفضل محمد بن عمر ص ۲۵۳ | المنجد۔ اکیسواں ایڈیشن۔ بیروت ۱۹۷۳ء

ص ۹۲۲ شبلی اکیدمی۔ اعظم گڑھ۔

درویش علی ویسی تخلص کے ایک زبردست شاعر تھے چنانچہ انشاءے جامی میں مذکور ہے۔  
 ”مولانا درویش علی کہ در صنعت کتابت انگشت نما است و در صنعت نظم و غزل  
 فردو بے ہمتا، میان اصحاب قلم بہ خوشنویسی شہور است و زبان از باب بیاں  
 ویسی مذکور۔“

آنکہ پاک و لطیف می گوید گرتعبیرہ و گر غزل ویسی است  
 در حساب ہنر، اگر دگران بست باشد فی المثل بے سیست  
 قیاس غالب است کہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب نے اپنے تخلص میں  
 اس لفظ کو نرمی، محبت اور بھولے پن کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

## ۲۳۔ دیوان ویسی

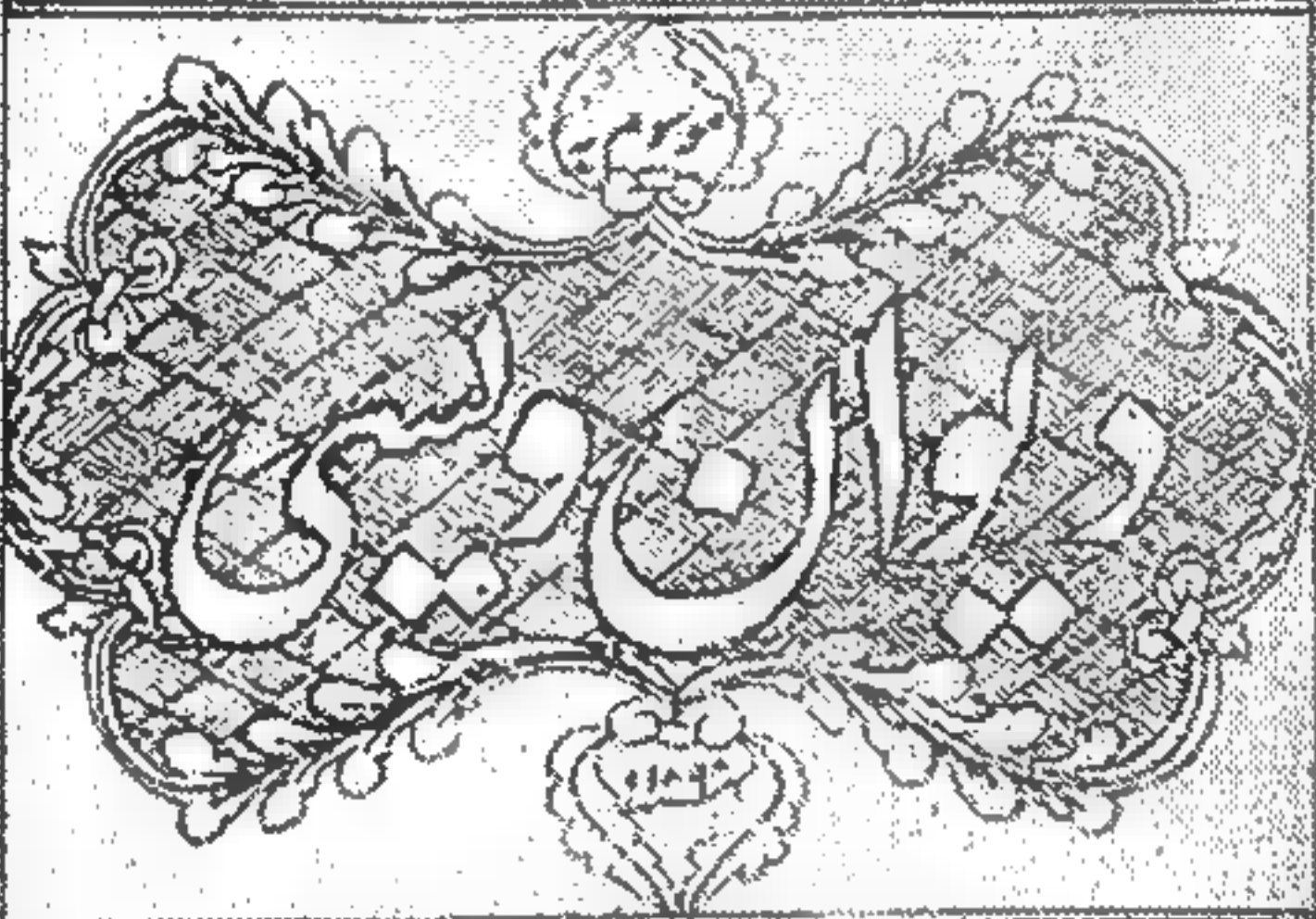
حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے انتقال کے تقریباً بارہ سال  
 بعد آپ کا دیوان پہلی بار ۱۸۹۸ء میں مطبع خوشہ کلکتہ سے شائع ہوا۔ یہ ۲۰۸ صفحات  
 پر مشتمل تھا۔ دوسری بار آپ کا دیوان ۱۹۲۲ء میں مطبع قیومی کانپور سے شائع ہوا۔  
 جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ حضرت صوفی صاحب کے دیوان کا جوائنٹیشن راقم الحروف  
 کے سامنے ہے وہ تیسری بار ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ (فروری ۱۹۳۵ء) میں جناب حاجی

۱۔ حیات ویسی، حصہ اردو، مولانا زین العابدین صاحب آخری حصہ  
 ۲۔ خط الحاج جناب سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ نامہ راقم الحروف  
 مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۵ء۔



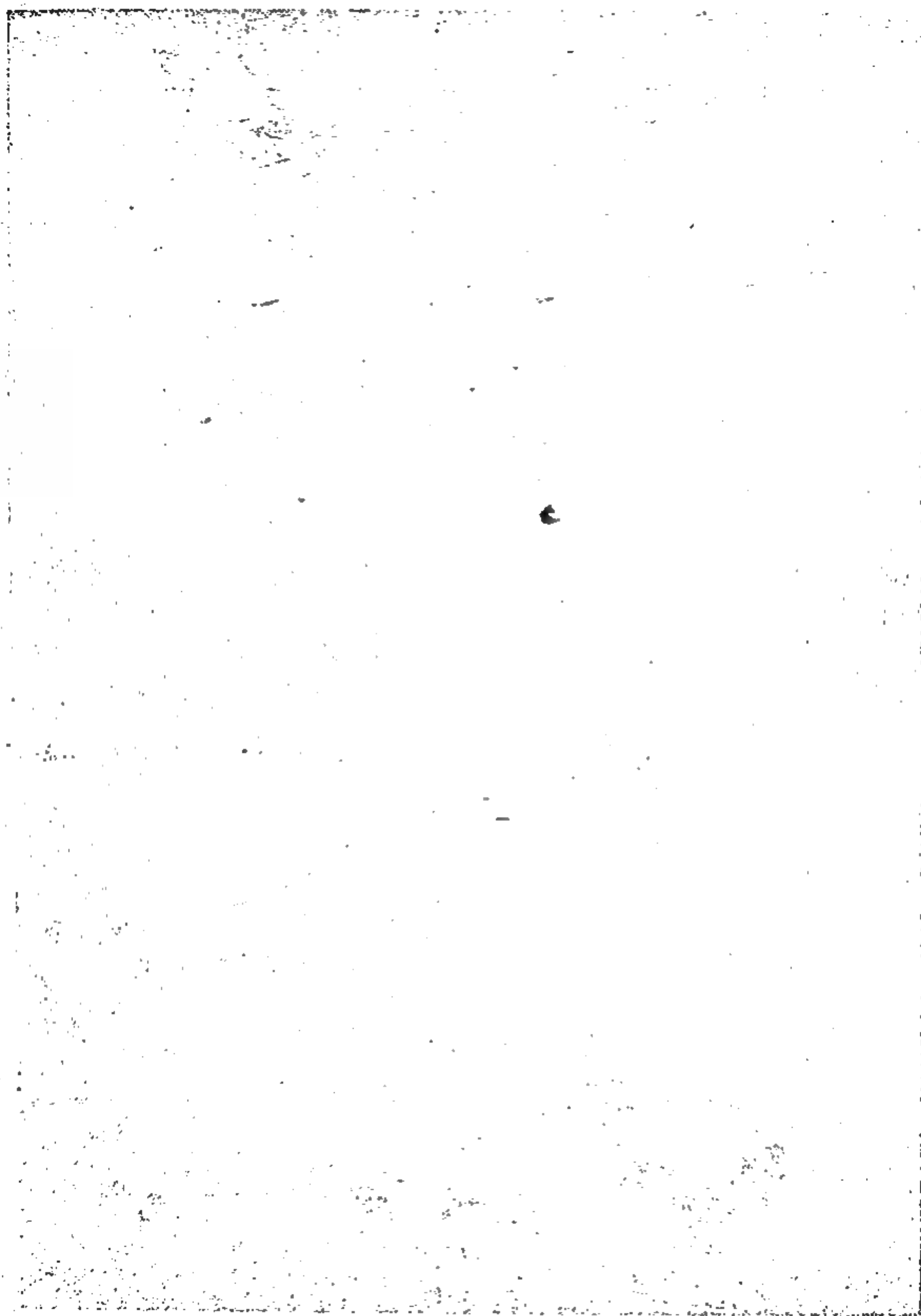
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بسم الله الرحمن الرحيم دیوان غزل و کلیات تصانیف نثر و سداست جناب مستطاب فاضل  
یخچان قاضی فرزانہ اوسیب مستنور و حیدر علی خاں دیوبند تبار خدایت لوی قاضی قاضی



کہ غزل و نثر و کلیات تصانیف نثر و سداست جناب مستطاب فاضل  
یخچان قاضی فرزانہ اوسیب مستنور و حیدر علی خاں دیوبند تبار خدایت لوی قاضی قاضی

مطبع عقیقہ کتب خانہ مطبوعہ



APR 19 1964

عبدالقیوم صاحب تاجرتب ۱۶۔ ویلزلی اسکوائر کلکتہ کی فرمائش سے جناب قمرالدین صاحب مالک مطبع کے زیر اہتمام قیومی پریس کانپور سے شائع ہوا۔ اس کا غلظ سفید پتلا کمزور قدرے بادامی رنگ کا ہے۔ راقم الحروف نے یہ کتاب نومبر ۱۹۶۹ء میں کلکتہ سے منگوائی تھی، ممکن ہے کہ شروع میں کاغذ بالکل سفید رہا ہو۔ لیکن چالیس سال قبل طبع ہونے کے باعث اس کا رنگ بدل گیا ہو۔ کتاب کی قیمت ایک روپیہ ۵۰ پیسے اور تقطیع  $9\frac{3}{4} \times 4\frac{1}{4}$  انچ ہے۔ کل ۲۳۲ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں۔

آخر میں حضرت مولانا شاہ غلام سلانی صاحبؒ کے بارے میں مولوی عبدالخالق صاحب کے ۵۵ اردو اشعار کے سوا باقی پوری کتاب فارسی میں ہے۔ اس دیوان کو مولوی سید میر حسن ولد مولوی سید محمد سید حسن ابن مولوی سید احسان علی صاحب عماد شاہ پوری، مرشد آبادی نے حضرت ولیسی رح کے انتقال کے بعد مرتب کیا۔ شاہ پور تھانہ بھرت پور، سب ڈویژن کانڈی ضلع مرشد آباد کی ایک بستی ہے۔ جہاں حضرت ولیسی قدس سرہ کی صاحبزادی رابعہ بنگال حضرت بی بی زہراؑ کی شادی ہوئی تھی۔ دیوان کے مرتب مولوی سید محمد میر حسن صاحب حضرت ولیسیؒ کے نواسے مولوی سید

۱۔ دیوان ولیسی کے مرتب مولوی سید میر حسن صاحب شاہ پوری کے پوتے ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب ڈھاکہ کالج (بنگلہ دیش) میں اسلامی تاریخ و تمدن کے شعبہ کے صدر اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹ پروفیسر ہیں۔ پاکستان میں ایرانی شہنشاہیت کے ڈھائی ہزار سالانہ جشن کے موقع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ کی اسلامی اکیڈمی کے ایک جلسہ میں انہوں نے اپنا ایک مقالہ پڑھا تھا (بقیہ حاشیہ ص ۴۲ پر)



احسان احمد کے خاندان کے اور رشتہ میں ان کے بھائی معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت  
وہیسی نے انہوں نے نانا، کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مرتب کی طرف سے شروع میں  
دو صفحہ کا مختصر دیباچہ مقفی اور پر تکلف فارسی میں عبارت ہے۔ اس مختصر دیباچہ میں  
ایک جگہ فارسی کا اور دوسری جگہ عربی کا ایک شعر آیا ہے۔

صفحہ ۴ سے صفحہ ۸۸ تک کل ۸۵ صفحات میں حضرت صوفی سید  
فتح علی صاحب وہیسی قدس سرہ کی ردیف وادغز لیں اور قصیدے ہیں۔  
درمیان میں صفحہ ۴۴ پر ان کی ردیف میں ۹ اشعار کی ایک غزل جناب امیر حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ اور صفحہ ۸۳ پر ۹ اشعار کی ایک غزل حضرت غوث الاعظم  
پیران پیر دستگیر کی منقبت میں ہے۔ متفرقات کے بعد بالکل اخیر میں صفحہ ۲۳ پر  
دس اشعار کی ایک دوسری غزل بھی حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی  
کی منقبت میں ہے۔ یہ غزل غالباً دیوان کے تیسرے ایڈیشن میں شامل کی گئی ہے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹ کا]

جس میں بنگال کے فارسی شاعروں کے سلسلہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وہیسی کی خدمات  
کا احتہام میں جائزہ لیتے ہوئے اس امر پر مسرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ حضرت وہیسی کا دیوان ان کے  
دادا کا مرتب کیا ہوا ہے۔ اس جشن کے موقع پر جناب سید محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ ڈھاکہ نے دیوان وہیسی  
کا ایک نسخہ جناب ڈاکٹر سید سجاد حسین صاحب دانش چانسلر ڈھاکہ یونیورسٹی کے ذریعہ شہنشاہ  
ایران کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ خط الحلاج جناب سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ جدونا تھ  
باسکالین۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء۔



حضرت پیران دستگیر کی منقبت میں دونوں غزلیں ہی کی ردیف میں ہیں۔  
دیوان کیسی میں ۷۲ انعتیہ غزلیں ہیں اور ان غزلوں کے اشعار کی مجموعی  
تعداد ۲۰۵۰ ہے۔ شروع سے اخیر تک کل ۷۵ غزلیں ہیں اور غزل کے کل اشعار  
۲۰۷۸ ہیں۔ اوسطاً ہر غزل میں ۱۲ اشعار ہیں۔ سب سے زیادہ غزلیں الف کی ردیف  
میں ہیں۔ الف کی ردیف میں کل ۳۲ غزلیں اور ان میں اشعار کی تعداد ۳۹۹ ہے۔  
ردیف الف کی اس غزلیں دیوان کے شروع میں اور ایک غزل بالکل آخری  
غزل سے پہلے ۱۸۵ پر ۵۰ اشعار کی ہے۔ شاید مرتب نے اس غزل کو غریب الفاظ  
کے بعض قافیے اعلیٰ، طوبی، موسیٰ، ہدائی، اعلیٰ، کسری وغیرہ کی وجہ سے ردیف  
ہی میں شامل کیا ہے۔ لیکن اس غزل کو الف کی ردیف میں شمار کرنا مناسب ہے۔  
اس کے بعد ہی کی ردیف میں ۲۸ اور د کی ردیف میں ۲۶ غزلیں  
ہیں۔ د کی ردیف میں کل ۳۰۵ اور ی کی ردیف میں کل ۲۹۹ اشعار ہیں۔  
اور د کی ردیف میں چودہ چودہ غزلیں اور اشعار کی تعداد بالترتیب ۱۵۸، اور  
۱۸۴ ہے۔ لا کی ردیف میں ۱۱ غزلیں ۱۸۱ اشعار اور ن کی ردیف میں ۱۰ غزلیں  
اور ۱۴۶ اشعار ہیں۔ ل، م اور و کی ردیفوں میں سات سات غزلیں اور  
بالترتیب ۷۲، ۷۹ اور ۵۸ اشعار ہیں۔ ب کی ردیف میں ۶ غزلیں اور  
کل ۱۰۱ اشعار ہیں۔ ش، ط اور ک کی ردیفوں میں دو دو غزلیں اور  
ث، ج، ز، ص، ض اور ق کی ردیفوں میں صرف ایک ایک  
غزل ہے۔ ح، خ، ذ، س، ع، غ اور ف کی ردیف کی کوئی غزل

دیوان میں موجود نہیں ہے۔ دیوان کے مرتب مولوی سید میر حسن صاحب نے اپنے دیباچہ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ باوجود کافی تلاش کے ان ردیفوں کی غزلیں دستیاب نہیں ہو سکیں۔

سب سے طویل غزل ۵۶ اشعار کی ردیف لا کی آخری غزل ہے جو صفحہ ۱۶۲ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر ۵۰ اشعار کی ردیف الف کی وہ غزل ہے جو دیوان کی آخری غزل سے پہلے ہے۔ ۵۴ اشعار کی ایک غزل ب کی ردیف میں اور ۴۴ اشعار کی ردیف میں ہے۔ ۴۶ اور ۴۸ اشعار کی دو غزلیں د کی ردیف میں شامل ہیں۔ ۲۸ اشعار کی ایک غزل ت کی ردیف میں ہے۔

و کی ردیف میں ایک غزل کا صرف ایک شعر نقل ہوا ہے۔ اور ک کی ردیف میں ایک غزل کے تین اشعار ہیں۔ چار اشعار کی چار غزلیں، د، ڈ، ط اور ل کی ردیفوں میں ہیں۔ پانچ اشعار کی تین غزلیں ت، ث، ج اور ی کی ردیفوں میں ہیں۔

دیوان ویسی میں کل ۲۳ نعتیہ قصیدے ہیں اور ان میں اشعار کی مجموعی تعداد ۱۰۶۴ ہے۔ اس طرح ہر قصیدہ میں اوسطاً ۴۶ اشعار ہیں۔ سب سے زیادہ قصیدے ہر کی ردیف میں کل بارہ ہیں اور ان میں اشعار کی تعداد ۵۵ ہے۔ ان بارہ قصیدوں میں پانچ مسلسل مطلع ہیں مطلع ثانی دیوان کا طویل ترین قصیدہ ہے۔ اس میں ۱۳۱ اشعار ہیں۔ ان پانچ مسلسل

قصیدوں میں پہلے دو قصیدے حکیم سنائی کی زمین میں اور پچھلے تین حکیم افضل الدین خاقانی شیرانی کی زمین میں ہیں۔ ردیف کا آخری دو یعنی گیارہواں اور بارہواں قصیدہ مکمل نہیں ہے۔ ان دونوں قصیدوں کے چھ اور بارہ اشعار جو مرتبہ کو مل گئے تھے، پیش کئے گئے ہیں۔ الف کی ردیف میں چار۔ ن اور ۷ کی ردیف میں دو دو اور ت، د اور سی کی ردیفوں میں ایک ایک قصیدہ ہے۔

حضرت ویسی قدس سرہ نے مولوی محمد شاہ مرحوم کے انتقال پر ت کی ردیف میں جو مرثیہ لکھا ہے، اس قصیدہ میں ۱۵ اشعار ہیں۔ چار تاریخ وقات ہیں۔ ان میں کل ۱۹ اشعار ہیں۔ جناب مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادی کے نام جو خط ہے، اس میں کل ۶۱ اشعار ہیں۔ اس طرح متفرقات کے چھ عنوانات کے تحت کل ۲۰۵ اشعار ہیں۔

دیوان ویسی کی ۷۵ غزلوں، ۲۳ قصیدوں اور ۶ متفرقات میں کل ۳۳۴ اشعار ہیں۔ ص ۷۶ پر ردیف د کی ایک غزل کے تین مصرعے ص ۱۳ پر ردیف ن کے ایک قصیدہ کا ایک مصرعہ اور ص ۱۶۵ پر لا کی ردیف کے ایک نامکمل قصیدہ کا ایک مصرعہ غائب ہے۔ اس طرح دیوان کے پانچ اشعار کے صرف ایک ایک مصرعہ ہی پیش کئے جاسکے ہیں۔ چنانچہ دیوان میں مکمل اشعار کی تعداد ۳۳۴ ہے۔

اشعار متفرقات کے بعد چھ صفحات میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب رحمہ

کاشجرہ طایفہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شجرہ مبارکہ طریقہ عالیہ قادریہ اور شجرہ طیبہ  
 شارح چشتیہ پیش کیا گیا ہے۔ پھر دو صفحات میں حضرت ولیسیؒ کے خلفا اور  
 مریدین کی فہرست ہے۔ صفحہ ۲۰۹ پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد  
 فاروقی سرسدریؒ کی اولاد کا ذکر ہے اور حضرت صوفی صاحبؒ کے صاحبزادے  
 مولانا سید محمد مصطفیٰ صاحبؒ اور صاحبزادی حضرت بی بی زہراؒ کا نام اور پتر  
 درج ہے۔ ۲۱ صفحات میں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے وہ چار خطوط ہیں  
 جو انہوں نے اپنے والد محترم مولانا محمد ثابت صاحبؒ کے نام لکھا تھا اس کے  
 بعد مولانا عبدالحق صاحبؒ کے انتقال کی تاریخ اور حضرت آدم علیہ السلام سے  
 مولانا مرحوم کے پوتے محمد عبدالعلیم ابوالاحمد صاحبؒ تک کرسی نامہ ہے۔ اس  
 کے بعد سات صفحات میں حضرت صوفی صاحبؒ قدس سرہ کے خلیفہ حضرت  
 مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے باب میں تین نظمیں ہیں۔ آخری نظم اردو  
 میں ہے۔ صفحہ ۲۳۱ پر حضرات پیران پیر دستگیرؒ کی منقبت میں، حضرت ولیسیؒ  
 کی ایک غزل ہے۔ اور دیوان کے آخری صفحہ ۲۳۲ پر ناشر کا کتابوں کے  
 متعلق اشتہار ہے۔

ختم شدہ  
 آئینہ ولیسیؒ جلد اول



# آئینه و لیلی

## حصه دوم

و بسیار از دین و ایمان این قدر دانیم و بس  
دین ما عشق محمد، محبت او ایمان ما

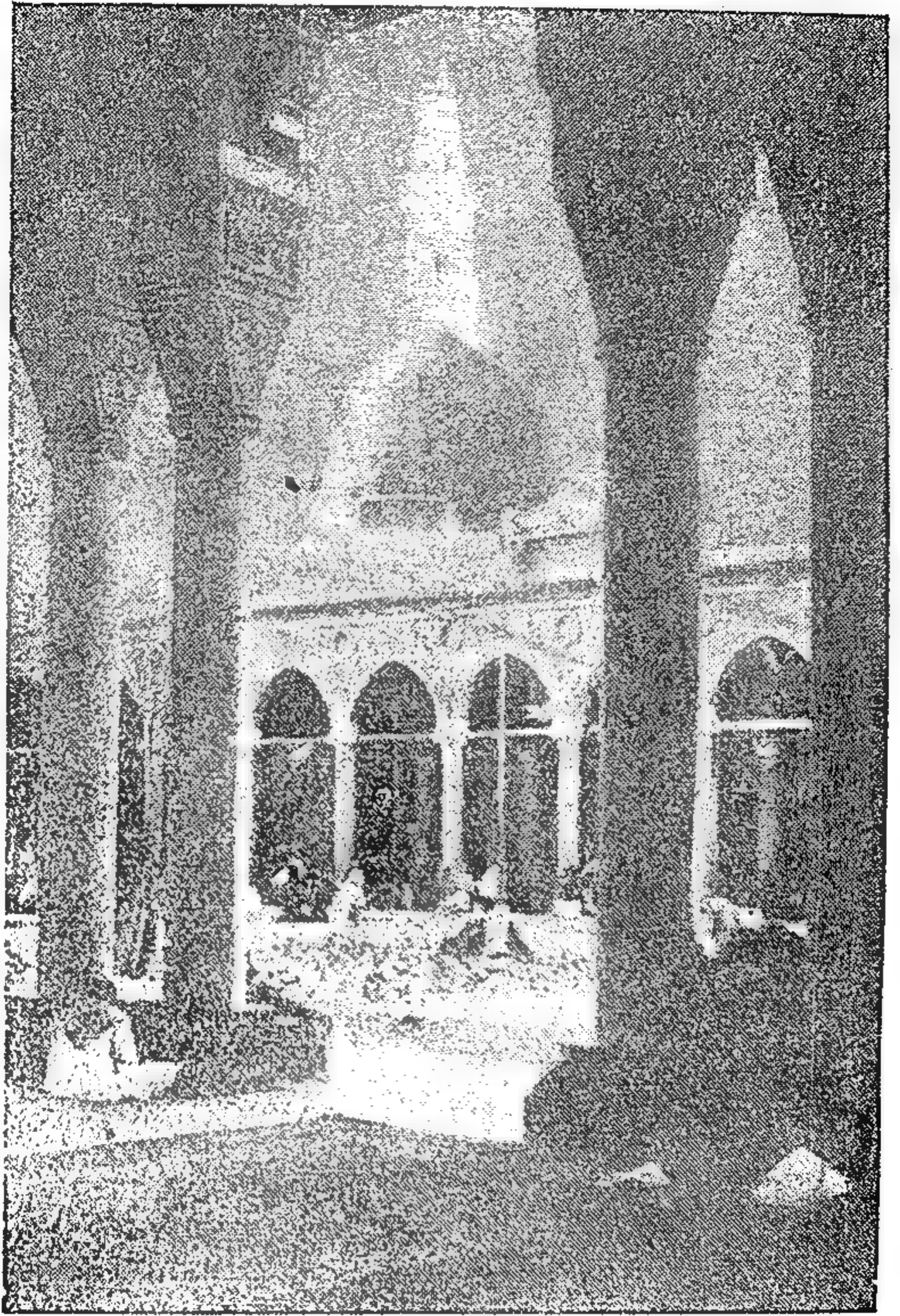
## حصہ دوم

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی دہلوی کی شاعری

احفرت و سنی قدس سرہ اور عشق رسولؐ

اٹھیسویں صدی عیسوی میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلویؒ کی ایک نامور اور بلند و بالا ہستی گذری ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک شیخ طریقت اور عارف تھے۔ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا، دل کو سوز محبت سے آشنا کرنا، روح میں عظمت و بالیدگی پیدا کرنا۔ اعلیٰ اخلاق انسانی کے سونے کے دھاروں کو جاری کرنا، قلب کو منترہ اور مصطفیٰ کر کے روشن اور منور کر دینا اور انسان کو انسانِ کامل بنانا ان کا کام تھا۔ کائنات میں انسانیت کا ملکہ کا اعلیٰ نمونہ جناب سرورِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔ وہی نور مجسم اور وہی سراج مینر جس کی روشنی اور تابانی سے آدم خاکی ظاہر لاہوتی بن کر عالم اسماء و صفات میں پرواز کرتا ہے۔ اور تجلیاتِ خداوندی سے آشنا ہوتا ہے۔ حضرت دہلویؒ کے عشق کا محور اور ان کی ساری توجہات کامرکز ہے۔ صوفی صاحبؒ نے آشنائے حبیب کبریا اور عاشقِ مجنوب رب العالمین ہیں۔ عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رگ دپے میں جاری و ساری ہے۔





۱۹۔ گنبد خفزی





اے لعلِ روانِ بخش تو چوں کہ دانست <sup>دیوان</sup> در جان و تم عشق تو چوں آبِ روانست  
ایک جگہ اور لکھتے ہیں :

چنانچہ جان و تم عشق تو بود ساری <sup>۱۵۶</sup> کہ خیزد از گیس من جائے سبزہ مہر گیارہ  
اپنے دیوان کی پہلی ہی غزل میں لکھتے ہیں :

وایسا از دین و ایمان ایست در دینم و بس <sup>۱۵۷</sup> دینِ عاشق چھلِ حُبِ او ایمان ما  
پھر ایک دوسری غزل میں لکھتے ہیں :

ہر کسی را رہبری ہر دست را ایک دامن <sup>۱۵۸</sup> دست ما و دامنِ احمد بس این تدبیرا

سیدِ جملہ جمیلاں احمد محبوب حق <sup>۱۵۹</sup> حُبِ او بس رہبرِ عاشقِ او بس پیرا

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلویؒ، ایک کامیاب شاعر کی حیثیت سے  
بڑا بلند درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن تصوف و معرفت، ارشد و ہدایت اور عشق و محبت کی دنیا  
میں ان کا جو اعلیٰ مقام ہے، اُس کے مقابلہ شاعری ان کے لئے کوئی طرہ امتیاز نہیں۔  
بلکہ خود شاعری کو پُر خلوص، نرم اور لطیف جذبات، عشق صادق کے سوز و گداز، خیالات  
کی رنگینی، تخیل کی بلند پروازی اور ان کے پُر جوش، خوبصورت اور دل آویز انداز  
بیان سے بڑا اونچا مقام حاصل ہوا ہے اور اُس دور میں جب کہ ہندوستان میں  
فارسی شاعری کا مذاق ختم ہو رہا تھا۔ ہمارے علمی اور تمدنی مراکز سے بہت دور ہوا  
کاہرہ پر بنگال میں پیدا ہونے والے ایک فقیر و ریشی نے اپنے صدق و صفا، اپنے دل  
دودا آشنا اور اپنی رنگین بیانی سے فارسی شاعری کے وقار میں بیش از بیش  
اضافہ کیا۔

سبک بوجہی تھی ترا دوے شعر (میرٹس) مگر میں نے پتہ گراں کر دیا۔  
 پندرہویں صدی عیسوی کے اخیر میں بنگال کے مسلمان فرماں روا  
 سلطان غیاث الدین اعظم شاہ نے خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی کو بنگال کے  
 دارالحکومت گوڑا آنے کی دعوت دی تھی اور خواجہ حافظ شیرازی بادشاہ  
 بنگال کی دیں پر ورعی علم دوستی اور ادب نوازی کا حال سن کر وطن سے  
 روانہ ہوئے۔ لیکن سندر کے کنارے پہنچے پر بحری سفر کے خطرات کے پیش نظر

۱۔ سلطان غیاث الدین اعظم — صوبہ بہار میں شہر حاجی پور (ضلع دیشالی) اور شمس الدین  
 پور (سمتی پور) کے بانی شمس الدین محمد الیاس (۵۸ - ۶۱۳۴۵) کا پوتا اور سکندر شاہ اول  
 (۸۸ - ۱۳۵۸) کا بیٹا ۱۳۸۹ء سے ۱۴۱۰ء تک بنگال کا حکمران تھا۔ بنگال کے مشہور  
 مذہبی پیشوا حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۴۱۵ء) اس بادشاہ کے ہم سبق اور اس کے زمانہ میں  
 تھے۔ دونوں شیخ حمید الدین ناگوری کے شاگرد تھے۔ غیاث الدین اعظم علم و فن کا شیرازی اور  
 سرپرست تھا۔ اُس نے میتھلی زبان کے شاعر اور کیرت لکنا کے مصنف ددی پاتی ٹھاکر  
 (۱۴۵۰ - ۱۳۶۰ء) اور بنگال کے سب سے پہلے مسلمان شاعر اور بنگلہ میں یوسف زلیخا کے مصنف  
 شاہ محمد صغیر کی سرپرستی کی تھی۔ اس بادشاہ کے زمانہ میں فارسی، بنگلہ اور میتھلی تینوں زبانوں کے ادب  
 کو ترقی ہوئی۔ امیر گل گزیر (۲۱۶) مالدار ضلع گزیر (۱۴)؛ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام  
 ص ۳۵؛ مسلم بنگالی ادب ڈاکٹر انعام الحق ص ۴۴۔ ۲۔ لسان النیب خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی  
 ۱۴۱۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۴۹۲ء سے ۱۳۸۹ء میں شیراز میں انتقال کیا۔

سفر ملتوی کر دیا اور جو غزل بادشاہ کے لئے روانہ کیا۔ اُس کے چند اشعار یہ ہیں:

ساتی حایت سر و گل و لاله می رود	وین بحث یا ثلاثہ خُشالہ می رود
میدہ کہ نو عروس تن حُسن فیت	کار این زمان ز صنعت دلالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
طی مکاں بہین زمان در سلوک شر	کاین طفل یکشب رہ یک سالہ می رود
باد بہار می وزد از بوستان شاہ	ور زالہ بادہ در قرح کلالہ می رود
حافظ ز شرق مجلس سلطان غیاثی	خاش مشوک کار تو از مالہ می رود

(دیوان حافظ۔ قیومی پریس ۱۳۵)

اس واقعہ کے پانچ سو سال کے بعد ایک مکتب نویس اور ایک طوطی شیریں مقال نے اپنی اعلیٰ درجہ کی شاعری سے بنگال میں قند پارسی کا رنگ تازہ کر دیا۔ لیکن فارسی زبان پر قدرت کاملہ کے باوجود خود حضرت دلیسیؒ نے اپنے ایک شعر میں یہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ نہ وہ ایرانی ہیں اور نہ اُن کو ایران سے کوئی فیض پہنچا ہے۔

من نہ ایرانی مرا نہ فیض از ازل من  
 طبع مارا فیض ایرانی دگر  
 ”ایرانی دگر“ کا اشارہ حجاز مقدس کی طرف ہے اور شاہِ شرق علامہ اقبالؒ کے ایک شعر سے بھی اس قسم کے خیال کی وضاحت ہوتی ہے:

کرم اے شہِ خوب و غم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم  
 وہ گدرا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دیا غ سکندری

اور خود حضرت دلیسیؒ اُسی غزل میں فوراً بعد لکھتے ہیں: ۷

در ازل و بسی گرفته دامت ملا می نگیرد هیچ دامانے دگر  
فارسی شاعری میں حضرت ولّیسی کا یہ کمال مخزن لطف و عطا مولفے بزرگ  
کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

## ۲۔ حضرت ولّیسی کی غزل گوئی

غزل ایک داخلی صنف شاعری ہے جو انسان کے تاثرات دلی اقل  
واردات قلبی کے اظہار کے لئے نہایت موزوں اور مناسب اور شکل و شبہات  
اور بہت کے لحاظ سے اپنی شیرینی اور ولادت نرزی اور لطافت کے لئے مشہور  
اور بے حد مقبول۔ غزل کی کامیابی اور مقبولیت کا راز حسن و عشق کے لطیف اور  
دل آویز تجربات حسین و دل فریب اشارہ و کنایہ، ایجاز و اختصار اور سباز دل کو چھو  
والی نغمگی اور موسیقیت میں پوشیدہ ہے۔ ہماری ہندوستانی تہذیب کی اعلیٰ ترین  
خصوصیات کا اظہار اسی صنف شاعری کے ذریعہ ہوا ہے اور یہ ہماری تہذیب  
کا سرمایہ لازم ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں اسے شرف قبولیت حاصل رہا ہے  
اور آج بھی اسی آب و تاب کے ساتھ مقبول ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محبوب رب العالمین  
سے اپنے عشق و محبت کے اظہار کے لئے اسی صنف شاعری کو پسند فرمایا۔ دیوان  
ولّیسی کی ۱۷۵ غزلوں میں ۷۲ غزلیں اور کل قصیدے اور دیوان کے کل ۲۴۷  
اشعار میں ۳۲۱ اشعار جناب خیر البشر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں۔



تین غزلیں دو بزرگوں کی منقبت میں ہیں اور متفرقات میں بشمول منقبت صرت ۲۳۳ اشعار ہیں۔ رباعی قطعہ اور مثنوی نہیں لکھا ہے۔ شاعری میں اُن کا موضوع بالکل محدود ہے۔ لیکن اس محدود موضوع پر انہوں نے تین ہزار سے زیادہ اشعار بڑی سادگی اور جوش، کامیابی اور خوبصورتی کے ساتھ لکھا ہے۔ تجربات اور مشاہدات کے نئے نئے گلے بونے کھلائے ہیں۔ ان میں کہیں بھی بناوٹ، تکلف، نقش اور آورد کا ثابہ تک نہیں ہے۔ ان اشعار میں بڑی تازگی، رعنائی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ شاعر کے تجربہ میں خلوص اور گہرائی ہے۔ زبان و بیان پر بڑی قدرت حاصل ہے۔ شعر کو پسندیدہ اور خوب سے خوب تر بنانے کے لئے جن خارجی محاسن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس کا احساس ہے اور اُس کے استعمال کی پوری صلاحیت بھی۔ حضرت دہلوی کے یہاں عشق کا تصور بہت ہی اعلیٰ و ارفع، پاکیزہ، نفیس اور لطیف ہے اور کیوں نہ ہو، جب کہ اُن کا محبوب سید دینا و دین اور محبوب رب العالمین ہے۔

چہ جانان شاہ خرابانی سر اسر نوز تابانی      قدم تاسر عجیب شانی سرا یا صبح خندانی  
خلیب انیار آمد مدح او غذا آمد      خطابش مصطفیٰ آمد گدیش شاہ سلطان

پھر دوسری جگہ اپنے محبوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

شمس الضحیٰ، بدر الدجی، نور الہدی، خیر الوری

بحر الحکم، مونس الکرم، فخر الاعم، ہادی التھلیل

حضرت وکیلیؒ کے اشعار کے داخلی اور خارجی محاسن میں بڑا

توازن اور برطی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ صنائع و بدائع کا استعمال اُن کے یہاں نہایت اعتدال کے ساتھ ہوا ہے۔ غزلوں میں مقابلتہاً کم اور قصیدہ میں اُس صنف شاعری اور اُس کی ہیئت کے لحاظ سے بالکل مناسب الفاظ کا موزوں اور مناسب انتخاب، عربی کی خوبصورت ترکیبوں کا استعمال، الفاظ کا درست اور بندش اور ترکیبوں کی چستی اور روانی قابل داد ہے۔

پادشاہ ہر دو عالم زبردہ کون و مکان  
مقتدای جن و انس شافعِ یوم الحزنا  
سروستانِ نورت گلشنِ باغِ بہی  
مقتدای نوعِ امکانِ پیشوائیِ انبیاء  
پادشاہِ عرصہ ہستی شفیع المذنبین  
بر دستِ شاہانِ عالم چوں فقرا ندوگا  
اس سلسلہ کے چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ شاعر کے پُر خلوص تجربات کس طرح اشعار کے حسین سانچے میں ڈھل گئے ہیں :

اے طلعت تابانِ تو یا نورِ حق یا صبح دم  
یا مظهرِ فیضِ اتم یا مطلعِ نورِ قدیم

اے رحمتہ العالمین اے سیدِ دنیا و دین  
محبوبِ ربِّ خائفینِ چشمِ من بے قلم

یا بلعِ فکرِ دین یا افصحِ شیریں سخن  
یا اصحِ گلِ پیرین یا دارِ اے ہر درد و غم

یا مخزنِ لطف و عطا یا معدنِ صدق و صفا  
یا شہسوارِ اصطفا شمسِ العربِ بدرِ العجم

یا سروِ یا طوبیٰ یا کلینِ زیبہ ہستی  
یا حنّۃ المادستی یا شادیِ جانِ دردم

یا احمدِ یکپاستی یا فردِ بے ہمتاستی  
یا دردِ روحِ افزاستی اے سرِ وِشیتِ گشتِ خم

چونکہ شاعر کا محبوب کوئی عام انسان نہیں ہے، بلکہ محبوبِ ربِّ العالمین، فخرِ الموجودات، باعثِ وجودِ جہاں، افضلِ البشر، سیدِ کونین، سرورِ انبیاء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس لئے شاعر نے اپنے محبوب کے اعلیٰ ترین منصب اُن کے درجہ اور اُن کے وقار کا ہر جگہ خیال رکھا ہے۔ پورے دیوان میں ادب و احترام اور عجز و انکسار کی ایک فضا پائی جاتی ہے۔ گرچہ شاعر نے اپنی پہلی منزل میں لکھا ہے:

پادشاہ کشورِ ششم جنوں دستور من ۴۷  
لیکن پورے دیوان میں ہر جگہ دیوانگی پر فرزانگی غالب ہے۔ کہیں احساس ربودگی نہیں۔ بلکہ انداز سپردگی ہے۔ کہیں بھی شوخی اورستی کا نام نہیں۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

دیوانہ بہناں باشم و فرزانہ بظاہر ۴۸  
حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیئی نے اپنے دیوان میں کہیں بھی لغت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور متعلقات لغت کے سوا کسی دوسرے مسئلہ کا کوئی ذکر تک نہیں کیا ہے۔ مسائل تصوف اور مقامات معرفت اور کسی فلسفیانہ حقیقت سے قطعی بحث نہیں کی ہے۔ بلکہ ساری توجہ ہادی برحقؐ سرورِ انبیاء و اشرافِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف، شوق دیدار، آرزوئے شرف نیاز اور اتباع سنت کی اہمیت پر مرکوز رکھا ہے۔

### ۳۔ لغت نویسی کی اہمیت

دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

جزد ایمان ہے۔ بانی اسلام سے محبت، شیفتگی اور شیدائیت کے بغیر تکمیل ایمان ممکن نہیں، کیونکہ لا الہ الا اللہ کا دوسرا جزو محمد رسول اللہ اور مسلمان ہونے کے لئے کلمہ توحید کے دونوں جزو دیر ایمان و ایقان ضروری ہے۔

در دلِ سلم مقام مصطفیٰ است (عراقی) (بروئے نام مصطفیٰ) است  
صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کی تعلیمات کی بنیاد ہی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور عشق رسولؐ کی بدولت ہی تصوف اور معرفت کے تمام مقامات طے ہوتے ہیں۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی عابد و متاھن اور زاہد و شہید علم و ادب کیوں نہ ہو، عشق رسولؐ کے بغیر نہ اس کی روح میں پالیدگی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ وہ ماسوت کی منزل سے آگے قدم بڑھا سکتا ہے۔

مسلمان جہاں کہیں بھی ہو، جس حال میں ہو، اپنے دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ضرور رکھتا ہے۔ مسرت اور خوشی، غم اور مصیبت میں اُن کو یاد رکھتا ہے۔ نظم و نثر کی کتابوں میں خدا کی حمد کے بعد محبت رسولؐ لکھنے کا رواج رہا ہے۔ ہر دور میں مسلمان شاعروں نے اپنے کلام کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ محبت اور بے پناہ شیفتگی کا اظہار کیا ہے۔ نعت گوئی بجائے یہاں ایک صنفِ شاعری رہی ہے۔

فارسی کے مشہور و معروف شاعر شیخ شرف الدین سعدی شیرازی

سہ شیخ شرف الدین (مصلح) سعدی شیرازیؒ ۵۵۱ھ تا ۶۱۷ھ میں پیدا ہوئے اور  
(بقیہ حاشیہ ص ۴۳۵ پر)



(سہروردی) کا رسالت باب سرور کوٹین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ عربی  
قطعہ بے حد مشہور ہے :

بَلَّغَ الْعُلَى بِحَمْدِهِ      كَشَفَ الدُّجَى بِحَمْدِهِ  
حَسَنَتْ جَسِيْعٌ خِصَالِهِ      صَلُّوْا عَلَيْهِ وَادِّعُوْا لَهُ  
باعث ایجاد جہاں حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں  
لالہ زار عجم کے مرد حق <sup>آگاہ</sup> حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے یہ دو اشعار بہت

[بقیہ حاشیہ ص ۴۳۴ تا ۴۳۵]

۶۹۱ھ = ۱۲۹۲ء میں شیراز میں انتقال کیا۔ والد کا نام شیخ عبداللہ شیرازی تھا۔ شیخ الشیوخ  
حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ کریم، بگتیاں، بوستاناں ان کی مشہور  
نصائیف ہیں۔ حضرت زکریا ملتانیؒ اور حضرت شہاب الدین پیر حگ جوتؒ جیلطھی ضلع  
پٹنہ ان کے پیر بھائی ہیں۔ تادموس المشاہیر جلد اول ص ۲۹۲؛ آپ کا زمانہ تقریباً ۱۱۹۳ھ  
سے ۱۲۹۱ھ ہے۔ المجدد ص ۳۵۵

۱۲۰۴ھ  
۱۔ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ (مولانا کے روم)۔ ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ = ۳۰ ستمبر  
کونخ (افغانستان) میں پیدا ہوئے اور ۵ جمادی الآخر ۷۰۲ھ = ۷ اکتوبر ۱۲۴۳ء کو  
توقینہ (ترکی) میں انتقال ہوا۔ حضرت شمس تبریزیؒ کے خلیفہ تھے : ۷  
مولوی ہرگز نہ شمار لائے روم      ما غلام شمس تبریزی نہ شد

تادموس المشاہیر جلد اول ص ۱۴۴؛ دنیائے اسلام کے مشہور فلسفی گذرے ہیں۔ آپ کیثنوی کماؤں  
میں حکمت و معرفت کے لحاظ سے بہت مقبول رہی ہے : ثنوی مولوی معنوی بدست قراں در زبان  
۷ ماوی

مقبول اور مشہور ہیں۔

گر بنودے نور احمد درجہاں کے شرے پیر ازین آسمان

اوست ایجا درجہاں را واسطہ درمیان خلق و خالق واسطہ

طوطی ہند حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو کی مشہور غزل جو بزرگ تغزل

نغمی، روانی، جلالت، اور شیرینی کے لحاظ سے فرد ہے۔ اس غزل کے

ان چند اشعار کو نعت رسولؐ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اے چہرہ زیبائے نور شکستان آذری

ہر چند و صفت می کم در سن زان بالا تری

تو از پری چایک تری و ز برگ گل نازک تری

و نہ ہر چہ گویم بہتری، حقا عجائب دلبری

آفتاباگر دیدہ ام، مہرستان ز دیدہ ام

بسیار خواباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

۱۔ حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسروؒ۔ امیر محمد سیف الدین ترک کے بیٹے اور حضرت خواجہ نظام الدین

اولیاء کے چہیتے مرید تھے۔ ۶۵۱ھ = ۱۲۵۳ء میں پٹیا کی ضلع ایٹہ (پ۔ پی) میں پیدا ہوئے اور

پیر و مرثا کے انتقال کے چھ ماہ بعد رمضان المبارک ۷۲۵ھ = ستمبر ۱۳۲۵ء میں انتقال کیا۔ مزار

دہلی میں حضرت سلطان المشائخ رحمہ کی درگاہ شریف میں ہے۔ مہشت بہشت، قرآن السعیدین

یہلی مجنوں اور خزائن الفتوح آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۳۳

آب کوثر شیعہ محمد اکرام ص ۲۰۸-۱۹۷

ہرگز نیاید در نظر، صورت زردیت خوب تر

شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا شتری

اور پھر حضرت خواجہ امیر خسروؒ کی دوسری غزل جس میں رنگِ تغزل بہت ہے اور جسے پشتیہ بزرگوں کی محفلِ سماع میں قوال خاص طور پر پڑھتے ہیں:

نہی دانم چہ منزل بود، شب جائی کہ من بودم  
بہر صورت قص لیل بود، شب جائے کہ من بودم

پری پیکر نگائے، سرو قدے، لالہ رخسائے

سراپا آفتِ دل بود، شب جائے کہ من بودم

رقیبانِ گویشِ بزاوازا، اودرنا زون ترساں

سخن گفتن چہ شکل بود، شب جائے کہ من بودم

مرا از آتشِ عشق تو دامن سوخت لے خسرو

محمد شمع محفل بود، شب جائے کہ من بودم

نعتِ رسولِ علی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں مولانا نور الدین عبدالرحمن

جامیؒ (نقشبندی) کی اس رباعی کو شیخ ثروت الدین سعاریؒ کے قلم

سے مولانا نور الدین عبدالرحمن جامیؒ۔ حضرت خواجہ غلام الدین ہمدانیؒ کے خلیفہ تھے۔ ۱۴۱۲ھ

کو ہرات کے پاس قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ اور ۹ ذی قعدہ ۱۴۹۲ھ کو مدینہ منورہ کے راستہ میں

انتقال کیا۔ مثنوی یوسف زلیخا، نفحات الانس اور لواط جامی ان کی مشہور کتابیں

ہیں۔ "فارس المصنف" جلد اول ص ۱۶۵

کی طرح بڑی شہرت حاصل ہوئی : ۵

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ  
لَا يَمُكِّنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ  
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرُ  
جانی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خاص طور پر اس کا چوتھا مصرعہ تو زبان زدِ عام ہے۔ حضرت جامیؒ کی اس رباعی میں بڑا اختصار اور بڑی جامعیت ہے۔ حضرت جامیؒ نے اپنی مشہور تصنیف یوسف زلیخا میں جو لغت پیش کی ہے۔ اس کا ایک مشہور شعر یہ ہے : ۵

زہجوری پر آمد جان عالم  
ترحم یا نبی اللہ ترحم

اس سلسلہ میں حضرت جامیؒ کے چچا اور اشدالہ بہت مشہور ہیں۔ جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کمال عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

نیمہ جانب بطی گذر کن  
ز احوال محمدؐ را خبر کن

توئی سلطان عالم یا محمدؐ  
ز دوائے نطف ہوں نظر کن

بیر این جان شتا قم در آن جا  
فدائے روضہ خیر البشر کن

حضرت خواجہ نور الدین عبد الرحمن جامیؒ کی طرح حضرت صوفی سید فتح علی شاہ

ویسی قدس سرہ بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں اور بارہ واسطوں

سے حضرت ویسیؒ کا سلسلہ طریقت حضرت جامیؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ

۱۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخيؒ کے خلیفہ۔ - اشکدر کے پاس باغستان  
(بقیہ حاشیہ ص ۴۳۹ پر)



تک پہنچا ہے۔

تفسیر سواطح الالہام کے مصنف اور دربار اکبری کے نامور فن کار، ادیب اور شاعر شیخ ابوالفیض فیضی نے دربار رسالت مآب میں اپنی عقیدت کا یوں اظہار کیا:

سلطانِ ریل، مانہ عجم، شاہِ عرب  
سنگِ در اوقبلہ گہہ اہلِ عرب  
از تابشِ قہر او کہ دشمن سوزا  
گر سنگ شود موم غیب غیبتِ عجب

اور عہد شاہِ جہانی کے مشہور شاعر حضرت مرزا جان محمد قرسی کی نعتیہ غزل

[بقیہ حاشیہ ص ۴۳۸ کا]

میں مارچ ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے اور سمرقند (ترکستان) میں ۲۲ فروری ۱۹۵۹ء کو انتقال ہوا:۔

اگر فقر اندر قبائے شاہی آمد : بہ تدبیر عبید اللہی آمد۔ جاتی

قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۷۸؛ مسالک السالکین مرزا عبدالتبارک مطبوعہ فیضی ٹاؤن لاہور ۱۲۵-۱۰۴

۱۔ ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی، شیخ مبارک ناگوری کے بیٹے، ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۵۹۵ء میں

اگرہ میں انتقال کیا۔ عہد اکبری کے نامور شاعر اور انشا پرداز گذرے ہیں۔ مثنوی نل دمن۔ اکبر نامہ اور صفت غیر

غیر منقوطہ میں قرآن پاک کی تفسیر سواطح الالہام اُن کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۳

دود کوثر۔ شیخ محمد اکرم ص ۱۲۸

۲۔ حضرت مرزا حاجی جان محمد قدسیؒ۔ بادشاہ شاہ جہاں کے درباری شاعر تھے۔ سولہویں صدی عیسوی

کے وسط میں ان کو غرنج حاصل ہوا۔ ملک الشعراء ابوطالب کلیم کے مد مقابل تھے۔ قدسی کا شیریں ۱۶۴۶ء میں انتقال

ہوا۔ (کلیم نے بھی وہیں ۱۶۵۱ء میں انتقال کیا) بادشاہ نامہ یا نظرنامہ میں آسام پر اسلام خان شہیدی کی

فتوحات کا ذکر کیا ہے۔ کرنٹ اسٹڈیز۔ پٹنہ کالج۔ پروفیسر حسین عسکری۔ مارچ ۱۹۶۲ء ص ۷۸۔

اپنے جوش عقیدت اور کیفیت و اثر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے وہاں  
انداز سے پڑھنے والا خاص طور پر متاثر ہوتا ہے اور اس کا شمار فارسی کی بہترین نعتیہ  
غزلوں میں ہوتا ہے:

مرحبا سید کی مدنی العربی	دل و جاں باد فدایت پر عجیب خوش لقی
من بیدل بجمال تو عجیب حیرانم	اللہ اللہ! چہ حال است بدیں جو العجی
چشم رحمت بکشا سوائے من نظر انداز	اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلق
نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را	بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی شئی
ماہم تشنہ لبانیم و توئی آب حیات	رحم فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی
نسبت بہ سگت کردم و بس منفعلم	زان کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد از بلی
شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت	بہ مقام کہ رسیدی نہ رسید هیچ بنی
ذات پاک تو دریں ملک عرب کرد ظہور	زان سبب آمدہ قرآن بہ زبان عربی
بہ در فیض تو استادہ بہ غلہ عجز و نیاز	رومی و طوسی و ہندی، علی و عربی
عاصانیم زانیکہ اعمال نہ پر کسی	سوئے مادہ کوئے شفاعت بکن از بے کسی

سَیِّدِی اَنْتَ حَبِیْبِی وَ طَیِّبِی قَلْبِی

آمدہ سوئے تو قدوسی پے در ماں طلیبی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے ہم عصر شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب

سید نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب، ۸ رجب ۱۲۱۲ھ، ۲۷ دسمبر ۱۷۹۶ء  
(بقیہ حاشیہ ص ۴۴ پر)

بناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں۔  
 حق جلوتہ گرزِ طرزِ بیان محمدؐ است      آئے کلامِ حق یہ زباں محمدؐ است  
 غالبِ ثنائے خواجہ یہ یزدانِ گدازِ شتم      کاں ذاتِ پاک مرتبہ دالِ محمدؐ است  
 اور غنڈ لیبِ بارغِ حجاز، شاعرِ شرقِ علامہ اقبالؒ، جو حضرت صوفی  
 سید فتح علی صاحب و سیّدِ قدّسِ سرّہ کی وفات سے نو سال قبل پیدا  
 ہوئے تھے۔ ان کے کلام میں دردِ وائز اور سوز و گداز کی جو فراوانی ہے وہ عشقِ رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

میں زندانیِ عشق و سستی از کجا است      این شعاعِ آفتابِ مصطفیٰ ام است  
 کہا جاتا ہے کہ جب بھی شاعرِ شرق کے سامنے حضورِ سرکارِ دو عالم

بقیہ حاشیہ ۲۴۱ کا ۲

کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ = ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔  
 مزار ان کا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ کے قریب ہے۔ والد کا نام عبداللہ سیّد تھا۔  
 فارسی اور اردو کے نامور شاعر گذرے ہیں۔ کلیاتِ نظم فارسی، دیوانِ اردو، خود ہندی، اردو معلّیٰ،  
 پنج آہنگ، قاطعِ جبریاں اور دستِ جنوران کی مشہور تصانیف ہیں۔

۱ علامہ سر محمد اقبالؒ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ (پنجاب) کے ایک کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔  
 اور ۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں انتقال کیا۔ مزار شاہی مسجد لاہور کے پیر دینی مہین میں ہے  
 بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، ارمغانِ حجاز، اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی وغیرہ  
 آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جاتا تھا، تو آنکھوں سے دو قطرے آنسو کے  
ٹپک پڑتے تھے۔

یوں بنام مصطفیٰ خواہم درود از خجالت ابی گردد وجود  
یہ چند اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن میں شاعر مشرق نے نہایت  
ہی خوبصورتی کے ساتھ اس نکتہ کی وضاحت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کی ذات والا صفات باعث ایجاد عالم ہے اور فلاح دارین کا راز  
ان کی محبت میں پوشیدہ ہے :

نسخہ کوئین را دیباچہ اوست      جملہ عالم بندگان خواجہ اوست  
ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست      مکر و بکر در گوشہ دامن اوست

اور پھر نہایت والہانہ انداز میں اپنے جوش و عقیدت کا اظہار کرتے  
ہیں۔ رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ وسلم کے دربار گہر بارہ ایک عاشق صادق  
کی یہ مناجات ہر مردِ مومن کے دل کی آواز ہے۔

شہسوارا ایک نفس در کش غماں      حرف من آساں نیاید بر زبان  
گرد تو گردد حریم کائنات      از تو خواہم یک نگاہ التفات  
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی      کشتی و دریا و طوفانم توئی

اور پھر بیلِ بارغِ حجاز اور اسی دانائے راز کی ایک اردو غزل کے  
چند اشعار جو احترام و عقیدت، جوش بیان، ایجاز و اختصار، روانی و ترنم  
کے لحاظ سے بے نظیر و بے ہدیل ہیں :



عجب کیا گرمہ و پروں مرے پتھر ہو جائیں

کہ ہر فزاک صاحب دولے بستم سر خود را

وہ داناے سبیل ختم الرسل، مولانا کی

خباہ راہ کو بخشا، فروغ دادی سینا

لگا عشق دوستی میں وہی اول، وہی آخر

وہی قرآن، وہی فرقان، وہی سبیل، وہی طاہر

اور صوفی سید فتح علی و سیدی کے ایک دوسرے شعر شاعر فاضل بریلوی

جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب قادریؒ، جو احترام نبویؐ کے پیش نظر دیار

حبیب میں قدم رکھ کر چلنا بھی سوائے ادب سمجھتے تھے :

غرب کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا اے سر کا موقع ہے اوجانے والے

فاضل بریلویؒ کی ایک نعتیہ غزل کا پہلا مصرع عربی اور فارسی میں اور دوسرا

مصرع ہندی میں ہے اور بہت خوب ہے۔ اس غزل کے چند اشعار یہ ہیں :

اے مولانا احمد رضا خاں صاحب قادریؒ۔ محلہ سوداگران (روہل کھنڈ) کے لیمنے والے، زبردست

عالم اور عاشق رسولؐ گزرے ہیں۔ مولوی نقی علی خاں مرحوم کے صاحبزادے اور شہداء آل رسول احمدی

قادری، اہرہویؒ کے خلیفہ تھے۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو روہل کھنڈ کے صدر مقام بالنس بریلی میں

انتقال ہوا۔ فقہ اسلامی، مناظرہ اور مباحثہ کی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

تمام مکتبہ المشاہیر، جلد اول ص ۶۶۔

الْبَحْرُ عَلَى وَالْمَوْجِ طَغَى، مَن بَيْنَ وَطُوفَانِ هَوَشِ رُبَا

منجھار میں یہ بگڑی ہے ہوا، موری نیسا پار لگا جانا

أَنَا فِي عَطَشٍ وَسَخَاكَ أَتَمُّ، اے گیسرے پاک اے ابرکرم

برسن لے رہے رہم جھم رہم جھم، دو جوتہ ادھر بھی گرا جانا

الرَّوْحُ فِدَاكَ فَرْدُ حَرْثًا مِثْلَ شَعْلَةٍ دُكْرُ بَرْزَانِ عَشَقَا

موراتن من دھن سب چھونک دیا۔ یہ جان بھی پیارے جلا جانا

اسی انداز کی ایک نعت ایک بنگالی شاعر نے عربی، فارسی، اردو

اور انگریزی ملی جلی زبان میں لکھ کر آقائے مدینہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے

اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے میرے بچپن میں والد مرحوم کو یہ پوری نعت یاد تھی۔ اس کے

صرف تین اشعار میرے حافظ میں باقی رہ گئے ہیں جو پیش کئے جا رہے ہیں۔

يَا مَنْ لَهُ مَرْوَجِي فِدَا، نَانِي بِنِ گاہے پیرا

ہوئے پھکی آمار خطا، بخشو تو میرے مہر لفتا

بِوَتَّ دَهْنِ آمار تومی، جان و تنم راہِ سلمی

اے کٹ آت کوو ڈیر تومی، میری یہی ہے التجا

اے جناب منشی عبدالرشید صاحب قادری مرحوم، چنڈیہا، ڈاک خانہ دکھانہ اورائی۔ ضلع مظفر پور (بہار)

پیدائش ۱۸۹۵ء۔ وفات ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ = ۱۰ فروری ۱۹۶۳ء۔ شرفِ بیعت

جناب مولانا احمد اللہ خاں صاحب قادری پشاور سے حاصل تھا۔

تُوْنُکِلْ تُوْنُکِلْ لَاکِ اسٹار، دانتن تمہارے آبدار  
چنڈرُ مٹن بادن تمہار، عارضن چو شمس پر صفا

## ۴۔ حضرت سیّدی قدس سرہ اور نعت رسول

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب نے اپنا پورا دیوان نعتیہ  
غزلوں سے مرتب کیا۔ اپنی خصوصیات شاعری کے متعلق دیوان کی پہلی ہی غزل کے  
ابتدائی اشعار میں وضاحت کر دی ہے کہ ان کا کلام ان کے واردات قلب کے ترجمان  
اور ان کی آرزوں اور تمناؤں کا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا

صفات ہے۔

مطلع خورشید عشق سب سوزانِ ما

وزن ہر حرف پیدا آتش پہانِ ما

آتش فروخت، ہر مصرع دیوانِ ما

وانکہ او مطلوب میزدانِ آرزوئے جانِ ما

حضرت صوفی صاحب ایک عاشق صادق اور بلند پایہ شاعر ہیں۔ پھر بھی ان کو

اُس ہر منور کی نعت گوئی کے سلسلہ میں اپنی بے بضاعتی اور کم مانگی کا احساس ہے۔

وہی کجا اور نعت جیبِ خدا کجا مے ذرہ کجا و مہجت ہر منور

لیکن ساتھ ساتھ محبوب رب العالمین کی نعت گوئی سے جو عظمت اور

بلندی حاصل ہوتی ہے، اُس پر سرت و شادمانی اور خوشی قسمتی پر فخر و ناز بھی ہے۔

در مصطفیٰ چون زمزمہ سازیم ما ۲۶ در سعادت با ملائک میں کہ انبازیم ما  
 چونکہ حرب و نعت احمدؑ جز دل و زبانت  
 در ہول مصطفیٰ چون بال و پامی زمینم  
 چوں سرایم نعت آن سلطان دیں مجنوح ۲۷ طالع ابیں کہ با حق زمزمہ سازیم ما  
 اور نعت رسولؐ میں رطب اللبثانی اور شکر نشانی کے باعث ہی اگر  
 روح الامین اس شاعر نگین نوا اور طوطی شیریں مقال کو شہرہ شاعران کا خطاب  
 دیا تو ان کے لئے بہت بجا اور مناسب ہو۔

وہی اندر شناسے تو بردم منک ہیمجو طوطی شکر فشاں باشد  
 وہی از فیض غمت شیر زندہ دل ۱۷۵ ہم بقیض نعت تو شکر مقال  
 وہی ترا سرزد کہ بہ نعت حبیب حق ۱۷۶ روح الامین خطاب شاعران دہد  
 اور فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کے  
 باعث ہی شاعر کو بنگالہ میں، فارسی کے مشہور و معروف فصیحہ نگار شاعر  
 خاقانی کا درجہ حاصل ہوا اور مدح رسولؐ مشہور صحابی حضرت حسن  
 ابن ثابتؓ کی مماثلت نصیب ہوئی۔ ۱۷۷

بین نعت مدح تو یو دیر کے ظاہر منم خاقانی دوران بنگالہ اثر و نش  
 رسید از عالم معنی بگوش دل ندائے خوش ۱۷۸ کہ احمدؑ سرور عالم، تو وہی حشاش



حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کو جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی شناخت پر بڑا فخر و ناز ہے۔

اے غنڈ لیب خوشنوا، در بلبل باغ وفا ۱۶۳۳ء در شاہی مصطفیٰ حسان بگفتار  
اے ہمہ واقفاب بندہ تو ۱۶۳۴ء بندہ دینی ترانت حسانی  
اور شاعر کو اپنی ٹیڑھی میڑھی زبان اور کج معراج بیان کے باوجود صرف  
حضرت سید کوئین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کی بدولت اور چری  
صفہائی حضرت خواجہ امیر خسروؒ، حضرت حسان ابن ثابتؓ اور شیخ سعیدیؒ  
جیسے دنیا کے بلند مرتبہ شاعروں کا درجہ حاصل ہوا۔

[بقیہ حاشیہ ص ۴۴۶ کا]

عہد میں نامور شاعر گزرے ہیں۔ ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں تبریز (شمال مغربی ایران) میں انتقال کیا۔  
تحفۃ الوراقین ان کی مشہور تصنیف ہے۔ مشہور شاعر ظہیر فاریابی بھی ان کے پہلو میں دفن ہیں۔ قاموس المشاہیر  
جلد اول ص ۲۱۴؛ خاقانی ص ۱۱۶؛ نسیم ص ۱۲۸؛ المنجد فی الاعلام۔ ساتواں ایڈیشن ص ۲۶۵

اے حضرت حسان ابن ثابت انصاری رضی۔ طوابع اسلام سے قبل مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ شاعری میں  
بڑا نام پیدا کیا۔ رسول پاکؐ کے مدینہ شریف ہجرت کرنے پر مشرق بہ اسلام ہوئے۔ اسلام لانے کے  
بعد مسجد نبویؐ میں کھڑے ہو کر شعر سنایا کرتے تھے۔ طویل عمر پا کر حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ۵۵ھ و  
۶۴۵ء میں انتقال کیا۔ دیوان آپ کا ہندوستان، تونس اور انگلستان سے شائع ہو چکا ہے۔  
(بحوالہ سید شاہ امین احمد صاحب کاظمی۔ صدر شعبہ عربی برطانیہ یونیورسٹی)۔

ایں ویسی کج بج بیاں از فیض نعت آمدہ  
سم اوحدی، خسرو نوا، حساں بیاں، سعدی سخن

حضرت مولیٰ سید فتح صاحب سیاحیؒ کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ  
انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں جو نعتیہ قصیدے لکھے ہیں۔  
اُن میں اتنی شان و شوکت، عظمت اور تہذیب، جاذبیت اور موسیقیت پائی جاتی ہے۔  
کہ اگر ابو الفرح خالدی، ملک الشعراء النوری اور عرفی شیرازی جیسے قادر الکلام  
اور باکمال قصیدہ نگار و شاعر زندہ ہوتے تو ان لوگوں کو بھی انہیں حساں و عجم تسلیم  
کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔ اور قصیدہ نگاری کے میدان میں اپنی گونا گوں خوبیوں

۱۔ اوحدی۔ شیخ اوحالدین اصفہانی، شیخ اوحالدین کرمانی کے شاگرد تھے۔ حضرت شیخ اوحالدین  
کرمانی سے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ اوحدی اصفہانی نے ۷۳۸ھ - ۷۳۳ھ  
میں انتقال کیا۔ مزار تبریز کے پاس مرافہ میں ہے۔ حلیۃ سنائی کے جواب میں ایک کتاب جامع جم، لکھا۔  
غزلوں کا ایک دیوان یادگار ہے۔ ہلاکو خان کا پوتا ارغون خان شاہ تاج کا بڑا مداح تھا۔  
قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۱۷

۲۔ خسرو۔ حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسروؒ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے چچے خلیفہ۔  
۷۳۶ھ میں دہلی میں انتقال ہوا۔ دیکھئے ص ۱۱۷

۳۔ سعدی۔ شیخ شرف الدین سعدی شیرازی۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ، گلستا  
اور بوستاں کے مصنف۔ ۷۳۹ھ میں شیراز میں انتقال کیا۔ دیکھئے ص ۱۱۷-۱۱۸

کے باعث یہ معنوں میں وہ اس خطاب کے مستحق ہیں۔

چوں میں دنہار از رخ و زلف تو کنایہ  
زال خاص نموده است خدا پر قسم را  
اں بوالفرح و انوری و عرفی شیراز  
دیدندی اگر این ہمہ عجب از قسم را  
از حیرت این نظم ہمہ کسرہ گفتی ۱۴  
حسان عجم و سیسی داود نغم را

۱۴ ابوالفرح — ابوالفرح الخالری، دسویں صدی عیسوی کے نامور شاعر گذرے ہیں۔  
ہذا اللہ کے شہزادہ سیف الدولہ کے دیار سے وابستہ تھے اور قصیدہ نگاری کے شہور ہیں۔  
تلموس المشاہیر جلد اول ص ۲۴

۱۵ انوری — ملک الشعراء شہید الدین انوری، خواران میں ابی ورد کے پسنے والے، فارسی  
کے نہایت بلند پایہ اور حلیل القدر شاعر گزے ہیں۔ سلطان سنجر سلجوقی کے زمانہ میں دیکھے، فارسی  
قصیدہ نگاروں میں ان کا نام سرفہرست آتا ہے۔ گلستاں میں حضرت شیخ سعدیؒ نے ان کے  
بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔ ۵۸۷ھ تا ۶۱۱ھ میں انتقال کیا۔ دیوان اور قصائد انوری بہت  
مشہور ہیں۔ ۱۶ دیر سرتن پیراںند ۱۷ ہر چند لابی بعدی  
ابیات قصیدہ و غزل را ۱۸ زدوس و انوری و خاقانی

تلموس المشاہیر جلد اول ص ۱۱۲

۱۹ عرفی — جمال الدین عرفی شیرازی۔ دربار اکبری میں ابوالغنیض فیضی اور عبدالرحیم خان بھٹا  
کے ہم عصر شاعر۔ ایران سے پہلے دکن آئے۔ پھر آگرہ میں ۱۵۸۹ء میں شاہی دربار سے وابستہ ہوئے۔  
شہزادہ سلیم کے اتالیق رہے۔ ۳۶ سال کی عمر میں ۱۵۹۹ء میں لاہور میں انتقال کیا۔  
(بقیہ حاشیہ ص ۴۵ پر)

حضرت صوفی صاحب کو لغت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر شفقت  
اور دلچسپی ہے کہ پورے زندگی اس نیک کام میں مصروف رہنا چاہتے ہیں۔

وہیسا مازندہ باشی درجہاں      باش انداخت او شکر شکن  
وہیسا ورد زبان کن روز و شب      مدح و صفائی شہرہ خیر القرن  
وہیسا شرک است پیش عاشقاں      دل بجز جاناں بکیرے دوختن  
وہیسا گر عاشقی کارت بود      در غم او ساختن یا سوختن

## ۵۔ اتباع سنت رسول

اسلام میں وحدانیت اور رسالت کے تصور، اقرار بالنبیان اور ایمان  
بالغیب کو اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شریعت اسلامیہ میں شرک  
ماتقابل معافی گناہ ہے۔ اور جناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
پر ایمان کامل اور ان سے عشق و محبت کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا چنانچہ  
حضرت صوفی صاحب لکھتے ہیں :۔

مسلمان خاتم آں کس را کہ در دل عشق تو داند  
کے کز عشق تو خالی نمی خاتم مسلمانش

[بقیہ حاشیہ۔۔۔] بہت ذہین اور تیز شاعر تھے۔ غزل اور قصیدہ میں بڑا نام پیدا کیا۔

تمام مونس المشاہیر جلد دوم ص ۸۲، ماہ ذی الحجہ، مئی ۱۹۵۲ء ص ۵۔ مضمون عابد علی عابد



شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے دین اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو اس طرح واضح کیا ہے۔

بمصرطفیؐ برسائے خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باوند رسیدی تمام بولہبی سست

تمام مشائخ عظام اور اولیائے کرام کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ تصوف اور معرفت کی بنیاد عشق رسولؐ پر ہے اور عشق رسولؐ کا عملی اظہار اتباع سنت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے یہاں قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ حدیث نبویؐ اور اسوہ حسنہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کلام اللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور جناب رسالت مآبؐ کے ذریعہ مسلمانوں کو طمانہ کائنات میں احکام خداوندی کو اس کے بالکل صحیح معنی و مفہوم میں اور عین رضائے الہی کے مطابق سمجھنے والا اور پھر ان کو اپنی زندگی میں عملی حیثیت سے پیش کرنے والا اُس ذات والا صفات سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے یہاں حدیث نبویؐ کو چراغ نور اور شمع ہدایت کی حیثیت حاصل ہے۔

ناپسندیدہ افعال سے بچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور عمل کے مطابق کام کرنے کا نام سنت ہے۔ سنت کے تین جزو ہیں۔ قول، فعل اور تقریر۔ قول وہ ہے جس کو آپؐ نے فرمایا ہو۔ فعل وہ جو کیا ہو اور آپؐ کے مخصوصات میں سے نہ ہو اور تقریر وہ جو کیا گیا ہو اور آپؐ نے ناپسند نہ فرمایا ہو۔ سنت عین مطابق احکام الہی ہے۔ اسی کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں اسی صراطِ مستقیم پر

چلنے کی دعا مانگی جاتی ہے۔ اور جو باتیں اس صراطِ مستقیم یعنی سنت نبوی کے خلاف  
ہیں۔ وہ گمراہی اور ضلالت کی طرف لے جانے والی ہیں۔ خلافت سنت عمل  
کرنے والا اگر ہوا میں اڑتا ہوا۔ پانی پر چلتا ہوا، آگ میں ٹہکتا ہوا، اس کے سامنے  
سونے چاندی کا انبار ہوا، پھر بھی وہ گم کردہ راہ ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔  
۱۔ خلافت پیپر کسے رہ گزیرے کہ ہرگز منزل نہ خواہد رسید

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتمام و کمال اور محترم و احتیاط پیروی  
بجائے خود ایک بڑی کرامت ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی ایک  
شاعر نازک خیال ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بزرگ  
شیخ طریقت اور عارف کامل بھی تھے۔ ان کا شریعت کی پابندی اور سلوک  
معرفت کی تعلیم کے سلسلہ میں سنت رسول کی پیروی کو ہر لمحہ ضروری اور لازمی  
سمجھتے تھے اور اتباع سنت نبوی کے اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی  
نعتیہ غزلوں میں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور سنت رسول کی پیروی کے سلسلہ  
میں بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

چوں راہ مستقیم بحر سنت تو نیست ۶ و یقین بجاں گزیدہ راہ مستقیم را

خامکاری ست ترک سنت تو ۷ عقل خستہ دنجام کاری ما

اگر عشق خدا خواہی بجاں شویر و احمد ۸ عراط مستقیم این ست راہ جملہ کا لہا

چوں چشم و سر طریق حب اومانی رویم ۹ بر طراط مستقیم اے دل سبک تانیم ما

چوں طراط مستقیم آمد طریق مستنش از صراط مستقیم این قدر جاہل چرا

منحصر شد قرب حق چون در طریق مصطفیٰ ۲۴ از در حق تذکوری می شوی مائل چرا  
 کیست آنکه سنتش امر صراط المستقیم ۱۱۸ کیست آنکه سنتش از جمله ملت استوار  
 جمال دلریاش را پسند حق بود معجز ۱۳۸ طریقی سنت او را قبول از دی که غم  
 راه صواب سنت خیر الوری بود ۱۴۰ بر خیز ز دود و غم طریقی صواب کن  
 اتباع سنت کی اہمیت کے سلسلہ میں کچھ ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن  
 میں حضرت صوفی صاحب نے اس امر پر زور دیا ہے کہ خلاف سنت عمل کرنے والے کا  
 دعوائے حب نبی بالکل غلط ہے۔ بلکہ وہ ناب شیطان دام تزویر پھیلائے

ہوا ہے۔

جز طریق سنتش آنکہ داور دہ اند ۵۹ پشت طرف حق نمودہ دیباطل کردہ اند  
 مر مرا باد و نمی آید ز دوائے اعتقاد ۱۳۸ ترک سنت کردن دُبت پیرداستن  
 آنکہ شد از سنت تو منحرف ۱۳۸ چشم شفاعت بوش طمع خام  
 آنکہ سنتش و دعویٰ محبتش عجیب است ۶۲ دام گستردن آن ناب شیطان نگریہ  
 سنت او دلیل راہ حق است ۱۳۶ گمراہ آن کس کہ کرد ترک دلیل  
 بخت طبعی گشتن بظلمت سنت فتن ۱۸ بدعت معتقد بودن آن گمراہی قطعاً

مشرقی گزیرش بود مائل نیست مرشد ز رہنماں باشد

ہر کہ پیر خلافت سنت تو ۶۷ رہبرش دیو بے گماں باشد

کے دشمن گرد و زراہ سنت احمد ۱۳۱ ہمارا گمراہ کردہ از طریق راست شیطان

آنکہ او انداز طریقیت خلط بدعت می کند ۱۷۱ دلباش شیخ رہبر کار شیطان ساخته

## ۴۔ مدح و توصیف رسول

دیوانِ فیسی میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں بہتے اشعار ہیں۔ شاعر کو اپنے محبوب کے بدرجہ کمال عشق ہے اور وہ طرح طرح کے اپنے محبوب کی خوبیاں بیان کر کے لطف اندوز ہوتا ہے، لیکن کبھی جادہ اعتدال سے باہر قدم نہیں رکھتا ہے۔ رسول پاک کو خدا کا شریک نہیں بنایا۔

نگویم تو شریک حق، منی خواہم ترا مطلقاً ۱۹ نذاذ اس بجز حق نگویم عبدہ خدام

کمالِ محبت، جوش و اور غلو ص کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں اور ہر جگہ شانِ رسول کے احرام کا پورا خیال رکھا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت ویسیؑ کے اشعار میں بڑا توازن پایا جاتا ہے۔ نعتیہ قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

محبوبِ خدا سیدِ کونین ۲۰ کو قبلہ دین است عرب و عجم را  
سُطانِ رُسل شاہِ ملکِ پادشہ دیں ۲۱ کو رحمت حق است مرالوئے اعم را  
توئی سلطان، توئی خاقان، توئی جانان، توئی دلیر

منم بندہ، منم چاکر، منم رُشوا، منم شیدا  
ہمہ لطنی، ہمہ حسنی، ہمہ روحی، ہمہ جانی ۲۲

ہمہ فیضی، ہمہ رحیمی، ہمہ فوری، ہمہ سرتا پا

نیامد در جہاں سایہ، نیامد در جہاں بیکر ۲۳ نیامد در جہاں ثانی، نیامد در جہاں ہمتا



یکم حریفش را، دهمش همیشه را ۳۲  
 دهمش کز دشتش را، چهارم ذات پاش را  
 خلیل یار غار او، نهمش بیت عدل او  
 رفیق بزم جود او، فدائی آن شهید اعلیٰ  
 یکم صدیق اکبر شد، دهم فارق غم و غم  
 سوم نوری جامع، چهارم صفدر والا  
 غلام اوست در رزم و غلام اوست در میا  
 یکی بارون رشید آمد دهم او سلا باشد ۳۳  
 سوم محمود شد غازی چهارم قیصر والا  
 چه سرور در عالم، چه عالم عالم امکا ۳۴  
 چه امکا کجایه اکوال و رالی خالق اکبر  
 جمالش به شال آمد، مثالش به شال باشد ۳۵  
 یکم دهری سلطان حبیب ایزد داور  
 بهر ازل دانا، نقوش لوح را خوانا  
 نهمش امی ناخوانا، چه درویش سلطان فر  
 محمد مصطفیٰ نامش نجات عاصیا کاش ۳۶  
 بودیزدال خواش بخیل اینیا سرور

چه مصطفیٰ ۱۰ شهنشیا و دی سول المثر  
 چه مصطفیٰ ۱۱ که نه بسین بقا تش خلعت  
 چه مصطفیٰ ۱۲ که بود آئینه جمال خدا  
 چه مصطفیٰ ۱۳ که بود اشرف دنیا آدم  
 چه مصطفیٰ ۱۴ که حدیثش مرده جان بخشید  
 چه مصطفیٰ ۱۵ که کمالش ز حد عقل فزود ۱۱۴  
 چه مصطفیٰ ۱۶ که مراد او بود در مال  
 چه مصطفیٰ ۱۷ که مراد او بود راحت  
 چه مصطفیٰ ۱۸ سر کونین شاه بکروبر  
 چه مصطفیٰ ۱۹ که نه طه و البسرا فسر  
 چه مصطفیٰ ۲۰ که بود نور حقایق اکبر  
 چه مصطفیٰ ۲۱ که بود از همه ملک بهتر  
 چه مصطفیٰ ۲۲ که کلامش ز شهادت شیرین تر  
 چه مصطفیٰ ۲۳ که جمالش توصیف بالا تر ۱۱۵  
 چه مصطفیٰ ۲۴ که فراتش مراست زخم جگر  
 چه مصطفیٰ ۲۵ که مراد صفت او بود شکر

چہ مصطفیٰ کہ مراعت او بود ہادی چہ مصطفیٰ کہ مراعت او بود ہادی

چہ مصطفیٰ کہ مرا نام او بود تعویذ چہ مصطفیٰ کہ مرا درد او بود جو ہر

چہ مصطفیٰ کہ منم در جمال او حیران ۱۱۵ چہ مصطفیٰ کہ منم در خیال او شہد

کیست احمد آنکہ حشمتش خانج از شرح بیال

کیست احمد آنکہ وصفش خانج از حد شمار

کیست احمد آنکہ مرات جمال ذوالجلال

کیست احمد آنکہ عشق حق بود اورا شعار ۱۱۸

کیست احمد سرچشمش زما زاخر البصر

کیست احمد آنکہ او بر جن و انس تاجدار ۱۱۹

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں حضرت ولیمی ۱۲۰

کی غزل کے بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں :

عرش عظیم اگر چہ قیام آمدہ دے ۱۲۱ نعمت فرود پائی تو عرش عظیم را

بکترین سگان در گہ تو زار و خاقان و قیصر و کسرا

مفردات تو بحال شد ۱۲۲ در کمال و جمال و جاہ و بہا

شہ گدائی در گہ اور ہم نشین آفتاب نقش نعل مرکش آمدن گین آفتاب

سید دنیا و دین محبوب رب العالمین ۱۲۳ احمد مرسل کہ شد گردش قرین آفتاب

برق آہ قلب من از معجز عشق شما ۱۲۴ چوں ییضیا بر آید ز آستین آفتاب

قبلہ مومن و کفار بود کعبہ و دیر قبلہ دین من آفتاب کف پا باشد

ہر دو کونین یکے پر بود بے پایاں ۷۱ اندراں بحر محمد در یکیتا باشد  
 وجود پاک تو شر باعث وجود جہاں ۷۲ ظہور ذات تو ختم پیمبران باشد  
 خمار نشہ نے نیست حاجتم کہ مرا ۷۳ شراب عشق محمد بکام جان افتاد  
 من آن کسم بغیض محمد عربی ۷۴ قدم با دل منزل بلا مکان افتاد  
 پادشاہ دو جہاں احمد محبوب خدا ۷۵ منظر حسن اتم رحمت یزدان شگید  
 محبت شاہ دلبران مخصوص جنس خلق نیست  
 در ازل محبوب حق آن صاحب لولاک بود ۷۶  
 ہر غبارے کہ از پیش خمیزد ۷۷ در عاوش شاہ خادراں باشد  
 دو گیتی خلقے آمد سزا دار قداحمد ۷۸ دو عالم سیکرے باشد محمد مصطفیٰ  
 چمن خلق ز خلق جہاں توئی انزوی ۷۹ بجن خلق توئی اشرف آدم  
 قمر جمال ملک موت و فلک منزل ۸۰ خضر نقاد حبیب خدا و نور اتم  
 بجائے دین دایما نم نشسته در دلم عشقت  
 کنوں عشق تو ایمانم غم و مہرت بود پریم ۸۱  
 مصطفیٰ ۸۲ آن سید کل کر علی و برتری  
 گرد در گاہش نزد برق کیواں داشتن ۸۳  
 جمیل و دلبر و الوز، لطیف و نازک و بر طہر  
 صبح و آغ دازہر سر ایا نور رحمانی ۸۴  
 حبیب کبریا آمد، جمال انبیا آمد ۸۵ کمال اولیا آمد چو نعتی

نہایت کس تو دلیبر ملک دلیبری مہسر

بعظمت شاہ شاہانی بحسن ہر یزدانی

نخیزد چوں تو جانانی بحسن دلیبری یکتا

سراپا لطف رحمانی، سراسر نور تابانی ۱۸۲

## ۱۔ محبوب کے منظر ہر حسن اور رنگ تغزل

غزل ایک داخلی اور تاثیراتی شاعری ہے۔ اس میں موضوع اور مضامین کی دنیا محدود ہوتی ہے۔ اس کی عاں فضا حسن و عشق کا نہایت لطیف حسین اور دل آویز رنگ لے ہوئے ہوتی ہے اور شاعر زیادہ تر اپنے پرظہر حجابات، اپنی دلی کیفیات اور اپنے واردات، قلب کو نرم و نازک، شگ اور شیریں الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے، اس میں کیف و سرور دلور اور دلہیزی کی کیفیت اور شان دلربائی ہوتی ہے اور پڑھنے والا شاعر حسین تجربات اور دل نشیں انداز بیان، اثر عم اور موسیقیت میں ڈوبے ہوئے لب و لہجے سے فوراً متاثر ہوتا ہے۔ اور اس ادبی لطافت کی لذت کافی ذمہ پا ہوتی ہے۔

مضامین غزل میں محبوب کے سراپا اور اس کے منظر ہر حسن کی پیش کش

اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں شاعر حسین اور نادر شیعوں سے خوبصورت اور



دلغریباستعاروں سے حسن و عشق کا ایک چمن آراستہ کرتا ہے۔ عام طور پر غزل  
 میں محبوب کے قد و قامت، لب و رخسار، چشم و ابرو، زلف و کاکل، رنگ و روغن،  
 نزاکت و لطافت اور شوخی ادا کا ذکر ہوتا ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب  
 دہلوی نے نعتیہ غزلیں لکھی ہیں۔ رنگ تغزل کے لئے ان میں سے بعض  
 مضامین کا آنا لازمی تھا۔ لیکن ان کا شاہِ خواں اور محبوب کوئی عام  
 انسان نہ تھا۔ بلکہ فخر موجودات، افضل البشر، محبوبِ رب العالمین صلی اللہ  
 علیہ وسلم پیش نظر تھے اور جہاں بقول عزت بخاری :

ادب کا ہمیت زیر آسماں از عرش بالاتر

نفسِ گم کردہ می آید جنبید و بایزید اچلی

اور بقول غریب شیرازی :

ہزار بار بشویم دہن ز مشکِ کلاب      ہنوز نام تو کفنِ کمانِ ادبی است

ایسے حال میں شاعرِ نازک خیال کو رنگِ تغزل اور ذاتِ اقدس کے ادب و

احترام کے درمیان تلوار کی نازک دھار سے گزرنا پڑا اور وہ عارفِ کامل اپنے عشق  
 صادق کی بدولت ادب کی اس دشوار گزار وادی اور کشنِ منزل سے بڑی کامیابی  
 سے گذر گیا۔ حضرت دہلوی کے دیوان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گہری حسن  
 و خوبصورتی کے متعلق بھی بہت کافی اشعار ہیں۔ اس موضوع پر شاعر نے بعض  
 بڑی غزلیں لکھی ہیں۔ کچھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

در جمالِ دکنال و حسنِ وقار

کیست احمد زہر و مہر افروز

کیست احمد ز سر و گل خوش تر در خرد و قامت بهار و عذار  
 کیست احمد ز برگ گل ابهری در لب طلعت و برور خسار  
 کیست احمد ز برون بادا ۱۵ در دولت و عز و مال و خویش و تبار  
 از لب شیرین و چشم غمزده زن ۱۶ ز رخ شکنش و بادام لالا  
 حلقه محبت با عجز رفت ۱۷ جمع با هم کرده بسج و شام را  
 ماه تمام بنده دوی جلیل تو ۱۸ باشد غلام کیس تو شک و عنبر را  
 قد بسیارانی و رخ افزو و سر حد کشا ۱۹ خوار و بقدر نما سرو و گل و دلیان را

ز بی چشم و ز بی مژگان ز بی روی و ز بی دندان  
 یک سحر و دیگر خجسته یکی نور و دیگر لالا ۲۰  
 از لولی دندان شکنی قیمت لالا ۲۱ خوں شد جگر از لعل تو نعل مینی را  
 خورشید و قمر خودی بخشم ملاک ۲۲ دیو ده کند از لعل تو جلوه گری را  
 گفتم که شبیه قد تو لولوی لالا ۲۳ دریا به فغان آمد و فریاد که لالا  
 هم رنگ لب لعل تو گل برگ نباشد ۲۴ هم چشم دو چشمیت نبود ز گس شهلا  
 لب لب لعل بدخشاں دی بطلعت آفتاب  
 دی بچشم آهوی رعدا بکیس و مشک ناب  
 لعل تو شکر فشاں و آفتاب تر ز باں  
 آهوی تو جان شکار و مشک تو در سج و تاب ۲۵  
 چهره زیبائی تو مرآت حق ۲۶ صبح غلام یا همیش یا آفتاب

روئی تو خوشید لکن یا کمال دیگر است

حسنیت آمد صبح آنا با جمال دیگر است ۵۳

شیدائے جمال تو ہمہ خور و طامک ۵۶ قربان خرام تو بود تیر و در سراج

دلبری رشک تو از لذات آتیه ۵۸ خوب رویان دوعالم را بختل کرده اند

آن قامت عنایت بالے بچن بنما ۶۵ تانعه زنان تیری از سر درواں خیزد

چگونه نرگس شهلا چشم تو برسد ۶۷ کجا به نرگس شهلا چنین ادا باشد

مدکیتی خلقی اند سرافاد قداحمد ۱۲۰ دوعالم پیکر باشد محمد مصطفیٰ

رموزی دلبری پنهان چشم دلرباے تو

فنون شادی پیدا، ز طرز غمزہ و آتش ۱۲۱

اکمال اندر فست تو دارد جمال شے زذات یافته هستی کمال

لے لبیت چشمه آب حیات ۱۲۵ شے رخت حرارت حسن ذوالجلال

خواب آن چشمه که زخم می زند هر آن

غلام آن لب لعلم که جاں دین دهد هر دم

نہے آن صورت زیبا که ایرد را بود محبوب

نخه آن حسن لوح افزا که از دلها رباید غم ۱۳۰

لے فزون از مهر رخ زیبای تو مطلع حسن ازل سیمای تو

ماه یا خورشید رخ پر نور تو سرو یا شمشاد یا بالاسے تو

مشک یا دیو یا گیو تو ۱۳۵ آب جیوان یا لب گویای تو

بدر ہلال عید چشم ہر کے دیدہ من بدر ہلال ابروئے تو

نقاش جان فزا آمد، نگاہش دہر با آمد

مخش چو از غواستی سخن آب روانی

حبیب کبریا آمد بحال انبیا آمد

کمال اولیا آمد چو روح اندر جہانستی <sup>۱۶۸</sup>

سرور ہر دو جہانی پادشاہ انبیا <sup>۱۶۹</sup> از ازل گشتہ سلم بر توشان دہری

آفتاب سپہر محبوبی ماہ بینح کمال امکانی

بے رخت آفتاب شعلہ نادر <sup>۱۷۰</sup> بے جمال تو ماہ پیکانی

چہ جانان شاہ خوبانی سر اسر نور تابانی قدم تا سر عیشانی سرا پا صبح خدائی

پچھرہ بدر تابانی بقدر سرو خرامانی <sup>۱۷۱</sup> ہم تن شیر جانی تو گوئی در غلطلانی

حبیب پاک سزدانی ندارد کس چو او شانی <sup>۱۷۲</sup> ملک دل سلیمانی چو قرآن پاک دامانی

## ۸۔ اے خوشا شہرے کہ ان دلبرست

عاشق صادق کو محبوب کی کلیاں اور اس کا شہر بھی پیارا ہوتا ہے۔ چنانچہ

حضرت عیسیٰ نے بھی مَدِیْنَتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں

ایک قصیدہ اور کئی غزلوں میں اپنے اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا ہے :

زہی مدینہ سوادش بہشت جاں پرور کہ نازید سوادے چمن خدا دیگر



و میدا سبز و در و زرد و خوش رنگ  
چیدہ نخل و دو عجب قامت دلبہر  
فضائی او بر ند طعنہ با برو عتہ حسلہ  
حصائی او بہ بردنخ از در و گوہر  
سواد کو بہ طراوت طرب فرزند جمال <sup>۱۱۳</sup> فضا او بہ لطافت بہشت جہان <sup>۱۱۴</sup>

نہی مدنیہ و آب لطیفش از گوہر  
کنا فرید خدا کشوری چنان گیر  
بحا صیت ہمہ خاک کشش بودا کسیر  
بمنفعت ہمہ گردش بود عنبر  
چہ سرزمین کہ بود بر زمین بہشت بریں  
چہ سرزمین کہ ندیدہ فداں چنان کشور  
چہ سرزمین کہ ہمہ سنگہا شش لعل و عقیق  
چہ سرزمین کہ ہمہ ذرہ ہا شش شمس و قمر  
چہ سرزمین کہ ہمہ ہزار بود تسنیم  
چہ سرزمین کہ ہمہ چشمہ اش بود کوثر  
چہ سرزمین کہ بود بوسہ گاہ شاہ و گدا <sup>۱۱۳</sup>  
چہ سرزمین کہ بود سجدہ گاہ جن و بشر  
چہ سرزمین کہ در و سوز عیب خدا  
چہ سرزمین کہ در و مصطفی <sup>۱۱۴</sup> بود داور  
چہ مصطفی <sup>۱۱۵</sup> شہد دنیا و دین سول الشرائع <sup>۱۱۶</sup>  
چہ مصطفی <sup>۱۱۷</sup> سر کونین شاہ بحر و بر

## ۱- آرزوے دیدار جمال جاناں

مضامین غزل میں محبوب کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف کی طرح تمنا  
لماقات اور آرزوئے وصال بھی بڑا دلچسپ موضوع ہے۔ ایک عاشق محبوب سے  
ملنے کی آرزو میں جلتا ہے اور اسی تمنا میں مرتا ہے اور شاعر اس موضوع پر طرح  
طرح سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی

قدس سرگاہ ایک ایسے عاشق رسولؐ اور عارف کامل تھے جن کی ایک نگاہ کرم سے دوسروں کو جناب رسالتؐ کا سپر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی۔ یہ معلوم خود کتنی بار، دیدار جمالِ جانان سے مشرف ہوئے ہوں گے لیکن پھر بھی ایک سچے عاشق کی طرح کبھی اُن کی سیر نہیں ہوئی اور انہوں نے اس دلچسپ دل نواز موضوع پر بہت کافی اشعار بڑے دالہ انداز سے لکھے ہیں۔ ان اشعار میں دل دوزی اور دل سوزی کی کیفیت ہے۔ ایک اندازِ دلربائی اور بڑی شانِ دل آویزی بچائی جاتی ہے۔ اکثر حکم شاعر نے اپنے محبوب کو بڑے ادب و احترام سے براہِ راست مخاطب کر کے رنگِ تغزل میں جانِ دل دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک غزل تو دیوان میں اس طرح ہے، جس کی مثال نہیں ملتی۔

چند اشعار اس غزل کے یہ ہیں :

اگر آں شاہِ خوابم ہر چشم من پارا	بجاکِ پانی او چشم معادینا و عقی را
دروں سلیمان ہر دم زہد عشق چنان	کہ آہ آتش من گدازد دستِ شمار را
صبا بے بگو از من باں سلطانِ خواب را	کہ بی دیدارِ رونی تو خوابم چشمِ نیاز را
بیائے احمد مرسل بیائے منظرِ رحمت	بحال من نظر فرما چشم من بنہ پانا
بیائے دردِ ادراس بیائے لافِ حرام	بنہ بر زخم من مریم کشا لعلِ شکر خارا

تغزل کے اس دلچسپ اور خوبصورت موضوع کے کچھ اور اشعار دوسری غزلوں

سے پیش کیے جاتے ہیں :

جان من بنارخ گنگام را کامراں کن این دل نا کام را

یک زمان از چہرہ پر دہر فکن ۱۷ عفو فرما ظلمتِ اکایم را

خدا یدایا رسول اللہ کجاں من نظر فرما

دگر پسند در ہجرت ز چشم خون چکیدن را

بیا باری سبک فرمای بارِ فرقتِ دوری

دگر لپٹم نمی تا بد ز بارِ غم خمیدن را ۱۸

بیا غم رسید برب لب دریاب لود مارا ۱۹ درد اک سوخت ہجرت فرما دوس خدا را

خون می خورم بہ ہجرت رچی بکن خدا را ۲۰ درد اک چشم مستنت اذ مار بود مارا

بیا بیا و چشم قدم نہ بارے ۲۱ نہ بینم از رخ تو با بصر چہ کار مرا

بیا بیا کہ فدائے تو جاں و سر سازم ۲۲ بغیر وصل تو با جاں و سر چہ کار مرا

از حال دل چہ گویم ای پادشاہِ خواں ۲۳ از تابِ فرقت تو یک قطرہ خون کیاست

وقسی عجب سوت ای نور پاک یزدال ۲۴ چوں ابراشک سزاں چوں برق در فغانست

از شوق بدردنیت لے خاتم رسالت ۲۵ در سینہ داغ پیدا تا ہیش بدل کیاست

از آتشِ فراقت لے پادشاہِ خواں ۲۶ در سرخاں حرمال و رسیدہ دل طپاںست

چاتم ز ہجر آمد لب، آن شاہِ خواں کے کسر

ابنِ نالہ شب گیر ما، یارب بیایاں کے رسد

لے شہسوارِ امطفا، سرتا بیا جسم خدا

بالے بگوئے معطفی، دھسم بداماں کے رسد ۲۷

پیاپی آرزوی من دمی پانہہ چشم تر  
کہ از ہجرت دلم پر خون بشوق تو دو چشم تر  
بشوق آن شبہ خواب مرا حاصل شدہ اینک

۹۷ تنِ لاغر، دلِ حیراں، سرِ شیدا، نوحِ اصغر  
شدہ ویسی، مگر شیدا، بشوق آن شبہ خواب

۹۸ نگر گریاں، نگر نالاں، نگر سوزاں، نگر شدر

چند سوزم ز آتشِ بحر شملہ چند سازم با غم و درخ و طال  
چند داری سوختن بر من روا ۱۲۵ چند داری خون دل بر من علال

اے خوش آن روز کہ از آتشِ حیراں برہم  
پیش تو میرم و از سینه سوزاں برہم ۱۳۱  
یا رسول اللہ زہجرت تا بجے گریاں شوم

اشکِ خونیں چشم گریاں برنتابدیش اذیں  
یا رسول اللہ بریں مقتولِ حیراں کن نظر  
قلب ویسی دردِ حیراں برنتابدیش اذیں ۱۴۵

در عہدِ تو بر من گذرد اے شبہ خواب  
یک روز یکے ماہ و یکے ماہ چو سالی ۱۴۶  
اے پادشہ ہر دوسرا سید کوئیں

۱۴۷ بہم بفراق تو گرفتار و بالی



# ۱۰۔ القاب محبوب

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب فیسی قدس سرہ نے اپنی غزلوں اور قصیدوں میں اپنے محبوب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حسب ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں :

آبِ رواں فی رخدا	احمد عرشِ خیا	احمد مختار	احمد مرسل	اشرف بنی آدم
اشرف عالم	اصبح گل پیرن	افتخار السنن جاں	افتخارِ جہاں	افتخار کون و مکان
افتخارِ ہر زمیں	افصح شیریں سخن	افضل حق	امامِ رسل	ایح شکرین
آئینہ جمالِ خدا	آئینہ جمالِ قدیر	بادشاہِ دلبر	بادشاہِ ہر دورا	باعثِ ایجاد گل
باعثِ جودِ جہا	بدرالدجی	بدر العجم	بشیر و نذیر	بندہ خاصِ یزد دستا
بہتر گل بہتران	پادشاہِ دوسرا	پادشاہِ دین	پادشاہِ ترصدستی	پادشاہِ ہر دو عالم
پیشوائے انبیاء	تاجدارِ انبیاء	جاں پناہ	جاں جہاں	جمالِ انبیاء
جوہرِ جاں	حاصلِ ابداءِ عالم	حاکمِ ملکِ کرم	حاملِ وحی	حبیب اللہ
حبیبِ ملکِ جہاں	حبیبِ خدا	حبیبِ داورِ پاک	حبیبِ کبریا	خاتمِ انبیاء
خاتمِ پیغمبران	خسر و حبلہ دلبران	خسر و ملکِ لقین	ختمِ الرسل	خضر لقا
خیر الانام	خلاصہ امکاں	خیر الواری	دردِ دیکے وقار	راحتِ قلب
رافعِ حراماں	رافعِ جو رفتن	رافعِ جو رولم	رہبرِ اصغیا	رہبرِ حملہ کا لوال
رہبرِ دین	رحمتِ عالم	رحمتہ اللعالمین	رحمتِ یزداں	رسول اللہ

رسول کریم	ریشک بدر شتری	ریشک قمر	رہمائے اولین	زبدۂ کائنات
زبدۂ کون مکان	سالار انبیاء	سمر حق	سرور اصغیا	سرور انبیاء
سرور عالم	سرور عرش حلال	سرور کل سرا	سرور ہمایا	سرور آستان نبوت
سلطان باں	سلطان دین	سلطان الرسل	سلطان رسل	سلطان عالم
سید ابرار	سید جملہ جمیلاں	سید خوباں	سید دنیا و دین	سید الرسل
سید عالم	سید کل	سید کونین	سید الوری	شاہ انبیا
شاہ بحر و بر	شاہ دین	شاہ دلبران	شاہ دہراں	
شاہ رسل	شاہ رعنا	شاہ کونین	شاہ ملک	شاہ جملہ عاصیاں
شافع روز شمار	شافع عاصیا	شاہ مطلق	شافع یوم الجوا	شفیع امم
شفیع روز جزا	شفیع المذنبین	شمع انجن	شمس الضحیٰ	شمس العرب
شہد ابرار	شہد جمیلاں	شہد خوباں	شہد خوبان عالم	شہد خیر القرن
شہد دنیا و دین	شہد رسل	شہد اصطفیٰ	شہد سوار انبیا	شہد شیر ادا
طلح حق	غیرت خورشید	فخر الامم	فخر بشر	فخر زمین
فخر عالم	فلک خرگاہ	قبلہ دین	قمر جمال	کاسر گھروشن
گلبن باغ ہادی	گوہر بحر کمال	گل عذار	لعل بے بہا	لعل دلنواز
مالک ملک سروری	ماہ اوج برتری	محبوب خدا	محبوب خافقین	محبوب خلاق زمین
محبوب دو المنن	محبوب عالمین	محبوب حمان	محبوب رحمانی	محبوب کردگار
محبوب یزدان	محمد مختار	محمد عربی	مخزن لطف و عطا	مخدوم انس و جان

مراۃ جمال ذوالجلال مراۃ حسن ذوالجلال مراۃ حق مرجع صدق و صفا  
 مطہر خلق و غلام مطہر خالق خلق منظر حسن اتم منظر رحمت  
 منظر فیض اتم معدن صدق و صفا مقتدر اے جن والہاں  
 مقتدر اے جنہ والہاں مقتدر اے روح الہا مقصد ایجاد خلق ملک صورت  
 موج الکرم سبط قرآن مہر اوج دلبری مہتر کل مہتر اں  
 قبح چشم مردماں نور خالق اکبر نور الہادی نور کبریا نیز چرخ جمال  
 ہادی السبل ہادی گمراہاں یکتاے دو جہاں

## المنقبت شاہ اولیا و غوث الاعظم

دیوان ویسی میں تین غزلیں منقبت کی ہیں۔ پہلی غزل ص ۱۴۴ پر باب  
 مدنیہ العلم شاہ اولیا جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے۔ سلسلہ عالیہ

لے امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابو الحسن علی کرم اللہ وجہہ رسول پاکؐ کے حقیقی چچا زاد  
 بھائی اور داماد حمید ۱۳ رجب ۲۳ قبل ہجرت ۵۹۱ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۴  
 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۱۹ رجب ۵۳۵ء  
 ۲۱ جون ۵۶۱ء کو چوتھے خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۱۲ رمضان المبارک ۶۴۴ء  
 ۲۴ جنوری ۶۶۱ء کو کوفہ میں انتقال ہوا۔ پانچ سال ۹ مہینے تین یوم تہجدِ خلافت رہے۔  
 (بقیہ حاشیہ منظر پر)

نقشبندیہ کے سوا تصوف کے تمام سلسلے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے  
 کے ذریعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے  
 مشائخِ عظام کو بھی حضرت خواجہ معروف کرخیؒ کے ذریعہ ایک طرف حضرت خواجہ حسن بھریؒ  
 کے واسطے سے اور دوسری طرف سیدنا حضرت امام حسنؒ اور دوسرے ائمہ اطہار کے  
 واسطے سے شاہ ولایت سرور صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے  
 [بقیہ حاشیہ ص ۴۹ کا ۲]

مزار مقدس نجف اشرف (عراق) میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۹۲، مسالك السالكين  
 مرزا عبد الستار بیگ۔

۱۔ ابو محفوظ خواجہ معروف کرخی رح پہلے عیسائی تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے ہاتھ پر سامان ہوئے۔  
 ولی کامل گذرے ہیں۔ ۲ محرم ۳۰۰ھ = ۱۲ اگست ۸۱۵ء کو وصال ہوا۔ مزار شریف بغداد کے  
 محلہ کرخ میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۲۲۲ اور مسالك السالكين مرزا عبد الستار بیگ۔  
 ۲۔ حضرت خواجہ حسن بھریؒ ۶۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ پہلے جواہرات کی تجارت  
 کرتے تھے۔ ۵ رجب ۱۱۰۰ھ = ۱۴ اکتوبر ۷۲۸ء کو وصال ہوا۔ مزار شریف بصرہ سے ۶ میل  
 پر واقع ہے۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۰۳، مسالك السالكين۔ مرزا عبد الستار بیگ۔  
 ۳۔ سیدنا حضرت امام حسنؒ ۶۲۵ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سر سے  
 ناف تک حضرت رسالت مآبؐ کے مشابہ تھے۔ دس روز کم چھ مہینے خلیفہ ہے۔ ۵ ربیع الاول  
 ۴۹ھ = اپریل ۶۶۹ء کو وصال ہوا۔ مزار مبارک حبیب البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔  
 قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۰۲، مسالك السالكين۔ مرزا عبد الستار بیگ۔



بڑا فیض پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام صوفیائے کرام جناب امیر خسروؒ سے اپنی غایت محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلویؒ نے ۹ اشعار کی ایک غزل جناب امیرؒ کی منقبت میں لکھی ہے۔ اسی غزل کے چند اشعار یہ ہیں :

اے دلدادہ سوئے نجف کو شتاب کن      کحل البصر نہ خاک در تراپ کن  
 باسے جمال خویش نما پردہ بر فلک      شیدائے خود فقیر و شہہ کش و شتاب کن  
 من مرد جاہ و حشمت و پندار ستم      ۱۳۴۴ بامن بجا کپکے سبک خود خطاب کن  
 و سب دوائے درد خود از مرئی بخواہ      ۱۳۴۵ یا مرئی دوائی دل من شتاب کن  
 دو غزلیں قطب العالم غوث الاعظم محبوب سبحانی سیدنا حضرت محی الدین  
 عبدالقادر جیلانیؒ پر ان پیر و سنگیر کی منقبت میں ہیں۔ اولیائے کرام اور

۱۔ حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ باپ کی طرف سے حسنی اور مال  
 کی طرف سے حسینی سید ہیں۔ حیرۃ الخضر کے دکن متبع جیلان (گیلان) کے گاؤں نائف میں ۲۹ شعبان  
 ۵۶۴ھ = ۱۱۶۸ء کو پیدا ہوئے۔ یہ مقام بغداد سے تین منزل پہلے ہے۔ والد کا حضرت ابو صالحؒ  
 اور والدہ کا نام بی بی فاطمہؒ تھا۔ ۸ سال کی عمر میں بغداد آئے اور فقہ حنبلی کے ماہر حضرت ابوسعید  
 محرمیؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۱۱ ربيع الاول ۵۶۱ھ = سوموار ۴ فروری ۱۱۶۶ء کو بغداد  
 میں انتقال ہوا ہے اور وہیں مزار مبارک ہے۔ الفتح الربانی۔ فتوح الغيوب۔ بہجۃ الاسرار اور  
 (بقیہ حاشیہ ص ۴۶۲ پر)

صوفیائے عظام میں حضرت غوث الاعظم کا بڑا اونچا مقام ہے۔ وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام طریقت ہیں اور قبیلہ دیں اور کعبہ ایمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کا فیض نام ہے۔ اور دنیائے اسلام میں کسی دوسرے صوفی اور روحانی پیشوا کو وہ مقبولیت اور ہر دل پر حاصل نہ ہو سکی۔ جو حضرات پیران پر دستگیر کا طرہ اختیار ہے۔ حضرت صوفی صاحب نے اپنی دو غزلوں میں اس چشمہ فیضان نبوی اور منبع جود و کرم کو بڑی محبت کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے:

دلم در عشق تو نالال محی الدین جیلانی	بہ ہجرت چشم من گریاں محی الدین جیلانی
دل و جانم لبشوق تو بہر دم زار محی الدین	نما آن طلعت تاباں محی الدین جیلانی
بحال من نظر فرما، نگر حال زبون من	کجائی اے شہہ خواں محی الدین جیلانی
تو آن محبوب بجاں کہ بر جن و بشر داری	شراف ای ہادی دوران محی الدین جیلانی

کیند بندہ ات بسی تمنا می کند مردم

شود بر پائے تو قربان محی الدین جیلانی ۱۸۳

بشوق آل شہہ خواں محی الدین جیلانی	فدائے تو رسم ادا، محی الدین جیلانی
غلام تو شدم از جاں مرید تو شدم از دل	مرا تو مالک مولی محی الدین جیلانی
بدیائے غم اقدام بیا ای اے دستگیر من	بہای بخش ازین دیا محی الدین جیلانی

[بقیہ حاشیہ ص ۴۷۱ کا]

دیوان فارسی آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاضی المشاہیر عبد اول ص ۶۶، سالک السالکین مرزا عبد الستار بیگ۔ غوث الاعظم مولانا محمد متین بہاری۔

بشوق شمع رخسارت چو پدا نہ ہی نوزم نماں صورت لیلیٰ محی الدین جیلانی

بگفتہ ویسی ناداں خزل درو عفت تو شاہاں

عطا کن خلعت علیؑ محی الدین جیلانی ۲۳۱

## ۱۲۔ متفرقات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ نے مولوی محمد شاہؒ کے

انتقال پر ۱۵ اشعار کا ایک مرثیہ اور ایک تاریخ وفات لکھا ہے۔ اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ یہ بزرگ کون تھے اور کہاں کے رہنے والے تھے۔ مرثیہ اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم، شاعر اور منشی، متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ صفر ۱۲۹۹ھ، سوموار کے روز صبح کے وقت (دسمبر ۱۸۸۱ء)

یا جنوری ۱۸۸۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اور حضرت ویسیؒ کو ان کی موت کا بڑا اندسہ ہوا۔

آنکس کہ از جنات نیاسید بکلم است  
ایں زخم صعب نہ علاج نہ مرہم است  
علم و کمال و فضل ز فوئش مسلم است

زابد بغم کہ سلسلہ زبیر برہم است

دی فضل اشک سیرت اقدار دہم است

بہیات اے فلک چہ جفا دشتی روا  
یار بچہ زخم بد دل ما چرخ بزدہ است  
این زخم سخت فوت محیر شمع کہ مرد

عالم بگفتگوئے کہ علم از جہاں برفت

اے علم خون گری کہ ترا آبر و نماز

عالم و متقی محمد شاہ  
شاہ و منشی و جہان دیدہ  
زادہ و عابد و خلیق و کریم  
در صفر رفت زیر سر اے غور  
پانچم دوش گفت اے لسی  
فاضل و کامل و خدائے آگاہ  
نقل فرمود زیر جہاں آگاہ  
و اصل دعاشن رسول اللہ  
شب دو شنبہ و بوقت آگاہ  
خدا را اگر محمد شاہ

۹۹ ۱۲ ۵

جناب حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی کی اہلیہ کے انتقال کی تین  
”مارچ“ لکھی ہیں۔ حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی کے حالات بھی ابھی تک  
پردہ خفایں میں ہیں۔ انیسویں صدی عیسوی کے اخیر میں پٹنہ عظیم آباد کے ایک  
معزز و محترم سادات خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ فقہ و حدیث کے ماہر اور  
نہایت پرہیزگار عالم تھے۔ ممکن ہے کہ ان کا تعلق غلامے صادق پور سے ہو  
وہ حضرت دسی رح کے بہت عزیز دوستوں میں تھے۔ ان کی اہلیہ کا سن ۱۳۰۰ھ =  
۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا اور حضرت دسی رح ان کی موت سے بہت متاثر ہوئے

نام گرامیش حفاظت حسین  
فاضل عالی نسب ذی الکمال  
داشت یکے پی بی بی نیکو خصال  
آنکہ بود دوست مرا بچو جاں  
درمہ علم آمدہ فخر زماں  
رابعہ وقت میاں زماں

آنکہ نام از حفاظت حسین ۱۹۶۰ء سید علی نسب فخر زماں



فاضل و ذی لمبہ و پرہیزگار  
دارد اندر حکمت و فقہ و حدیث  
داشت خاتونی فرشتہ در خصال  
سال فوتش چوں بستم عقل گفت  
ہم حکیم و عالم شیریں زبان  
دستگاہ کامل آن ذی عروفا  
بود اندر ذکر حق فخر دماں  
ہجر زودہ سوختہ "وہیسی بخوان"

۱۳۰۰ھ - ۶ - ۱۳۰۶ھ

حضرت وہیسی کا ۶۱ اشعار کا ایک خط جناب مولانا محمد سعید علی صاحب عظیم آبادی

۱۵۔ ہجر زودہ سوختہ " سے ۱۳۰۶ھ تک ہے۔ اس میں سے زودہ کا و " کا چھ عدد خارج کر دینے پر ۱۳۰۰ھ باقی رہتا ہے۔

۱۶۔ شیخ العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی کا والد کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور والدہ کی طرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے "صافی صغیر" سے تاریخ پیدائش نکلتی ہے۔ ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۳۱ھ = اکتوبر ۱۸۱۶ء کو عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی کے مشہور راوی صاحب دیوان شاگرد جناب ابو عبد اللہ علی یاسین آردی کے بھائی اور داماد تھے۔ مولانا حسن علی ہاشمی محدث لکھنوی (متوفی ۱۲۵۵ھ =

۱۸۳۹ء) کے شاگرد تھے۔ اور حضرت سید احمد شہید بریلوی کے خلیفہ مولانا شاہ تدر محمد

صاحب انادوی (متوفی ۱۲۶۱ھ) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ۱۲۸۵ء میں شیخ العلماء

کا خطاب ملا۔ اور حضرت وہیسی رحمہ اللہ کے انتقال کے چار ماہ بعد شعبان ۱۲۸۰ھ میں (۱۸۶۳ء)

(بیعت شدہ ہے)

کے نام ہے۔ یہ خط نامکمل ہے اور مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی کے دیوان  
 قسط اس البلاغت پر حضرت اسی رح کا تبصرہ ہے۔ جس میں شہر ٹپہ اور مولانا محمد سعید  
 صاحب کی بہت تعریف کی ہے۔ شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی  
 انیسویں صدی عیسوی کے بڑے صاحب علم و فضل بزرگ گذرے ہیں۔ وہ ایک بلند  
 پایہ عالم دین اور عربی فارسی کے نہایت ممتاز اور کامیاب شاعر تھے۔ مولانا محمد سعید  
 حضرت رح ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوئے اور حضرت اسی رح ۱۸۲۵ء میں اور دونوں بزرگوں  
 کا چار مہینے کے وقفہ سے ۱۳۰۷ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت اسی رح نے دسمبر ۱۸۸۶ء  
 میں اور مولانا محمد سعید حسرت رح اپریل ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔ حضرت صوفی سید  
 فتح علی صاحب اسی رح کو امیر المؤمنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ حضرت صوفی نور محمد  
 صاحب پاٹنگائی سے اور مولانا محمد سعید حسرت رح کو حضرت سید احمد شہید رح کے دوسرے  
 خلیفہ مولانا نذر محمد صاحب اٹاوی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ خط سے اندازہ  
 ہوتا ہے کہ دونوں بزرگوں میں گہرے مراسم تھے۔ چند اشعار اس خط کے ملاحظہ فرمائیں۔

چندا در رسید فصل بہار      فرخا ابر گشت گوہر بار

[بقیہ حاشیہ ص ۲۷۵ کا]

۱۸۸۷ء کو نغل پورہ ٹپہ سیٹی میں انتقال ہوا۔ آپ کا دیوان قسط اس البلاغت  
 مطبوعہ اور شہر ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں راقم الحروف کا مضمون "شمس العلماء"  
 مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی" مطبوعہ رسالہ معارف عظیم گڑھ۔ جولائی ۱۹۶۲ء۔

عالم از نغمہ می شده کشمیر  
 چوں ہر نیم ماہ نیمہ شبی  
 داد آواز و لیسیا بر خیز  
 گرم بر غاستم رواں رفتم  
 گفتم لے رشک ماہ باز بگو  
 گفتم در شہر پٹنہ بوم خوش  
 شہر پٹنہ شیندہ فرمود  
 گر بہار جہاں بہار بود  
 گفتم دیدم در آن یکے طوطی  
 کیست آن طوطی رواں افزود  
 آن محمد سعید عالی جاہ  
 آن محمد سعید خوش تقریر  
 آن محمد سعید خوش لہجہ  
 خوش دل و خوش مزاج و خوش تقریر  
 آن محمد سعید صاحب علم  
 آن محمد سعید بہر دین  
 آن محمد سعید شیخ زماں  
 دھل و کامل و ولی اللہ

گیتی از فرسخی شدہ فرخارہ... ۱۹۷  
 از سفر باز آمد آن دلدار  
 زود تر بخت تو شدہ بیدار  
 پیش آن دلبر ملک رخسار ....  
 بود تا این زماں کجاست قرار  
 دل نشیم شد آن نجستہ دیار  
 ہست شہرے ز شہر ہای بہار  
 شہر پٹنہ بہار راست بہار ....  
 خوشنوا خوش مقال خوش گفتار... ۱۹۸  
 کیست آن جالفا ز شکر بار ....  
 آن محمد سعید طالع یار ....  
 آن محمد سعید سحر نگار  
 آن محمد سعید خوش گفتار  
 خوش سخن خوش لباس خوش اطوار ....  
 آن محمد سعید صبر دیار  
 آن محمد سعید فیض مدار  
 معدن صدق و مخزن اسرار  
 عابد و زاہد و سر اختیار... ۱۹۹

زہد و تقویٰ بذات اور نماز اور دعا و عرفان برو گرفت قرار .....  
 گفتم اے یار ایچ داری یاد  
 شرتو گر بود یکے زہزار  
 گفت اینک بگرد و نوازش  
 تحفہ دلربائی کو تو وار

ہر گرفتہ رواں بخواندم زود  
 شعرا و ازکثار تا بہ کثار

### ۱۳۔ حضرت وسی اور اساتذہ فارسی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی نے اساتذہ فارسی کے  
 کلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اشعار کی ظاہری شکل و شباهت اور ردیف و  
 قافیہ کے سلسلہ میں وہ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی، حضرت خواجہ  
 امیر خسرو اور جمال الدین عینی شیرازی کی غزلوں سے متاثر ہوئے ہیں۔  
 حکیم سنائی، انوری اور خاقانی کے قصیدوں کے انداز پر انہوں نے نعتیہ  
 قصیدے لکھے ہیں :

اس میں کوئی شک نہیں کہ غزلی گوشتاعروں میں رنگ تغزل، حلاوت  
 و شیرینی، روحانی و دلکشی، جذب و کیف اور شکاری و مستی کے لحاظ  
 سے خواجہ حافظ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ چنانچہ حضرت صوفی سید فتح علی  
 صاحب دہلوی قدس سرہ بھی خواجہ حافظ سے بہت متاثر ہیں اور اپنی اکثر  
 غزلیں خواجہ حافظ کی زمین میں کہی ہیں اور اپنے بہت سے اشعار ان کے



تافیہ اور ردیف میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں حضرت خواجہ حافظہ ادر حضرت  
 ویسی کے دیوان سے ایک ہی زمین کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔  
 حضرت خواجہ شمس الدین عارف شیرازیؒ حضرت شہونی سید فتح علی رضا ویسیؒ  
 ساقیا بر خیز و دروہ جام را جان من بنما رخ گل نام را  
 خاک بر سر کن غم ایام را کامراں کن این دلِ ناکام را  
 بادہ در دہ چند ازیں باد غور جوئے از جام عشقش دوش کن  
 خاک بر سر نفس نا فرجام را چارہ ساز این عقلِ نافر جام را  
 گرچہ بدنامیست نزد عاقلان عاقلان دانند ما دیوانہ ایم  
 نامی خواہیم ننگ و نام را ننگ رہ داریم ننگ و نام را  
 محرم را ز دل بشیدائے من لمعہ از حسن روی خود نما  
 کس نمی بینم ز خاص و عام را مست و شیدا ساز خاص و عام را  
 بادل آراے مرا خاطر خوش است ویسی از خواہی جمال مصطفیٰ  
 کز دلم یک بارہ برد آرام را ترک فرما راحت و آرام را

روئی عہد شباب مست دگرستان را یار باد مدہ گیسوی مشک افشاں را  
 می رسد مژدہ گل بلبل خوش الحان را یار برہم مزن این سلسلہ دورال را

## خواجہ حافظہ

## حضرت ویسی

اے صبا گر بہ جوانا چین باز برسی

قدیہا رانی دلخ افزو دوسر جبارشا

خدمت ما بریاں سر دو گل ریحاں را

خوار و بے قدر نما سرو گل ریحاں را

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح

آں چناں در غم بحر تو شدم اشک فشاں

ہست خاکی کہ بآبی بخرد طوفاں را

دیدہ من بسیرا بے بستہ طوفاں را

ملک آزادگی و کج قناعت گنجیت

چہہ سائی در تو شرف حور و ملک

کہ بشیر میسر نہ شود سلطان را

قشقہ رخز بود خاک درت سلطان را

دل می رود ز دستم صاحب دلاں خدارا

جانم رسید برب دریا ب زود مارا

دردا کہ راز پنهان خواهد شد آشکارا

دردا کہ سوخت بخت بخت فریاد رس خدارا

کشتی شکستگان نیم اے باد شرط بر خیز

گم گردگان را ہم اے خضر پری کن

باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

تا بیک نگاہ بینم آن نور کبریا را

آسائش دیتی تفسیر اس دو حرفست

ز ایجاد ہر دو گیتی مقصود بود او را

باد و ستان مطلق باد شمنال مارا

بند جمال ذاتش بر دست آشکارا

آں تلخوش کہ صوفی ام الخنا بیشش خواند

خون جگر بہانا خوردن بدر عشقت

آشہی لنا فاحلی من قبلتہ العذرا

آشہی لنا فاحلی من قبلتہ العذرا

## خواجہ حافظ

سرکش مشو کہ چون شمع از غیرت بسوزد  
دلبر کہ در کعبہ او موم است سنگ خارا

## حضرت ابوسعید

بایام حسن رویت عبرتی نمائند دل را  
و اندل کہ صبر دارد دل نیست سنگ خارا

اَلَا يَا أَيُّهَا السَّاقِي اذْكُرْ كَأْسًا وَنَاوِلْهَا  
كَلْبًا شَقِيقًا سَاوِلًا دَلِي اِفْتَادَ شَكْلَهَا

مرم سودانی و جام سرمه دیوانگی داد  
لعلش آن شہرہ خوبان را پشیمان ساخت

شب تار یک بزم مریح و گرداب چنین حال  
بجا دانت رحال با سبکساران ساحلها

نشین بر شمع شرع و بر دسالم بریں دریا  
و گرنہ ہی بر دم و بخت نہ بنی بوی ساحلها

بہی سجادہ ز گیس گن گرت پیر مغال گوید  
کہ سالک بے شہرہ بود ز راہ و رسم منزلها

بہ آنکشم و شہرہ بوی گن گن نظر آنتہ بر درہ  
کہ غولان می برند اندرہ دریا ویرانہ منزلها

ہمہ کارم نہ خود کانی بہ نبد نامی کشید آخر  
نہاں کی مانند آن را ز کز و سازند محفلها

جو بارم فی بلد گاہش بسودا شیں شوم محبوں  
کہ دیوانہ اش باری شوم شہرہ محفلها

اگر آن ترک شیرازی بدست آمد دل مارا  
بجالی بندوش بخشم سمرقند و بخارا

اگر آن شاہ خوبانم ہند بر چشم من پارا  
بخاک پالی آو بخشم معادینا و عقی را

بدم گفتی و خرسندم عفاک الشرنکو گفتی  
جواب تلخ می ز بید لب لعل شکر خارا

بیای در دریا دریاں بیای رافع حراما  
بنہ بر زخم من مرم کشا لعل شکر خارا

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخواں حافظ  
کہ بر نظم تو افشا فلک عقد تر یارا

بہ نعت آن شہرہ خوبان چہ خوش و سی غزل گفتی  
شاز نظم تو عاشق کندیم دین و دنیا را

## خواجہ حافظ

دوش از مسجد سونی میخانه آمد پیر ما  
چیت یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما  
در خرابات مغالان نیز ہم منزل شویم  
سہین چنین رفت ست در عہد ازل تدبیر ما

ما مریداں رو بسوی کعبہ چوں آیم چوں  
رو بسوی خسانہ سخت دارد دیر ما

بادل سنگینت آیا، میچ در گیر دشبہ  
آہ آتش بار و سوز نالہ شبگیر ما

مرغ دل را حید جمعیت بلام افتادہ بود  
زلف بکشادی و باز از دست شد بچیر ما

عقل گرداند کہ دل در بند زلفش چوں خوش است  
عاقلاں دیوانہ گردند از پی زنجیر ما

بر در میخانہ خواہم گشت چوں حافظ مقیم  
چوں خراباتی شدای یار طریقت پیر ما

آفتاب از روی او شد در حجاب  
سایہ را باشد حجاب از آفتاب

## حضرت وسیع

ریخت چشم لعل و گوہر بر خیال لعل او  
در نگاہش گشت بے سنگ این ہمہ تدبیر ما  
ہر کسی را رہبری ہر دست را یک دانی  
دست او دامن احمد بس این تدبیر ما

سید حمید جمیلان احمد محبوب حق  
حُب اوس رہبر عاشق اوس پیر ما

دوش جام سوخت از فریاد بے تاثیر ما  
آہ تاثیر نہ دارد این نالہ شبگیر ما

نالہ و فریاد وزاری می کنم از حسرت  
تا کہ روزی عزم سازد از پیے پنجر ما

یا الہی قلب مجنوم ز غیرش باز دار  
حُب اؤ کن بندہ عاشق او زنجیر ما

یا رسول اللہ دل وسیع ز شربت پارہ شد  
حب تو بر لب بدو در دل مبت بے پیر ما

شد کدالی در گہ او ہمیشہ کفتاب  
نقش نعل مرکبش آمد نگین آفتاب



خواجہ حافظ<sup>۲</sup>حضرت وِسی<sup>۱</sup>

۲- سید دنیا و دین محبوب رب العالمین  
احمد مرسل که شد گردش قرین آفتاب<sup>۲۹</sup>

خدا چو صورت ابروئی دلربائی تو بست  
کشا و کار من اندر کرشمهائی تو بست<sup>۳۳</sup>

۱- تا قضا شمس و قمر در خم کیسویی تو بست  
بر دلم کلک قدر نقش خط و روی تو بست<sup>۴۲</sup>

۲- من نه امروز گرفتار توام جهان مرا  
روز میثاق قضا در خم کیسویی تو بست

ترسم که اشک در غم ما پرده در شود  
دین را نه از سر بهر عالم سمر شود<sup>۹۴</sup>

حافظ سرانجام بد آرد و بیای بکس  
گر خاک او بیای شمای سپهر شود<sup>۹۵</sup>

۱- وِسی چه کس که بر رخ ایک نظر کند  
این فخر نس که در ره مائی سپهر شود<sup>۹۶</sup>

خوش است خلوت اگر یار یار من باشد  
نه من بسوزم و او شمع انجمن باشد

من آن ننگین سلیمان بهیچ نستانم  
که گاه گاه در دست اهرمن باشد<sup>۱۰۵</sup>

۲- ذرا کشتش از مخوف بود شیخ  
خواستش شیخ که بدتر از اهرمن باشد

بیان شوق چه حاجت که حال آتش دل  
تو آن شناخت ز سوزیکه در سخن باشد<sup>۱۰۶</sup>

هزار چشمه آب رواں رواں گردد  
دمیکه آن لب نوشینش در سخن باشد<sup>۱۰۷</sup>

## خواجہ حافظ

پو بر شکست صبا زلف عنبر افشانش  
بهر شکستہ کہ پیوستہ تازہ شد جانش

کجاست نیم نفسی تاکہ شرح غمہ دہم  
کہ دل چہ می کشد از روزگار بجرانش

بسی شدیم دلشد عشق را کرانہ پدید  
تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش

سحر بطرف چمن می شنیدم از بکبک  
نوائی حافظ خوش لہجہ غزل خوانش

بمژگانش سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم  
بیا کہ چشم ہمایت ہزاراں درد بر چینم

الا ای ہمنشین دل کہ یارانت برفت از یاد  
مراد ز می مباد آن دم کہ بی یاد تو بنشینم

لہ تاب آتش دوری شدم غرق غرق چوں گل  
بیارای باد شبگیر کسی زان غرق چینم

جہاں فانی و باقی فدائی شاہد و ساقی  
کہ سلطانی عالم را طغیل عشق می بینم

## حضرت ولی

مان عنبر نشان آمد ز جید عنبر افشانش  
زین چو نگہ ستان آمد ز روی چوں گشتاش

ز بحر انش شدہ تار یک در چشم جہاں کس  
خدا یا صبح ہم دارد شب بیدائی بجرانش

چو دیدم حُسن رخسارش دم شد عاشقش ہے  
نہادم پای بہ صحرائی کہ پیدانیت پایانش

رسید از عالم معنی بگوش دل ندائی خوش  
کہ احمد سرور عالم تویی ولی حساش

ز چشم تا شدی غایب جہاں تار یک می بینم  
بیا کہ خاک پائی تو جو اہر سرمہ در چینم

نسیم ار بگذری بردگمش باری بگو از من  
جدا ای شہسوار من نہ تو تا چند بنشینم

عبیر و نافہ و چینم غبار در کجہ احمد  
بیارای باد بگویی از عبیر و نافہ چینم

بدیائی غم افتادم دے آدستگیرم شو  
وگر نہ ز آتشش مویش نجات خود کنی بینم

توبه و توبه

بیت پر توبه است که در دنیا و آخرت  
بهر کس که توبه کند در هر دو بهر

بیت پر توبه است که در دنیا و آخرت  
توبه و توبه از خون جگر می بیند

هیچ است ساقیاق و هیچ پر شراب کن  
دور فلک و دگ نه دار و شراب کن

بامر توبه و توبه و طاعت نسیم  
بابا بجم باده صافی خطاب کن

ای لبست آب حیات دای قدرت سرچین  
ای رخت خورشید خاوری خط مشکین

دشته جان من ست آن یا سر موئی بتان  
دوره خورشید یا درج درست آن یا درین

آفتاب فتح را هر دم طلوعی می دهد  
از کلاه خسروی رخسار مهیما می تو

گرچه خورشید فلک چشم و چراغ عالم است  
روشنائی بخش چشم او ست خاک پای تو

توبه و توبه

بیت پر توبه است که در دنیا و آخرت  
بیش از هر کس که توبه کند در هر دو بهر

عشق آهسته آهسته در دلم بهر  
خوشی و شادی و شادی و شادی بهر

زیسی دوانی در دوزخ و دوزخ  
یا مرتضی زوانی دلی من شراب کن

من مرد بهاد و حشمت و پندار نسیم  
با من بخاک پایاے رگ خود خطاب کن

ای پیش ترک مست تو ترکاں سپرانند خند  
ترک حصاری ترک چین ترک فلک ترک تن

صد سال بعد از مردم برتر نسیم گر بگذری  
یا بمردان خیرم دواں بوسم قدم خندان

لے فزون از همه رخ زیبائی تو  
مطلع حسن ازل سیمائی تو

گر قدم رنج کنی در پر کشتم  
جان و دلی سازم فدائی پای تو

## خواجہ حافظ

## حضرت ولی

ای قبائی پادشاهی راست بر بالائی تو  
ذیت تاج و نگین از گوهر دالائی تو <sup>۳۸۰</sup>

ماہ یا خور یا رخ پر نور تو  
سرو یا شمشاد یا بالائی تو <sup>۳۸۱</sup>

لما متکرمه دریا بد در عا شوق و معشوق  
نه بیند چشم نابینا خصل اسرار پنهانی <sup>۳۸۲</sup>

بیامد چون تو جانانی سرا یا نور تابانی  
بلب چون لعل رسانی دوائی درد پنهانی <sup>۳۸۳</sup>

این چشم که من دارم گر مای چو سیلاب اولی  
هر دانه غلطاش یاقوت خوشاب اولی <sup>۳۸۴</sup>

این خرقه که من دارم در دهن شراب اولی  
وین دفتر بی معنی غرق می ناب اولی

چون عمر تبہ کردم چند آنکه نگہ کردم  
در گنج خراباتی افتاده خراب اولی <sup>۳۸۵</sup>

آں جا کہ بود علت بے قدر بود گوهر  
وال جا کہ بود حشمت میخانه خراب اولی <sup>۳۸۶</sup>

طوطی ہند خواجہ امیر خسرو کی مشہور غزل جس کا مطلع ہے :

پر خند و صفت می گنجد حسن زان بالائی

اے چہرہ زیبائی تو رشک بنگان اندری

اس زمین میں حضرت عروسی شہید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ

نے دس شریکی یہ غزل لکھی ہے :

نامید ماند نے قریبا تو کہ آدھمیری

نے مہر ماند باریخت نے ہیرہ نے مشتری

بلا کجا نامید را تو از ہمہ بالا تری

مہتاب را این خط کجا خور کجا حسن ضیا

اما محقق شکرین بعد از خدای تو برتری

ہر کس بقدر فکر و ظن کفہ منبت تو سخن



روئی تو ہر آسماں جگہ شبِ عنبر نشان  
کس دیدگاہی در جہاں خود را القابِ عنبریں  
منظور حق رخسار تو مطلب حق رفتار تو  
مقبول حق گفتار تو و اللہ بہ زیبا منظر کی  
خواہم کہ بہ پائی شما از دیدہ ریزم لعلہا  
تاسرخ رویش خدا باشم بر دزد اور کی  
گل چہرہ غنچہ دہان کسمیں فتن، شیریں بیا  
سوری بری، سوسن زبان عنبر خطی لب شکر کی  
گوشٹ مثال کاف و نون ابر و شمشاد تو  
اعنا پیشیت سرنگوں شیدائی تو حور ویری  
اے خاکِ بایت تو تیا ملک بہر سوزیا  
جانم ہجرت کو نیا شد کورہ آہنگری

باری بگو و سیسی ما از آہ سوزاں باز آ  
از دود آہیت برسما خورشید گشتہ انبری

عرفی شیرازی کا ایک قصیدہ جس کا مطلع ہے :

اقبال کرم می گرد دار بای ہم را  
ہمت نخوردن شتر لا و نعم لا  
اس قصیدہ کی زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دسی نے  
۵۵ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں :  
باغ تو بخاری نخر د باغ ارم را  
خاک تو بگردی نستد مسند جم را  
آزاک گدائی درت گشت میسر  
باغاک برابر بشدہ جاہ و چشم را  
تا دست تو بکشا د در جود و جمال  
پسح آب نہ ماندست دگر مال و دم را  
گر ذات تو مقصود نہ بودی نزد دی  
حق ز آئینہ کون و مکان دنگ عدم را

۱۔ الحاج مولانا صوفی عبدالرحمن ان صاحب عنبری نے بھی حضرت دسیؒ کے اس قصیدہ کے سلسلہ  
میں عرفی شیرازی کے قصیدہ کا ذکر کیا ہے۔ حیات دسیسی - مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ ۳۵

مرغ اندر زخروش و ناخوش  
 طلب ای طالبان طلعت دوست  
 طیر آمد بجوش و ماہر شیار  
 خیز ای عاشقان جمال حبیب  
 مال و برکش از دل نالان  
 آتشی زن نجان ماں یکبار  
 ہر کسی را یکی بود و لبر  
 نغمہ ساز کن رسیدہ زار  
 من و شوق جمال مصطفوی  
 ہر کسی را کسی بود و لبر  
 من و سوداے سید ابرار  
 خردہ شوق او مراد رکاب  
 ماہر یضیم و روی اودر ماں  
 رحم کن رحم ابر من بیمار  
 خود تو میدانی ای شہ ابرار  
 خود تو میدانی ای شہ ابرار

باز خواں مطلع دیگر ویسی

کہ سنائی کند وانش نثار

منہ

مطلع ثانی یعنی دوسرے قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں :

چند باشتی بخواب پاں بیدار  
 صبح نہودی و تو در خواب  
 تا بجے مست از پی ہشیار  
 تو بخوابی و مرغ کاں بیدار  
 ہر چو بلبل بہر گلے مخروش  
 دل چو پرواز کن بشتع نثار  
 پیر گشتیم و آرزوی جواں  
 کھل گشتیم و کودکی بقرار  
 از سر صدق از جہاں برخیز  
 در تہہ دل تمنائی استغفار

نیک و بد را حوالہ کن بخدا  
ہم توکل بحالق غفار  
دور کن از دماغ باد غور  
پاک کن سینہ را ز کبر و غرار  
افضل حق و اشرف عالم  
شاہ کونین سید ابرار  
ہادی مگر ہاں درین عالم  
شافع عاصیاں بروز شمار  
گر تو خواہی فلاح ہر دو جهان  
در تو جوئی نجات آخر کار  
دست در دامن محمد <sup>ص</sup> رزن <sup>۸۴</sup>  
و زرش ساز کحل دیدہ غبار  
کیست احمد خلاصہ انکال  
دیدہ کائنات و فخر تبار  
کیست احمد بروفا بادا <sup>۸۵</sup>  
دولت و عز و مال و خویش تبار  
آل اوکشی و صحابہ نجوم  
ہر دو در بحر و شب ضرر شمار  
گر سنائی دین زمانہ بے  
میشدی زین شماط ابرار خوار

نغمہ خوان بطرز خاقانی

و سیبا خوشتر از دُرِ شہوار

بعد والے تین قصیدے حکیم افضل الدین خاقانی کے اس قصیدہ کی زمین ہیں

جن کا مطلع ہے۔

الصبح الصبح کا مدکار  
انشار انشار کا مدیار  
چنانچہ حضرت صوفی صاحب نے دوسرے قصیدہ کے مقطع میں واضح کر دیا ہے۔  
نغمہ خوان بطرز خاقانی  
و سیبا خوشتر از دُرِ شہوار

تیسرے مطلع کے چند اشعار یہ ہیں:-

ذات نوشدہ باعث ایجاد دو عالم  
 محبوب خدا سید کونین محمد  
 دادند ز نام تو شرف لوح و قلم را  
 در لعل تو کردند نہاں چشمہ حیوان  
 کو قبلہ دین است عرب را و عجم را  
 با بدل تو آری دلی جمع نہ گردد  
 در لفظ تو کردند عیاں فضل و کرم را  
 بدیدہ خور خاک دوش کحل جواہر  
 از ہول تو نہ تار شکستند با پیراں  
 بر عرش بریں مرکبت آسودہ قدم را  
 چوں سیل و نہار از رخ و زلف تو کنایم  
 دزد خوف تو در چین شکستند صنم را  
 ز آل خاص نمودہ است خدا ہر دو قسم را  
 دیدندی اگر این ہمہ اعجاز قسم را  
 آن بوالفرج و انوری و عرفی شیراز

از حیرت این نظم ہمہ یکسر گفتی  
 حسان عجم و سیسی داود نغم را

حیات دسی میں جناب مولانا عبدالحق ان صاحب عبقری نے حضرت صوفی صاحب  
 کے کلام کا نمونہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی  
 کی ایک نعت جس کا مطلع ہے : پیش از رہ کا استاد فطرت فرشت و ایوان سائنہ  
 پایہ قدرت فراز کون و امکان سائنہ  
 اسی زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دسی قدس سرہ نے ۱۴۲۱ھ

۱۴۹۱ھ حیات دسی۔ مولانا زین العابدین صاحب اختر ص ۱۳۹



کا ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں :

صبح را اندر پیر بندِ شام پنهان ساخته	ای نقاب از شام بر خورشید تابان ساخته
خام تو در شبِ قراں با حیرتِ خشاں ساخته	صبح تو در روزِ با شامِ سیه باشد قریں
شام تو بر حیرتِ خشاں مارِ پیچان ساخته	صبح تو اندر میانِ شامِ ہیرا در بردن
صبح تو در جانفرائی کارِ حیوان ساخته	شام تو در بویِ دلکشِ نرغِ عینِ می برد
از علو و برتری بر فرقِ کیوان ساخته	جاغباد در گہ والائے سلطانِ الرسل
اندر آں شاہِ دیں را صدرِ ایوان ساخته	ساخت ایوانی ز امریکانِ حضرتِ رحمن پاک
مرکبِ آں شاہِ دیں بر بحرِ شش جواں ساخته	کے رسدِ عیسیٰ بدو کو در مقامِ آمدِ فلک
لیک در خواہاں ترا اود شاءِ خواہاں ساخته	گرچہ بزدانِ خلقِ کردہ خوب رویاں بے شمار
در لباسِ شیخِ رہبرِ کارِ شیطان ساخته	آنکہ او اندر طریقتِ خلطِ بدعت می کنند

شعر تو براہل بدعت ہجو زخمِ ذوالفقار

ولسیا شعر ترا حقِ رجمِ شیطان ساخته ۱۶۱

دیوانِ ولسی میں ”سر“ کی ردیف میں حضرت صوفی صاحبؒ کے پانچ قصیدے مسلسل ہیں۔ ان قصیدوں میں بالترتیب ۴۹، ۱۳۱، ۵۳، ۳۷ اور ۶۴ اشعار ہیں۔ پہلے دو قصیدے حکیم سنائی کے اس قصیدہ کی زمین میں ہیں جس کا مطلع ہے :

طلبِ اے عاشقانِ خوش رفتار      طربِ اے شاہدانِ شیریں کار

حضرت صوفی صاحبؒ قدس سرہ کے پہلے قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

عجب ای والہانِ صورتِ یار      عجب ای صادقانِ عشقِ نگار

جَزَا حَبِذَا رِخ دِلدار  
مِ بَر دِل ز کَبک از رِفّار ۸۷  
مَنْهَر حُسن سِرمدی روش  
اصطفا مصطفیٰ بنامش شد  
حُسن را اعل و دلبری را کان  
جاء را تاج و تاج را گوهر  
معجز عیسیٰ از دَمش منوخ  
دانش اندر کمال او حیران ۸۸  
نور مطلق حبیب یزدانی  
شد کمالات آن امام رُسل ۸۹  
بر سر دیشم و لیس مسکین  
ولسیاد شناس از تهر دل  
فرخا فرخا جمال نگار  
مِ دِه جال بطوطی از گفتار  
مطلع لوزدات آن رخسار  
ارتغی مرتضیٰ بد و پندار  
حلم را کوه و علم را امطار  
ماه را حُسن و حُسن را اسرار  
چشمه رخسار از لبش بیکار  
درک در فضل او شده بیکار  
بنده خاص ایزد ستار  
خارج از حد و هم و حصر شمار  
یا حبیبی قسم بنه یکبار  
مطلع خوب تر بکن تکرار

چون تھے مطلع کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں :

مژدہ آورد باد در گلزار  
اینک اینک من شده مینو ۹۰  
شاخ گل سبز چون بطوطی  
بر سر شاخ طوطی خوش خوال  
گیتی از فرط خرمی گوئی  
اینک اینک رسید ابر بہار  
اینک اینک چمن شدہ فرخار  
سرخ غنچہ بشاخ چوں منتار  
نغمہ نعت می کند تکرار  
شب میلاد سید ابرار

زبدہ کائنات رحمت حق      حامل وحی احمد مختار  
 دادوی درد بگیان لطفش      ۹۱ ششم او درد خاطر فجار  
 سورہ انتخاب طلعت او      کہیت لا جواب آن رخسار  
 جان بیماری طیبہ تہ      یکدمی آہ پریش بیمار

ولیتا نغمہ دگر سرکن  
 بہ ثنائے محمد مختار ۹۲

پانچویں مطلع کے چند اشعار یہ ہیں :

البشر والبشر وادی البصار      اینک اینک نمود روی نگار  
 آن نگار یکہ از نگار و بہار ۹۲      ہر را چہرہ ماہ را رخسار  
 با جمالش جمال مہم داعی      با کمالش کمال بیضا عار  
 کیست احمد خدا کے را محبوب      افتخار جہان جہان وقار  
 سرور انبیاء کشفیغ امم      دستگیر ہمہ بروز شمار  
 طوبیٰ اند قد او بود نطلی      جنت ان کی او بود یکبار  
 سلسبیل از لبش بود اثرے ۹۳      کوثر از لعل او ہی انگار  
 شامہ صادق و بشیر و نذیر      اوّل و خاتم و میرا خیار  
 زائد و عابد و حلیم و سعید      رہبر و ہادی و طبع عذار  
 قرب حق گر ترا بود منظور ۹۴      قرب او جوئی تا بر یکبار  
 و بسعی از قیل و قال سود گنہ ۹۵      صدق کن پیشہ قیل و قال گزار

## ۱۴۔ حضرت یوسفی اور اُن کی شاعری کے متعلق دوسرے خیالات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی قدس سرہ ایک عارف کامل اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بلند پایہ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ آسمان شاعری کے نہایت ہی درخشندہ ستارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ایک عاشق صادق تھے۔ اُن کا کلام، اُن کے کیفیات دلی اور واردات قلبی کا صحیح ترجمان ہے۔ اُن کی شاعری میں خلوص، سوز و گداز اور درد و اثر کی فراوانی ہے۔ اُن کی غزلوں اور قصیدوں میں ان دونوں اصناف شاعری کے تمام محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں۔ زبان و بیان پر اُن کو پوری قدرت حاصل ہے اور پڑھنے والا اُن کے کلام میں عشق و محبت کی گرمی، تاثرات قلبی کی پُر جوش اور پُر خلوص ترجمانی اور انداز بیان کی تازگی اور گفتگی سے گہرے طور پر متاثر ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کے اس گوہر شب چراغ، کوڑے تابدار، خاقانی، بنگال اور حسان غم کی طرف بہت کم لوگوں نے توجہ کیا ہے اور آپ کے حالات اور شاعری کے متعلق بہت کم لکھا گیا ہے۔

امیر الملک نواب سید محمد صدیق حسن خان بہادر مرحوم (متوفی ۱۸۹۰ء)

۱۔ امیر الملک نواب والا جاہ سید محمد صدیق حسن خان بہادر مرحوم — آپ کے والد مولوی سید اولاد حسن صاحب قنوجی۔ امیر المومنین سید احمد شہید بریلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ (تقریباً ۱۸۹۵ء)



نے اپنی کتاب 'شیخ انجن' میں تمام دوسرے شاعروں کی طرح آپ کا بھی مختصر ذکر کیا ہے۔  
 اداس کے پانچ اشعار نقل کئے ہیں۔ جن میں سے چار دیوان میں موجود ہیں۔ نواب  
 صاحب مرحوم نے آپ کا تخلص ویسی کے بجائے صوفی لکھا ہے، جو غلط ہے۔ نواب  
 صاحب رقمطراز ہیں:

صوفی — تخلص مولوی فتح علی بنگالی ست علاقہ چانگام

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۴ کا]

نواب صاحب ۱۲۷۸ھ = ۱۸۳۲ء میں قنوج ضلع فرخ آباد (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدیق  
 خاں دہلوی کے شاگرد تھے۔ علوم تفسیر و حدیث نامور علماء سے حاصل کیا تھا۔ حدیث کی اجازت  
 شیخ عبدالحق محدث بنارس سے حاصل کی تھی۔ ریاست بھوپال میں لازم ہوئے اور بتدریج  
 ترقی کر کے عہدہ وزارت و نیابت پر مامور ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کو نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال  
 (دہلیہ) سے عقد ہوا۔ چودہ سال تک ریاست کا انتظام آپ کے اختیار میں رہا۔ ۱۸۸۴ء میں ریاست  
 انتظامی اور شخصی شکایات کی بنا پر آپ کو خطا ہات اور اختیارات سے الگ کر دیا گیا۔  
 مائثر صدیقی میں آپ کے صاحبزادے نواب محمد علی حسن خاں نے آپ کی ۲۲ کتابوں کی فہرست شامل  
 کی ہے۔ اکثر کتابیں مذہبی نوعیت کی ہیں۔ بھوپال میں اور قسطنطنیہ (ترکی) سے شائع ہوئیں۔  
 جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ = فروری ۱۸۹۰ء میں آپ کا بھوپال میں انتقال ہوا۔ آپ کا علمی کارنامہ  
 حیرت انگیز اور شاندار ہے۔ آپ کا خاندان لکھنؤ میں آباد ہے (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۳۸)؛  
 امیر علی گڑھ میٹیر آف انڈیا جلد ششم ص ۱۳۲-۱۲۸؛ موزع کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۸-۵۷۔

۱۸۷۶ء میں انیس المطابع شاہ جہانی میں طبع ہو کر بھوپال  
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۶ پر)

داندیدو شعور شہر کلکتہ محل تحصیل وجوہ مدائش و فنون انتعاش اور مقام

قیام محل لفضائل و محلی از رذائل۔ درمناظر و کلام طلق اللسان و در نظم

نعت سرور انبیاء صلعم شیوا بیان۔ از نتائج موزونی اوست

بر لبت آب زندگانیہا بر لیم جان ز تشنہ جانیہا

وصف من بپست پیش نخل قدت ۲۱ کردہ ام گو بلند خوانیہا

بگذار پست خانہ قدم از سر اعجاز کا فتنہ لیسر حبلہ بتان بوسہ زنی را

تا چند زنی آتش غم در دل صوعنی ۲۵ باری بنگشتاد کن آن سوختنی را

یوسف با حمزہ کی رسید، عاقل ازین جانی برد

آں راز لجامی خورد، این را خدا شد مشتری ۳

شعاع انجمن میں جو اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا دو شعر، دیوان

وہابی کی اٹھارہویں غزل کا مطلع اور تیسرا شعر ہے اور دیوان مطبوعہ ۱۹۳۵ء کے

صفحہ ۲ پر موجود ہے۔ دوسرا دو وزن شعر دیوان کی بائیسویں غزل کا پانچواں اور اکیارہویں شعر

ہے اور دیوان کے ۲۵ پر موجود ہے۔ اس غزل میں اکیارہواں شعر مقطع ہے۔ یہاں

اس شعر میں وہابی کی جگہ صوفی غلط لکھا گیا ہے۔ آخری یعنی پانچواں شعر دیوان میں موجود

[بقیہ حاشیہ ۴۹۵ کا]

شائع ہوئی۔ اس میں کل ۹۷۸ شاعروں کا حق ذکر ہے۔ اس کی ایک جلد خدابخش اور نیل سیلک

لاہوری بانگی پور۔ پٹنہ ۴۴ میں موجود ہے (تذکرہ فارسی ۹۶۹۲)

۱۰ شعاع انجمن۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم۔ بھوپال ۱۹۳۳ء۔ ۲۶۸

نہیں ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کے نامور خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے ایک مرید کلکتہ کے رہنے والے جناب حاجی عبدالغفور صاحب جو سرسید شریف ضلع ٹیپالا (پنجاب) میں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے تصوف و معرفت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے 'ابراار' لکھی جو غالباً ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء میں الکیپرٹ لیتھو پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کے ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کے ص ۱۶۹ پر مصنف نے اپنے پیر اول شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب اور ص ۱۷۳ پر اپنے پیر ثانی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب کا ذکر کیا ہے اور ص ۳۳۳ پر ان دونوں بزرگوں کے پیر درم شد قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی قاری سترہ کا ذکر ہے اور دیوان دہلوی سے کلام کا نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ ص ۳۳۵ پر حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک واقع مانک تلہ کلکتہ ص ۶ کا خاکہ بھی ہے۔ اس کتاب کے ہنمائے ابرار کی ایک جلد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب کے خلیفہ الحاج الحافظ مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مازقلا کے پاس ڈھاکہ میں موجود ہے اس کتاب کے آخری صفحہ پر تیل جالا لاہوری ص ۲۲ مسجد بڑی لین۔ کلکتہ کی چھپائی ہے۔ ہنمائے ابرار کے مصنف حاجی عبدالغفور صاحب کے صاحبزادے جناب ابونصر صاحب کلکتہ کا رہ پوزیشن کے کاؤنسلر تھے۔ افسوس ہے کہ بعض ناگزیر حالات کے سبب کتاب

سے خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مازقلا۔ جدونا تھہ باسک لین۔ ڈھاکہ۔  
بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

رہنمائے ابرار یا حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق اس کتاب کا ضروری اقتباس ناممکن تحریر  
ناچیز راقم الحروف کو محال نہ ہو سکا۔ اس لئے حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق جناب  
حاجی عبدالغفور صاحبؒ کے خیالات آئینہ دہی میں پیش کرنے سے معذور رہا۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رحمہ فر فر اشریف کے خلیفہ علامہ ڈاکٹر محمد  
شہید اللہ صاحبؒ (متوفی ۱۹۶۹ء) نے بیگلہ زبان میں اپنے دادا پیر حضرت صوفی سید  
فتح صاحب دہی کے حالات زندگی، اُن کی شاعری اور اُن کی دینی خدمات کے متعلق  
ایک مفصل مضمون لکھا تھا۔

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے متعلق پہلی باضابطہ اور مستند کتاب  
حیات ویسی کے نام سے ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب اشری  
مظللہ نے کلکتہ سے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا۔ مولانا اشری مظللہ، حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر  
صاحبؒ کے خلیفہ مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی رحمہ کان کھولی شریف گارڈن  
کلکتہ ۲۲ کے بڑے داماد اور حجرہ نشین بزرگ ہیں۔ صوفی صاحبؒ کے متعلق حیات  
ویسی ایک مختصر لیکن قابل قدر تصنیف ہے۔

حیات ویسی کی ایک تقریظیں مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی مظللہ

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظللہ جدو ناٹھ باسک لین ڈھاکہ  
بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔



سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ و سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھنے میں:

”بنگال کی ارضِ منکات جن ار باب علم و فضل اور اصحاب باطن کو پیدا کیا

ہے۔ اُن میں جناب حضرت پیر مولانا مولانا صوفی فتح علی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ عربی فارسی کے نامور عالم تھے اور فارسی میں

شاعری بھی کرتے تھے۔ کلام میں ایک عجیب قسم کی والہانہ شوریدگی و خودروردگی پائی

جاتی ہے۔ ایک اشعر حقائق معرفت و تصوف میں ڈوبا ہوا ہے۔ غش حقیقی کا سودو

گداز جگہ جگہ نمایاں ہے۔ تصوف کے مختلف مسائل کو بعض مقامات پر اشعار کے پیرایہ

میں اس طرح سمجھایا ہے کہ سنا بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ ان معنوی خصوصیات کے علاوہ

الفاظ کی شان و شوکت، تراکیب کی چستی اور بندش کی طرف کی اپنا الگ لطف دیتی ہے۔

آپ کا مجموعہ کلام ”دیوان ویسی“ کے نام سے ۱۹۳۵ء میں مطبع قیومی کانپور کی طرف

سے شائع ہوا تھا۔ لیکن ضرورت تھی کہ صرف بچھاپنے پر قناعت نہ کی جاتی۔ بلکہ اشتہار وغیرہ

کے ذریعہ جن حلقوں میں صاحب دیوان علیہ الرحمہ متعارف نہیں ہیں۔ اُن میں بھی ان کو

متعارف کرایا جاتا۔ تاکہ انہیں محسوس ہو تاکہ ایک خالص ہندی نثر اور درویش بھی مولانا

عبدالرحمن جاسمی اور حکیم خاٹانی کے رنگ میں شاعری کر سکتا ہے۔“

حیات ویسی کی ایک دوسری تقریظ میں انجمن حلقہ ذکر و حفظ القرآن بنگال کے

صدر جناب مولانا شاہ صوفی عبدالرحمن صاحب عبقری مدظلہ تحریر

فرماتے ہیں :

”سیرت صالحین کا مطالعہ کرنا موجب محبت و باعث طاعت ہے ...  
..... بنگال کے فلک ولایت میں کتنے ستارے اور سیارے ثاقب ہماری  
لنگاہوں سے غائب ہیں۔ جن کے لوارج، سوانح سے ہم بے خبر ہیں۔ لیکن ان کے  
قبوض و برکات سے غرور بہرہ ور ہو رہے ہیں۔“

سجائے زمان، حسان ثانی، سراج العرفاء، تاج الشعراء، قطب الارشاد،  
شاہ سید فتح علی ویسی مرشد آبادی قدس سرہ، ہندوستان کے مشائخ کبار  
و خیار ابراہین سے ہیں۔ آپ ایک شہرت کبریٰ اور آسمان ارشاد و بنگال کے شعراء  
تھے۔ آپ کی مقدس سیرت میں عزیزم ممتازالحقین مولانا زین العابدین اختر علی  
نے بڑی محنت و جانفشانی سے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، جو فی الحقیقت محزون عرفاں و  
معدن احسان ہے۔“

جہات ویسی کی تیسری تقریظ میں ممتازالحقین جناب مولانا امیرالدین احمد  
ایم۔ اے رقمطراز ہیں :-

”..... اس کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا اختر علی صاحب نے  
اپنی انتھک کوششوں سے قطب ارشاد حضرت پیر مولانا شاہ صوفی سید فتح علی ویسی  
رحمۃ اللہ علیہ جیسی معتبر ہستی کی مختصر سوانح جہات کو عوام کے سامنے بطور یادگار پیش کر دیا ہے۔“

جس کی کمی اب تک محسوس کی جا رہی تھی۔ حضرت قطب الارشاد کی ذات گرامی منقنات عالم  
میں سے تھی۔ آپ تمام بنگال و آسام کے مایہ ناز بزرگ اور جدید طریق کی علم میں۔ جواب اب تک  
تمام بنگال و آسام میں رائج ہے۔ آپ صحیح معنی میں سچے عاشق رسول تھے۔ جس کا زندہ  
ثبوت دیوان کسی زبان فارسی اب بھی موجود ہے۔

حیات ویسی کی چوتھی تقریظیں جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب عارف  
سابق ایڈیٹر عصر جلد کلکتہ اور مدینہ منورہ لکھتے ہیں:۔  
”قطب الارشاد حضرت پیر مولانا شاہ صوفی فتح علی ویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی

صوبہ بنگال میں ایک برگزیدہ و مقدس ہستی تھی جن کے فیوض و برکات سے بنگال کا گوشہ  
گوشہ چمک اٹھا اور رشد و ہدایت کی نہروں سے ایک عالم سیراب ہوا اور پورے عالم  
حیات ویسی کی ایک تقریظ میں ممتاز الحدیث جناب مولانا ابو محفوظ الکریم  
معصومی بہاری مدظلہ، سینئر مدرسہ مدرسہ عالیہ کلکتہ رقمطراز ہیں:۔

”گزشتہ صدی کے ایک عظیم المرتبت صوفی و صاحب طریقت حضرت  
المخلص بہ ویسی کے مختصر حالات ہمارے محترم دوست مولانا زین العابدین اختری  
صاحب نے سپرد قلم کیا ہے۔ ویسی کی سوانح حیات پر آئندہ توجہ صرف کرنے والوں کے لئے  
مولانا کی کوشش ایک مفید تمہید ثابت ہوگی۔

حضرت ویسیؒ فارسی کے پُرگو شاعر تھے۔ ان کے اشعار میں مشرب صوفیہ کے مضامین  
پُر زور اسلوب بیان اور حسین و جمیل طرزِ تعبیر میں ادا ہوئے ہیں۔ کلام کا مجموعہ زیور طبع  
سے آراستہ ہے جس کے مطالعہ سے حضرت ویسیؒ کی عظمت دل پر نقش ہو جاتی ہے۔“

۱۔ حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختری مدظلہ۔ حصہ اردو ص ۵

۲۔ حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختری مدظلہ، حصہ اردو ص ۵۔

۳۔ حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختری مدظلہ، حصہ اردو ص ۵۔

دیوان ویسی کے مرتب مولوی سید حسین صاحب شاہ پوری مرحوم کے پوتے  
 ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب، جو ڈھاکہ کالج (بنگلہ دیش) میں اسلامی تاریخ و تمدن کے  
 شعبہ کے صدر اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں اسوشیٹ پروفیسر ہیں۔ پاکستان میں ایرانی  
 شہنشاہیت کے ڈھائی ہزار سالانہ جشن کے موقع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ کی اسلامی  
 اکیڈمی کے ایک جلسہ میں حضرت صوفی صاحب اور بنگال کے فارسی شاعروں میں ان کی  
 خدمات کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے ایک مقالہ پیش کیا تھا۔

## ۱۵۔ حضرت ویسی کو خراج عقیدت

جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری نے حضرت صوفی سید فتح علی  
 صاحب ویسی قدس سرہ کتاب شمس العارفین میں اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے:

جلیل مقتدرائی فاضلان ست	سبیل عشوائی کامران ست
فخیم الشان سبحان زمان است	عظیم الجاہ و فخر عالمان ست
خبردار حدیث و علم تفسیر	بلغ و ناصح و شیر زبان ست
کرم فرمائی بر حال غریباں	محین و دستگیری عاجزان ست
سراج بزم عرفان طریقت	امام حافظان حاجیان ست

لے خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظاہر ڈھاکہ علی بن ابی طالب ام راقم الحروف مورخہ ۲۵

اگست ۱۹۷۱ء دیکھئے صفحہ ۲۱-۲۲



جناب صوفی فتح علی آں  
کہ ذاتش صافی و علی چنانست

جناب مولانا شاہ صوفی عبدالرحمن صاحب بقری صدر انجمن حلقہ ذکر  
و حفظ القرآن بنگال، حضرت صوفی صاحب کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:  
خوشید صداقت، ماہ ولایت، حضرت ویسی فتح علی  
کیوان کرامت، قطب ہدایت، حضرت ویسی فتح علی  
دربائے حقیقت، در لطافت، حضرت ویسی فتح علی

دانائے رموز شرع و طریقت، حضرت ویسی فتح علی  
آن کنیز دقائق، درج معارف، کان فوہل، مرشد حق  
آبادکن این ملک ولایت، حضرت ویسی فتح علی  
حماد خدا، مداح محمد ختم رسل، حسان عجم  
استاد غزل، سبجان بلاغت، حضرت ویسی فتح علی  
در لغت نبی، تحریر نمود، از فیض اتم، دیوان عجیب  
تاج شرا، سلطان عبارت، حضرت ویسی فتح علی  
آن مست می عشق، احدی، شیدائے رسول حق و علی  
آن بحر عنایت و جذبہ الفت، حضرت ویسی فتح علی

لہ حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین صاحب ختری مدظلہ، صفحہ ۲۸ اردو مسطہ۔ بجوالہ شمس العارفین مطبوعہ  
رذاتی پریس کان پور ۱۳۱۸ھ و ۲۲۔ مملوک جناب مولانا عبدالرحمن صاحب بقری

درماہ ولادت خیر بشر، در سال ہزار و سہ صد و چار

فرمود اجایت دعوت جنت حضرت وسی فتح علیؑ

آن کیست بملک بنگالہ شیرازہ شیرازہ آورده  
گو عبقر یا آن نہر علاوت حضرت وسی فتح علیؑ

## ۱۶۔ خاتمہ کتاب

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی حضرت مولانا  
محمد قاسم صاحب نانوئی۔ اور سید احمد خاں کے معاصرین میں

۱۔ حیات وسی۔ مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلہ حضرت اردو مک  
۲۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی۔ والد محترم کا اسم گرامی شاد اہل اللہ  
تھا۔ ملاؤں ضلع اناؤ کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۰۸ھ ۱۷۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ صفر  
۱۲۸۵ھ ۱۸۶۹ء گنج مراد آباد ضلع اناؤ (اتر پردیش) میں انتقال ہوا۔ مولانا شاہ محمد سیدی  
صاحب دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی (متوفی ۱۲۵۱ھ) کے  
خلیفہ تھے۔ مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ کے خلفا میں حضرت مولانا سید محمد علی فنا  
مؤگیری (بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ قاموس المشاہیر علیہ دم  
ص ۱۲۶؛ تذکرہ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مظلہ۔  
۳۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوئی (یکے از بنیان دارالعلوم دیوبند) والد کا  
نام شیخ اسد علی تھا۔ ۱۲۴۸ھ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ (بقیہ نمبر ۳ و ۴ صفحہ ۵۰۵ پر)

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب نقشبندی بڑا اعلیٰ و ارفع۔ بلند و بالا مقام رکھتے تھے۔ ان چار بزرگوں کا تعلق امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی دینی اور اصلاحی تحریک سے ہے۔ ان چاروں کے طریق کار میں کچھ فرق ہے۔ لیکن منزل کچھ مقصود ایک ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے دور زوال و انتشار میں

[بقیہ حاشیہ ۳ و ۴ ص ۵۰۲ کا]

مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کے شاگرد اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر گئی (متوفی ۱۳۱۷ھ) کے خلیفہ تھے۔ ۴۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ = وسط اپریل ۱۸۸۰ء کو دیوبند ضلع سہارن پور (اثر پردیش) میں وصال ہوا۔ حجت الاسلام۔ آب حیات۔ تقریر دلیذیر۔ مباحثہ شاہ جہاں پور اور قبلہ نما وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ کا قائم کردہ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور، ہندوستان کی سب سے بڑی دینی درس گاہ ہے۔ اور اس کا شمار دنیا کے چند بڑے اسلامی مراکز میں ہوتا ہے۔ قاموس المشاہیر۔ نظامی بدایونی جلد دوم ص ۱۹۸، موزع کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۱۸

۱۷۷ جو ادالدولہ غارت جنگ سرسید احمد خاں۔ ۵، رزی الحجۃ ۱۲۳۲ھ = ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد متقی تھا۔ تقویٰ سید تھے۔ سرکار افگریزی کے حکمرانوں میں ملازم رہے۔ ۱۸۷۷ء میں محمد بن اینگلو اور نٹیل کالج علی گڑھ میں قائم کیا۔ جو اب مسلم یونیورسٹی کی شکل میں ان کی ایک عظیم یادگار ہے۔ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو علی گڑھ میں انتقال میں۔ آثار الصنادید۔ اسباب بغاوت ہند۔ جام جم سلسلۃ الملوک۔ تفسیر القرآن اور خطبات احمدیہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۱۵، (بقیہ حاشیہ نمبر ۱ و ۲ ص ۵۰۶ پر)

ان بزرگوں کی اعلیٰ خدمات آپ زہر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

حضرت صوفی شیدائے حق علی صاحبؒ اور حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی رح میں بڑی مماثلت ہے۔ دونوں بزرگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہیں۔ دونوں شیخ طریقت عارف کامل اور عاشق رسولؐ ہیں۔ حضرت صوفی صاحبؒ پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ ملک کے مشرقی حصہ خصوصاً بنگال میں ان کی ذات والا صفات سے اچھائے دین کی تحریک کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو بہت ترقی ہوئی۔ ان کا سلسلہ معرفت ملایا سے مصر تک پھیلا

[بقیہ حاشیہ ۴ و ۵ ص ۵۰۵ کا]

داستان تاریخ اُردو۔ مولانا حامد حسن قادری ص ۳۱۲-۲۲۹، موح کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۸۶-۶۲  
 لہ امام الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے  
 صاحبزادے اور شیخ فاروقی تھے۔ ۱۱۱۴ھ = ۱۷۰۳ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۶۲  
 سال کی عمر میں دہلی میں ۱۱۷۶ھ = ۱۷۶۲ء میں انتقال کیا۔ مزار شریف ہریان میں مولانا آزاد میڈیکل  
 اور دہلی جیل کے چھپے ہے۔ قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ حجتہ البالغہ، فیض الحرمین، شفاء القلوب  
 اور القاس العارفین آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح، مولانا شاہ رفیع الدین  
 صاحب رح، مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رح اور مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رح آپ کے صاحبزادے  
 تھے۔ امیر المومنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ مولانا شاہ اسماعیل شہید رح آپ کے پوتے تھے۔ قاموس  
 المشاہیر جلد دوم ص ۲۷۹، قاموس الاسلام ص ۹۷۱، مود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۶۴-۴۸۷



ہوا ہے اور لاکھوں مسلمان اُن کے سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ اُن کے فیوض و برکات  
 اور ان کے تہنّقات جاری ہیں۔ وہ عاشقِ صادق ہیں اور اُن کا کلام شاعری کی  
 تمام خوبیوں کے ساتھ عشقِ رسولؐ کا اعلیٰ ترین نمونہ :  
 ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد عشق  
 ثبت است بر جریدہ عالم دوام



## ۱۷- انتخاب غزلیات

اب قطب الارشاد حضرت مولیٰ سید فتح علی صاحب دلیسی ۷۱  
کی کچھ مکمل غزلیں پیش کی جاتی ہیں:

## غزل

مشرقِ حبِ محمدؐ مطلع دیوانِ ما  
دہ تہہ ہر لفظِ پنهانِ نالہ دل سوزِ ما  
ہر غزلِ آشکرہ ہر بیتِ آن یک شعلہ  
پادشاہِ کشورِ عشقِ جنونِ دستورِ من  
ہر کجا در سینه ام گل کردہ زخمِ عشقِ اد  
مطلعِ حسنِ ازلِ آن چہرہ رخشانِ دوست  
آنکہ او محبوبِ رحمانِ دل شہیدِ آن او  
خاتمہ بالآخر باشد گر بود بروقتِ مرگ  
ولیس از دین و ایمان این قدر دہیم بس  
دینِ عاشقِ محمدؐ حبِ او ایمانِ ما

## غزل

جان من بنما رخِ گلِ نامِ را  
کارِ ان کنِ اینِ دلِ ناکامِ را

یک زمان از چهره پرده برکن  
 صید کن دلهاے عالم کسیر  
 منکه سر مست جمال احمد  
 جرعه از جام عشقش نوش کن  
 عاقلان دانند ما دیوانه ایم  
 لقمه از حسن گوئی خود نسا  
 از لب شیرین و چشم غمزه زن  
 خلقه و صحبت با عجز رخت  
 محو فرمان طمست آیام را  
 برکشایکبار مشکین دام را  
 کی بهشت خاک گرم جام را  
 چاره ساز این عقل نافر جام را  
 ننگ راه داریم ننگ و نام را  
 مست و شیدا ساز خاص غاک را  
 نرخ بشکن شکر و بادام را  
 جمع با هم کرده صبح و شام را  
 ویسی از خواهی جمال مصطفی

ترک فرما راحت و آرام ما

## غزل

تمنای کند جانم به عجز دوست مُردن را  
 نصیب من از عشق تو مگر روز ازل کرد  
 نفس مردم شماردن کارم از عشقت بود در روز  
 نه باشد مسکن جانم بجز خاک سر کوش  
 تنم از باد بجز تو چنان زار و زبون گشته  
 فراق تو بود دشوار و آسان آمده مُردن  
 دل من آرد دارد بپایش جان سپردن را  
 یخ از درد فراق تو بخون دیده شستن را  
 نصیبم کرده بجز تو شب اختر شماردن را  
 بیارای باد بهر من غبار خاک مسکن را  
 که جانم ترک میخواید نمودن خانه تن را  
 نمودم ترک دشوار و آسان پیش مُردن را

نسیما عن کن باری حبیب پاک رحاں را  
کہ دارد آرزو ویسی نثار ت جان نمودن را

## غزل

جانم کہ سید بر لب دریاب زود مارا  
خون می خورم بہ ہجرت رحمی کن خدا را  
بامدغی عشقت پر وازہ گفت دیشب  
لعل شکر نیت شکر بطعم حنظل  
گم کردگان را ہم ای خضر ہری کن  
خواباں اگر چہ نجم اندامیم و ہر رویت  
گہہ جاں کشد یہ بیدا گہہ دل کشد یہ صحر  
خون جگر ہمانا خوردن بدر عشقت  
طوڑ آرزویم حرفیت حاصل اں  
باتاب حسن رویت ہری نماں دل را  
زایجاد ہر دو گیتی مقصود بود او را  
دردا کہ سوخت ہجرت فریادیں خدا را  
دردا کہ چشم مستت از مادہ بود مارا  
گر صادق بدہ جاں بخام کن وفادار  
باگرد خاک پائیت نے قدر تو تیار  
بایک نگاہ ہمیں آن نور کبریا را  
با آفتاب خواہد کے عاقلی سہارا  
ہمہات درد عشقت دیوانہ کرد مارا  
اشقی لنا و اخی من قبلۃ العذاب  
خواہم نہ ہر دو گیتی دیدار مصطفیٰ را  
واندل کہ صبر دارد دل نیست خار  
بہند جمال ذاتش بروت آشکارا

مستی ز جام عشقش تقدیر ویسی آمد  
اکنون چہ چارہ جز آنکہ فرماں برد قضا را



## غزل

اگر آن شاه خوبانم نهاده چشم من یارا  
 درون سینه ام هر دم زنده عشقش چنان  
 چه شد آن شاه خوبان را که بر عالم زنجشاک  
 صبا باری بگواز من بان سلطان خوبان  
 بیا ای احمد مرسل بیا ای منظر رحمت  
 ندادم غیر تو یاد و ندادم غیر تو دلبر  
 بامید نگاه تو ز دیده اشک می ریزم  
 فغان از اختر بختم که جز غم نیست تیرش  
 بیا ای درد را در دمان بیا ای لاف حیا  
 بیا ای لولوی لالا بیا ای لولوت لالا  
 به نعت آن شهبه خوبان چه خوش و بسی غزل گفتی  
 نشان نظم تو عاشق کس هم دین و دنیا را

بجاک پائی او بخشم معاد نیاید و بقی را  
 که آه تشن من گدازد سنگ خار را  
 مگر از حال زار من خبری شاه رخسار را  
 که بی دیدار دلی تو خواهم چشم بنیا را  
 بحال من نظر فرما بچشم من نیمه پارا  
 توئی قبله توئی مرجع توئی فریاد من مارا  
 خدا را یک نظر فرما کشتا آن چشم شهبه را  
 که از تاثیر سحران ناگذازد قلب سید را  
 بمن بزم خیم من مریم کشتا لعل شکر خارا  
 بیا ای لالات بالا بیا ای امرو بالا را

## غزل

چشم تو کند مست غزال تتری را  
 یک پر تو تو بهوش برد خور و ملک را  
 رفتار تو دیوانه کند کبک دری را  
 یک عکس تو آشفته کند چمن و پری را

از رنگ ببرد و تو گل رنگ تری را

بتیاب کند نور تو نور قمری را

قیمت ببرد زلف تو مشک تری را

شورید کند شور تو مرغ سحری را

آیند برگاه تو در یوزه گری را

در یوزه کنن از رخ تو جلوه گری را

آن قامت رخنا ببرد و تو گلبن

لے تاب تو خاموش کند مشعل خورشید

آشفته کند خال و خطت حلقه رخبر

از شرم رخت صبح گریاں بزند چاک

رومی و حبش شام و غرب بند و غم چین

خورشید و قمر و دیری نجم و ملائک

و یسی چو زدم چنگ بر امان محمد

خود دور نمودیم ز دل در بدری را ۲۵

## غزل

آه تاثیر ندارد این ناله شبگیر ما

وزنگا هوش گشت بی سنگ این همه تدبیر ما

تا که روزی غم سازد از پی نخر ما

کز خرد حل گشتنی فی عقد تقدیر ما

راه بی رهبر خو رفتن باشد از تسخیر ما

دست ما و دامن احمد بس این تدبیر ما

حُب اوستی همرا عشق اوستی پیر ما

بهر حق میبندای جان بلش ازین تعزیر ما

دوش جانم سوخت از فریادی تاثیر ما

ریخت چشمم لعل و گوهر بر خيال لعل او

ناله و فریاد و ناری می کنم از حد فزون

بعد ازین سری بهم در دشت و صحرائ جنون

پیر می گیرند و می گویند پیرم اصل هست

هر کسی را رهبری هر دست را یک دامن

سید جملة جمیلاں احمد محبوب حق

بهر تعزیر حرام چند از مار و کشی

شاید این آمد جزائی جرم و هم تقصیر ما  
حب او کن بند ما و عشق او زنجیر ما  
می کند باطل چرا هر دم همه تدبیر ما  
شور جسم کرد باطل را آن همه تقدیر ما  
فاش اینک پرده ما گشت هم نزدیک ما

ای چو پیش آمد که دور غیر او دل می برد  
یا الهی قلب مجنونم ز غیش بازدار  
ہائے ہے یارب چرا این نعت دل را می کرد  
ہائے ہے اغراض ما دل سیر و از یل نعت  
بت درون پرده ما بود و نامت بر زبان

یا رسول اللہ دل و سی نہ شربت پارہ شد  
حب تو بر لب بدو درد دل بت پیے پیر ما

## غزل

دریا بہ فضاں آمد و فریاد کہ لالا  
ہم چشم دو چشمت نمود ز گس شہلا  
از سر و سہی تر بود آن قامت بالا  
جہدہ بود آن روی تر از لولے لالا  
و ز ہر حیہ شنائے تو کم ذات تو بالا  
جولاں گہ اسب تو بود عرش معلّا  
و ز شہر بود حرف لب لعل تو اعلیٰ  
افسوس من و علبہ آن حضرت والا  
و ز ہر بود طلعت تاباں تو اعلیٰ

گفتم کہ شبیر قدر تو لولے لالا  
ہم رنگ لب لعل تو گل برگ باشد  
بالائے ترا سر و بگفتم غلط افتاد  
یا قوت یزد و چو لب تو ز بد خشاں  
و ز ہر چہ کم وصف تو نعت بود از نو  
منزل نگہ کردیدہ تو فرق عطار و  
از مشک خروں عید دل آویز تو بود  
بہات من دیم نگاہ شہر خواں  
از ماہ بود صورت زیبائی تو روشن

وہیسی چہ کنیم گر نہ دہم جان بغم دوست  
در سر برود در سر سودائی تو اولیٰ ۳۶

## غزل

شرکدای در گہر او ہم نشین آفتاب  
بید دنیا و دین محبوب کسبِ اعلیٰ  
ہر کجا عکسِ خوش افتد ز تاب ذرہ اش  
گر ذلیل پست شان یا بد ز لطفش یک نظر  
ہر سہ قلبیکہ از نورش پیاید پر توے  
گر چہ لعل بے نوا برد گہش شاید جہیں  
مست او آلودہ ام الجہانست کے شود  
تھا کسارانش سر سمیت فرد می ناد و ندر  
بقا آہ قلب من از معجز عشق شما  
نقش نعل مرکبش آمد نگین آفتاب  
احمد مرسل کہ شد گردش قرین آفتاب  
می چکر خوسے خجالت از جہیں آفتاب  
می ہند از برتری پایہ ترین آفتاب  
از زوغ دل شود پہلو نشین آفتاب  
۳۷ خود را استغنا کشد دست از لعل آفتاب  
دہرہ گر ساقی بود در ساکنین آفتاب  
گر چہ در مہرہ باشد آن لعل شین آفتاب  
چوں بد بختیایر آید ز استین آفتاب

وہیسی مسکین تو از پر تو عشق شما

کے شود چوں ماہ تاباں نور چہیں آفتاب ۳۸

## غزل

اے لعلِ دامنِ بخش تو چوں آبِ روانست  
دہ جان و تنم عشق تو چوں آبِ روانست



جن و ملک و خور و بشر بہر وصال  
 تنہا نہ منم در غم عشق تو پریشان  
 آن صورت زیبای تو بستان دل آرا  
 از حلقہ رعل تو رواں چشمہ حیا  
 مقصود ز ایجاد جہاں ذات تو آمد  
 والہ شدہ حسن تو ہر عابد و زاہد  
 دل باختم و نعرہ زن و جامہ درالمست  
 شیرائے جمال رخ تو جملہ جہاںست  
 و ان قامت رعنائی تو شمشاد درالمست  
 و ز دائرہ جود نور شید عیاںست  
 مطلوب و جود تو ازین کون مکانست  
 دیوانہ عشق رخ تو پیر و جوانست  
 ویسی بنم و درد و فراق بخوہی تو  
 آشفہ و سرگشتہ و نالان و طپاںست

## غزل

ترکان مست چشمت خوں ریز عاشقاںست  
 از بہر یک نگاہت ای چشم حسن و خوبی  
 از حال من چہ پریمی در ہجر تو کہ چون است  
 از شوق بدر رویت ای خاتم رسالت  
 ترک نگاہ چشمت بستہ کمر بہ یغما  
 از درد دوری تو بنگر چہ حال دارم  
 از آتش فراق لے شاہِ خواں  
 در ہجر تو چہ گویم چو نیست حال زارم  
 بنگر کہ تیغ ابرو پیوستہ در میاںست  
 از سینہ آہ خیزد و ز دیدہ خوں و آنست  
 دل گشتہ قطرہ خوں تن گشتہ استخوانست  
 در سینہ داغ پیدا کاش بدلیعیاںست  
 وی دل رلودہ از من امروز فکر چاہانست  
 دل بچو از خواںست رخ بچو ز عفرانست  
 در سر بخار حرام در سینہ دل طپاںست  
 شد قلب بچو پریاں تن گشتہ چوں گمانست

تراشوب ترک چشمت این است حال جانم گاهی قیقل غمزہ گاهی شہید آنست  
 و لسی میسر عالم کز بھر خاک پایش  
 گہہ پائمال حسرت گہہ خاک لہر و آنست ۵۲

## غزل

رومی تو خود بشید مکن با کمال دیگر است  
 یک و ہل جان من آمد تغافل سے او  
 آن نہال فی قدش کز خاک بشتا سرکش  
 اینیا با گر چہ باشد جاہ پیش ذوالجلال  
 حسنت آمد صبح الہ جمال دیگر است  
 النقات او بغیر من و ہل دیگر است  
 از زمین جان بہ آمد این نہال دیگر است  
 یکسا اور پیش حق جاہ و جلال دیگر است  
 شور و غوغا نیست بر کس را بعشق مصطفیٰ  
 یک و لسی را بعشقش صمت حال دیگر است ۵۳

## غزل

جان رومی تو گر بنیاد ہر دو جہاں خیزد  
 بر تربت من بالے گراں سر رحم آئی  
 خاک سر کوئی تو گر مسند من باشد  
 دردانہ اشک من جان آب شدہ ریزد  
 در خاک بہت یابد از گنج رواں خیزد  
 جان بہر قدم دوست از خاک رواں خیزد  
 دیواد دلم بکسر از تحت رواں خیزد  
 این آن گہر غلطان کز آب رواں خیزد  
 لب تشنہ سرف تو با خضر نہ پروا دد  
 لب تشنہ بہت یابد از گنج رواں خیزد

ہر جا کہ گزاری پا از معجزہ حسنت  
نیرِ قدمت جانان چوں سبزہ روال خیزد  
دل باخترِ نعت ای پادشہ خوبان  
گر شعر مرا خواند از آبِ روال خیزد  
محبوب خدا باری بنمائی لعلِ خوبیت  
تا خاطرِ مجنونم از کون و مکان خیزد  
دیوانہ تو و سی گر خاکِ بخت یابد  
از مشکِ دکل و ریحاں ای سرورِ روال خیزد

۶۴

## غزل

جانم نہ حیر آمد لبِ آں شاہِ خوبان کے رسد  
این ناله بشکیر مایا رب بیایاں کے رسد  
حالم صبا حالی شنو افتادِ خیزاں ہاں برد  
حالی مکن عالم باد کا خربسہاں کے رسد  
گر آید آں تو ہمیں سادہ فدایت جان و دین  
ہر چند مستند بس تھیں آخر بجاناں کے رسد  
جانم نہ درد آمد بجاں زیں درد کے پام اماں  
ادھ گزشتہ است این درد جاں یارب رماں کے رسد  
ای شہسوارِ مصطفیٰ سرتا پیا رحم خدا  
باری بگو ای مصطفیٰ دمِ مستم بد اماں کے رسد  
گر زورِ دینی مصطفیٰ خواہی مکن جاں را خدا  
و سی بدستِ بچو ما این گنج آساں کے رسد

۶۳

## غزل

باز چشمِ راست طوفانی دگر  
باز چشمِ راست طوفانی دگر  
باز چشمِ راست طوفانی دگر  
باز چشمِ راست طوفانی دگر  
باز چشمِ راست طوفانی دگر  
باز چشمِ راست طوفانی دگر

باز در دل خاندنهاد شکست باز عشقش را گلستانی دگر  
 باز داغ دل چو لاله بر فروخت باز در دل خاست لبستانی دگر  
 شروسی را ملک بر خواند و گفت  
 باز پیدرا گشت خاقانی دگر ۱۰۲

## غزل

از حسن تو ای دلبر مہتاب بتاب اندر وز رشک رخت جانان خورشید سحاب اندر  
 از آتش محبت تو داریم دل سوزاں می خیزم و می مانم چو تو بکیاب اندر  
 در عشق تو ای گل و دایم شده ام سوزاں می سوزم و می سازم چو شمس بتاب اندر  
 آن ویسی بے ساماں در چرخ تو ای جانان  
 بس عاجز و بس حیراں چو خرنجیلاب اندر ۱۱۸

## غزل

بہیچ و تاب افکنده جہاں را چو دیچایش  
 چو دیدم حسن رخسارش دلم شد عاشقش ہی  
 تو تادریسیہ نیستی گذشتم از دل ایمان  
 جمالش بدتا بندہ شب آمد حلقہ زلفش  
 درخشاں کرد عالم را دو رخسار درخشاںش  
 نہادم پایہ صحرائی کہ پیدا نیست پایانش  
 شدم من بندہ عشق و نہادم سر بفرانش  
 رخس خورشید رخشنده بود مشرق گریانش  
 دوا بروئے سیه تالش بود شمشیر برانش  
 ز بہر قتل عشاقش شان او سر مرگان



نہ جوہر چرخ دودانش بلبلانی غم افتادم  
 ہو لعل تو بحر آید خضر لب نشہ می شاید  
 اگر ریحاں ندیکستی بگرد ہر تابندہ  
 منام چشم فتانش چہ طرز دلبری داند  
 قدش گلبن از بلبل سوسن خطش لیلیاں خوش لاله  
 بہر جا خونی او افتد بحیم مرده جاں آید  
 دو گیتی خلعتی آمد سزا دار قدر احمد  
 بردن از ہر سر کوشش مرا بس جنت المادی  
 بین نعت مدح تو بود بر ہر کسے ظاہر  
 خداوند انجام دہ نہ جوہر چرخ دودانش  
 نیرزد با کلام تو پیشینہ آب حیوانش  
 بگرد ہر خسارش نگر آن خطایحاش  
 کہ بینم فتنہ گشتہ یک جہاں بر چشم نمناش  
 اگر گوی بجا باشد سزا پاگلستانش  
 مگر نہ آب بقا یکسر سرشتہ پاک پر دہانش  
 دو عالم بپیرے باشد محمد مصطفیٰ جہانش  
 ترا باد مبارک روضہ فردوس و حورانش  
 منم خاتمانی دوران بنگالہ است شردانش

رسید از عالم معنی بگویش دل ندائے خویش  
 کہ احمد سرود عالم تویی ویسی حشانش

۱۲۰

## غزل

دادم شبی اما پو شب صد برق بجزاں در بغل  
 یا مصطفیٰ آخر الوری ذاعجاز حسنت دالما  
 از ہر خسار شما دارد دل مجنوں ما  
 یا شافع یوم الجزا بوسعت نمی ماند ترا  
 صد شام غم در آستین صد عجب خنداں در بغل  
 باشد کف پائی ترا صد بد تا باں در بغل  
 ہتھاب تا باں پیش پاخورشید رخشاں در بغل  
 دارد ز خنداں شما صد چاہ کنساں در بغل  
 جوش جنوں دستیں سودالی جانان در بغل

تا کہ شوم من گامزن در دلاست لعل گل پرین  
 دد تو باشد زاد من خار مغیلان در بغل  
 یک حرف زن آن لب کشا بہر دل بیارما  
 کامد لب لعل ترا صد چاہ حیوان در بغل  
 روز قیامت ہر کسے از گونای آید بردن ۱۳۷  
 من نیز خیزم در جنوں صد زخم مکیاں در بغل  
 روز قیامت ہر کسے امید دارد ہر کسے  
 من چشم دارم بہ کسے ہاشم حیراں در بغل  
 ویسی چہ غم نہ دوزخا بینم جہاں مصطفیٰ م  
 آن روز باشد عید ما باز ختم خنداں در بغل

۱۳۸

## مغزل

ز چشم ناشدی غایب جہاں تار یک می بینم  
 بیا کہ خاک پائی تو جو ہر سر در چہ بینم  
 فراقت آتش سوزاں غم تو درد بے دردا ۱۳۹  
 نصیب الہ گردش دوراں گئے آنم گئے انیم  
 بجائے دین ایمان نشسته در دم عشقت  
 کون عشق تو ایمانم غم و ہمت بود دینم  
 عیبر و نافہ چہ نیم غبار در گہر احمد  
 بیا رہے باد بولی اند عیبر و نافہ چہ نیم  
 تودہ آسمان یارب جدا از دوست افتادم  
 بخواہے داورد دوراں زدہ آسمان کہ نیم  
 نیم از بکڑری برد گش پائے بگو ادا من  
 جداے شہسوار من نہ تو تا چند نشینم  
 کہ از کوہ فراق تو زیر بار سنگینم  
 زدیہ بار سنگینم خاتم دہ بدیدالے  
 دگر نہ آتشیں محبت نجات خود نمی بینم  
 بدیدالے غم افتادم سے آدستگیرم شو  
 بمسکینان در گاہیت چہ فرمالی نظر مالے  
 جمال صبح و حسن ہاہ تسکینم نمی بخشد  
 بعالم ہم نظر فرما کہ خاک پائے مسکینم  
 مرا جز دیدار روئے محمد نیست تسکینم

بشوق آن شهر خوبان سراپا گشته ام شعله  
بخش ای دید که گرای باب اشک تسکینم  
صبا بلبل ندو ز دیکچا سیدی دل افکاران  
که آئینک زوانی در دلدل قلب مسکینم  
بره ساقی مے احر که در یاد لب لعاش ۱۳۱  
سرشک گریه خویش سراپا کرد رنگینم

## غزل

کار عاشق چیست در دلدل عشق دلبر داشتن  
یک دلی داری و دلیر هم یکی می بایدت  
باد جو دانه حسن مصطفی شد جلوه گر  
هر کجا خورد شید خادو زرفشاں شد بر فلک  
مانباشی خاک را و مصطفی از جهان دل  
جز توان طر که دارد خلعت زیبا به بر  
مر مرا باد ز نمی آمد ز روی اعتقاد  
جز دو بعد غبر نیت کس کشیده دو بهان  
یا کسی دیدست جز رخسار پر انوار تو  
بهر آید در ره حق سیرت خیر الازی  
گفتی خورد شید خادو آئے شهر مردان ترا

دل به دلبر داشتن و نه غیر دل بر داشتن  
نهشت باشد چوین زن قجیه ده دلبر داشتن  
کار بوجہل ست مد دل هر دیگر داشتن  
اٹھی باشد نظر بر لوز اختر داشتن  
کے پچند سود بر لب نام حیدر داشتن  
جز توان لیسین که آرد تیج و افسر داشتن  
ترک سنت کردن و حبت پیر داشتن  
بر رخ خود سائبان از مشک اذ فر داشتن  
ماه تابان را ز عنبر تاج بر داشتن  
پیش بر خویش لازم گیر و دیر داشتن  
گر توانستی خور اندر لعل کوثر داشتن

و سیاه عشق احمد کس نیارد بچو تو

خوش بظاہر بودن و در باطن انگر داشتن

# غزل در نقبت شاه اولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

لے دل بیا و سوتی بجفت رو شتاب کن  
 کحل البصر نہ خاک در بوتراب کن  
 یارب چشم من ز نسیمش رواں بہ بخش  
 قلب مرا ز تاب غمش آفتاب کن  
 بادے جمال خویش نما پرده برنگن  
 شیدائی خود فقیر و شہر و شیخ و شتاب کن  
 بعد سیاہ را بہ رخ خویش تباب ده  
 برقع ز مشکا تر برخ آفتاب کن  
 مردم ز اضطراب و غم ای شاه اولیا  
 باری بیا دوائے غم و اضطراب کن  
 برگیر ذوالفقار و بیدار دے بیا  
 شمشیر از خون لیماں خضاب کن  
 من مرد چاہ و حشمت و پندار نسیم  
 بامن بجا کپائے سگ خود خطاب کن  
 ہرگز گماں میر کہ ز عشق تو سر کشم  
 خواہی تو رحم و لطف نما یا عتاب کن

و یسی دوائی درد خود از مر تھنی بخواہ

یا مر تھنی دوائی دل من شتاب کن

۱۲۵

## غزل

ای عیاں حسن ازل از روی تو  
 دے نہاں خود در شب گیسوئے تو  
 تو زہر سو سوئے حق داری نظر  
 چشم ہر کس از ہمہ سو سوئے تو  
 خلق می گویند خوش لبے گل است  
 مرا خوشتر زہر بوئے تو  
 موشکا فیہا جو کردم شد عیاں  
 ہر دو عالم قیمت یک موئے تو



ہوئے خوں از دیدگاں دالم رواں در فراق قامت دلوئے تو

بر ہلال عید چشم ہر کسے دیدہ من بر ہلال ابروئے تو

ایکے گولی غارت ہر شت کہ کرد چشم تو رخسار تو باروئے تو

اے جمال روئے تو منظور حق بارک اللہ آں جمال روئے تو

چند گولی آں تو دل و سیسی کہ برد

صورت تو، سیرت تو، خوئے تو ۱۵۲

## غزل

اے دل یار در ہجرت از جاں طمع بریدہ  
آنکس کہ دیدہ رویت دیدہ ز غیر بہ نسبت  
تا در میان سینہ درد تو جا نمودہ  
نیز نگاہ چشمت تا بر جگر نشسته  
مثل و ہمال ذات اے نور چشم عالم  
ابن شکل و این شمائل وین حسن دلربائی  
تا اے ہلال ابرو، در کشیدن از من  
از جسم تاب بردہ آں بعد ناب دادہ  
آنی کہ از دو گیتی در صورت و شمائل  
در حسن و خوبردی کس نیست با تو ہمسر  
مے جاں بے شوق رویت دست از چہاں کشیدہ  
از عقل و ہوش رفتہ و نہ خانہاں بریدہ  
جانم درون سینہ از آہ دل طلبیدہ  
خوں شد رواں ز دیدہ بر جائے آب دیدہ  
نے گوش کس شنیدہ نے، یسج دیدہ دیدہ  
گردوں ندیدہ گاہے با ہر ہزار دیدہ  
پشتم خمیدہ از غم چوں ابروی خمیدہ  
و ز چشم خواب بردہ آں چشم خوبنیدہ  
ایزد ترا ستودہ مولیٰ ترا گزیدہ  
حق را توئی ز خواباں محبوب برگزیدہ

در جائے خویش مانده، در مانده و پریشان

و سیاحتی بختیوت، هر چند در دورید ۱۵۴

## غزل

ای بحسن و دلیری افزود ز مهر و شتری  
 مشتری گشته ترا خود خالق ارض و سما  
 همسری خیره سری یا شرکے گربا تو کرد  
 بر نژی داد غبار در گهت بر مهر و ماه  
 گر پری دیدی ترا بر تو شری از جاں فدا  
 سرور هر دو جهانی پادشاه ابلیار  
 دلیرے چون تو ندیده چشم عالم میچ گاه  
 چنین صحبت کند گردن خود شید و ماه  
 چاکرت در جاه رفعت بر تار آمد بر فلک  
 خاور آمد عالم امکان و ذات افتاب  
 منظر رحمت چو ذات شد مقرر از اذل  
 ننگری ای رحمت حق گر بحال زار من  
 بهتر مخلوق خالق انبیا با آمدند  
 بهتر آمد در جهان آنکس که از جاں بنده است  
 مشتری بر تو خدا و هرت از جاں مشتری  
 ماه کنعان را رسد که یا تو آمد همسری  
 ایک در حسن دیها از جنس امکان بر نژی  
 سرمد سازد گرد در گاه تو یا بد گر پری  
 ای فدایت انس و جان بر انس جانت سروری  
 از اذل گشته بر تو شان دلیری  
 شایدے چون تو نیار د دور چرخ چنبری  
 ماه خود از جاں کند لیل و نہارت چاکری  
 ہم گدائی در گہ تو پادشاه خادری  
 ایک حسن سرمدی و نور حق را منظری  
 باز گوی ای رحمت حق از چو بر من ننگری  
 حال زار من نه بیند هیچ رونی بہتری  
 لیک ای محبوب حق بر انبیا تو بہتری  
 بنده در گاه تو دارد شکوہ سنجری

سجود قسم اگر تا جم شود خاک دست  
و یسی دو دایم از عشق تو سازد بهری

۱۴۵

## غزل

از یست من داری ای باد خبر چیزی  
هر آه جگر سوزم باشد شره چیزی  
بس سحر و فسون خوانم تا بر سر دم آلی  
در خرقه زدم آتش زین پس من در سوالی  
انحال گرفتاران چون شرح دهی پیش  
گوئی که بخود چیزی تا جان نرود از تن  
تا راج نمودستی صبر و خرد و دینم  
و انتم که به بخشائی بر حال دل زادم  
مرغان چمن نالان گل جامه دران دیدم  
هر دم غزلی تاده خونم شناسی تو

بر گونی بمن بادی زان خیر بشر چیزی  
هر طفل سر شک من از لخت جگر چیزی  
هیات نمی بینم در سحر اثر چیزی  
زان به که نمی یابم در زهد اثر چیزی  
یاد از حال من ای باد سحر چیزی  
آری بخورم هر شب از خون جگر چیزی  
از حسن ادا چیزی و از طر ز نظر چیزی  
از نامه غناکم خوانی تو اگر چیزی  
دایم که ز سودایت دارند بهر چیزی  
بینم چو ترا هر دم در حسن دگر چیزی

و یسی بگشای تو بر صف و رخسارش

از خون سر شک خود نبوشته نگر چیزی

۱۴۶

## غزل

نیامد چون تو جانانی سراپا نور تابانی  
بلب چون لعل زمانی دواي درد پنهانی

نکرده خالق یکتا نظیرت در جهان پیدا  
 نباشد کس تو چو دلبر ملک دلیری همسر  
 نغیرد چون تو جانانی بحسن و دلبری یکتا  
 نیامد چون تو یکتائی بزیبائی در عنائی  
 نباشد چون خود قدرت سرافرازی در عنائی  
 نباشد چون رخ درویت بلطف تانگی کسیر  
 نیامد چون در امکانی بدین حسن خدادادی  
 کجا خیزد چو تو دلبر سراپا پاک ترا از جاں  
 نیامد چون توئی هرگز سراسر غم زده جانی  
 پو ابرویت کجا خیزد بدین خوبی و زیبائی  
 نیامد چون من لے ویسی بشیدائی و رسوائی

یکم مجنون، دوم دامق، سوم محمود سلطان

## غزل در نقبت حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ

دل در عشق تو نالاں محی الدین جیلانیؒ  
 دل و جانم لبشوق تو بہر دم نہ ارمی نالہ  
 بحال من نظر فرما نگر حال زبون من  
 شمس اولیں گم شد چو شد خورشید تو تاباں  
 بہر ت چشم من گریاں محی الدین جیلانیؒ  
 نما آن طلعت تاباں محی الدین جیلانیؒ  
 کجائی لے شہرہ خواباں محی الدین جیلانیؒ  
 نگر د شمس تو پہناں محی الدین جیلانیؒ



گذشتہ نوبت آناں کنوں نوبت تراباشر مسلم شد ترا میدان محی الدین جیلانیؒ  
 توئی آن محبوب سجائی کہ برجن بشرداری شرف ای ہادی دوران محی الدین جیلانیؒ  
 محی الدین جیلانیؒ محی الدین جیلانیؒ ۱۸۳۳ء مراد زباں ہر آن محی الدین جیلانیؒ  
 زدم چنگل بدامانت نہادم سر بفرمانت غلام تو منم از جباں محی الدین جیلانیؒ  
 کمینہ بندہ ات ویسی تمنائی کند ہر دم  
 شود بر پائے تو قسرباں محی الدین جیلانیؒ ۱۸۳۳ء



# کتابیات

سلسلہ و نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۱۔	آب کوثر	شیخ محمد اکرام	لاہور	۱۹۵۵ء
۲۔	آوارہ لشکر	میر سید احمد خاں	دہلی	۱۹۶۵ء
۳۔	ایمان و وطن	شاہ محمد شعیب	پٹنہ	۱۹۴۴ء
۴۔	آفتاب شرف	ابو اشرف محمد یوسف بخاری	کراچی	۱۹۳۳ء
۵۔	المنقب	قادر لونیس	بیروت	۱۹۶۳ء
	امیر بیل گز بیٹیر آواز اندریا			
۶۔	جلد ہفتم	سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	ادکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۷۔	جلد ہفتم	"	"	"
۸۔	جلد ہفتم	"	"	"
۹۔	جلد دہم	"	"	"
۱۰۔	جلد سیزدہم	"	"	"
۱۱۔	جلد چہار دہم	"	"	"
۱۲۔	جلد شانزدہم	"	"	"
۱۳۔	جلد ہفتم	سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	ادکسفورڈ	۱۹۰۸ء



سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	تمام اشاعت	سال اشاعت
۲۹-	قلع مدنا پور	ال۔ اس۔ اس۔ او میلی	کلکتہ	۱۹۱۱ء
۳۰-	قلع مرشد آباد	ال۔ اس۔ اس۔ او میلی	کلکتہ	۱۹۱۲ء
۳۱-	قلع مہین سنگھ	ان۔ اے۔ پج سے	کلکتہ	۱۹۱۴ء
۳۲-	قلع ندیا	جے۔ اچ۔ سی۔ گپٹ	کلکتہ	۱۹۱۰ء
۳۳-	قلع ہوگی	ال۔ اس۔ اس۔ او میلی من مومن چکورتی	کلکتہ	۱۹۱۲ء
۳۴-	تاریخ ادب اردو	رام بابو گلستا اردو ترجمہ: مرزا محمد عسکری	لکھنؤ	۱۹۲۹ء
۳۵-	تاریخ ادب ہندی	سید ظہیر الدین علوی	الہ آباد	۱۹۱۳ء
۳۶-	تاریخ اودھ جلد پنجم	نجم الغنی، مولوی	لکھنؤ	۱۹۱۹ء
۳۷-	تاریخ سلسلہ فردوسیہ	محمد معین الدین دزدانی	بہار شریف	۱۹۶۲ء
۳۸-	تاریخ ہند	ایشوری پرساد، ڈاکٹر	الہ آباد	۱۹۳۵ء
۳۹-	تحفہ بہار	عبدالمبین، مولانا	پٹنہ	
۴۰-	تذکرۃ الصالحین	حسب اللہ مختار	پٹنہ	۱۹۳۸ء ۱۹۴۹-۵۰ء
۴۱-	تذکرہ مجدد الف ثانی	محمد منظور نعمانی، مولانا	لکھنؤ	۱۹۷۰ء
۴۲-	تذکرہ مولانا فضل الرحمن	ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید	لکھنؤ	۱۹۵۸ء
۴۳-	تقویم دہزار سال	ابوالحسن محمد الدین خاں، خواجہ	لکھنؤ	



## ٹائم ٹیبل

- ۴۴۔ ایسٹرن نیگال ریلوے جنرل منیجر ایسٹرن نیگال ریلوے چٹاگانگ ۱۹۵۴ء
- ۴۵۔ ایسٹرن ریلوے جنرل منیجر ایسٹرن ریلوے کلکتہ ۱۹۶۱ء
- ۴۶۔ نارمٹھ ایسٹرن ریلوے جنرل منیجر نارمٹھ ایسٹرن ریلوے گورکھپور ۱۹۶۴ء
- ۴۷۔ نارمٹھ ایسٹ فرنیچر ریلوے جنرل منیجر نارمٹھ ایسٹ فرنیچر ریلوے گواہٹی ۱۹۶۰ء
- ۴۸۔ گورنمنٹ آسام محکمہ سیاحت آسام گواہٹی
- ۴۹۔ حیات دہلی زین العابدین اختر مولانا کلکتہ ۱۹۵۵ء
- ۵۰۔ حضرت شاہ جلالی پریقلار زین العابدین اختر مولانا کلکتہ ۱۹۶۲ء
- جیونی (ننگلہ)
- ۵۱۔ خصائص نعمت محمد جمیل نصاریٰ مولانا شیخ کلکتہ ۱۹۲۴ء
- ۵۲۔ دانش تازیخ اردو حامد حسن قادری مولانا آگرہ ۱۹۵۷ء
- ۵۳۔ دیوان حافظ شمس الدین حافظ شیرازی خواجہ کان پور
- ۵۴۔ دیوان دہلی سید فتح علی حضرت صوفی کان پور ۱۹۳۵ء
- ۵۵۔ ذکر خیر المعروف صحیفہ محبوب محبوب عالم، خواجہ لاہور ۱۹۲۶ء
- رپورٹ مردم شماری ۱۹۴۱ء
- ۵۶۔ بنگال آر۔ اے۔ ڈوش سملہ ۱۹۴۲ء
- ۵۷۔ آسام کے ڈپلو۔ پی۔ مرار سملہ ۱۹۴۲ء

سلسلہ دامنہر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

۵۸۔ ڈسٹرکٹ سٹینس ہڈیک پی۔ پی بھٹناگر  
جلد ۲۹۔ اعظم گڑھ (یو پی)  
الہ آباد ۱۹۶۶ء

### رسالے

- ۵۹۔ آج کل حکمہ اطلاعات، حکومت ہند دہلی جنوری ۱۹۶۸ء
- ۶۰۔ آج کل " " دہلی دسمبر ۱۹۶۹ء
- ۶۱۔ آج کل " " دہلی دسمبر ۱۹۷۵ء
- ۶۲۔ ماہ نو حکمہ اطلاعات، حکومت پاکستان کراچی ستمبر ۱۹۵۳ء
- ۶۳۔ ماہ نو " " کراچی مئی ۱۹۵۷ء
- ۶۴۔ ماہ نو " " کراچی مئی ۱۹۵۹ء
- ماہ نو " " کراچی ستمبر ۱۹۵۹ء
- ۶۵۔ ماہ نو حکمہ اطلاعات، حکومت پاکستان کراچی اپریل ۱۹۶۱ء
- ماہ نو " " کراچی اکتوبر ۱۹۶۱ء
- ۶۶۔ ماہ نو " " کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء
- ۶۷۔ ماہ نو حکمہ اطلاعات، حکومت پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۴ء
- ۶۸۔ معارف شبلی اکادمی، دارالمصنفین اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۵ء
- ۶۹۔ نیادور حکمہ اطلاعات، حکومت اتر پردیش لکھنؤ اگست ۱۹۷۵ء
- ۷۰۔ نقیب خانقاہ مجیبیہ بھلواری شریف پٹنہ مارچ ۱۹۷۰ء

سلسلہ وار نمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

- ۷۱۔ رود کوثر شیخ محمد اکرام لاہور ۱۹۵۸ء
- ۷۲۔ روزانہ صدیہ عالم سید رضی حیدر محمد مرغوب پٹنہ مئی ۱۹۵۵ء
- ۷۳۔ سوانح حیات سید عبدالبارق شاہ محمد سعید خاں مولانا دہلی ۱۹۵۴ء
- ۷۴۔ سوانح حیات حافظ حامد حسن ملک محمد سعید خاں مولانا دہلی
- ۷۵۔ سید احمد شہید غلام رسول قہر لاہور ۱۹۵۲ء
- ۷۶۔ سیرۃ الاشراف (حصہ اول) امیر احمد کاکوروی الحاج منشی لکھنؤ ۱۳۴۰ھ ۱۹۵۰-۵۱ء
- ۷۷۔ سیرت مولانا حافظ جون پوری عبدالباطن، مولانا ڈھاکہ ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء
- ۷۸۔ شیراز منہد جون پور سید اقبال احمد جون پور ۱۹۶۳ء
- ۷۹۔ مزاج ابوالفضل محمد عمر ۱۹۱۰ء
- ۸۰۔ عین جاریہ سید احمد اشرف مولانا مصوفی شاہ ڈھاکہ ۱۹۶۳ء
- ۸۱۔ فہرست ڈاک خانہ جاتا ڈاکٹر کٹر جزل پوسٹ { فرید آباد ۱۹۶۲ء
- ۸۲۔ فہرست ڈاک خانہ جاتا (ضلع وار) { اپریل ۱۹۶۹ء
- ۸۳۔ فہرست آل انڈیا پوسٹ { انڈس کوڈ ۱۹۶۴ء
- ۸۴۔ فہرست ریلوے سٹیشن { دسمبر ۱۹۵۹ء
- انڈین ریلوے کانفرنس اسوسی ایشن دہلی ۱۹۶۲ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۸۵-	نوحیسن انڈین برادشا	ڈیو تیوین کپنی لمیٹڈ	کلکتہ	۱۹۴۲ء
۸۶-	تاموس المشاہیر، جلد اول	نظامی بدایونی	بدایون	۱۹۴۴ء
۸۷-	تاموس المشاہیر، جلد دوم	نظامی بدایونی	بدایون	۱۹۴۶ء
۸۸-	کرنٹ اسٹریٹیز ٹیچنگ	پرنسپل ٹیچنگ کالج	پٹنہ	۱۹۶۹ء
۸۹-	سکینڈل گھراؤنچس اور نیشنل پبلک لائبریری	محکمہ تعلیمات حکومت بہار	پٹنہ	
۹۰-	تکلیات اقبال	علامہ اقبال	لکھنؤ	۱۹۵۳ء
۹۱-	کیفیت المعارفین	شاہ غلام حسین گیادھی	گیا	۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲-۳۳ء
۹۲-	مگشتہ بحالات وجودیہام (تالیف پارتیہ مدنیۃ الادبیاء)	عبدالغفار ادھی مولوی	لکھنؤ	
۹۳-	لکھنؤ کا دبستان فتاوی	ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر	علی گڑھ	۱۹۴۴ء
۹۴-	مجدد اعظم رحم	محمد حلیم	دہلی	۱۹۵۸ء
۹۵-	مختصر تالیف ادب اردو	اعجاز حسین، ڈاکٹر	دہلی	۱۹۵۲ء
۹۶-	مزارات اولیائے دہلی	محمد شاہ عالم فریدی مولوی	دہلی	۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷-۳۸ء
۹۷-	مساکب الساکین فی تذکرۃ الاولیاء	مرزا عبدالستار بیگ	آگرہ	
۹۸-	مسلم ننگالی ادب (اردو ترجمہ)	انعام الحق، ڈاکٹر	کراچی	۱۹۵۷ء



سلسلہ دار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	تقام اشاعت	سال اشاعت
۹۹-	سند آف مرشد آباد	پورنا چند محمد ار	مرشد آباد	۱۹۰۵ء
۱۰۰-	مقدمہ سیرۃ النبیؐ	بیگم فاطمہ فضل الرحمن	کراچی	۱۹۰۰ء
۱۰۱-	مکتوبات امام ربانی (دفتر اول حصہ اول)	الحجتہ العلیہ	حیدر آباد	
۱۰۲-	مکتوبات امام ربانی (دفتر اول حصہ دوم)	الحجتہ العلیہ	حیدر آباد	
۱۰۳-	مکتوبات امام ربانی (دفتر دوم)	الحجتہ العلیہ	حیدر آباد	
۱۰۴-	موج کوثر	شیخ محمد اکرام	کراچی	۱۹۵۸ء
۱۰۵-	موڈرن انڈین ہسٹری نامہ تھو ویسٹ فرنٹیر پرنسپلز ڈسٹرکٹ گزیٹیئر	سرکار انڈیا دت		
۱۰۶-	ضلع ہزارہ	پج۔ ڈی۔ واٹسن	لندن	۱۹۰۶ء
۱۰۷-	ہسٹری آف بنگال جلد دوم مسلم پرنسپلز	سرحد و ناتھ سرکار	ڈھاکہ	۱۹۲۸ء
۱۰۸-	ہسٹری آف چٹاگانگ	سید مرتضیٰ علی	ڈھاکہ	۱۹۲۴ء
۱۰۹-	ہندی ادب کی تاریخ	محمد حسن، ڈاکٹر	علی گڑھ	۱۹۵۵ء
۱۱۰-	ہندوستان کے اولیاء	شوکت علی فہمی	دہلی	
۱۱۱-	ہندوستان ایریکب شاہ	ایس بی سرکار	کلکتہ	

سلسلہ وار نمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

یونانی سٹیڈ پروڈکشنز اگرہ اینڈ اودھ ڈسٹرکٹ گزٹیشن۔

۱۱۲۔ ضلع فیض آباد راج۔ آر۔ نیول الہ آباد ۱۹۰۵ء

۱۱۳۔ ضلع میرٹھ راج۔ آر۔ نیول الہ آباد ۱۹۰۴ء

نقشہ:

۱۱۴۔ امپریل اٹلاس آف انڈیا سرویرجنل آف انڈیا ڈیڑہ دون

۱۱۵۔ امپریل گزٹیشن آف انڈیا سکریٹری آف اسٹیٹ انڈیا اوکسفورڈ ۱۹۰۸ء  
جلد بہت و ششم

۱۱۶۔ اوکسفورڈ اسکول اٹلاس اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن ۱۹۴۳ء

۱۱۷۔ روڈ میپ آف انڈیا سرویرجنل آف انڈیا ڈیڑہ دون ۱۹۴۳ء

۱۱۸۔ ریلوے میپ آف انڈیا سرویرجنل آف انڈیا ڈیڑہ دون ۱۹۴۱ء

۱۱۹۔ کلکتہ اینڈ بورہ گائڈ میپ سرویرجنل آف انڈیا ڈیڑہ دون ۱۹۴۳ء

۱۲۰۔ میپ آف کلکتہ جنرل میجر ایسٹن ریلوے کلکتہ ۱۹۵۲ء

۱۲۱۔ میپ کیٹلاک سرویرجنل آف انڈیا کلکتہ ۱۹۴۵ء

۱۲۲۔ اسٹیٹ میپ آف ویسٹ بنگال علی پور ڈرائنگ آفس کلکتہ ۱۹۵۸ء

۱۲۳۔ متعدد دیگر ایڈز اسٹیٹ میپ سرویرجنل آف انڈیا ڈیڑہ دون

خطوط:

اب جنابہ البرز آباد جلیل احمد صاحب مکان ۹۲، دھان منڈی رہائش علاقہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

سلسلہ وار نمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

- ۲۔ جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترى مدظلہ۔ خانقاہ کان کھولی شریف گارڈن ریجیٹ <sup>کلیکتہ ۱۴</sup>
- ۳۔ جناب سید شمس العالم صاحب متقا چندور (میاں پارا) ڈاکخانہ آرام باغ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۴۔ جناب مولوی عبدالواسط صاحب (پوکھریہ۔ ضلع سیتا مڑھی) رام لوجن ملک اسٹریٹ <sup>کلیکتہ ۱۵</sup>
- ۵۔ جناب عبدالحمید صاحب، خانقاہ ہفتیان۔ ڈاکخانہ ہفتیان۔ براہ بانسی۔ ضلع پورنہ۔
- ۶۔ آنریبل مٹر جسٹس عبدالرحمن چودھری سپریم کورٹ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)
- ۷۔ جناب اخوند کار عبدالرحمن صاحب۔ پوسٹ ماسٹر سیج گرام۔ براہ بھرت پور ضلع مرشد آباد
- ۸۔ جناب مولانا عبدالسلطان صاحب، پوسٹ ماسٹر گڑا۔ براہ موست۔ ضلع ہوگلی
- ۹۔ جناب مولوی سید عبدالسلام صاحب دکیل۔ جرونا تھہ باسک لین ڈھاکہ (بنگلہ دیش)
- ۱۰۔ جناب مولانا عبدالقادر صاحب (کھاتن) مدرسہ سیتا پور۔ ڈاکخانہ جگت بیج پور ضلع ہوگلی۔
- ۱۱۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب۔ سب پوسٹ ماسٹر۔ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد۔
- ۱۲۔ جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پوری۔ متقا اپناسی۔ ڈاکخانہ بہاراں (برہا کتوا۔  
ضلع بردوان)۔ ضلع مرشد آباد۔

- ۱۳۔ جناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب۔ ایسٹ کوٹوالی۔ بھاگل پور۔
- ۱۴۔ جناب مولوی قمر الہدی صاحب مقام کہٹہ۔ ڈاکخانہ ماہوب۔ براہ سلاو۔ ضلع نالندہ
- ۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد ابوبتراب صاحب (صدر حضرت حمید ننگالی وقف کمیٹی، نور مسٹر۔  
منگل کوٹ۔ ضلع بردوان۔

۱۶۔ مرشدزادہ جناب محمد اسرار الحق خاں صاحب۔ مدظلہ۔ نزد جامع مسجد۔ عظیم گڑھ

۱۷۔ جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب۔ مدرسہ صوفیہ نوریہ۔ ڈاکخانہ صوفیہ مدرسہ۔ براہ

میرسرا۔ ضلع چانگ (بنگلہ دیش)

۱۸۔ جناب الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مظلہ ۲۱ جدونا تھ بانک  
آف مدن مومن پابک روڈ۔ ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)

۱۹۔ مرشدزادہ جناب سید محمد جان عالم صاحب مظلہ ایڈوکیٹ ۲۹۔ وائر اسٹریٹ۔  
وری۔ ڈھاکہ ۳ (بنگلہ دیش)

۲۰۔ جناب مولانا شہید محمد رضا صاحب بخاری (خانقاہ سہروردیہ) مقام وڈا کھانہ  
حضرت پور۔ براہ دو براج پور۔ ضلع بیر بھوم۔

۲۱۔ جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب (بند پوری) ۲۱ دیدار بخش لین۔ کلکتہ

۲۲۔ ہادینا و مرشدنا جناب الحاج الحافظ مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ  
نزد جامع مسجد اعظم گڑھ۔

۲۳۔ جناب محمد عبدالعزیز صاحب نزد جامع مسجد برہ پور۔ بھاگل پور ۱

۲۴۔ مرشدزادہ جناب محمد عفی الدین خاں صاحب مظلہ۔ ظفر منزل۔ نزد سکندر لاج  
دگی روڈ۔ علی گڑھ۔

۲۵۔ جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب ۱۱ نار تھ بڑک ہال روڈ۔ ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)

۲۶۔ جناب محمد مصطفیٰ صاحب۔ پوسٹ ماسٹر شاہ پور۔ براہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد

۲۷۔ جناب مولوی چودھری لکوک چند صاحب ایڈوکیٹ ۶۵ شکر دیگی (ولسٹ) روڈ۔

۲۸۔ جناب سب پوسٹ ماسٹر صاحب من شیر پاٹ۔ ضلع ہوڑہ (۱۰۱۴۱۰)



۲۹۔ جناب مولانا محمد فرید الدین صاحب عطار۔ خطیب امین باغ مسجد، شانی بجر  
ڈھاکہ ۱۷ (بنگلہ دیش)

۳۰۔ جناب حاجی نبی محمد صاحب ۷ بی گیس اسٹریٹ۔ راجہ بازار۔ کلکتہ ۹

۳۱۔ مرشد زادہ جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب مدظلہ وکیل ۱۷۲ دیدار بخش  
لین۔ کلکتہ ۱۶

۳۲۔ جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان۔ مقام ڈاک۔ خاد ہنگا جیہ  
ضلع سلہٹ (بنگلہ دیش)

## عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب مرسلہ

۱۔ جناب سید ابوالکلام صاحب۔ بنڈیل شریف۔ ڈاکخانہ بنڈیل خلیش۔ ضلع ہوگلی  
(۱) مزار پُرانوار حضرت سید عبدالباری شاہ ۷ بنڈیل شریف۔ ضلع ہوگلی۔

(۲) خانقاہ بنڈیل شریف۔ ضلع ہوگلی

۲۔ جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ نور۔ ڈاکخانہ صوفیہ مدرسہ۔ براہ میر برائے  
ضلع چارگام۔

(۱) مزار مبارک حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری (خلیفہ حضرت سید محمد شہید) ۱۷۱۲ ضلع چارگام

۳۔ جناب الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، سجد و ناتھ بک  
یعنی رتھ کھولا۔ ڈھاکہ۔

(۱) مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی رح مانتہ تلہ۔ کلکتہ۔

(۲) لوح مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی رح مانتہ تلہ۔ کلکتہ۔

(۳) اخادیت الخوانین (تاریخ حمید) ص ۲۱، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء

(۴) مزار مبارک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رح منگل کوٹ ضلع بردوان

(۵) خلافت نامہ حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رح۔ منگل کوٹ ضلع بردوان

(۶) سرورق دیوان دہلی۔ مطبوعہ ۱۸۹۸ء

۴۔ محبت باب جناب الحاج سید ابوالبشر محمود حسین صاحب چیف جسٹس  
بنگلہ دیش۔ ڈھاکہ

(۱) مزار مبارک حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری۔ رنگ پور (خلیفہ حضرت سید)

(۲) مزار مبارک اوسید حضرت شاہ حسن الشرف صاحب صدیقی رح۔ موسوری کھولا۔ ضلع ڈوم

۵۔ جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب ۲۱ دیدار بخش لہن۔ کلکتہ

(۱) مزار مبارک حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح۔ فرزا شریف۔ ضلع ہرگلی

(۲) مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی رح۔ فرزا شریف۔ ضلع ہرگلی

۶۔ جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب ڈنٹسٹ۔ نزدنٹ لاج ہوٹل۔ باقرہ پور

(۱) گنبد خفزی (منقول از عکس رنگین۔ مکتبہ معظّمہ سعودی عرب)

۷۔ منقول از حیات و لسی مولفہ جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر۔ مدظلہ

خانقاہ کان کھولی شریف۔ گارڈن ریح۔ کلکتہ ۲۲۲

(۱) دستخط مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دسی (حیات دسی حصہ ہنگامہ) ۲۵

(۲) تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دسی (حیات دسی حصہ ہنگامہ) ۲۱-۲۲

۸۔ منقول از ہزارہ ضلع گزنیٹیر (صوبہ سرحد) مرتبہ اچ۔ ڈی۔ وائسن۔

مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء

(۱) بالاکوٹ ضلع ہزارہ (کنہارندی ادب) (دلہانہ وادی کاغان۔ ہزارہ گزنیٹیر

مقابل صفحہ ۲۰۲)

(۲) گڑھی حبیب اللہ خاں۔ ضلع ہزارہ (ہزارہ گزنیٹیر مقابل صفحہ ۲۲۶)

۹۔ جناب جمیل احمد خاں صاحب معرفت اترولہ کولڈ اسٹوریج اینڈ آئس فیکٹری فیض آباد

روڈ۔ گونڈہ (۲۷۱۰۰۱)

(۱) مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی۔ فیض آباد۔ روڈ۔ گونڈہ

۱۰۔ جناب بابو اسرار الحق خاں صاحب نزد جامع مسجد۔ اعظم گڑھ (۲۷۶۰۰۱)

۱۔ مزار مبارک حضرت مولانا محمد سعید خاں قدس سرہ۔ منگراواں۔ ضلع اعظم گڑھ۔

## ضمیمہ

## آئینہ ولیسی

۱۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم (مولانا آزاد)

ریسٹلفٹ نوٹ ۱۲۸، ص ۲۰۶ اور ۲۶۹-۲۶۸

خان بہادر نواب سید محمد صاحب مرحوم، آئی۔ ایس۔ او (مولانا آزاد) کے متعلق ڈھاکہ گزٹیر کے جدید ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۹ء کے ص ۳۲۶ پر لکھا ہے کہ نواب سید محمد آزاد اردو کے نثر نگار تھے۔ وہ لکھنؤ کے ایک معیاری اور اعلیٰ ادبی مہتمم اور ادبی بیورو میں باقاعدہ مضامین لکھتے تھے۔ وہ رسالہ طنز و مزاح کے لئے مشہور تھے۔ اس مہتمم دار اور اردو کے دوسرے موثر رسالوں میں ان کے جو مضامین شائع ہوئے ان کے مجموعوں کوئی ڈکشنری، لوفر کلب، خیالات آزاد اور نامہ پیام کے نام سے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ نوابی دہرائی کی حیات میں شائع اور ڈھاکہ میں کئی بار اس کے کچھ حصوں کو ایڈیٹ کیا گیا۔ جس سے اردو کی مقبولیت اضافہ ہوا۔

خط جناب عطاء الرحمن صاحب جمیل، سپرنٹنڈنٹ انجنیر، ڈھاکہ بحکم جناب مولانا

ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مظلوم، مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء



## ۲۔ عزت مآب جناب سید ابوالبشر محمد حسین صاحب مظلہ، چیف جسٹس

(سلسلہ ص ۱۴۰ - ۱۳۹)

بنگلہ دیش میں جناب اخوند کاشاق احمد صاحب کے استعفا دینے اور ہزار کسٹنس مسٹر جسٹس ابوسعادت محمد صائم صاحب بالقابہ کے مدد مملکت مقرر ہونے کے بعد عزت مآب الحاج جناب سید ابوالبشر محمد حسین صاحب مظلہ، ۲ نومبر ۱۹۷۵ء کو بنگلہ دیش سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ اسی سال حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بنگلہ دیش وفد حج کے سربراہ کی حیثیت سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ۲۸ دسمبر ۱۹۷۵ء کو ڈھاکہ واپس ہوئے۔

خط جناب غطاء الرحمن صاحب جمیل، سپرنٹنڈنٹ ٹنگ انجینئر، ڈھاکہ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۷۵ء اور خط جناب الحاج مولانا ابوالبشر سید محمد بشیر الدین صاحب مظلہ، ڈھاکہ

مورخہ ۴ جنوری ۱۹۷۶ء

## ۳۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کے مزار شریف کے کتبے

(سلسلہ ص ۱۷۸ اور ص ۲۱۷)

جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر سی نے مطلع فرمایا کہ مانکتہ ملکہ کلکتہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی قدس سرہ کے مزار مبارک پر ان کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب صدیقی نے جو کتبہ لگوا یا تھا، وہ صرف نالری میں تھا۔ بعد میں بنگلہ کتبہ حضرت دہلوی کے پوتے جناب مولوی سید محمد جان عالم صاحب ام لے بی۔ ال ایڈوکیٹ ڈھاکہ نے لگوا یا۔ بنگلہ اور اردو کا موجودہ کتبہ عنایت پور ضلع پابنا کے

خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب رح اور ان کی بیگم نے لکھوایا تھا۔

(خط ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب انجری مظلہ۔ خانقاہ

کان کھولی شریفہ۔ گارڈن پریس۔ کلکتہ ۲۲ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۵ء)

۴۔ جناب امیر الاسلام صاحب شرقی

(سلسلہ فٹ نوٹ ص ۱۷۹)

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی مظلہ کے متعلق ڈھاکہ ضلع گز بیٹر کے

جدید پبلشرین مطبوعہ ۱۹۶۹ء (مرتبہ جناب الس۔ ان۔ اچ۔ رضوی مرحوم) کے

صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ ”جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔“

محکمہ انکم ٹیکس کے ایک ریٹائرڈ سرکاری ملازم ہیں۔ انہوں نے فی البدیہہ قطعہ تالیف

کہنے میں کمال حاصل کیا۔ اور اس حیثیت سے وہ خواجہ محمد افضل متوفی ۱۸۷۸ء

جنہیں افضل المودعین کہا جاتا تھا۔ ان کے سچے جانشین ہیں۔“

(خط جناب عطاء الرحمن صاحب جمیل سپرنٹنڈنٹ انجینئر ڈھاکہ۔ بحکم جناب

مولانا ابوالبشر سید محمد بشیر الدین صاحب مظلہ۔ رحمہ کھولا۔ ڈھاکہ ۱۔ مورخہ ۸ اکتوبر

۱۹۷۵ء)۔

۵۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ

(سلسلہ ص ۱۸۳)

حسب سابق اس سال بھی اتوار ۲۰ اگست = ۷ دسمبر ۱۹۷۵ء کو قطب ارشاد

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ کے ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ

ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مازظہ (گوشہ نشین کان کھولی شریف ضلع چوہیس پرگنہ) کے زیر اہتمام دہلی وال قبرستان مانک تلہ کلکتہ میں منعقد ہوا۔ بنگال کے مختلف اضلاع سے حضرت صوفی صاحب کے متوسلین کا شاندار اجتماع ہوا۔ اس سال علاقہ کے غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں جلسہ میں شریک ہوئے۔ مولانا اختر مازظہ کے صاحبزادے جناب مولانا غلام محی الدین صاحب چلیانی، خود مولانا زین العابدین صاحب اختر اور جناب مولانا محمود بخت بختیاری سجادہ نشین کان کھولی شریف نے اپنی تقریر سے سامعین کو محفوظ فرمایا۔

۳۱ اور ۳۲ جنوری ۱۹۷۶ء کو مولانا زین العابدین صاحب اختر مازظہ، مولانا کے ہم عمر لعل مولوی نور حسین صاحب اور مولانا کے محترم کے بھتیجوں ڈاکٹر ناظم الدین احمد اور نور الاسلام صاحبان نے خرچ کثیر سے اپنی موجودگی میں دہلی وال مسجد مانک تلہ کی ضروری مرمت کرا کے آپک پاشی کرائی۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مازظہ - کلکتہ ۲۴ مورخہ

۳۱ جنوری ۱۹۷۶ء)

۶۔ اولاد امجاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قلسی سمرہ

(سلسلہ ص ۱۹ اور ص ۱۹۲)

(۱) رابعہ بنگال حضرت سیدہ زہرا قدس سرہا کے پوتے جناب سید عبد المتین

صاحب شاہ پوری مازظہ کے صاحبزادے کا نام سید فرید القادر نہیں بلکہ سید

کردار ہے (صفحہ ۱۹۲)۔ رخط جناب سید عبدالسلام صاحب مدد و ناتھ باسک لین  
ڈھاکہ مد مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۵ء بحوالہ جناب سید عبدالمتین صاحب مظلہ (

(۲) بی بی سیدہ زہرا قدس سرہا کی پوتی سید حلیمہ بانو کے شوہر جناب  
فیض احمد صاحب مظلہ ”حق اللہ“ کیان پور۔ محمد پور۔ ڈھاکہ کے میں رہتے ہیں  
وہ جوان صلح اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب لسی رح کے نور باطنی کے پیچھے  
طالب ہیں۔

(رخط جناب مولانا ابوالشیر سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مد مورخہ یکم  
نومبر ۱۹۷۵ء۔ مرسلہ جناب فیض احمد صاحب مظلہ ڈھاکہ کے)

## ۷۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاوسی کے خلفا اور مریدین

(سلسلہ ص ۲۰، ص ۲۱۵ اور ص ۲۱۶)

(۱) سلسلہ وار نمبر ۱، مولوی احمد علی صاحب فرید پوری۔ آپ ۱۳۶۳ھ  
بنگلہ فصلی = ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۱ اگست ۱۳۲۶ھ بنگلہ فصلی = وسط نومبر  
۱۹۱۹ء کو انتقال فرمایا۔ اپنے علاقہ میں شاہ جان شریف کے نام سے مشہور ہیں  
مزار آپ کا دربار اولیاء، شوریشتر، دائرہ شریف۔ ڈاکخانہ چند دی پور (براہ  
نریا) ضلع فرید پور میں ہے۔ سالانہ عرس ۲۱ اگست اور ۲ ماگھ کو ہوتا ہے۔ نور حق  
گنج نور، شجرہ طریقہ مجددی، سفینہ سفر مدنیہ، سر حق جامع نور، مطلع العلوم، لطائف  
شافیہ اور غنین وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ یہ کتابیں بنگلہ اور ہندی میں ہیں۔ دائرہ



شورِ نشر کے موجودہ سجادہ نشین جناب شاہ نور جلال صاحب مدظلہ ہیں (خط جناب مولانا

سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، ڈھاکہ۔ مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

(۲) سلسلہ وار نمبر ۲، جناب سید واجد علی صاحب مہدی باغ کلکتہ:-

آپ کے خلیفہ خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب غنایت پور ضلع پابنا (۲۱۷) کے

بڑے صاحبزادے اور خلیفہ جناب حسان الدین رح کا ستمبر ۱۹۷۵ء کے پہلے مہفتہ میں انتقال

ہوا۔ ۵ ستمبر کو ریڈیو نیگلہ دیش سے آپ کے وفات کی خبر نشر کی گئی حضرت صوفی سید

فتح علی صاحب ویسی کی صاحبزادی رابعہ نیگلہ حضرت نبی سیدہ زہرا قدس سرہا کے

پوتے جناب سید عبد المتین صاحب شاہ پوری مدظلہ (ص ۱۹) مولانا حسام الدین شاہ

کے ماتحت میں شریک ہوئے

(خط جناب سید عبدالسلام صاحب وکیل، ۲۷ جدوناتھ ناتھ باسک، لین۔ ڈھاکہ۔

مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔)

## ۸ آرام باغ ضلع ہوگلی

(سلسلہ فٹ نوٹ ص ۲۱۱ و ص ۲۱۲)

آرام باغ میں ایک ممتاز عالم دین مولانا سید عبدالسلام صاحب رح گذرے

ہیں۔ آپ سلطان الواعظین کے نام سے مشہور تھے۔ عربی، فارسی اور اردو ادب پر عبور کامل

حاصل تھا۔ اہل زبان کی طرح فارسی اور اردو میں تحریر و تقریر کی صلاحیت رکھتے تھے۔

نہایت فصیح البیان مقرر تھے۔ مثنوی مولانا روم، دیوان حافظ اور دیوان ویسی رح کے

اشعار بکثرت یاد تھے۔ چشمہ فیض کے نام سے ایک قابل قدر کتاب تصنیف فرما کر  
قوم پر بڑا احسان کیا۔

ر خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترى مظلہ۔ گارڈن ریح۔ کلکتہ ۲۴  
مورخہ ۸ نومبر ۱۹۴۵ء۔

## ۹۔ فر فر اشریف کا سالانہ جلسہ (یہ سلسلہ ۲۴۵)

جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترى تحریر فرماتے ہیں کہ فر فر اشریف ضلع ہوگی  
میں ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ انگریزی تاریخ کے حساب سے ۵۔ ۶۔ اور مارچ کو  
نہیں، بلکہ ہر سال ۳۱۔ ۳۲۔ اور ۳۳ بھاگن بنگلہ فصلی کو منعقد ہوتا ہے۔ (خط جناب مولانا  
زین العابدین صاحب اخترى مظلہ۔ کلکتہ ۲۴۔ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء) سالانہ جلسہ کے انعقاد  
کی انگریزی تاریخیں جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحیہ فر فر اشریف  
ضلع ہوگی نے تحریر فرمایا تھا (خط مورخہ ۶ اگست ۱۹۴۲ء)۔ انگریزی اور بنگلہ فصلی تاریخوں  
میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بنگلہ فصلی بھاگن کی ۳۱۔ ۳۲۔ اور ۳۳ تاریخیں عموماً ۴۔  
۵۔ اور ۶ مارچ کو ہوتی ہیں۔ اور کبھی کبھی ۵۔ ۶۔ اور ۷ مارچ کو بھی، جیسے ۱۹۳۷ء  
۱۹۳۹ء، ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۵ء میں۔

## ۱۰۔ مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی کے خلفاء اور مریدین

(یہ سلسلہ ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۰ اور ۲۸۸)

(۱) جناب مولانا شاہ صوفی روح الامین صاحب بشیراٹ (۲۴۷، ۲۵۰)۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کی جو سوانح حیات بنگلہ زبان میں اُن کے خلیفہ مولانا روح الامین صاحب رح شائع کیا تھا اس میں ۴۵۹ صفحات ہیں۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کی سوانح حیات کے سلسلہ میں یہ کتاب نقشبندی کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرزند شریف ضلع ہوگلی (دیکھئے صفحہ ۲۳۶) کے بارے میں مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ فرزند شریف میں ایک مقام شہید گنج کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں مسلمان فوجی شہید ہوئے تھے۔ دوسری جگہ صوفی جنگل کہلاتی ہے۔ وہاں صوفی سپاہی سکونت پذیر تھے۔

رہ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر علی کلکتہ ۲۴ مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۷۵ء

(۲) صفحہ ۲۴۹ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری؟۔

مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے ایک نامور خلیفہ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری تھے۔ آپ ضلع ہوگلی کے ہری پال تھا نہ میں وہاں سے چند میل کے فاصلہ پر کنک پور گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے بہت سے مشہور مدرسوں خصوصاً مدرسہ سہارن پور میں تعلیم حاصل کی۔ بڑے جید عالم اور عارف کامل تھے۔ طبیعت میں سخاوت اور فیاضی کا مادہ بہت تھا، کتب بینی اور خدمتِ ختمی میں مصروف رہتے تھے۔ مولانا کے ذاتی کتب خانہ میں حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، بلاغت اور تصوف کی بہت ساری کتابیں موجود ہیں۔ زیادہ تر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری کے صاحبزادے ممتاز المحدثین جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب مدظلہ بہت ہی لائق و فائق عالمِ دین ہیں۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلہ، کلکتہ ۲۴ مورخہ ۸ ذی القعدہ ۱۲۹۵ھ)

(۳) مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے مریدوں میں (۲۸۸) ایک بزرگ اور مجید عالم مولانا شاہ صوفی محمد الیوب صاحب مظلہ ہیں۔ ضلع بوگلی کے جنوبی حصہ میں دان گوئی اسٹیشن کے پاس متھور ڈانگ میرگل میں پیدا ہوئے۔ گارڈن ایچ ضلع چوہلی پرگنہ (کلکتہ ۲۴) کے پانچوڑ میں آپ کی شادی ہوئی۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے آپ نے تعلیم حاصل کی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ممتاز المحدثین کا سند حاصل کیا۔ نہایت فصیح البیان مقرر ہیں۔ اپنی تقریروں میں اکثر دیوانہ و سی کے اشعار پڑھتے ہیں۔ ابھی حیات میں۔ لیکن کافی ضعیف ہو چکے ہیں۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلہ، کلکتہ ۲۴ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۷۶ء)

## ۱۱۔ اولاد امجد حضرت حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ

(سلسلہ ۳۵۵)

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے چھوٹے پوتے عبدالسبحان صاحب کی شادی علی حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ ادا الم فیوضہ کے مشورہ سے بحری آباد ضلع غازی پور کے حافظ ذکی اشرف صاحب فاروقی کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ بحری آباد کے فاروقی خاندان کا تعلق ولید پور ضلع عظیم گڑھ (فوٹ نوٹ ص ۳۷۲) سے ہے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کی سب سے چھوٹی پوتی بی بی رضیہ سلطانہ کی شادی



بڈ پور۔ تھانہ شاہ گنج ضلع جون میں ہوئی ہے۔

دبوالہ جناب مولانا عبد الوہاب صاحب اصلاحی کوہنڈہ، بمقام منگرا نوال شریف ضلع غلگتھ

۲ فروری ۱۹۷۶ء

## ۱۲۔ جناب بابو محمد اسرار الحق خاں ضامنہ فیوضہ

(سلسلہ فٹ نوٹ ص ۳۶ اور ص ۴۰۴)

(۱) اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کے بڑے نواسے محترم المقام جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ اس سال حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ۲۶ جنوری ۱۹۷۶ء کو اعظم گڑھ واپس آئے۔ سفر حج پر واپس آئے سے قبل عرب مسجد، مدن پورہ بمبئی ۷ میں ایک آدمی اور اس مبارک و مسعود سفر سے واپسی کے بعد اس مسجد میں ۱۳ آدمی موصوف کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان میں سے اکثر مراٹھی نوجوان ہیں۔

(خط جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ۔ جامع مسجد اعظم گڑھ۔ مورخہ ۲۸

جنوری ۱۹۷۶ء)۔

(۲) بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ نے ال۔ ال۔ بی کا فاضل امتحان دیدیا

ہے۔ امتحان کا ریزلٹ جلد ہی شائع ہونے کی امید ہے۔

(۳) آپ کے صاحبزادے بابو کاشف اسرار ۲۰ مارچ ۱۹۷۵ء کو اپنی تنہا میں پیدا ہوئے

ان کا نام اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے رکھا۔ (منگرا نوال شریف ضلع غلگتھ۔ ۵ فروری ۱۹۷۶ء)

## ۱۳۔ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب۔ ڈھاکہ

(سلسلہ ص ۴۱۴)

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم الحلج مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب۔ اسلام مشن برائیل گیٹ، تیج گاؤں، ڈھاکہ ۸ (بنگلہ دیش) نے یکم اگست ۱۹۷۵ء کو دوپہر کے وقت ڈھاکہ میں انتقال فرمایا۔

رہ خط جناب مسید عبدالسلام صاحب وکیل۔ جد و ناتھ باسک لین۔ ڈھاکہ ۸۔ مورخہ ۵ اگست ۱۹۷۵ء

جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب رحمہ اللہ محفانہ رام گنج ضلع نواکھالی کے رہنے والے تھے۔ مشرقی بنگال میں آپ کی مساعی حبیہ سے حضرت صوفی رسید فتح علی صاحب کے سلسلہ کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ جناب حاجی غلام مولیٰ اور جناب حاجی غلام کبریا دونوں آپ کے بھتیجے ہیں اور ان دونوں کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

## ۱۴۔ معذرت

رہ سلسلہ فہرست مریدین اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ ص ۴۱۶-۴۱۳

ناچیز راہم السطور کو نہایت ہی افسوس ہے کہ ذریعہ حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں محترم المقام جناب امیر الحق خاں صاحب مدفیوضہ کی اعظم گڑھ میں غیر موجودگی، ذرائع تحقیق کی بعض وقتی تاخیریں دشواریوں اور بعض غلط فہمیوں کی بنا پر، ادینا و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب

قبلہ قدس سرہ کے مریدین کی فہرست میں بعض ایسے قریبی متوسلین اور معتقدین کے نام بھی شامل ہو گئے ہیں جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ ان میں سے بعض حضرات ایسے ہیں جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہ کے پیر و مرشد حضرت حافظ حامد حسنا صاحب علوی قدس سرہ، ان کے کسی خلیفہ یا سلسلہ کے کسی صاحب اجازت سے شرف بیعت حاصل ہے اور بعض کو یہ شرف ابھی حاصل نہیں ہو سکا ہے۔

کتاب کا یہ حصہ چھپتے ہی بطور نمونہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں سینچوہم جنوری کو روانہ کیا گیا، جو عظم گڑھ میں ۲۶ کو موصول ہوا۔ اسی روز جناب بابو محمد اسرار الحق خان مظلہ، سفر حج سے عظم گڑھ واپس آئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم نے کتاب کے اس حصہ کا مطالعہ فرمانے کے بعد ۹ ایسے ناموں کی نشاندہی کی جن کو حضور قبلہ قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے اور ناچیز کو مطلع کرنے کا حکم دیا۔ اسرار بابو نے ۲۸ جنوری کو مجھے خط لکھا، جو جمعہ ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ملا۔

چونکہ اصولی طور پر صوفیائے کرام کے یہاں اس بات کی بڑی اہمیت ہے اور بیعت کے سلسلے میں اس ضابطہ کی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت حافظ حامد حسنا صاحب علوی رحمہ کے سلسلہ سے وابستہ ہونے کے باوجود کتاب کو اس قسم کی اصولی غلطی سے پاک رکھنے اور کسی قسم کی غلط فہمی کے احتمال سے فہرست مریدین کی تصحیح فروری اور لازمی ہو گئی۔

جناب ڈاکٹر امتیاز احمد گریڈیہ (۱۳۱۷) اور جناب محمد عبدالجلیل صاحب بنگلور (۱۳۱۷) کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ جناب عبدالجلیل صاحب





# ۱۵۔ شیخ طریقت غوثی مان دنیا و مرشدنا الکراج آقا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قید قدس سرہ کا انتقال پر ملال

اعلیٰ حضرت قید عالم قدس سرہ کو کبھی کبھی ریاحی درد کا دورہ ہوتا تھا۔ اور ایسے موقعوں پر پائے مبارک میں انگوٹھے کے پاس تکلیف بڑھ جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں کئی بار اعظم گڑھ اور پٹنہ میں جانچ پڑتال بھی ہوئی اور دوائیں تجویز کی گئیں۔ کبھی کبھی دوائیں زیر استعمال بھی رہتی تھیں۔ لیکن دواؤں کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی اور کسی خاص دوا کو طویل عرصہ تک استعمال کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ستمبر ۱۹۷۳ء کے بعد اعلیٰ حضرت قید نے کوئی سفر نہیں کیا اور اعظم گڑھ سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔

اداکل نومبر ۱۹۷۵ء میں بھی ریاحی درد کا دورہ ہوا تھا۔ لیکن پٹنہ میں کسی ذریعہ سے اس کی خبر نہیں ہو سکی اور نہ اعلیٰ حضرت قید نے اپنے کسی خط میں اس بات کا ذکر فرمایا۔

بعد میں یہ خبر جناب عبدالحمید صاحب ہفتیان ضلع پورنیہ کے خط سے معلوم ہوئی۔ نومبر میں اعلیٰ حضرت قید نے اس ناچیز غلام کو پانچ خطوط لکھے۔ لیکن پانچوں خط میں تحریر فرمایا کہ

”الحمد للہ بخیریت ہوں۔“

عام طور پر پہلے میں حضور قید قایم سرہ کے چھ سات خطوط ملتے تھے۔ لیکن خلاف توقع دسمبر ۱۹۷۵ء میں کوئی خط نہیں ملا۔ سخت اضطراب پریشانی اور بے چینی کی کیفیت تھی۔

لیکن بقرعید کے موقع پر جناب اعجاز احمد صاحب ٹپہ سے اعظم گڑھ گئے اور خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اعظم گڑھ سے ان کی واپسی کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ کی خیر و عافیت معلوم کر کے خوشی ہوئی اور اضطراب دور ہوا۔ لیکن جنوری میں بھی خط بہت کم آیا۔ ۶ جنوری کو خط کے ذریعہ مطلع فرمایا کہ ”الحمد للہ بحیرت ہوں۔ بنگ پوسٹ مل گیا۔ صحت ٹھیک ہے۔“ ۱۹ جنوری کو تحریر فرمایا کہ ”الحمد للہ بحیرت ہوں، ممکن ہے کہ اسرار اعظم گڑھ ۲۵ تک آجائیں۔ بمبئی سے ۶ کو تار آیا کہ بحیرت پہنچ گئے ہیں۔“ آخری خط جو ۲۵ جنوری کو روانہ کیا اس میں تحریر فرمایا کہ ”الحمد للہ بحیرت ہوں۔ کل ۲۶ کو اسرار اعظم گڑھ پہنچ رہے ہیں۔“

میری ہدایت پر میرے ایک عزیز بھائی نے جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب محترم سے عرب مسجد۔ مدن پورہ۔ بمبئی ۷۷ میں ملاقات کر کے مجھے مطلع کیا کہ اسرار بابو سرنگ اعظم گڑھ روانہ ہو رہے ہیں۔ لیکن جب اعظم گڑھ سے محمد ریاض صاحب موزے والے بمبئی پہنچے اور ان سے اسرار بابو محترم نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی خیر و عافیت دریافت کیا۔ ریاض صاحب نے بتلایا کہ اعلیٰ حضرت فرما رہے تھے کہ ”اسرار آجائے تو آرام سے سو جاتا۔“ اسرار بابو بمبئی میں کچھ اور قیام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی زبان مبارک سے ”آرام سے سو جاتے“ کے الفاظ معلوم کر کے فوراً اعظم گڑھ روانہ ہوئے۔ اور وہاں ۲۶ جنوری کو پہنچے۔

آئینہ دہلی کے صفحہ ۳۸۵ سے صفحہ ۳۸۷ تک ۹۶ صفحات طبع ہونے کے بعد ۲۴ جنوری کو اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں روانہ کئے گئے تھے، جو خدمت عالی میں ۲۶ کو موصول ہوئے۔

اس کو مطالعہ فرما کر مسرت اور شادمانی کا اظہار فرمایا اور ۲۸ جنوری کو اسرارہ بابو کو بتلایا کہ مریدوں کی فہرست میں ۹ ایسے آدمیوں کے نام شامل ہونگے ہیں جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ سے شرف بیعت نہیں ہے اور ہدایت کی کناچیز راقم السطور کو اس سلسلہ میں مطلع کیا جائے۔ چنانچہ اسرارہ بابو نے اس ناچیز غلام کو ۲۸ کو خط لکھا، جو ۳۰ جنوری کو ملا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرورہ کو جمعرات ۲۹ جنوری تک کوئی تکلیف نہ تھی۔ لیکن جمعہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۷ء کو صبح ۸ بجے طبیعت کا خرابی کا حال بتلایا۔ ریاحی درد کے باعث جسم کے بالائی حصہ میں سر مبارک تک سخت تکلیف تھی۔ کئی بار اسرارہ بابو سے تیل مالش کرایا۔ اسی درمیان میں تپ ہوئی جس سے کچھ سکون ہوا۔ مولانا اسلم جیراج پوری مرحوم کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر محمد معظم صاحب نے آکر دیکھا۔ دوا تجویز کی۔ لیکن ریاحی درد کی جو دوا قبل سے زیر استعمال رہتی تھی اس کی ایک خورا کھایا۔ ساڑھے دس بجے سوٹف کھایا۔ گیارہ بجے اگر تپ اور ٹوبان جلانے کو کہا۔ اندازہ ہے کہ اسی وقت سے فرشتوں اور روحانین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جمعہ کے بعد منبر کے میں کئی بار ہاتھ پھیلاتے تھے اور سیدہ مبارک تک لاتے تھے۔ اس درمیان میں بار بار کمرہ بند کرنے کا حکم دیا اور بار بار اسرارہ کو اپنے پاس بلاتے رہے۔ کمرہ میں آگیا بار حضرت عالیہ مظلہا بھی تفتیش حال کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔ عصر کے وقت تک بھی حال رہا۔ چار بجے جب جامع مسجد میں مؤذن نے اذان پکارا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ ختم کر کے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ پر بیخاکہ روج پاک حید غفری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔



مشرقی ٹوٹن کی وادی میں روح آباد کچھوچھ شریف ضلع فیض آباد میں ایک  
 غوث وقت حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ محرم الحرام  
 ۱۳۰۸ھ = ۲۶ جولائی ۱۹۰۵ء کو انتقال فرمایا تھا اور اٹھ سال بعد اسی ندی کی وادی  
 میں کچھوچھ شریف سے ۳۷ میل (۶۰ کیلو میٹر) کے فاصلہ پر اعظم گڑھ میں ۲۷ محرم الحرام  
 ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ایک دوسرے غوث وقت حضرت مولانا محمد  
 سعید خاں صاحب قبلہ قدس سرہ کا انتقال ہوا۔ ٹوٹن ندی تو کتنی خوش نصیب  
 ہے کہ صرف پچاس میل (۸۰ کیلو میٹر) کے فاصلہ پر تیری وادی میں دو غوث  
 وقت آرام فرما رہے ہیں۔

مرشد زادہ محترم انعام جناب محمد عضد الدین خان صاحب مدظلہ کو  
 علی گڑھ بذریعہ ٹیلی فون ٹرک کالی سار سے پانچ بجے شام میں اعلیٰ حضرت قبلہ  
 عالم قدس سرہ کے انتقال پر ملال کی خبر دی گئی۔ وہ فوراً اسٹیشن آئے اور ٹرک  
 کے متعلق معلومات حاصل کر کے مسکن گئے اور پھر فوراً اسٹیشن جا کر ڈی کلکس  
 سے روانہ ہوئے۔ صبح بنارس پہنچے اور ۳ جنوری کو صبح ۸ بجے اعظم گڑھ پہنچ گئے  
 جناب مرشد زادہ صاحب محترم کے اعظم گڑھ پہنچنے ہی تقاضا کے بشیریت  
 تحت گھر میں کہرام مچ گیا تمام لوگ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال کے صدقہ سے بے لیا  
 ہو کر رونے لگے۔ حضور قبلہ قدس سرہ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود  
 صاحب وکیل ام۔ ال۔ اے بڑی ہرات امدت کے انسان میں اور جنہیں افسر  
 قبلہ کے انتقال کے بعد گذشتہ شام کو اعظم گڑھ جیل سے تین روز کے لئے پیرول دیا



کیا گیا تھا۔ وہ مرشد زادہ محترم کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن جس طرح ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء کو شیخ طریقت حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کے انتقال کے موقع پر خداوند قدوس نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم میں صبر و سکون کی جو غیر معمولی صلاحیت پیدا کر دی تھی، صبر کی وہی بے پناہ طاقت ۱۳ جنوری کو جناب مرشد زادہ صاحب محترم کو بخش دی اور انہوں نے کمال عبور و صلہ کے ساتھ سب کو خاموش کیا۔ سب کی ڈھارس بندھائی اور تجہر و تکفین کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

ٹیلی فون کے سلسلہ میں بھی ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ علی گڑھ میں پہلے مرشد زادہ صاحب محترم کے ٹیلی فون کا نمبر ۱۵۱۸ تھا۔ کچھ دنوں قبل یہ نمبر ۴۵۱۸ ہو گیا۔ اس سال بقرعید کے موقع پر جب مرشد زادہ صاحب اعظم گڑھ تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت قبلہ قریب سترہ نے ان سے ٹیلی فون نمبر کی تبدیلی کے بارے میں دریافت فرمایا اور دو تین بار اس نمبر کو دہرایا۔ اور بعد میں اسے نوٹ کر دیا۔ چنانچہ انتقال پر ملال کے بعد اس نے نمبر سے رابطہ قائم کیا گیا۔ بغیر کسی انتظار اور دشواری کے علی گڑھ سے ٹیلی فون کا رابطہ فوراً قائم ہوا اور مرشد زادہ محترم کو جلد سے جلد اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ بغیر کسی تاخیر کے اعظم گڑھ روانہ ہوئے۔

بڑیل شریف ضلع ہوگلی کاکتہ۔ ڈھاکہ۔ پٹنہ۔ گیا۔ جمشید پور۔ ریفیع گنج ضلع اورنگ آباد کے متوسلین کو بذریعہ اکسپریس ٹیلی گرام خبر کی گئی۔ اعظم گڑھ تار آفس والوں نے یقین دلایا کہ دو گھنٹے کے اندر ہر جگہ تار میل جائے گا۔ لیکن کہیں بھی تار پندرہ گھنٹے سے قبل نہیں مل سکا کاش اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال پر ملال کی خبر کا یہ اکسپریس ٹیلی گرام

دش گھنٹے کے اندر بھی مل سکتا، تو اکثر و بیشتر متوسلین کو نماز جنازہ میں شرکت کی سعاد حاصل ہو جاتی۔

کچھ دنوں سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم زیادہ، ترشمالی رخ والے اُس کمرہ میں رہتے تھے۔ جہاں بچے پڑھتے ہیں اور صرف رات کو سونے کے وقت کچھ ترشمالی رخ والے کمرہ میں تشریف لیجاتے تھے۔ اسی شمالی رخ والے کمرہ میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں سامنے مہن میں آپ کو غسل دلا یا گیا۔ غسل دلانے میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے دونوں صاحبزادے بابو محمد طیفیر الدین خان، بابو محمد عصفیہ الدین خان، آپ کے نواسے بابو محمد اسرار الحق خان آپ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد سعید خان صاحب وکیل اور جناب خدایار خان شامل تھے۔ جناب معین الجبار خان صاحب جو ان باتوں کا کافی تجربہ رکھتے ہیں، غسل دلانے وقت ضروری ہدایات دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے جسد اطہر میں حسب سابق نرمی اور لچک موجود تھی۔ چہرہ مبارک پر آثار مسرت و شادمانی اور لبوں پر وصال جاناں کے بسم کی دیر تھی۔ غسل دلانے کے بعد میت کو کچھ دیر اُسی کمرہ میں جہاں انتقال ہوا تھا اُسی جگہ ایک چٹائی پر رکھا۔ پھر جامع مسجد لائے۔ جامع مسجد کے بیرونی حصہ والی عمارت میں دش بج کر ۳۵ منٹ پر نماز جنازہ ہوئی۔ شہر کے ہزاروں آدمی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ مرشد زادہ جناب محمد عصفیہ الدین صاحب محترم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جسد اطہر کو ایک ٹرک پر رکھ کر سڑک سے بارہ بجے دن میں منگراؤں لائے۔ منگراؤں اور اطراف کے لوگ یہاں منتظر تھے۔ منگراؤں میں چار بج کر ۴۵ منٹ پر پھر نماز جنازہ ہوئی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے آبائی وطن نوناری کے پاس بکھرا علاقہ پھول پور کے

جناب حافظ عبد الرحمن صاحب مدظلہ جنہوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کو قرآن پاک حفظ کرایا تھا، نماز جنازہ پڑھائی۔ ۵ بجے شام میں جناب محمد اظہار الحق صاحب، مرشد زادہ محمد عصفی الدین

خاص صاحب، بابو محمد اسرار الحق خاں اور جناب محمد حنیف صاحب عظیم گڑھ نے جسید الطہر کو قبر میں اتارا اور ۵ ۱/۲ بجے مملکت سلوک و عرفان کے تاجدار، ہزاروں دلوں پر حکومت کرنے والے شہنشاہ عالی جاہ، دینائے اسلام کے اُس عظیم روحانی پیشوا اور تلقین و ارشاد کے اُس آفتاب عالم تاب کی لاش مبارک کو سپرد خاک کرنے کا کام مکمل ہوا۔ جس نے گذشتہ ۳۵ سال سے اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کے لئے کبھی آرام نہیں کیا تھا اور جس کی کوششوں سے ہزاروں دل سوز محبت سے آشنا ہو کر نور عرفان سے جگمگا اٹھتے تھے۔ آخر عشرہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ - اوائل نومبر ۱۹۰۷ء کی پیدائش تھی انتقال کے وقت عمر شریف قمری سال کے مطابق ۷۰ سال ۴ ماہ کی اور شمسی سال کے مطابق ۶۸ سال دو ماہ تقریباً ۲۵ یوم کی تھی۔

اسرارہ بابو کی طرف سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال پر ملال کا اکیسپریا۔ جو عظیم گڑھ سے ۳۰ جنوری کو ۵ ۱/۲ بجے شام میں روانہ کیا گیا تھا۔ ناچیز راقم السطور کو ۳۱ جنوری ۱۹۰۷ء کو ۹ بجے صبح ملا۔ اس حادثہ فاجعہ کی خبر کے لئے تیار نہ تھا۔ دل پر جو گزری اُس کا بیان ممکن نہیں۔ اہلیہ رونے لگیں۔ بچے سو گوار ہو گئے۔ فوراً تیار ہوا۔ ڈاکٹر شمس الدجی صاحب یہاں خبر کیا۔ باقر گنج جاکر ڈاکٹر محمد ادیس صاحب یہاں اطلاع دیا۔ پھر مجدد دواخانہ جاکر اعجاز احمد صاحب سے ملا۔ دس بجے کے بعد چیم جانے دلی سے پہلی ٹرین پر انڈیا اکیسپری تھی۔ اُس سے عظیم گڑھ روانہ ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔



کالچ آیا، فرصت کی درخواست دی اور انتہائی غیظ کے باوجود بادیدہ گریاں پرنسپل سے ملا۔ گھر آیا، سوا اکیارہ بجے روانہ ہوا، اسٹیشن آیا اور ڈاکٹر محمد ادریس صاحب ان کی اہلیہ، ان کی دو چھوٹی بچیوں، اعجاز احمد صاحب، عزیز محمد شمیم کلا تھہ مرچنٹ اور عزیز شمس الہدی استھانوی کے ساتھ ۱۲ بجکر ۵ منٹ پر اعظم گڑھ روانہ ہوا۔ چھ بجے بنارس پہنچا۔ نماز مغرب کے بعد ٹیکسی سے روانہ ہوا۔ ۸ بجے برندا بازار میں دریا کرنے پر معلوم ہوا کہ ۵ بجے شام کو منگراؤں میں حیدر اظہر کی تدفین کا کام مکمل ہوا۔

آخری دیدار کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ تاخیر معمولی تاخیر سے ملنے کے باعث اس طرح کا خطرہ موجود تھا۔ پھر روانگی سے قبل ٹینہ میں جناب مرشد زادہ صاحب محترم کا وہ خط ساڑھے دس بجے دن میں مل گیا تھا، جو موصوف نے علی گڑھ سے روانگی کے بعد ٹرین ہی میں تحریر فرما کر طمانناگر جانے والے جناب قمر صاحب کے حوالہ کیا تھا کہ ٹینہ میں وہ خط اعجاز صاحب، ڈاکٹر محمد ادریس صاحب یا ناہیز راقم الحروف کو پہنچا دیا جائے۔ خط میں لکھا تھا کہ ظہر کے وقت تک باہر سے آنے والوں کا اعظم گڑھ میں انتظار کیا جائے گا۔ برندا بازار سے ٹیکسی منگراؤں کی طرف موڑ دی گئی اور پورے دو بجے شب میں مرشد زادہ جناب ظفر الدین خاں صاحب کے دولت کدہ پر پہنچے۔ ظفر الدین بابا کو بالکل خموش، سراپا غم و اندوہ پایا۔ اعلیٰ حضرت کے برادر عزیز محترمی جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب دکیل ام۔ ال۔ اے موجود تھے۔

نماز عشا پڑھ کر سو گئے۔ صبح نماز کے بعد منگراؤں گاؤں سے اتر کر رک کے کنارے اپنے آقا کے مزار شریف پر دربار عالی میں حاضر ہوئے۔ فاتحہ پڑھا۔ بیٹھ



گئے شمیم محبت کی عطریں یا یاد آنے لگیں۔ کثرتِ حُسن و طلال سے عالم بے خودی میں  
صبر و ضبط کا بند لٹ گیا۔ قلب و جگر سے آہ و بکا، نالہ و فریاد اور آنکھوں سے  
سیلابِ اشک جاری ہوا:۔

جاں زتن بُردی و درجانی ہنوز      دردِ دادی و درمائی ہنوز  
آتش کار اسینہ ام بَشْگافِتی      ہم چنان در کسینہ پنهانی ہنوز  
ملک دل کردی خراب از تیغِ ناز      دندراں ویرانہ سلطانی ہنوز

تقریباً ایک گھنٹہ بے خودی کی یہ کیفیت طاری رہی۔ آخر اعجاز احمد صاحب نے  
سنبھالا اور سہارا دیا۔ پھر مکان پر واپس آیا۔ کچھ دیر بعد اعظم گڑھ سے مرشد زادہ  
جناب عضد الدین خاں حنا اور محمد اسرار الحق خاں صاحب آگے آئے۔ ان  
دونوں سے ملا اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی علالت، انتقال پر طلال اور حیدر آباد کی تدفین  
وغیرہ کے سلسلہ میں مفصل معلومات حاصل ہوئیں۔

## ۱۶۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار پر انوار

منگراٹواں سے تقریباً تین فرلانگ (۶۴۰ گز) کے فاصلہ پر بجائے شمال پختہ  
سڑک کے کنارے متصل اترپٹنے دو بیگمہ رقبہ کا اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور ان  
کے برادر عزیز مولوی محمد مسعود خاں صاحب محترم کے نام کا ایک چک ہے۔ اس چک

سے موقع منگراٹواں واسطے پور۔ تپہ دیال پور، پرگنہ نظام آباد، تحصیل صدر غنیمت اعظم گڑھ۔ یو۔ پی۔ کے  
جس قلعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک ہے۔ اس میں ۱۹۳۲ء کے کشتہ دار سرد  
(بقیہ حاتیہ صفحہ ۵۶۴ پر)

کے شمالی مغربی گوشہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کی قبر تیار کی جا رہی تھی۔ لیکن منگراٹواں پہنچے پر مرشد زادہ جناب محمد عہدالین صاحب محترم نے مزار مبارک کے پاس مسور اور خانقاہ وغیرہ کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اس قطعہ اراضی میں قدرے شمال مشرق کی طرف قبر مبارک تیار کرائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار پر انوار آپ کے دطن موضع منگراٹواں کے حدود اور اس موضع کے شمالی حصہ میں ۲۵ درجہ ۵۵ دقیقہ ۲۱ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۳ درجہ ۳ دقیقہ ۱۲ ثانیہ مشرقی طول البلد اور بنارس اعظم گڑھ روڈ پر واقع برنڈا بازار شہرہ راج سے جنوب مشرق میں مینہ نگر اور کمہاریا کو جانے والی پختہ سڑک پر برنڈا بازار سے ۱۳ کیلو میٹر یعنی ۳۳۹۰ گز کے فاصلہ پر واقع ہے رمنگراٹواں، اس کے محل وقوع اور ذرائع آمد و رفت کے لئے صفحہ ۴۰۳ سے ۴۰۴ تک ملاحظہ فرمائیں) مزار مبارک کے سامنے سے ۱۱۰ گز پچھم دائیں طرف

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۳ کا]

کے مطابق چار سروے پلاٹ شامل ہیں۔ پختہ سڑک کے کنارے پچھم کی طرف سے تین چھوٹے چھوٹے پلاٹ ۵۳۱۷، ۵۳۱۸، اور ۵۳۱۹ ہیں اور ان تینوں کے اتر ایک بڑا پلاٹ ۵۳۲۰ ہے۔ لیکن اب ان پلاٹوں کی درمیانی حدیں باقی نہیں ہیں اور پورا کھیت ایک پلاٹ ہے۔ ۶۱۹۲۲ کے سروے کے مطابق پلاٹ نمبر ۵۳۲۰ کے اتر عبد القدر صاحب مرحوم کی اہلیہ بی بی صابرہ خاتون کے تین پلاٹ ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، اور ۵۳۲۳ ہیں۔ ۵۳۲۱ پورب میں اور ۵۳۲۲ پچھم میں ہے۔ تینوں پلاٹوں کی درمیانی حدیں اب بھی موجود ہیں۔ پلاٹ نمبر ۵۳۲۱ اور ۵۳۲۲ کی درمیانی سرحد دکھن میں جس مقام پلیٹ نمبر ۵۳۲۰ کی شمالی سرحد سے ملتی ہے۔ اس مقام اتصال کے ٹھیک سامنے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۵ پر)

تین کیلو میٹر کا پتھر نصب ہے، جہاں سے کہہ رہا ۱۹ کیلو میٹر اور تروا ۲۶ کیلو میٹر پورب ہے۔  
 مزار مبارک کے سامنے سے ۳۰ گز پورب بائیں طرف دو میل کا کھمبا ہے۔ تین کیلو میٹر  
 کے سنگی نشان سے سو میٹر (۱۱۰ گز) پورب سڑک کے وسطی حصہ سے مزار مبارک کی  
 مسجد کی جنوبی دیوار اور اس کا دروازہ ۱۱۰ فٹ اور خاص مزار مبارک ۵۰ فٹ  
 اتر ہے۔

جس قطعہ اراضی میں مزار مبارک واقع ہے۔ اس کے جنوبی مشرقی گوشہ  
 میں سڑک پر منگراٹواں موضع کا بس اسٹینڈ ہے۔ بس اسٹینڈ کا نشان سڑک کے شمالی  
 [بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۵ کا]

پلاٹ نمبر ۵۳۲۰ میں پندرہ فٹ دکن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک ہے۔  
 جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک واقع ہے  
 ۱۹۶۲ء کے نئے سروے کے مطابق وہ چک ۲۲۴۷ اور ۲۲۴۸ دوسرے پلاٹ پر مشتمل ہے۔  
 ۲۲۴۷ کا رقبہ ۶۴۰ کڑی یعنی ۶۳ ڈسکل اور ۲۲۴۸ جو قدرے چھوٹا اور شمالی مشرقی گوشہ  
 میں ہے۔ اس کا رقبہ ۴۲۹ کڑی یعنی ۴۳ ڈسکل ہے۔ پورے چک کا مجموعی رقبہ ۱۰۶۹ کڑی  
 یعنی ایک ایکڑ ۷ ڈسکل ہے جو اس علاقہ کے پونے دو بیگہ کے برابر ہے۔ چک کے دکن پختہ سڑک  
 ہے جس کا سروے پلاٹ نمبر ۲۲۲۴ ہے اور چک کے اتر اور پچم مسماۃ لالی صابریہ خاتون کا  
 چک ہے، جس کا نمبر ۲۲۴۰ اور رقبہ ۵ ایکڑ ۳۶ ڈسکل ہے۔

جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا مزار مبارک واقع ہے وہ چک

اتر میں ۳ جریب ۹ کڑی۔ پورب میں دو جریب ۷ کڑی۔ دکن میں ۴ جریب ۲۰ کڑی اور پچم  
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۸ پر)







کنارے کے درخت نمبر ۹ میں لگا ہوا ہے اور مزار مبارک اسی کنارے کے درخت نمبر ۶  
 اور ۷ کے درمیانی علاقہ کے سامنے ہے۔ بس اسٹینڈ کا سامن بورڈ ہندی میں ہے  
 اور اس پر لکھا ہوا ہے۔ اتر پردیش راجہ سڑک پری وین نگیم فیر اسٹاپ منکر انوال  
 اعظم گڑھ۔ اس بس اسٹینڈ کے سامنے سے کنکر کی ایک اچھی سڑک دکھن میں گاؤں کو جاتی  
 ہے۔ جس میں تقریباً ڈیڑھ فرلانگ (۳۳۰ گز) کے فاصلہ پر بائیں طرف ایک تالاب  
 ہے اور تالاب کے شمالی کنارے پر کچھ سڑک کے سامنے مدرسہ ہے اور مدرسہ  
 پورب جو میر ہائی اسکول ہے۔ یہ دونوں ادارے اعلیٰ حضرت کے براور عزیز مولوی  
 محمد مسعود خان صاحب وکیل ام۔ ایل۔ اے کی کوششوں سے قائم ہوئے ہیں۔  
 کنکر والی سڑک کے پورب مدرسہ اور نچتہ سڑک کے درمیان والی پوری زمین مدرسہ  
 اور اسکول کی ہے۔

### [بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۵ کا]

میں دو جریب، اگر ڈی ہے۔ اس طرح پورے حلقہ کی پیمائش ۱۱ جریب ۱۰ کڑی کے برابر ہے۔ فیتہ  
 پیمائش کرنے میں اتر میں ۲۵۷ فٹ۔ پورب میں ۷۶ فٹ۔ دکھن میں ۲۷۴ فٹ اور کچھ میں ۱۳۲  
 فٹ ہے۔ یعنی پورے حلقہ کی پیمائش ۸۳۹ فٹ ہے۔ رقبہ ۳۰۸۸۷ مربع فٹ یا ۵۵۲ مربع  
 گز ہے۔

کٹیہ دیال پور پر گنہ نظام آباد میں ۱۸ اینچ کا میٹری ہاتھ تسلیم کیا جاتا ہے اور ایک لٹھ  
 ساڑھے چار ہاتھ یعنی ۶ فٹ ۱۹ اینچ اور جریب کی دس کڑیوں کے برابر ہوتا ہے۔ ایک جریب میں  
 ۱۰۰ کڑیاں ہوتی ہیں۔ ہر کڑی کی لمبائی ۸ اینچ اور پوری جریب کی لمبائی ۶۶ فٹ ۸ اینچ ہوتی ہے  
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۹ پر)

اعلیٰ حضرت قبلہ کے مزار مبارک کے سامنے سے سواد و فرلانگ (۵۴۵ گز)

پچھم سے ایک دوسری سڑک بھی دکھن کی طرف گاؤں کو جاتی ہے۔ برندا بازار کی طرف سے آنے پر گاؤں میں جانے کے پہلے یہی سڑک ملتی ہے۔ گاؤں کے قریب اس سڑک پر عید گاہ اور قبرستان ہے۔ مدرسہ کے پاس تالاب کے سامنے دونوں سڑکوں کو ملا دیا گیا ہے۔ منگراؤں کالسٹس اسٹینڈ پہلے اس سڑک پر تھا۔ لیکن بعد میں پورب والی سڑک کے مقابل اتصال کے پاس منتقل کر دیا گیا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے مزار مبارک والے قطعہ ارامی کے اتر اور پچھم

دونوں طرف عبدالصمد صاحب مرحوم کی بیوہ مسماۃ بی بی صاحبہ خاتون کا چک ہے۔ جس میں دھان کی فصل ہوتی ہے اور اس چک کے اتر محکمہ تحفظ مویشیان کے مرکز کے ڈاکٹر انچارج کا مکان بنایا گیا ہے۔ بس اسٹینڈ کے پاس سے چک بندی نقشہ کے مطابق وہاں تک ایک سڑک بھی بنائی جائے گی۔ مزار مبارک والے چک کے دکھن پختہ سڑک ہے اور پورب میں چک بندی والی نئی سڑک کے بعد جناب عبدالرزاق صاحب کی کھلیان اور ان کا ٹوبہ ویل ہے۔ یہیں ایک کمرہ میں تحفظ مویشیان کا مرکز ہے۔ سڑک کے دونوں طرف چائے کی ایک ایک دکان ہے۔ جنوبی دکان کے مالک

[بقیہ حاشیہ ۵۶۹ کا]

اس علاقہ کے سروے کی اصطلاحات میں کڑی کا لفظ ایک قسم کے رقبہ کے لئے بھی استعمال ہوتا

ہے۔ اس معنی میں ۲۸ کڑی کا ایک بسوہ اور ۵۶ کڑی کا ایک بیگہ ہوتا ہے۔ دس کڑی کا ایک ڈسمل

اند ایک ہزار کڑی کا ایک ایکڑ ہوتا ہے۔



بدرالدین صاحب نے عبدالرزاق صاحب کے ٹوب ویل سے کچھ یورپ اپنا مکان بھی بنوایا ہے اور وہ باہر سے آنے جانے والوں کے لئے کھانا بھی تیار کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ سڑک کے اتر کھلیان میں عبدالوافی صاحب کا چائے کی دکان ہے۔

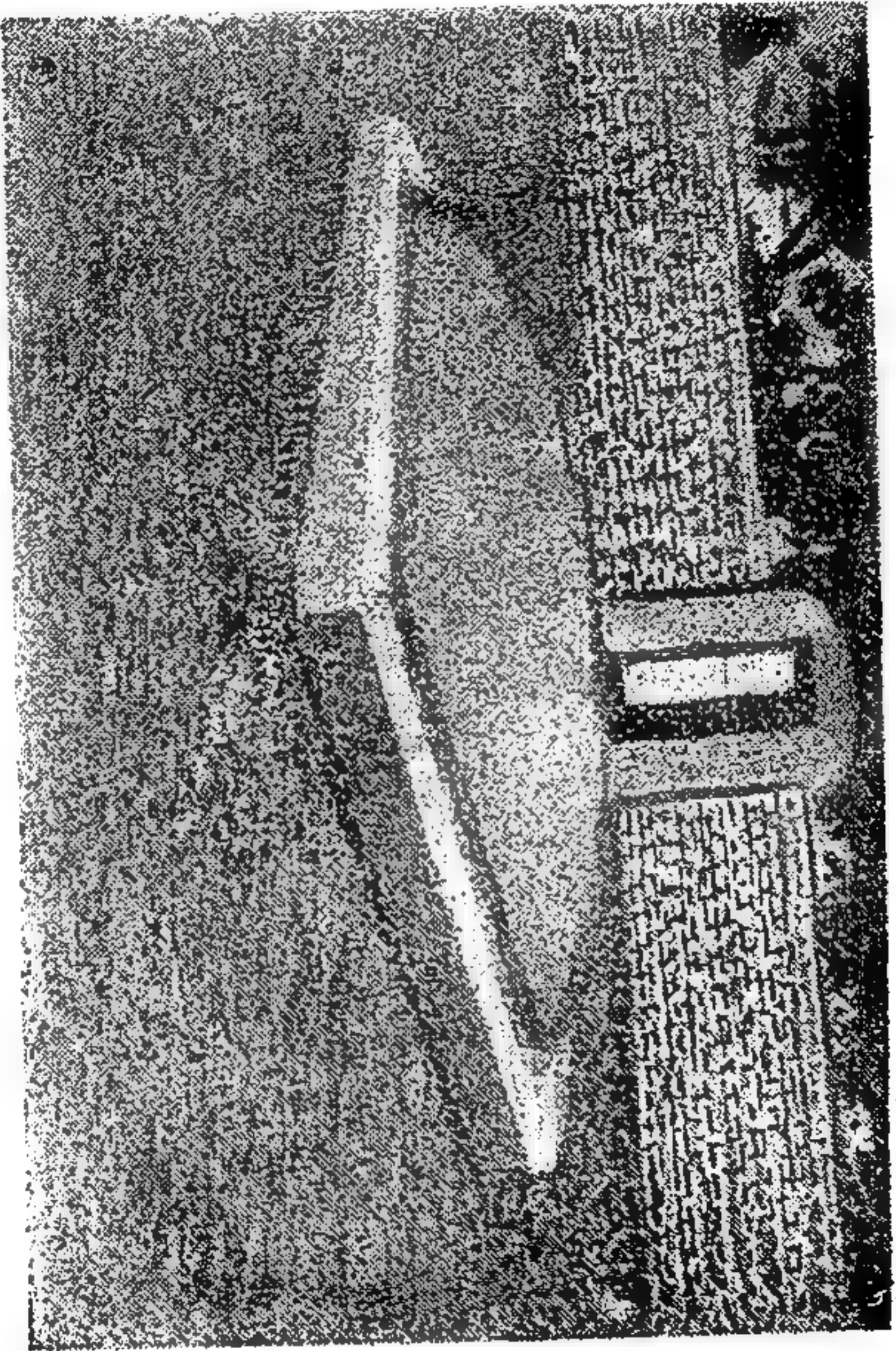
اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کامر المبارک چک کے شمالی مغربی گوشہ سے ۵۰ فٹ یورپ قدرے دکھن، شمالی مشرقی گوشہ سے ۵۵ فٹ چھ قدیم قدیم دکھن جنوبی مشرقی گوشہ سے ۷۰ فٹ شمال مغرب کی طرف چک کی شمالی میڑھ سے تندرہ فٹ دکھن اور سڑک کے کنارے جنوبی میڑھ سے ۳۰ فٹ کے فاصلہ پر واقع چونکہ مزار شریف دھان کے کھیت میں ہے جو قدرے نشیبی ہے۔ اس لئے مزار مبارک کے چاروں طرف تقریباً ڈھائی فٹ زمین چھوڑ کر ۱/۲ فٹ کی گہرائی سے دس اینچ موٹی ایک بچہ دیوار بنائی گئی ہے۔ تاکہ برسات میں کھیت کے پانی سے مزار شریف کو نقصان نہ پہنچے۔ سینٹ اوڈ بالو پر تیار کی گئی اس بچہ دیوار کی بیرونی حد ۱۶ ۱/۲ فٹ لمبی اور ۱۲ ۱/۲ فٹ چوڑی ہے اور پورا حلقہ ۵۸ فٹ ہے۔ اس بچہ حفاظتی دیوار کے اندر اب مزار شریف کا خام حقد ۴۴ فٹ دس اینچ لمبا اور دس فٹ دس اینچ چوڑا ہے اور اس کا رقبہ تقریباً ۱۶۱ مربع فٹ ہے۔ یہی ہے تربت شاہ اولیاء سے لے کر تارک علی

مزار پر انوار کو تقریباً دو سو مربع گز کے ایک احاطہ میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔

اتر میں ۴۴ فٹ۔ یورپ میں ۱۲ فٹ۔ دکھن میں دس فٹ اور چھ میں ۵۵ فٹ۔ یہ چھوڑ کر احاطہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس احاطہ کی شمالی دیوار چک کی شمالی میڑھ پر سے گزرتی ہے۔

۱۷ قطعہ تاریخ از پروفیسر محمد ذکی الحق صاحب بہار شریل کالج۔ پٹنہ ۲۷ مطبوعہ روزانہ صداعامیہ





۲۱۔ مزار پُرانا اور حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب مگرانوان شریف ضلع اعظم گڑھ

مذہب و ملت کے لئے  
۱۶۔

احاطہ کی یہ ۶ فٹ اونچی اور ۱۰ اینچ موٹی پختہ دیوار مٹی کے گارے پر تیار کی گئی ہے۔ اس دیوار کو اندر اور باہر دونوں طرف سے سیمنٹ بالو سے پلاسٹر کر دیا جائے گا۔ احاطہ اندر سے اتریں ۴۸ فٹ ۵ اینچ، پورب میں ۴۴ فٹ ۳ اینچ، دکھن میں ۴۲ فٹ ۹ اینچ اور پچھم میں ۴۴ فٹ ۳ اینچ ہے۔ دس اینچ موٹی دیوار کو شامل کر کے باہر سے احاطہ کی اوسط لمبائی ۴۶ فٹ ۳ اینچ اور اوسط چوڑائی ۴۰ فٹ ایک اینچ ہے۔ اس کا اندرونی رقبہ ۱۷۸ مربع فٹ یا ۱۹۹ مربع گز ہے۔ مزار شریف کے احاطہ میں جانے کا راستہ اس کی جنوبی دیوار میں مشرقی گوشہ کے قریب ہے۔ مزار شریف کے احاطہ کی مغربی دیوار قطارِ ارضی کے شمالی مغربی گوشہ سے ۳۲ فٹ ۷ اینچ اور مشرقی دیوار شمالی مشرقی گوشہ سے ۴۷ فٹ چار اینچ کے فاصلہ پر ہے۔ احاطہ کے اندر گل پھول لگائے جائیں گے اور کوئی ننھوٹا سایہ دار درخت بھی لگانے کی تجویز ہے۔

مزارِ پیر انوار کے احاطہ سے متصل دکھن جنوبی دیوار سے ملحق ۴۴ فٹ ۵ اینچ لمبے اور ۳۰ فٹ چوڑی مسجد کا احاطہ ہے۔ اس احاطہ میں پچھم کی طرف ۲۸ فٹ ۹ اینچ لمبی اور ۵ فٹ چوڑے صحنہ یعنی ۳۴ مربع فٹ یا ۴۸ مربع گز کے رقبہ پر فوری اور وقتی طور پر ایک پھیر ڈال دیا گیا ہے۔ تاکہ متوسلین اور دوسرے نمازیوں کو دھوپ، گرمی اور بارش سے تکلیف نہ ہو۔ مسجد کا دروازہ اس احاطہ کی جنوبی دیوار میں مشرقی گوشہ کے پاس ہے اور اسی گوشہ میں پائپ لگا دیا گیا ہے۔ مزار شریف کے احاطہ میں جانے کا راستہ مسجد کے احاطہ کے اندر ہو کر دکھایا گیا ہے۔



اتوار یکم فروری ۱۹۷۶ء کو مزار شریف کے پاس ۶ گز کی گہرائی سے ایک پختہ حفاظتی دیوار بنانے کا فیصلہ کیا گیا اور نماز ظہر کے بعد اس حفاظتی دیوار کی بنیاد کی کھودائی کا کام شروع ہوا۔ مولوی محمد سعید خان صاحب وکیل کے مشورے پر اس کی گہرائی ساڑھے چھ فٹ کر دی گئی۔ سو وار ۲ فروری کو دن بھر کھودائی کا کام چلتا رہا۔ منگل ۳ فروری ۱۹۷۶ء کو دس بجکر ۳ منٹ پر مرشدزادہ جناب محمد عسک الدین صاحب محترم نے اس پختہ حفاظتی دیوار کی بنیاد رکھا اور تیزی میں کام شروع ہوا۔ مزدوروں کے علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے غلاموں نے عاشقانہ اور دالہانہ انداز سے کام شروع کر دیا۔ بدھ ۴ فروری کو احاطہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ سب سے پہلے اتر کی پھر پچھم کی دیوار بنائی گئی۔ جمعرات ۵ فروری کو حفاظتی دیوار کو مکمل کر لیا گیا اور اس کی بنیاد کے پاس خالی جگہوں کو بڑی احتیاط سے مٹی سے بھر دیا گیا۔ ہلکی بارش ہوئی، باران رحمت کا نزول ہوا۔ اسی روز احاطہ کی مشرقی دیوار کا کام شروع ہوا۔ جمعہ ۶ فروری کو مشرقی دیوار کو مکمل کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے انتقال کے ایک ہفتہ یعنی ۱۷۸ گھنٹے بعد جمعہ ۵ صفر المنظر ۱۳۹۶ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۷۶ء کو ٹھیک چار بجے شام میں محترم النقا مرشدزادہ جناب محمد عسک الدین خاں صاحب مسجد کی مغربی دیوار کے لئے تین کڑاں مٹی کھودا، تین کڑاں بابو محمد سربراہ حق خاں صاحب اور پھر دو ستر متوسلین نے۔ کعبہ شریف کا رخ متلانے والے ایک عربی قطب نما کی مدد سے کعبہ شریف سے ۱۱ درجہ کے زاویہ پر مسجد کی بنیاد تیار کی گئی اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے حیدر اظہر کا تدفین کے ٹھیک



۱۴۴۲ھ گھنٹے بعد جمعہ کو ۵ بجکر ۳۵ منٹ پر جناب مرشد زادہ صاحب نے مسجد کی بنیاد کی پانچ اینٹیں رکھیں۔ رات میں چند ذمہ دار حضرات نے شمالی قطب کی مدد سے بھی مسجد کے گنچ کو اچھی طرح جانچ لیا۔

سینچر ۴ فروری کو مسجد کی مغربی دیوار کا بڑا حصہ تیار ہو گیا اور پھر مزار مبارک کے احاطہ کی جنوبی اور مسجد اور اس کے احاطہ کی شمالی دیوار کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اسی دیوار میں مزار الشریف کے احاطہ میں دروازہ کا کوڑا لگایا گیا۔ اعلیٰ حضرت کا یہ ناچیز اور کمترین غلام ملازمت کی پابندی کے باعث اتوار ۸ فروری کو دس بجے جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب جناب حبیب الدین صاحب ہیسوی۔ جناب حاجی محمد عیسیٰ صاحب جمشید پور اور حاجی محمد منیر صاحب فہر گنج کے ساتھ بادیدہ گریبان منکر الوداع سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب جناب مرشد زادہ صاحب محترم کے پاس پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

جناب مرشد زادہ صاحب محترم نے مزید تین دنوں قیام فرمایا۔ مسجد اور اس کے احاطہ کی مشرقی اور جنوبی دیوار کو مکمل کر لیا۔ جنوبی دیوار میں دروازہ اور جنوبی مشرقی گوشہ میں پائپ لگوا دیا۔ منگل ۱۰ فروری کو مسجد پر چھپر ڈال دیا گیا۔ اور نماز ظہر اس چھپر کے نیچے ادا کر کے علی گڑھ روانہ ہوئے۔ ۱۴ فروری کی صبح کو وہاں پہنچے ۱۴ فروری کو علی گڑھ سے اس ناچیز غلام کے نام خط روانہ کیا اور منکر الوداع شریف سے اپنی روانگی کے تین دنوں قبل کے حالات سے مطلع فرمایا۔

منگراڈاں میں علی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے حیدر اطرہ کی تدفین کے  
بعد اس قطعہ اراضی میں جہاں مزار شریف واقع ہے۔ پہلی بار مغرب کی نماز باجماعت  
سینچر اسر جنوری ۱۹۷۶ء کو ہوئی تھی۔ دربار عالی میں متوسلین کی آمد کے بعد اواریکم  
فروری ۱۹۷۶ء کو مزار شریف سے کچھ دگھن جہاں اب مسجد کا بیرونی صحن ہے۔ ظہر  
کے وقت سے نماز باجماعت کا آغاز ہوا عصر کے وقت نماز پڑھنے کی جگہ کھیت  
کو کچھ سموار کر لیا گیا۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں جناب مرشد زادہ صاحب محترم کی امامت  
میں ہونے لگیں۔ اس میں تمام متوسلین حاضر رہتے تھے۔ مرشد زادہ جناب محضر عبداللہ  
خان محترم اور بابو محمد اسرار الحق خان صاحب نماز مغرب کے اعظم گڑھ چلے جاتے تھے  
اور صبح میں چاشت کے قبل آجاتے تھے۔ شدید سردی اور دھواڑ پڑنے  
کے باوجود بھی کچھ عاشقان جان باز نے راتوں کو بھی اسکا رحمت آباد میں قیام کیا  
عشا اور فجر کی نمازیں باجماعت پڑھیں اور ذکر و فکر کا جو سلسلہ اس عاشق صادق  
کی ابدی آرامگاہ کے پاس یکم فروری کو شروع ہوا تھا اسے جاری رکھا۔ قاضی حیکم فیض  
گنج اورنگ آباد کے جناب حاجی ولی محمد صاحب جو یکم فروری کو ۹ بجے دن میں منگراڈاں  
پہنچے تھے اور وہاں سے ۳۴ فروری کو مکان واپس ہوئے۔ بارہ دنوں کے قیام کے دوران  
۱۰ فروری کو نماز جمعہ کے سوا دن رات اپنے آقا کے دربار عالی میں حاضر رہے ان کا کھانا  
بھی وہیں بھیجا جاتا رہا۔

مزار شریف والے قطعہ اراضی سے متصل پورب جناب عبدالرزاق صاحب کی  
کھیاں اور ان کا ٹوبہ ویل ہے۔ منگل ۱۰ فروری کو دربار کی مسجد میں مل گئے سے  
قبل یانی کی ساری ضروریات ان کے ٹوبہ ویل سے پوری ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں

ان کے صاحبزادے جناب عبدالخالق صاحب نے بھی بڑی محبت کا ثبوت دیا۔ منگراؤں کے مقامی متوسلین میں جناب حاجی شیخ بدرالدین صاحب نمبردار۔ جناب حاجی حکیم الدین صاحب اور جناب عبدالجبار صاحب برابر حاضر رہے اور جوش و خروش کے ساتھ تمام ضروری خدمات انجام دیتے رہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے متوسلین میں بعض مقامات کے اجاب کو اکسپریس تار سے اور بعض مقامات کے لوگوں کو اخبار "صدائے عام" پٹنہ کی یکم فروری ۱۹۷۶ء میں شائع ہونے والی خبر سے اعلیٰ حضرت کے انتقال پر دال کا حال معلوم ہوا۔ اور جس سے جتنا جلد ہو سکا غم و اندوہ کا مذاہال پر وادہ دار اپنے آقا کے دربار میں پہنچنے کی کوشش کی۔ شروع میں روزانہ دس بارہ آدمی آتے تھے اور پانچ چھ واپس جاتے تھے۔ روزانہ دسترخوان پر تیس تیس آدمی موجود رہتے تھے اور چائیں کے قریب نماز باجماعت میں شریک ہوتے تھے۔

سینچر ۳۱ جنوری کی صبح کو جناب مرشد زادہ صاحب محترم علی گڑھ سے، اسی روز رات کو ۹ بجے پٹنہ سے ناچیز راقم السطور، ڈاکٹر محمد ادریس صاحب، اُن کی اہلیہ اور دو بچیوں اعجاز احمد صاحب، شمس الہدیٰ استھانوی اور محمد شمیم صاحب کلابھہ مرحنپٹ کے ساتھ پہنچا۔ یکم فروری کو ۹ بجے دن میں قاضی چک ضلع اوزنگ آباد سے حاجی ولی محمد صاحب، ماسٹر بشیر احمد اور انوار احمد صاحب۔ پٹنہ سے ڈاکٹر شمس الدجی صاحب جمشید پور سے محمد اعجاز صاحب۔ بنڈلی شریف ضلع ہوگلی سے ریاض احمد صاحب عرف چٹو بابو۔ محرم علی صاحب، جناب سعید اختر صاحب اور کلکتہ سے



جناب عبدالرشید صاحب (گوپال بابو) محمد ایوب صاحبہ۔ محمد سلیم صاحب اعجاز الحق صاحب اور محمد قاسم صاحب اور کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ سے مولانا عبدالوہاب صاحب اصلاحی آئے۔ سو مواری ۲ زوری کو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے حفیظ الدین صاحب میرٹھی اور دھنداد سے بابو نثار اطالع صاحب آئے۔ منگل ۳ زوری کو گیا سے سید محمد شمیم صاحب، بہار شریف سے حاجی محمد آفاق خاں صاحب۔ استھانواں ضلع نالندہ سے شمیم احمد صاحب جمشید پور سے حاجی محمد شبیر الہی صاحب حاجی محمد احسان صاحب حاجی محمد منیر صاحب، محمد معین صاحب۔ عالم گیر صاحب، محمد ہاشم صاحب اور محمد حبیب صاحب (قاضی چک) آئے۔ بدھ ۴ زوری کو پٹنہ سے مظفر اقبال صاحب آنگلہ گیا سے سید محفوظ الحق صاحب سید ابو صالح متین صاحب سید ظفر حسین صاحب ٹھونسٹا ضلع گیا سے محمد قاسم انصاری صاحب جمشید پور سے نثار اللہ صاحب، حاجی نثار صاحب اور عبدالکریم صاحب بہار شریف سے محمد زین الدین صاحب اور ابو الحسن صاحب جمہرات ۵ زوری کو ڈھاکہ سے جناب حاجی غلام مولیٰ صاحب بخش پور ضلع اعظم گڑھ سے مولانا عبدالحکیم صاحب مظہر۔ جمعہ ۶ زوری کو ڈہری اون سون سے جناب حبیب الدین صاحب جمشید پور اور احمد صاحب پٹنہ ان کے غلام مبارک پور۔ اعظم گڑھ۔ جون پور اور جمشید پور وغیرہ سے بہت سارے متوسلین آئے، جن کے نام یاد نہیں رہ سکے جمشید پور کے حاجی محمد عیسیٰ صاحب اور محمد یوسف صاحب، ۲ جنوری کو اعظم گڑھ آگئے تھے اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال کے روز موجود تھے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے انتقال سے ۲۲ گھنٹے قبل جمہرات



۲۹ جنوری ۱۹۷۹ء کو ان چار خوش نصیبوں کو بیت سے مشرف فرمایا۔ ان چاروں کو اعلیٰ حضرت قبلہ کے آخری مرید بونے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۔ جناب محمد شاہ صاحب کلرک شہنشاہی نیشنل کالج، اعظم گڑھ۔  
۲۔ جناب جان محمد صاحب ڈسٹرکٹ سٹریٹس اسکول، اعظم گڑھ۔

۳۔ جناب محمد یوسف صاحب ڈاکٹر جمشید پور۔

۴۔ جناب محمد ظہیر الدین صاحب نمبر ۵، بی۔ پارک سکرس، کلاتہ۔

ان چاروں کو مرید کرنے کے بعد، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ آج کی سعیت کو شرف قبول محمد ظہیر الدین کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ محمد ظہیر الدین صاحب نے تعمیرات کے کاموں میں بڑی محنت کی اور جہانوں کی بہت خدمت کی۔

منگل ۱۰ فروری کو ڈھاکہ سے حاجی غلام اکبر یا صاحب اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ۔ بھوپالی سے مولانا شریف اس صاحب کچھ اجاب کے ساتھ۔ مالی گاؤں ضلع ناسک سے چار اور ڈاکٹر جمشید پور سے چھ آدمی پہنچے تھے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے مزار مبارک کے گرد حفاظتی دیوار، احاطہ کی چار دیواری۔ مسجد اور اس کی چار دیواری اور پانی کے نل وغیرہ کی تعمیر پر مرشد زادہ محترم المقام جناب محمد عہد الدین خاں صاحب نے تقریباً ساڑھے چار ہزار روپیہ خرچ کیا تعمیرات کے کاموں میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے مریدین اور متوسلین نے بڑے خلوص و جوش اور انہماک کے ساتھ حصہ لیا۔ بڑے اور جوان کا فرق مٹ گیا تھا اس کار خیر کے انجام دینے کے سلسلہ میں جوش و محبت اور اظہار عقیدت کے عملی مظاہرہ

ہیں ہر شخص دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے غلاموں پر ایک  
والہانہ کیفیت طاری تھی۔ شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم اور ان کی بے قراری کا  
منظر تابلو دید تھا۔ ع

لے آتشِ فراقت دہا کیاب کردہ

انہی جون ۱۹۷۵ء سے آخر ستمبر ۱۹۷۵ء تک اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس  
نے قرآن پاک کا سارے سترہ پارہ ٹیپ رکارڈ کرادیا جو محفوظ ہے۔ اس ٹیپ کاڈ  
کی تین کاپیاں موجود ہیں۔ ایک کاپی انجمن گڑھ میں۔ دوسری علی گڑھ میں اور  
تیسری شبلی شینل اسکول کے ماسٹر عین القضاۃ صاحب کے پاس ہے۔  
بدھم فروری کو جناب مرشد زادہ صاحب محترم انجمن گڑھ سے ٹیپ  
رکارڈ لائے اور نماز ظہر کے بعد اس ٹیپ رکارڈ سے تقریباً دس منٹ تک  
قرآن شریف کا کچھ حصہ سنوایا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی آواز مبارک سننے  
کے بعد مریدین اور متوسلین میں اضطراب بقراری اور بے چینی کی کیفیت پیدا  
ہوئی۔ گریہ وزاری، آہ و بکا کا آغاز ہوا۔ چنانچہ نازک حالات کے پیش نظر  
جناب مرشد زادہ محترم نے ٹیپ رکارڈ سنبھال کر دیا۔ :-

سو نہ عاشق اس مجلس میں عشق کا مارا جانے ہے  
پوچھو ملک پروانے سے وہ حال ہمارا جانے ہے

## ۱۷۔ چند ضروری پتے

- ۱۔ الحاج جناب سید محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ، ۲۹ دائر اسٹریٹ  
دری۔ ڈھاکہ ۳ (ریگڈریش)
- ۲۔ جناب سید ابوالکلام صاحب۔ خانقاہ نبدیل شریف۔ ڈاکخانہ نبدیل  
بخشن۔ ضلع ہوگلی پن ۷۱۲۱۲۳
- ۳۔ مرشدزادہ جناب محمد ظفر الدین خاں صاحب مدظلہ۔ منگراواں۔  
براہ محمد پورہ ضلع اعظم گڑھ۔ پن ۲۷۶۲۰۵
- ۴۔ مرشدزادہ محترم المقام جناب محمد عہد الدین خاں صاحب مدظلہ  
ظفر منزل۔ نزد سکندر لاج۔ ڈی رورڈ۔ علی گڑھ، پن ۲۰۲۰۰۱  
ٹیلیفون ۲۵۱۸
- ۵۔ جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ۔ نزد جامع مسجد علی گڑھ اعظم گڑھ  
پن ۲۷۶۰۰۱۔

دم عارف نسیم صمد ہے  
 اسی سے ریشہ یعنی میں غم ہے  
 اگر کوئی شعیب ہے آئے میسر  
 شبانی سے کلہی دو قدم ہے

(حکیم الامت علامہ اقبال)

ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مطیع الرحمن - یونیورسٹی فلیٹ - لاکھ کپا ونڈ میٹروپولیٹن



# ایک روپی

یعنی

اسلام آباد چانگام کے مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ،  
حسان عجم، داؤد نعم، قطب الہ شاد حضرت صوفی سید فتح علی حنا  
وہیسی چانگامی شمس مرشد آبادی قدس سرہ ان کے والد محترم  
پیر و مرشد خلفاء اور متوسلین کے حالات اور کارنامے اور ان  
کی شاعری کا مفصل تنقیدی جائزہ

محمد طبع الرحمن